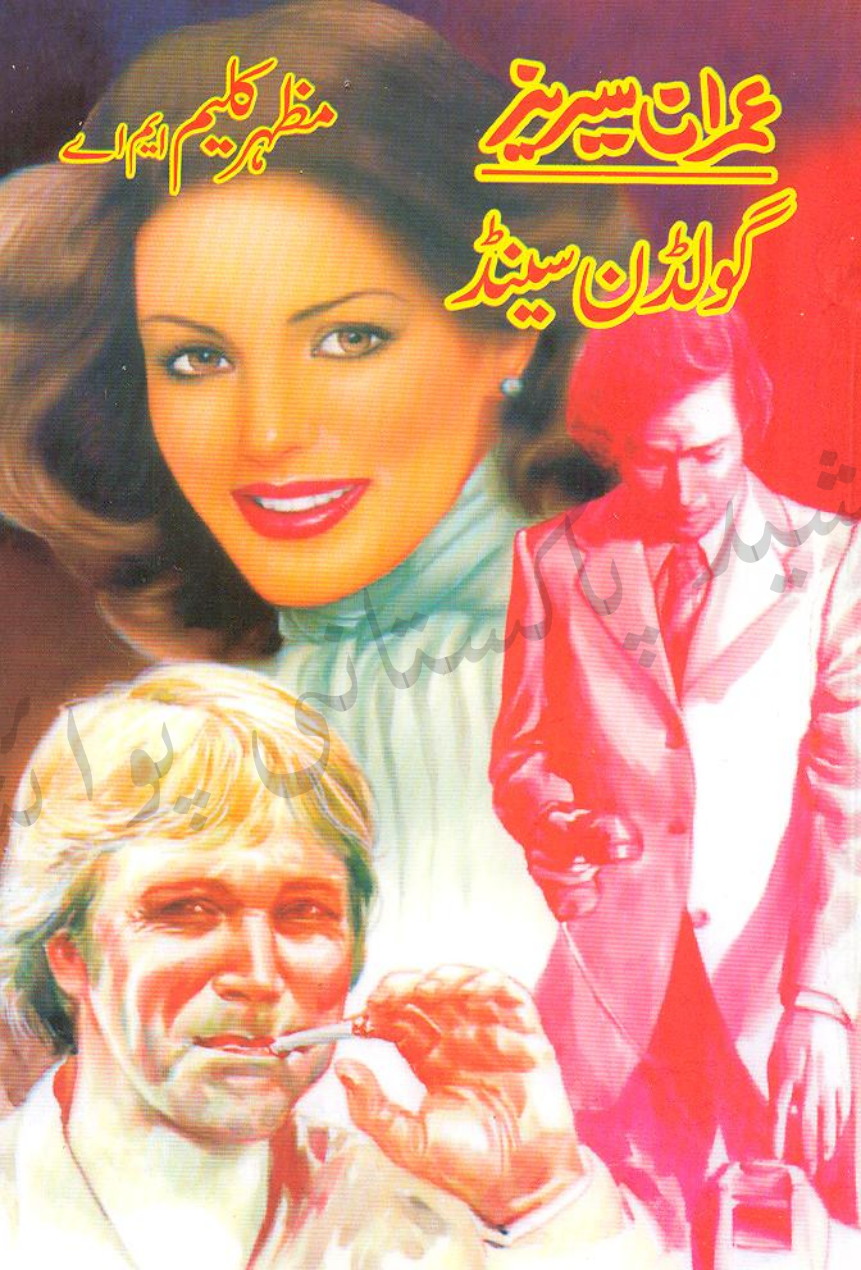


منظر ہریم کلیم ایم اے

عزات سیریز

گولڈن سینٹر



عراق سیریز

گولڈن سینڈ

مکمل ناول

منظر کلیم ایم اے

پاک گیٹ
مُلَتان

یوسف برادرز

چند باتیں

محترم قارئین! سلام مسنون! نیا ناول حاضر خدمت ہے، مجھے یقین ہے کہ سابقہ ناولوں کی طرح یہ بھی آپ کو پسند آئے گا۔ لیکن ناول پڑھتے سے پہلے اپنے خطوط ملاحظہ کر لیں کیونکہ یہ بھی ناول سے کم دلچسپ نہیں ہوتے۔

کوٹ چھٹہ سے شکیل احمد سا صاحب لکھتے ہیں۔ آپ اکیس دن میں تو پھر فوراً ایکسٹو یعنی عمران کو مجبور کریں کہ وہ جولا کا دل نہ دکھایا کرے، وہ جب جولا کا دل دکھاتا ہے تو ہم خون کے گھونٹ پینے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

شکیل احمد سا صاحب! آپ نے یہ تو لکھا ہی نہیں کہ کس کے خون کے گھونٹ آپ پینے پر مجبور ہو جاتے ہیں اپنے یا عمران کے۔ ویسے یہ بہتر نہیں کہ آپ خون کے گھونٹ پینے کی بجائے یہی خون نزدیکی ہسپتال تک پہنچا دیں ثواب بھی ملے گا اور آپ کے منہ کا ذائقہ بھی کڑوا نہ ہو گا۔

پیر محل ٹوہٹیک سنگھ سے سہیل حید صاحب نے انگریزی میں خط لکھ کر پوچھا ہے کہ وہ انٹرپول ڈویژن کیجنسی میں ملازمت کرنا چاہتے ہیں۔ اس کیجنسی کا پتہ بتایا جلتے۔

سہیل حید صاحب کی خدمت میں عرض ہے کہ ابھی انٹرپول والوں نے ٹوہٹیک سنگھ میں اپنی بارنچ کھولنے کا فیصلہ نہیں کیا۔ جیسے ہی یہ فیصلہ ہوا مجھے یقین ہے کہ وہ سب پہلے آپ سے رابطہ قائم کریں گے۔ آپ خط ان تک پہنچا دیا گیا ہے۔ دیے دُعا کریں کہ وہ آپ کی معیاری انگریزی سمجھ جائیں۔

پشاور سے خان طارق سہیل صاحب لکھتے ہیں۔ میں نے آپ کے تمام ناول پڑھے ہیں اور یہ ناول مجھے اس قدر پسند ہیں کہ میں نے بنا دیکھے آپ کی ذات کو اپنا آئیڈیل بنالیا ہے۔

اس ناول کے تمام نام مقام کردار واقعات اور پیش کردہ پھویشنز قطعی فرضی ہیں۔ کسی قسم کی جزوی یا کلی مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی۔ جس کے لئے پہلشرز مصنف پرنٹر قطعی ذمہ دار نہیں ہوں گے۔

ناشران ----- محمد اشرف قریشی

----- محمد یوسف قریشی

ترتیب ----- محمد علی قریشی

طابع ----- سلامت اقبال پرنٹنگ پریس ملتان

JOUSEF BROTHERS
Price Rs
240/-
MULHAN



شہر سلطان سے نوید احمد قریشی صاحب لکھتے ہیں۔ آپ مہربانی فرما کر عمران سے اس تصویر لیکر ناول میں ضرور شائع کریں تاکہ ہمیں یہ تو معلوم ہو کہ عمران کی شکل و صورت کیسی ہے؟ نوید احمد قریشی صاحب آپ کیوں جو لیکر کی قبول کی تعداد بڑھانے پر مصر ہیں۔

مٹھی صادق آباد سے گلزار احمد تبسم صاحب لکھتے ہیں۔ سلیمان حریجی لکھا کہ انا چالاک و تاجار ہوں کہ مجھے نکر ہے کہ کہیں وہ اکیٹو نہ بن جائے۔

گلزار احمد تبسم صاحب اے نکر رہیں حریجی کھانے سے اگر کوئی شخص اکیٹو بن سکتا تو اب تک شاید سینکڑوں اکیٹو وجود میں آچکے ہوتے۔ اکیٹو بننے کے لئے حریجی نہیں غور کرنا چاہیے۔ اور غور نہ کرنا چاہیے کہ اصل کم از کم سلیمان میں نہیں ہے۔

بہاولپور سے محترم شازیہ فیصل لکھتی ہیں۔ آپ اتنا اچھا لکھتے ہیں کہ ایسا لگتا ہے کہ ہم یہ سب ان سے اگر کوئی کام لے سکتا ہے تو عمران ہی لے سکتا ہے اور عمران آپ کو معلوم ہے کہ کتنی فلم میں ہوتا دیکھ رہے ہوں۔ آپ نے تو جولیا اور عمران کی شادی نہیں کروائی لیکن میں نے اپنی مرضی کا مالک ہے۔ ویسے آپ کی سفارش میں عمران تک پہنچاؤ دوں گا۔ شاید آپ جواب میں ان کی شادی ہوتے دیکھ بھی لی ہے۔

محترم شازیہ فیصل صاحبہ انادول کی پسندیدگی کے لئے مشکور ہوں۔ باقی رہی خواب میں اسی خوف سے شہر کا نام نہیں لکھا کہ کہیں عمران ناراض ہو کر جوزف اور جوانا کو آپ کی ناشی نہ دے دے اور پھر کام تو وہ کرتے ہی رہیں گے البتہ ان کا کوٹہ..... خاصے عقلمند لگتے ہیں آپ جولیا اور عمران کی شادی تو آپ نے تو خود ہی مسخ ختم کر دیا۔ کہتے ہیں کہ خواب کا نتیجہ اٹل نکلتا کر اچھی سے محترم عمران صاحب لکھتے ہیں۔ آپ کے ناولوں میں رومانس اور سیکس بالکل ہے۔ کیا خیال ہے؟

حافظ اباذلیع گجرات سے مرزا اینڈ برادر صاحبان نے خط لکھا ہے۔ آپ نے جوانا ان ایکٹو ناول لکھا جو ہمیں بچہ پسند آیا ہے۔ جوانا ہمارا پسندیدہ ترین کردار ہے۔ آپ پلیز جوانا پر زیادہ سے زیادہ ناول لکھا کریں اور اگر ہو سکے تو ہماری ایک فرمائش بھی پوری کر دیں۔ اگر عمران، جولیا سے

مرزا اینڈ برادر صاحبان! ادھر آپ جوانا پر زیادہ سے زیادہ ناول لکھنے کی بات کرتے ہیں۔ اُدھر اس قدر خطرناک فرمائش بھی کر دی۔ آپ کی فرمائش بھی اگر عمران کے کانوں

خان طارق سہیل صاحب انادول کی پسندیدگی کے لئے مشکور ہوں۔ یہ بنا دیکھے تصویر لیکر ناول میں ضرور شائع کریں تاکہ ہمیں یہ تو معلوم ہو کہ عمران کی شکل و صورت کیسی ہے؟ نوید احمد قریشی صاحب آپ کیوں جو لیکر کی قبول کی تعداد بڑھانے پر مصر ہیں۔

شہر کا نام لکھے بغیر اکل خان صاحب نے خط لکھا ہے کہ جوزف، جوانا اور بلیک زئیر ہی میرے پسندیدہ کردار ہیں لیکن آپ ناول میں ان سے بہت کم کام لیتے ہیں ان سے زیادہ کام لیا کیجئے ورنہ ان کی صلاحیتیں رنگ آلود ہو جائیں گی۔

اکل خان صاحب! میری کیا عزت کریں جوانا، جوزف اور بلیک زئیر سے کام لے ان سے اگر کوئی کام لے سکتا ہے تو عمران ہی لے سکتا ہے اور عمران آپ کو معلوم ہے کہ کتنی فلم میں ہوتا دیکھ رہے ہوں۔ آپ نے تو جولیا اور عمران کی شادی نہیں کروائی لیکن میں نے اپنی مرضی کا مالک ہے۔ ویسے آپ کی سفارش میں عمران تک پہنچاؤ دوں گا۔ شاید آپ جواب میں ان کی شادی ہوتے دیکھ بھی لی ہے۔

اسی خوف سے شہر کا نام نہیں لکھا کہ کہیں عمران ناراض ہو کر جوزف اور جوانا کو آپ کی ناشی نہ دے دے اور پھر کام تو وہ کرتے ہی رہیں گے البتہ ان کا کوٹہ..... خاصے عقلمند لگتے ہیں آپ جولیا اور عمران کی شادی تو آپ نے تو خود ہی مسخ ختم کر دیا۔ کہتے ہیں کہ خواب کا نتیجہ اٹل نکلتا کر اچھی سے محترم عمران صاحب لکھتے ہیں۔ آپ کے ناولوں میں رومانس اور سیکس بالکل ہے۔ کیا خیال ہے؟

حافظ اباذلیع گجرات سے مرزا اینڈ برادر صاحبان نے خط لکھا ہے۔ آپ نے جوانا ان ایکٹو ناول لکھا جو ہمیں بچہ پسند آیا ہے۔ جوانا ہمارا پسندیدہ ترین کردار ہے۔ آپ پلیز جوانا پر زیادہ سے زیادہ ناول لکھا کریں اور اگر ہو سکے تو ہماری ایک فرمائش بھی پوری کر دیں۔ اگر عمران، جولیا سے

مرزا اینڈ برادر صاحبان! ادھر آپ جوانا پر زیادہ سے زیادہ ناول لکھنے کی بات کرتے ہیں۔ اُدھر اس قدر خطرناک فرمائش بھی کر دی۔ آپ کی فرمائش بھی اگر عمران کے کانوں

بہر حال زیادہ ہی ہے۔

میں پڑ گئی تو جوانا..... اب مزید کیا کھا جائے۔ آپ خود سمجھ رہی ہیں۔

میرپور آزاد کشمیر سے فیصل امتیاز صاحب لکھتے ہیں۔ جب عمران سیکرٹ سروس کے ہمراہ پاکیشیا سے باہر گیا ہوتا ہے تو کیا دوسرے محرم اور تنظیمیں ان کی غیر موجودگی میں پاکیشیا میں نہیں آ سکتیں؟ ایسا لگتا ہے جیسے عمران جب ملک سے باہر جاتا ہے تو مجرموں کو سناپ سو گھ جاتا ہے فیصل امتیاز صاحب! مجرموں کو بھی شاید عمران سے ہی ٹکرائے میں لطف آتا ہے ویسے اکیسٹو پاکیشیا میں موجود ہوتا ہے اور مجرموں کو بھی علم ہے کہ اصل طاقت اکیسٹو ہے۔ اکیسٹو کے سامنے عمران بچا رہے کی کیا حیثیت ہے وہ تو سیکرٹ سروس کا نمبر نمک نہیں ہے۔

لاہور سے مبین احمد نومی صاحب لکھتے ہیں۔ آپ نے ٹل ڈیلز ناول لکھا ہے ویسے تو ناول بیدار بند آیا ہے البتہ ایک غلطی کی نشاندہی کر رہا ہوں۔ آپ نے صفحہ ۶۴ پر لکھا ہے ٹل ڈیلز نے اپنی تنظیم میں بڑے بڑے جفا داری مجرم بھرتی کر رکھے تھے یہ سب قوی میکیل اور خاصے لڑاکے تھے کیونکہ وہ خود لڑائی بھڑائی نہ کر سکتے تھے جبکہ صفحہ ۱۶۵ سے صفحہ ۱۷۱ تک وہ عمران اور اس کے ساتھیوں سے شاندار انداز میں لڑتے ہیں اور صفحہ ۱۷۱ میں ٹائیگر کہتا ہے۔ بس اتفاق ہی ہے باس! یہ لوگ ختم ہو گئے ورنہ جس انداز کے یہ لڑاکے ہیں انہیں دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔ اور عمران جواب دیتا ہے۔ ہاں! انتہائی تیز پھرتیلے اور ہار۔ مبین احمد نومی صاحب! مجھے یہ پڑھ کر بے حد مسرت ہوئی ہے کہ آپ ناول اس قدر غور سے پڑھتے ہیں اور نہ صرف پڑھتے ہیں بلکہ اس کا تجزیہ بھی کرتے ہیں اس سے آپ کی ذہانت کا پتہ چلتا ہے۔ باقی رہی غلطی تو ٹائیگر نے خالص انداز کی بات کی ہے اور عمران نے انکی تیزی پڑھتے۔ آپ کو جواب مل جائیگا۔ ٹائیگر نے خالص انداز کی بات کی ہے اور عمران نے انکی تیزی پھرتی اور مہارت کی بات کی ہے۔ امید ہے اب بات سمجھ میں آگئی ہوگی۔

اچھا اب اجازت دیجئے۔ آپ کا بہ مظہر سکیم ایم۔ اے

ٹیلے فون کی گھنٹی بجتے ہی عمران نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس۔ علی عمران سپیکنگ"۔ عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"عمران۔ فوراً میرے دفتر پہنچو۔ میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں" دوسری طرف سے سر رحمان کی بھاری آواز سنائی دی۔

ادرسالہ پڑھتا ہوا عمران سر رحمان کی آواز سن کر بڑی طرح چونک پڑا۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتا دوسری طرف سے رسیور کھا جا چکا تھا۔ عمران چند لمحوں تو حیرت سے رسیور کو اس طرح دیکھتا رہا جیسے اُسے یقین نہ آرہا ہو کہ سر رحمان کی آواز واقعی اس رسیور سے نکلی ہے یا اُسے دہم ہوا ہے۔ عمران کے پاس گزشتہ کئی

ہفتوں سے کوئی کیس نہ تھا۔ اس لئے کبھی تو اس پر آوارہ گردی کا دورہ پڑ جاتا اور کبھی کتا میں اور رسالے پڑھنے کا۔ اور آج کل اس پر رسالے پڑھنے کا دورہ پڑا ہوا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس کا فلیٹ دنیا بھر کے رسالوں سے اٹھا پڑا تھا۔ روزانہ پوسٹ میں نئے سے نئے رسالوں کے بندل اٹھائے پہنچ جاتا تھا۔ سلیمان اس لئے خوش تھا کہ اُسے ان رسالوں میں اپنے مطلب کی تصویریں دیکھنے کو مل جاتی تھیں۔ چنانچہ وہ نہ صرف بڑی خوشی سے پوسٹ میں سے یہ رسالے وصول کرتا بلکہ پہلے انہیں خود سنس کرنا۔ جس میں اس کے مطلب کی تصویریں ہوتیں۔ وہ رسالے تو وہیں بادرچی خانے میں ہی غائب ہو جاتے اور باقی سنجیدہ اور خشک موضوعات کے رسالے عمران کے کمرے میں۔ چونکہ دنیا بھر سے آنے والے رسالوں میں ہر قسم کے موضوعات پر رسالے ہوتے تھے۔ اس لئے سلیمان کا کام آج کل سنجو بی چل رہا تھا۔ ساتھ ساتھ اس نے ایک ادیکر بھی چلا رکھا تھا کہ جب عمران غیر ملکی مہم ایجنٹس کو آرڈرز کے لئے خطوط لکھتا۔ تو یہ خطوط سلیمان کو ہی پوسٹ کرنے پڑتے تھے اور وہ بڑے اطمینان سے انہیں کھول کر آرڈرز میں ایسے رسالے بھی درج کر دیتا جو شاید عمران کو نظر آجاتے تو عمران سلیمان کو کان سے پکڑ کر فلیٹ سے ہی باہر نکال

دیتا۔ لیکن چونکہ عمران کو اس کے مطلب کے رسالے مل جاتے تھے۔ اس لئے اسے پتہ ہی نہ چلتا تھا کہ سلیمان کے پاس کون کون سے رسالے سیلائی ہو رہے ہیں۔ اور بادرچی خانہ۔ پنٹری اور شور جو ایک لحاظ سے سلیمان کی واحد ملکیت میں تھے اور جہاں عمران کا داخلہ بھی ممنوع تھا۔ اتنی گنجائش بہر حال موجود تھی کہ ایسے رسالے دہاں آسانی سے غائب ہو جاتے تھے۔

”سلیمان۔۔۔۔۔ سلیمان“ عمران نے رسیور رکھتے ہی اس بُری طرح چیختے ہوئے کہا کہ سلیمان جو بادرچی خانے میں بیٹھا بڑے اطمینان سے ایک بات تصویر رسالے کے مطالعے بلکہ مشاہدے کی لذت میں ڈوبا ہوا تھا بے اختیار بوکھلائے ہوئے انداز میں اٹھا اور دوڑتا ہوا عمران کے کمرے میں پہنچ گیا۔ عمران نے آواز ہی ایسے انداز میں دی تھی کہ سلیمان کو بوکھلاہٹ میں رسالہ رکھنا ہی یاد نہ رہا تھا۔

”جی۔ کیا بات ہے۔ آپ تو زندہ بیٹھے ہیں۔ آواز تو آپ نے ایسے دی تھی کہ جیسے آپ کی روح نکل رہی ہو“ سلیمان نے عمران کو بخیریت بیٹھے دیکھ کر بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔ اور ساتھ ہی اُسے پہلی بار لکھ میں پکڑے ہوئے رسالے کا خیال بھی آگیا۔ اس لئے اس نے جلدی سے لکھ تیچھے کر لیا۔

"یہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے۔ ذرا دکھانا۔" عمران کی تیز نظروں سے بھلا وہ رسالہ کہاں چھپا رہا تھا۔ "کچھ نہیں۔ وہ میں چاہتے بنا رہا تھا۔ اور میں نے سوچا کہ آپ گرم چائے پسند کرتے ہیں۔ اس لئے چائے کو گرم رکھنے کے لئے چائے لے آؤں۔" سلیمان نے بُری طرح بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ اور تیزی سے دروازے کی طرف پلٹا۔

"سلیمان۔" عمران نے کاٹ کھا نے والے والے لہجے میں کہا۔ اور سلیمان ایک جھٹکے سے رک گیا۔ "نچ۔ جی۔" سلیمان نے سر جھکاتے ہوئے جواب دیا۔ وہ عمران کا لہجہ اچھی طرح پہچانتا تھا۔

"جو کچھ تمہارے ہاتھ میں ہے۔ یہاں میز پر رکھ دو۔" عمران کا لہجہ بے حد سنجیدہ تھا۔ اور سلیمان نے بڑے فرمانبردارانہ انداز میں ہاتھ میں پکڑا ہوا رسالہ میز پر عمران کے سامنے رکھ دیا۔

"اور کتنے رسالے ہیں تمہارے پاس۔" عمران نے غراتے ہوئے پوچھا۔

"بس یہی ایک رہ گیا ہے۔ باقی تو سارے چائے گرم کرنے میں لگ گئے ہیں۔" سلیمان نے جواب دیا۔ "سوچ کہ جواب دو۔ میں نے ابھی باورچی خانہ اور سٹور کی تلاشی لی ہے۔ اور تم جانتے ہو کہ مجھے جھوٹ سے

کتنی نفرت ہے۔" عمران کا لہجہ واقعی سنجیدہ تھا۔ "نچ۔ نچ۔" بس تقوڑے سے اور ہوں گے۔ یقین کریں بالکل تقوڑے سے۔" سلیمان نے بُری طرح گہراٹے ہوئے لہجے میں کہا۔ وہ جانتا تھا کہ جب عمران سنجیدہ ہو جائے تو پھر وہ سزا بھی ایسی دیتا تھا کہ روح بلبلا اٹھتی تھی۔ اس لئے عمران کی سنجیدگی سے واقعی اس کی جان جاتی تھی۔

"سنو۔ جتنے بھی رسالے ہوں سارے اٹھا کر لے آؤ۔ اس کے بعد اگر تلاشی میں ایک بھی رسالہ نکل آیا تو تمہاری ہڈیاں ٹانڈی میں ابل رہی ہوں گی۔" عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"یس۔ یس۔" سلیمان نے مرے مرے لہجے میں کہا۔ اور پھر واپس چلا گیا۔ عمران اُسی طرح سنجیدہ اور خاموش بیٹھا ہوا تھا۔

اور پھر تقوڑی دیر بعد جب سلیمان واپس آیا تو اس کے ہاتھوں میں رسالوں کا اچھا خاصا ڈھیر موجود تھا۔ اس نے خاموشی سے سارے رسالے میز پر رکھ دیئے اور سر جھکا کر ایک طرف کھڑا ہو گیا۔

"یہ سارے رسالے اٹھاؤ اور میرے ساتھ چلو ڈیڈی کے پاس۔" عمران نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

"نچ۔۔۔نچ۔۔۔" سلیمان کا چہرہ سر رحمان کا سن کر واقعی بڑی طرح زبرد پڑ گیا۔

"ادہ ادہ۔۔۔ معاف کر دیجئے۔ خدا کے واسطے معاف کر دیجئے۔ میرے باپ کی توبہ آئندہ ایسے رسالے نہ دیکھوں گا۔" سلیمان نے انتہائی بے چارگی سے کہا۔ کیونکہ عمران والا معاملہ تو بہر حال قابل برداشت تھا۔ لیکن سلیمان جانتا تھا کہ سر رحمان نے بغیر کوئی لفظ کہے اسے گولی مار دینی ہے۔

"مہتار باب تو انتہائی شریف آدمی ہے اُسے توبہ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔" عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے جواب دیا۔

"مم۔۔۔مم۔۔۔ میرا مطلب ہے میری اپنی توبہ۔" سلیمان نے کانپتے ہوئے کہا۔

"میں نے تمہیں پہلے بھی منع کیا تھا کہ آئندہ اگر میں نے ایسا کوئی رسالہ فلیٹ میں دیکھا تو تمہیں سزا دوں گا۔ لیکن تم پھر باز نہیں آئے۔" عمران نے اور زیادہ سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"غلطی ہو گئی صاحب۔ واقعی مجھ سے غلطی ہو گئی۔"

سلیمان اس بار واقعی رو پڑا۔ وہ عمران کے اصولوں کو جانتا تھا۔ اور یہ بھی جانتا تھا کہ عمران کی سزا کم از کم وہ برداشت نہ کر سکے گا۔

"ہونہہ۔۔۔ مہتار امیرے انتباہ کے باوجود یہ رسالے پھر پڑھنے کا مطلب یہی ہے کہ اب تم ناقابل اصلاح ہو چکے ہو۔ لیکن چونکہ مہتار ہی خدمات کافی ہیں۔ اس لئے میں تمہیں کوئی اور سزا دینے کی بجائے یہی حکم دیتا ہوں کہ تم اپنا بوریا بستر باندھو اور ہمیشہ کے لئے میری نظروں سے دور ہو جاؤ۔ میں ایسی لغویات قطعاً پسند نہیں کرتا۔ میرے کوٹ کی جیب میں ایک لاکھ روپے موجود ہیں وہ میں تمہیں مہتار ہی خدمات کی بنا پر دے رہا ہوں اس کے بعد میرے فلیٹ کا رخ آئندہ مت کرنا ورنہ تمہارے جسم کا ایک ایک ریشہ اپنے لاکھوں سے علیحدہ کر دوں گا۔" عمران نے انتہائی کمرخت ہجے میں کہا۔ اور خود اٹھ کر تیز تیز قدم اٹھاتا فلیٹ کے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ چند لمحوں بعد اس کی کار تیز رفتار سے سر رحمان کے دفتر کی طرف اڑی جا رہی تھی۔ سلیمان کے پاس لغویات سے بھرپور رسالے دیکھ کر واقعی اس کا موڈ بڑی طرح آف ہو گیا تھا۔ گو وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ سلیمان کے دار کے لحاظ سے قطعاً بے داغ ہے۔ لیکن اس کے باوجود ایسی لغویات پر مبنی رسائل وہ برداشت ہی نہ کر سکتا تھا۔ اس لئے اس نے انتہائی سنجیدگی سے سلیمان کو وارننگ دے دی تھی۔

سنٹرل انیشیائی جنس کی عمارت میں کار کو روک کر وہ اتر ا۔

اور سیدھا سر رحمان کے دفتر کی طرف بڑھ گیا اور کوئی موقع ہوتا تو شاید عمران اپنی حرکتوں سے باز نہ آتا۔ لیکن موڈ آف ہو جانے کی وجہ سے اس پر انتہائی سنجیدگی کا دورہ سا پڑ گیا تھا۔ اس لئے وہ خاموشی سے سر رحمان کے دفتر کی طرف بڑھ گیا تھا۔

”جاء صاحب سے کہو کہ عمران آیا ہے۔“ عمران نے اپنی عادت کے خلاف باہر بیٹھے چڑا سی سے جوا بھٹک کر انہیں سلام کرنے میں مصروف تھا انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔
”وہ جناب آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ انہوں نے مجھے پہلے ہی حکم دیا ہے کہ جیسے آپ آئیں آپ کو فوراً اندر بھیج دوں۔“ چڑا سی نے کہا۔ اور عمران سر ہلاتا ہوا پردہ ہٹا کر دفتر میں داخل ہو گیا۔

”سلام ڈیڈی۔“ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ اور خاموشی سے میز کے سامنے رکھی کم سی پر بیٹھ گیا۔

اور سر رحمان حیرت سے عمران کو غور سے دیکھنے لگے۔ انہیں شاید یقین نہ آ رہا تھا کہ عمران اس قدر سعادت مندی اور فرمانبرداری کا مظاہرہ بھی کر سکتا ہے۔
”کیا بات ہے۔ تمہاری طبیعت ٹھیک ہے۔“ سر رحمان سے نہ رہا گیا تو وہ پوچھ ہی بیٹھے۔

”جی ہاں۔ بالکل ٹھیک ہے۔ آپ نے مجھے یاد فرمایا تھا“ عمران نے سر ہلاتے ہوئے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ حالانکہ

کوئی اور موقع ہوتا تو شاید سر رحمان کو اپنے سوال پر بھی پچھتا نا پڑتا۔
”پھر تم اتنے سنجیدہ کیوں ہو۔“ سر رحمان جو ہمیشہ یہی ردنا رد تے رہتے تھے کہ عمران سنجیدہ نہیں رہتا۔ اب عمران کو سنجیدہ دیکھ کر خود ہی گھبرا گئے تھے۔ کچھ بھی ہو عمران بہر حال ان کا اکھوتا لڑکا تھا۔ اس لئے سنجیدہ عمران انہیں کچھ بدلا بدلا سا لگ رہا تھا۔

”کوئی ایسی بات نہیں ڈیڈی۔ آپ فرمائیں کہ کیسے یاد فرمایا ہے۔“ عمران پر مسلسل وہی موڈ طاری تھا۔
”اگر تمہاری طبیعت ٹھیک نہ ہو تو میں کسی ڈاکٹر کو فون کر دوں“ سر رحمان واقعی پریشان ہو گئے تھے۔ ان کو شاید یقین ہی نہ آ رہا تھا کہ عمران اس قدر سنجیدہ بھی ہو سکتا ہے۔ وہ بحیثیت باپ ہی سمجھ رہے تھے کہ عمران کی طبیعت خراب ہے۔
”نہیں ڈیڈی۔ کوئی ایسی بات نہیں۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔“ آپ فرمائیے۔ میرے لائق کیا خدمت ہے۔“ عمران نے جواب دیا۔

”کوئی رقم کا مسئلہ تو نہیں ہے۔ اگر ایسی بات ہے تو مجھے بتاؤ۔ کتنی رقم چاہیے۔ آخر میری یہ جائیداد اور کس کے کام آئے گی۔ تم نے کبھی ضرورت کا ہی اظہار نہیں کیا۔“ سر رحمان نے کہا۔ اور عمران اس بار بے اختیار مسکرا دیا۔ سر رحمان کے پردہ کی جذبات کی گہرائی نے اس کے دل میں واقعی عجیب سا تاثر پیدا کر دیا تھا۔

"نہیں ڈیڈی۔ ایسی بھی کوئی بات نہیں۔ اگر مجھے ضرورت ہوگی تو میں لے لوں گا۔" — عمران نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔ گو اس کا موڈ پہلے سے قدرے بہتر ہو گیا تھا۔ لیکن سر رحمان کے جذبات واقعی اس کے لئے ایک نیا تجربہ بن رہے تھے۔ اس لئے وہ اُسی طرح سنجیدہ رہا۔ "اچھا۔ بہر حال میں نے تمہیں ایک ضروری کام کے لئے بلایا ہے۔ گو مجھے یقین نہیں ہے کہ تم میرا کام کر دو گے۔ لیکن....." — سر رحمان نے کہنا شروع کیا اور پھر ففرہ ادھورا اچھوڑ کر خاموش ہو گئے۔

"ڈیڈی۔ آپ حکم تو کہہ دیجیے۔ آپ کی خاطر تو میں آگ میں بھی کود سکتا ہوں۔" — عمران نے جذبات سے بڑھ چسپاں کہا۔ اور سر رحمان کا مٹا ہوا چہرہ بے اختیار کھل اٹھا۔ وہ واقعی اس طرح آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر عمران کو دیکھ رہے تھے جیسے انہیں یقین ہی نہ آ رہا ہو کہ وہ واقعی عمران سے مخاطب ہیں۔ "یہ کوئی سرکاری کام نہیں ہے۔ اس لئے ہو سکتا ہے کہ تمہارا باس ایکسٹو تمہیں اس کی اجازت نہ دے۔" — سر رحمان نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"میں کوئی ایکسٹو کا ملازم تو نہیں ہوں۔ اس کی کیا جرات ہے کہ وہ مجھے آپ کے حکم کی تعمیل سے روکے۔" — عمران نے جواب دیا۔

"ادہ۔ اس کا مطلب ہے تم واقعی سیکرٹ سروس کے رکن

نہیں ہو۔ میں تو اب تک یہی سمجھتا رہا ہوں کہ تم نے سیکرٹ سروس جوائن کر لی ہے۔" — سر رحمان نے کہا۔

"آپ میری طبیعت تو جانتے ہیں۔ میرے اندر چٹکنری خون ہے۔ میں کسی کا ملازم نہیں رہ سکتا۔ اگر مجھے ملازمت ہی کرنی ہوتی تو میں آپ کے محکمہ میں ملازمت نہ کر لیتا۔ یہ تو صرف میرا ذاتی شوق ہے۔ جس کے لئے میں کام کرتا ہوں۔" — عمران نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔ اور سر رحمان کا چہرہ ایک بار پھر مسرت سے مٹا اٹھا۔ آج واقعی ان کے سامنے وہ عمران بیٹھا ہوا تھا جیسا وہ اُسے دیکھنا چاہتے تھے۔

"گڈ۔ واقعی آج تک میں تمہیں غلط سمجھتا رہا۔ بہر حال اب مجھے اطمینان ہو گیا ہے۔ میرا ایک پرانا دوست ہے عمر ابدال۔ وہ مصری ہے۔ اور وہ مصر کے آثار قدیمہ کے ایک سیکشن کا ڈائریکٹر جنرل ہے۔ اس کے سیکشن کا تعلق مصری آثار قدیمہ کے ان مدفون مقبروں سے ہے جو ابھی تک تلاش نہیں کئے جا سکے۔ چونکہ ساری دنیا یہ جانتی ہے کہ ایسے مقبروں میں بے پناہ دولت ہونے کے ساتھ ساتھ دواں موجود ہوتا ہے کتبوں اور دیگر ایسی چیزوں کی مالیت کروڑوں اربوں سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ اس لئے ایسے مقبروں کی تلاش اور انہیں کھود کر ان میں سے مال و دولت کے ساتھ ساتھ تاریخی اہمیت کی پوری بڑے پیمانے پر ہوتی رہتی ہے۔ عمر ابدال کا سیکشن ایسے چوروں کے خلاف کام کرتا ہے اور اس کا یہ کام بھی ہے کہ

وہ ایسے مقبروں کو تلاش کر کے انہیں کھدوائے اور پھر ان میں موجود ہر چیز کو حکومت کی تحویل میں دے۔ اس لحاظ سے عمر ابدال کے سیکشن کو اسے سیکشن کہا جاتا ہے۔ اور یہ حکومت مصر کے لحاظ سے انتہائی اہم ترین سیکشن ہے۔ عمر ابدال اسے سیکشن کا چیف ہے۔ اس لئے وہ اپنے سیکشن کا ہر لحاظ سے ذمہ دار بھی ہے۔ اس کا سیکشن بالکل اس طرح کام کرتا ہے جیسے یہاں انٹیلی جنس اور سیکرٹ سروس کام کرتی ہے۔ لیکن ان کا ٹارگٹ مخصوص ہوتا ہے۔ اب میں اصل بات پر آتا ہوں۔ مصر کے ایک مقبرے سے ایسے کتبے ملے جن سے ظاہر ہوتا تھا کہ اُس علاقے میں ایک بہت بڑا مقبرہ موجود تھا۔ جسے مصر کے ایک باجبروت شہنشاہ آفخ کا مقبرہ کہا جاتا تھا۔ اور اس مقبرے کے متعلق جو کچھ ان کتبوں میں درج تھا اس سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ اس مقبرے سے ملنے والے تاریخی آثار پورے مصر میں سے ملنے والے آج تک کے تاریخی آثار و نوادرات سے بھی مجموعی طور پر زیادہ قیمتی ہوں گے۔ چنانچہ ان کتبوں کی بنا پر سرکاری طور پر اس مقبرے کی تلاش شروع کی گئی۔ لیکن یہ مقبرہ نہ مل سکا۔ البتہ ایک اور مقبرے سے ایک اور کتبہ مل گیا۔ جس میں اس مقبرے کا محل وقوع زیادہ واضح تھا۔

عمر ابدال نے اس کتبے کی جب حکومت کو اطلاع دی تو حکومت نے اس کتبے کو مصری ماہرین آثارِ قدیمہ کے پاس بھیجنے کا حکم دیا تاکہ وہاں اس پر مزید ریسرچ ہو کہ اس مقام کا حتمی طور پر تعین کر سکے۔ لیکن پھر اچانک عمر ابدال کو علم ہوا کہ جو کتبہ اُسے ملا تھا وہ کتبہ غائب ہو چکا ہے۔ اور اس کی جگہ نقلی کتبہ موجود ہے۔ کیونکہ مصر کے آثارِ قدیمہ کے چوروں نے یہ دھندہ بھی اختیار کر رکھا ہے کہ وہ انتہائی قیمتی نوادرات کی ایسی نقل تیار کر دیتے ہیں کہ عام تو کیا خاص خاص ماہر بھی انہیں آسانی سے پہچان نہیں سکتے۔ لیکن عمر ابدال بذاتِ خود بھی مصری آثارِ قدیمہ کا بہت بڑا ماہر ہے۔ چنانچہ یہ کتبہ دیکھتے ہی اُسے معلوم ہو گیا کہ اصل کتبے کی جگہ نقل کتبہ رکھ دیا گیا ہے۔ اگر وہ یہ بات حکومت کے نوٹس میں لے آتا تو لازماً اُسے نہ صرف ملازمت سے معزول کر دیا جاتا بلکہ مصری قوانین کے تحت اُسے سخت ترین سزا بھی دی جاتی۔ چنانچہ اس نے کسی کو بتاتے بغیر یہ نقل کتبہ ماہرین کو بھجوا دیا۔ یہ نقل کتبہ اس مہارت سے تیار کیا گیا تھا کہ مصری ماہرین بھی اس کے نقلی ہونے کو نہ پہچان سکے۔ کیونکہ انہوں نے اصل کو نہ دیکھا تھا۔ جب کہ

عمر ابدال اصل دیکھ چکا تھا۔ اس لئے وہ پہچان گیا تھا۔ بہر حال حکومت کے ماہرین کی طرف سے یہ جواب ملا کہ اس کتبے میں شہنشاہ آفخ کے مقبرے کا واضح محل وقوع موجود نہیں ہے بلکہ یہ کتبہ تو صرف شہنشاہ آفخ کے ایک شاہی فرمان پر مبنی ہے جس کے متعلق اور کتبے پہلے بھی دریافت ہو چکے ہیں۔ اس پر بات ختم ہو گئی۔ لیکن عمر ابدال کا ضمیر اسے کچھ کے دیتا رہا۔ اسے معلوم تھا کہ وہ چور جہوں نے یہ اصل کتبہ چورایا ہے۔ لہذا وہ مدفن مقبرہ کھود کر اس میں سے کچھ حیرائے جاتیں گے۔ اور صورت حال ایسی ہو گئی کہ وہ اس کے بارے میں کسی کو بتا بھی نہ سکتا تھا۔ وہ چونکہ جانتا ہے کہ میں پاکیشیا میں سنٹرل انٹیلی جنس کا چیف ہوں۔ اس لئے اس نے مجھ سے اس بارے میں بات کی۔ وہ اپنے ضمیر کے ہاتھوں خود کشی پر تیار تھا۔ وہ بے حد اچھا اور قابل قدر انسان ہے۔ چنانچہ میں نے اس سے وعدہ کر لیا کہ میں اس کی اس معاملے میں مدد کر دوں گا۔ جس پر وہ مطمئن ہو گیا۔ لیکن میں اس سے وعدہ تو کر بیٹھا لیکن جب میں نے اس وعدے پر غور کیا تو اپنے آپ کو بے حد مشکل میں پایا۔ کیونکہ یہ بہر حال کوئی سرکاری

مشق تو نہیں ہے کہ میں یہاں سے کوئی ٹیم بھیج دیتا۔ اور میری انٹیلی جنس کی ٹیم کو چونکہ اس قسم کے کاموں کا تجربہ ہی نہیں ہے۔ اس لئے ان کا جانا بھی بے کار ہے لیکن تم جانتے ہو کہ میں وعدہ کر لینے کے بعد تیجھے ہٹ جانے سے مر جانا زیادہ بہتر سمجھتا ہوں۔ اس لئے میں نے آخر کار یہی فیصلہ کیا کہ میں یہاں سے بھیجی لے کر خود دہلی جاؤں اور جا کر اپنے طور پر کام کر کے اس اصل کتبے کو تلاش کروں۔ لیکن تم جانتے ہو کہ تمہاری والدہ آج کل بیمار ہیں۔ اور مجھے بچانے والوں کتنا عرصہ لگ جائے۔ اس لئے میں نے تمہیں بلایا ہے کہ جب تک میں باہر ہوں تم فلیٹ چھوڑ کر کوٹھی آ جاؤ اور اپنی والدہ کا خیال رکھو میرے ذہن میں صرف یہی خدشہ تھا کہ شاید ایکسٹو تمہیں چھٹی نہ دے۔ اور میں ایکسٹو سے اس بارے میں درخواست کرنا اپنی توہین سمجھتا ہوں۔ اس لئے میں نے تمہیں بلایا ہے کہ شاید تم کسی طرح اپنے طور پر چھٹی لے لو۔ لیکن اب تمہارے منہ سے یہ بات سن کر کہ تم ملازم نہیں ہو مجھے بے حد اطمینان ہو گیا ہے۔ اب اگر تم کوٹھی پر رہنے کے لئے تیار ہو تو میں کل ہی طویل رخصت ایلانی کر دیتا ہوں تاکہ اپنا وعدہ نبھاسکوں۔ کیونکہ

وعدہ کر لینے کے بعد اب یہ میری عزت اور آن کا سوال بن گیا ہے۔ ”سہر رحمان نے انتہائی سنجیدگی سے پوری تفصیل سے بات کہتے ہوئے کہا اور سچی بات یہ ہے کہ سہر رحمان کی یہ بات سن کر عمران کو حقیقتاً ان پر پیار آنے لگا کہ وہ ایسے باپ کا بیٹا ہے جو دوستی اور وعدے کو نبھانے کے لئے اپنی بیوی کو چھوڑ کر جانے اور اس عمر میں اس قدر خطرناک مشن پر کام کرنے کے لئے تیار ہیں۔ کیونکہ وہ ابھی طرح جانتا تھا کہ یہ جوہ کوئی عام چور نہیں ہوتے۔ بلکہ بڑی بڑی بین الاقوامی تنظیمیں ایسے دھندلے میں ملوث ہوتی ہیں۔ جو شاید عام مجرموں سے بھی زیادہ با وسائل اور زیادہ خطرناک ہوتی ہیں۔ اور اُسے معلوم تھا کہ سہر رحمان بھی اس بارے میں ابھی طرح جانتے ہیں کہ ایسی تنظیموں کا مقابلہ وہ اکیلے نہیں کر سکتے۔ اس طرح صریحاً وہ صرف وعدہ نبھانے کے لئے موت کے منہ میں کود رہے ہیں۔ لیکن انہیں اپنی زندگی سے زیادہ اصولوں سے پیار تھا۔ اس لئے وہ اس طرح خطرے کے باوجود کام کرنے پر تیار تھے۔ صرف اس لئے کہ ان کا دوست مشکل میں تھا۔ اور وہ اس کی مدد کا وعدہ کر چکے تھے۔

”یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے ڈیڈی۔“ عمران نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔
اور سہر رحمان اس کا جواب سن کر بُری طرح چونک پڑے۔

”کیا مطلب۔ کیا تم انکار کر رہے ہو۔“
سہر رحمان کا چہرہ سرخ پڑنے لگا گیا تھا۔
”انکار۔۔۔ وہ کیسے ڈیڈی۔ آپ میرا مطلب نہیں سمجھتے۔ میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ میں تو مزے سے کوٹھی میں بیٹھا رہوں اور آپ کام کریں۔ سو ری ڈیڈی۔ جب تک میں زندہ ہوں آپ کی عزت کی حفاظت میرا فرض ہے اس لئے سہرا بہال کی مدد میں کروں گا۔ اور آپ کا وعدہ پورا ہو گا اور ضرور ہو گا۔“ عمران نے جواب دیا۔

”تم کہنا کیا چاہتے ہو۔ کیا تم جا کر وہ کتبہ تلاش کر دو گے۔ نہیں۔ جن لوگوں نے وہ کتبہ چوری کیا ہو گا وہ کوئی انتہائی خطرناک اور طاقتور تنظیم ہو گی۔ اس لئے یہ کیسے ممکن ہے کہ میں تمہیں موت کے منہ میں دھکیل دوں۔ یہ تمہارے بس کا کام نہیں ہے۔ تم بس اتنا کر دو کہ میری عدم موجودگی میں اپنی والدہ کا خیال رکھو تاکہ مجھے دیاں اطمینان رہے۔“

سررحمان نے سر ہلاتے ہوئے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

اور عمران ان کی بات سن کر دل ہی دل میں منہں پڑا۔ اب وہ سررحمان کو کیا کہتا کہ وہ اسے لایا ابالی احمق اور مسخرانہ جوان ہی سمجھتے ہیں۔ اور سررحمان کی یہ بات سن کر اس نے ذہن میں ایک اور غدشہ بھی جاگ اٹھا تھا کہ سررحمان اپنی ضد کے بھی پکے ہیں۔ اگر وہ خود جانے کا فیصلہ کر چکے ہیں تو اب وہ کسی صورت بھی اس فیصلے سے پیچھے نہ ہٹیں گے۔ اس لئے فوری طور پر اس نے کچھ اور ہی سوچنا شروع کر دیا تھا۔

"ڈیڈ می" میں نے پہلے ایکٹو کو انکار کر دیا تھا۔ لیکن اب آپ کی بات سن کر میں نے اپنا ارادہ بدل دیا ہے۔ اب میں اُسے گرین سگنل دے دوں گا۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ایکٹو کو انکار کر دیا تھا۔ کس بات سے۔ کیا کہہ رہے ہو تم؟" سررحمان نے بُری طرح چونکتے ہوئے کہا۔

"ڈیڈ می" آپ کے دوست کو شاید یہ خوش فہمی ہے کہ حکومت مصر کو اس کتبے کی تبدیلی اور اصل کتبے کی گمشدگی کا علم نہیں ہے۔ لیکن ایسی بات نہیں

ہے۔ حکومت مصر اس سے پوری طرح واقف ہے۔ ایسے معاملات میں اس نے ایسے خفیہ ایجنٹ رکھے ہیں جو انہیں اطلاعات مہیا کرتے رہتے ہیں۔ لیکن ہو سکتا ہے کہ آپ کے دوست کی سابقہ خدمات کے مد نظر حکومت نے انہیں کچھ کہنے کی ضرورت نہ سمجھی ہو۔ یا پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انہوں نے اس قدر خفیہ رکھنے کی کوشش کی ہو کہ آپ کے دوست کو بھی اس کا علم نہ ہو سکے۔ تاکہ وہ مجرم بھی مطمئن رہیں۔ بہر حال ان دو میں سے کوئی بات ہو گی۔ تجھے تفصیل کا تو علم نہیں لیکن اتنا معلوم ہے کہ حکومت مصر نے پاکیشیا کے صدر سے درخواست کی ہے کہ وہ اس کتبے کی تلاش کے لئے پاکیشیا سیکرٹ سروس کو بھیجیں۔ تاکہ یہ کتبہ بھی تلاش ہو سکے اور اس مجرم تنظیم کا بھی ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو سکے آپ جانتے ہیں کہ حکومت پاکیشیا کے حکومت مصر سے نہ صرف دوستانہ تعلقات ہیں بلکہ دفاعی لحاظ سے بھی ان کے درمیان انتہائی اہم معاہدے بھی ہیں۔ اس لئے صدر صاحب نے نہ صرف حامی بھر لی بلکہ باقاعدہ اس سے سرکاری طور پر ایکٹو کو ریف بھی کر دیا۔ اس پر ایکٹو نے آپ کے فون آنے سے تھوڑی سی

دیو پہلے مجھ سے بات کی۔ لیکن میں نے دماغ جانے سے انکار کر دیا تھا۔ بس موڈ ہی نہ بن رہا تھا۔ اور پھر ایکسٹو نے میری خوشامد شروع کر دی۔ کیونکہ اُسے معلوم ہے کہ میں اگر ساتھ نہ گیا تو یہ کیس کا میاب نہیں ہو سکے گا۔ لیکن آپ تو جانتے ہیں کہ میں اپنی مرضی کا مالک ہوں اس لئے اس کی خوشامد کے باوجود میں نے انکار کر دیا۔ لیکن اب آپ کے منہ سے ساری تفصیل سننے کے بعد میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ اب میں ضرور جاؤں گا۔ لیکن اب میرے جانے کی صورت دوسری ہو گی۔ میں ایکسٹو کو مجبور کر دوں گا کہ وہ آپ کی منت کرے کہ آپ مجھے جانے پر رضامند کریں۔ آپ اس سے اچھی طرح خوشامد کرانے کے بعد راضی ہو جائیں۔ لیکن ساتھ ہی ایک شرط بھی لگا دیں کہ عمران صرف اس صورت میں جاسکتا ہے کہ ایکسٹو اس مشن کو سرکاری ظاہر نہ کرے۔ وہ یقیناً رضامند ہو جائے گا۔ اور پھر میں دماغ پہنچ کر ہی ظاہر کر دوں گا کہ آپ نے مجھے اپنے دوست کی مدد کے لئے بھیجا ہے۔ اس طرح آپ کا دوست بھی مطمئن ہو جائے گا۔ اور آپ کا وعدہ بھی پورا ہو جائے گا اور سرکاری کام بھی

ہو جائے گا۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 ”ایکسٹو تمہاری خوشامد کر رہا تھا۔ کیا تم مجھے احقر سمجھتے ہو۔ وہ صدر مملکت کو گھاس نہیں ڈالتا وہ تمہاری خوشامد کرے گا۔ ایک بات اور یہ تو میں تسلیم نہیں کر سکتا کہ وہ صرف تمہاری خاطر میری خوشامد کرے گا۔“ سر رحمان نے یقین نہ آنے والے لہجے میں کہا۔
 ”ڈیڈی۔۔۔ آپ آج تک اپنے بیٹے کو سمجھ ہی نہیں۔ ایکسٹو تو ایک طرف اس کی پچھلی سات نکلیں اور آئندہ آنے والی سات نکلیں بھی آپ کی خوشامد کریں۔ اور اگر آپ حکم کریں تو میں ایکسٹو کو یہاں آپ کے دفتر میں آکر آپ کے پیریکوٹنے پر بھی مجبور کر سکتا ہوں۔ آخر آپ کی عزت میری عزت ہے۔“ عمران دافقی موڈ میں آگیا تھا۔
 ”بھو اس مت کہو۔ ایسا ہونا ناممکن ہے۔“

سر رحمان نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔ اور واقعی بات ہی ایسی تھی کہ سر رحمان کو زندہ گی بھر اس بات پر یقین نہ آ سکتا تھا۔
 ”اچھا پھر آپ ایک وعدہ کریں اگر ایکسٹو دافقی

آپ کی خوشامد کہے تو آپ اپنی بجائے مجھے اپنے
دست کی مدد پر بھیجنے کے لئے تیار ہو جائیں گے۔
عمران نے کہا۔

”اگر ایسا ہے تو پھر مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے
میں پاکستان سیکرٹ سروس کی کارکردگی سے واقف
ہوں۔ وہ یقیناً اس قابل ہے کہ اس مجرم تنظیم
سے ٹکرا سکے۔ لیکن یہ بات میں کبھی نہیں مان سکتا۔
کہ وہ تمہیں بھیجنے کے لئے میری خوشامد کہے ایک
تو یہ کہ وہ انتہائی ضدی اور اکڑ آدمی ہے۔ اور
دوسرا یہ کہ بہر حال تمہاری اب اتنی اہمیت تو ہرگز
نہیں ہو سکتی کہ تمہارے گئے بغیر پاکستان سیکرٹ سروس
وہاں نہیں جاسکتی۔ تمہیں تو میرے خیال میں
اس لئے صرف وہ برداشت کر جاتا ہے کہ تم میرے
بیٹے ہو ورنہ تم جیسے احمق اور مسخرے سے اُسے
کیا مفاد پہنچ سکتا ہے۔“ سررحمان نے
منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔ اور عمران بے اختیار
منہ پڑا۔

”اس میں منہ کی کیا بات ہے“
سررحمان کو غصہ آنے لگا۔

”میں ڈیڈی اس بات پر منہ پڑا ہوں کہ یہ بھلا
کیسے ممکن ہے کہ آپ جیسے عقلمند اور سنجیدہ انسان

کا بیٹا احمق اور مسخرہ ہو۔ یہ تو قانون قدرت کے خلاف
ہے۔“ — عمران نے بات بدلتے ہوئے کہا۔
”کیونکہ اُسے معلوم تھا کہ سررحمان کا پارہ اب
مسلل اور تیزی سے چڑھنا شروع ہو جائے گا۔
اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ بات بگڑ جائے اور پھر
سررحمان خود ہی مصر ہی کو چل پڑیں۔“ وہ جانتا
تھا کہ انہیں غصہ آگیا تو پھر وہ یہ بھی نہ دیکھیں گے
کہ تیجھے کیا ہوتا ہے اور کیا نہیں۔

”جب حضرت نوح جیسے نبی کا بیٹا نافرمان ہو سکتا
ہے تو تم احمق اور مسخرے کیوں نہیں ہو سکتے“
سررحمان نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

”اس لئے ڈیڈی کہ آپ نبی نہیں ہیں۔ صرف
سنٹرل انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل ہیں۔“
عمران سے نہ رہا گیا تو اس نے جواب دے
دی دیا۔

”شٹ اپ۔“ اب تمہاری یہ جرأت ہو گئی
ہے کہ تم مجھ پر طنز کر سکو۔ ٹھیک ہے میں خود ہی
جو منہ سب سمجھوں گا فیصلہ کر لوں گا۔ تم جا سکتے ہو۔“
سررحمان کا پارہ اور زیادہ چڑھ گیا۔

”او۔ کے ڈیڈی۔“ بہر حال مجھے یقین ہے کہ
اگر ایکسٹرنل نے آپ کی خوشامد کی تو آپ اپنا وعدہ

فرور پورا کریں گے۔ کیونکہ بہر حال آپ وعدے کی پابندی ضرور کرتے ہیں۔ خدا حافظ۔
 عمران نے جلدی سے کہا اور اٹھ کر تیز تیز قدم اٹھاتا واپس دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

”کھڑو۔۔۔۔۔ سر رحمان نے تیز آواز میں کہا۔ اور عمران تیزی سے واپس مڑ کر رک گیا۔“
 ”سنو۔۔۔۔۔ میں یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ تم صرف مجھے خوش کرنے کے لئے ایکسٹو کی منت کر دو۔ مجھے معلوم ہے کہ اب تم جا کر اس کی خوشامد کر دو گے کہ وہ تمہاری بات کی لاج رکھے۔ اور مجھے درخواست کرے۔ لیکن میں یہ برداشت نہیں کر سکتا۔ کہ میرا بیٹا چاہے وہ لاجحق اور مسخرہ ہی کیوں نہ ہو۔ کسی کی منت خوشامد کر پھرے۔ اس لئے میں نے تم سے جو کچھ کہا ہے اُسے بھول جاؤ۔ میں خود ہی جو مناسب سمجھو گا کروں گا۔“ سر رحمان نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

اور عمران ان کی بات سن کر واپس ان کی طرف بڑھ آیا۔ اس کے چہرے پر یک لخت انتہائی سنجیدگی کے آثار ابھر آئے تھے۔
 ”فون مجھے دیجئے۔ آج میں آپ کو بتا دوں کہ

آپ کے بیٹے کی کیا حیثیت ہے۔“ عمران نے قریب آ کر انتہائی سپاٹ لہجے میں کہا۔
 ”اداکاری مت کر دو مجھے معلوم ہے کہ تمہاری کیا حیثیت ہے اب کل تم یہ کہنا شروع کر دو گے کہ ایکسٹو میں ہی ہوں۔“ سر رحمان نے انتہائی طنزیہ لہجے میں کہا۔

”میں جو کچھ بھی ہوں ابھی آپ کو معلوم ہو جائے گا ٹیلی فون مجھے دیجئے۔“ عمران نے پہلے کی طرح سپاٹ لہجے میں کہا۔ اور سر رحمان چند لمحے غور سے عمران کو دیکھتے رہے پھر انہوں نے ماتھے سے ٹیلی فون آگے بڑھا دیا۔ عمران نے رسیور اٹھایا اس سکا آپریٹر والا بٹن بند کیا اور ڈائریکٹ کر کے اس نے تیزی سے بلیک زیمو کے نمبر گھمانے شروع کر دیجئے۔ وہ جانتا تھا کہ سر رحمان کو ایکسٹو کے ان مخصوص نمبروں کا علم ہے اس لئے اس نے نمبر چھپانے کی کوشش نہ کی تھی۔

”ایکسٹو۔۔۔۔۔ رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے بلیک زیمو کی مخصوص آواز سنائی دی۔ چونکہ سر رحمان بھی قریب ہی موجود تھے۔ اس لئے رسیور سے نکلنے والی آواز انہیں بھی بخوبی سنائی دے رہی تھی۔

”علی عمران بول رہا ہوں ڈیڈ می کے دفتر سے۔“ آپ نے مجھے مصر دالے مشن کے متعلق کہا تھا۔

لیکن میں نے انکار کر دیا تھا آپ نے مجھ سے بار بار درخواست بھی کی تھی لیکن میں نے انکار کر دیا تھا۔ کیونکہ میرا موڈ نہ تھا۔ اب فون میں نے اس لئے کیا ہے کہ میں صرف ایک صورت میں رضا مند ہو سکتا ہوں کہ اگر ڈیڈی مجھے اجازت دیں۔ چاہے آپ کو اس کے لئے ڈیڈی کی خوشامد کیوں نہ کرنی پڑے۔ اگر آپ مجھے واقعی دل والے مشن پر بھیجنا چاہتے ہیں تو پھر ڈیڈی کو راضی کر آپ کا کام ہے۔ چاہے کسی طرح بھی راضی کر دیں اور اگر آپ ایسا نہیں کر سکتے تو پھر میرا قطعی انکار ہے۔ آپ بے شک سیکرٹ سروس کو اس مشن پر بھیجوا دیں۔ ڈیڈی میرے سامنے بیٹھے ہیں۔ آپ ان سے بات کر لیں۔" عمران نے تیز تیز ہلچے میں کہنا شروع کر دیا۔ وہ جانتا تھا کہ بے چارے بلیک زیرو کو تو کسی مصر کے مشن کا سرے سے کوئی علم ہی نہیں ہے۔ لیکن وہ بلیک زیرو کی ذہانت کے بارے میں جانتا تھا کہ وہ اس کا اشارہ سمجھ کر بات کو نبھالے گا۔

"شکر ہے تم کسی طور پر رضا مند تو ہوئے۔ سر رحمان سے میں خود بات کر لوں گا۔ تم انہیں رسیور دو دوسری طرف سے بلیک زیرو کی آواز سنائی دی

اور عمران کے لبوں پر مطمئن سی مسکراہٹ ابھر آئی۔ بلیک زیرو کا یہی فقرہ بتا رہا تھا کہ وہ عمران کا اشارہ سمجھ گیا ہے۔

"یس۔۔۔ رحمان سپیکنگ۔" سر رحمان نے رسیور عمران کے ہاتھ سے لیتے ہوئے کہا۔ اور عمران بڑے اطمینان سے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"سر رحمان۔ میں ایکسٹوبول رہا ہوں۔ ایک اہم ترین مشن پر میں عمران کو بھیجنا چاہتا ہوں۔ لیکن یہ انکار کر رہا ہے۔" آپ پلیز اسے کہیں کہ وہ انکار نہ کرے۔ کیونکہ یہ مشن پاکیشیا کے لئے انتہائی اہمیت رکھتا ہے۔" دوسری طرف سے بلیک زیرو نے بڑے نرم ہلچے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

اور سر رحمان کے چہرے پر ایکسٹوبول کے اس قدر نرم ہلچے سے بات کرنے پر بھی انتہائی حیرت کے آثار نمایاں ہو گئے۔ کیونکہ ایکسٹوبول ہمیشہ سخت بلکہ سرد ہلچے میں بات کرنے کا عادی تھا۔

"اس نے مجھے بتایا ہے کہ آپ اسے کسی مشن پر بھیجنا چاہتے ہیں۔ لیکن یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ اس احمق اور مسخرے کی آفر ایسی کیا اہمیت ہے۔

کہ آپ اُسے اپنی ٹیم کے ساتھ ضرور بھیجنا چاہتے ہیں۔
 سر رحمان نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔
 "سر رحمان آپ نہیں جانتے کہ عمران کی کیا اہمیت
 ہے۔ یہ صرف مجھے ہی معلوم ہے۔ بہر حال اتنا بتا
 دیتا ہوں کہ عمران جب کام کرنے کے موڈ میں آتا ہے
 تو پھر ایک پاکیشیا سیکرٹ سروس تو کیا دس سیکرٹ
 سروسز بھی اس سے پیچھے رہ جاتی ہیں۔ یہی وجہ
 ہے کہ مجھے اپنی طبیعت کے خلاف اس کے
 خنرے سہنے پڑتے ہیں۔ کیونکہ میرے پیش نظر
 صرف پاکیشیا کا مفاد ہوتا ہے۔ اور آپ جانتے
 ہیں کہ پاکیشیا کا مفاد مجھے کتنا عزیز ہے۔ آپ تو
 بہر حال عمران کے والد بھی ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ
 انتہائی اہم اور ذمہ دار عہدے دار بھی ہیں۔ پاکیشیا
 کے مفاد کی خاطر تو میں عمران کے باورچی سلیمان
 کی بھی خوشامد کہہ سکتا ہوں۔ اور عمران چونکہ اس
 بات کو جانتا ہے اس لئے اکثر یہ خنروں پر اتر آتا ہے۔
 پہلے تو یہ جلدی مان جاتا تھا لیکن اس بار اس نے
 قطعی انکار کر دیا ہے۔ اور میں سوچ رہا تھا کہ
 اسے کس طرح رضامند کروں۔ کہ اس کا فون آ
 گیا۔" بلیک زیرو نے ایکسٹو کے لہجے
 میں کہا۔ اور عمران بلیک زیرو کی ذمہ داری پر دل نہی

دل میں داد دینے لگا۔
 "لیکن آپ اس کے خنرے کیوں برداشت کرتے
 ہیں اسے سیکرٹ سروس میں شامل کر لیں۔"
 سر رحمان نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 عمران کی ایسی تعریف اور وہ بھی ایکسٹو جیسے شخص
 کے منہ سے سن کر ان کا سینہ خود بخود چوڑا ہو
 گیا تھا۔ آخر وہ ان کا ہی بیٹا تھا جس کے لئے
 ایکسٹو جیسا شخص بھی منت کرنے پر مجبور تھا۔
 "میں نے تو کئی بار آفر کی ہے اور بڑی سے
 بڑی تنخواہ کا بھی لالچ دیا ہے لیکن وہ قطعی انکار کر
 دیتا ہے۔" بلیک زیرو نے جواب دیا اور
 سر رحمان بے اختیار ہنس پڑے۔
 "آپ نے پاکیشیا کے مفاد کا حوالہ دیا ہے جناب
 ایکسٹو۔ پاکیشیا کا مفاد ہو اور عمران خنرہ کہے یہ
 کیسے ممکن ہے۔ میں اُسے گولی نہ مار دوں گا۔"
 سر رحمان نے مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ واقعی بیحد
 خوش نظر آ رہے تھے۔
 "پلیز۔ عمران کے سامنے یہ بات نہ کہیں اگر وہ اکٹ
 گیا تو پھر کسی صورت بھی نہ مانے گا۔" دوسری
 طرف سے بلیک زیرو نے بڑے تشویش بھرے
 لہجے میں کہا۔

"کیسے اکڑ سکتا ہے۔ اگر وہ اکڑ سکتا ہے تو میں اس کا باپ ہوں۔ وہ آپ کے سامنے اکڑ سکتا ہے میرے سامنے نہیں۔" وہ ضرور اس مشن پر جانے گا۔ آپ بے فکر رہیں۔ لیکن اس سلسلے میں میری ایک شرط ہے۔" سر رحمان نے کہا۔ "عمران کو آپ رضامند کر لیں۔ باقی مجھے آپ کی ہر شرط منظور ہے۔" بلیک زیرو نے جواب دیا۔ اور سر رحمان عمران کی رضامندی کی خاطر ایکسٹو کے اس حد تک چلے جانے پر واقعی حیران رہ گئے۔ "آپ سن تو لیں میں....." سر رحمان نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"سر رحمان مجھے معلوم ہے کہ آپ مجھ سے کم محب وطن نہیں ہیں۔ اس لئے یقیناً آپ کی ہر شرط پاکیشیا کے مفاد کے دائرے کے اندر ہی ہوگی۔ اس لئے مجھے آپ کی شرط سننے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ سمجھ لیں کہ آپ کی شرط پوری ہوگئی۔" سر رحمان کو رضامند کرادیں۔" بلیک زیرو نے جواب دیا۔

اور عمران سمجھ گیا کہ بلیک زیرو یہ بات کیوں کہہ رہا ہے۔ اُسے چونکہ سرے سے کسی بات کا علم ہی نہ تھا۔ اس لئے وہ صرف اس حد تک ہی رہنا

چاہتا تھا۔ جس حد تک عمران نے اُسے اشارہ کیا تھا۔ "آپ کے مجھ پر اس حد تک کا شکریہ۔ اُسے آپ راضی ہی سمجھیں۔" سر رحمان نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"شکریہ۔" بلیک زیرو نے جواب دیا۔ اور سر رحمان نے بھی شکریہ کہتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔

عمران بڑے مودبانہ انداز میں سر جھکانے بیٹھا تھا۔

"میرے خیال میں اب ایکسٹو کے دماغ کا بھی کوئی پرزہ خراب ہو گیا ہے جو وہ یہیں اس قدر اہمیت دے رہا ہے۔" سر رحمان نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ایک پرزہ۔ سارے ہی کہیں ڈیڈ سی۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کے دماغ میں کوئی پرزہ سرے سے موجود ہی نہ ہو۔" عمران اپنے اصل موڈ میں آتا جا رہا تھا۔

"نکو اس مت کہو۔ آج مجھے احساس ہو گیا ہے کہ ایکسٹو انتہائی محب الوطن ہے۔ یہ اس کی انتہائی حب الوطنی ہے کہ وہ تم جیسے احمق کے لئے اس حد تک آگیا ہے۔" ورنہ میں نے تو آج

تک یہی دیکھا تھا کہ وہ کسی سے سیدھے منہ بات کرنا ہی گوارا نہیں کرتا۔۔۔۔۔ سر رحمان نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

اور عمران دل ہی دل میں ہنس پڑا۔ اب وہ سر رحمان کو کیا بتاتا کہ جسے وہ احمق کے سوا اور کوئی لقب دینے پر ہی تیار نہیں ہیں وہی اصل ایکٹو ہے۔۔۔۔۔ وہ بے چارہ ظاہر تو بس ڈمی ہے۔ جسے سر رحمان اصل ایکٹو سمجھتے ہوئے ہیں۔

"بہر حال اب تو آپ کو یقین آ گیا کہ میں نے ایکٹو کی منت خوشامد نہیں کی۔ اب تو آپ کا وعدہ پورا ہو جائے گا۔۔۔۔۔ اور اب آپ کو مہر جانے کی ضرورت نہیں"۔۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔۔۔۔۔ اب مجھے اطمینان ہو گیا ہے۔ دیے تم دلوں جا کہ عمر ابدال سے مل لینا تاکہ اُسے تسلی ہو جائے۔ لیکن اُسے یہ نہ بتانا کہ تم سرکاری طور پر آئے ہو۔۔۔۔۔ میں بھی اُسے فون پر کہہ دوں گا۔ کہ میں تمہیں تمہارے ساتھیوں سمیت بھیج رہا ہوں۔ البتہ یہ مجبوری ہو گئی ہے کہ مجھے اب اس کے سامنے تمہاری تعریفیں کرنی پڑیں گی تاکہ وہ مطمئن ہو جائے۔۔۔۔۔ اور میری یہ بات سن لو کہ اگر تم نے

دلوں جا کہ کوئی احمقانہ بات یا حرکت کی تو میں تمہیں زندہ زمین میں دفن کر دوں گا"۔۔۔۔۔ سر رحمان نے تیز لہجے میں کہا۔

"آپ بے فکر رہیں ڈیڈی۔ میں اس پر اپنی قابلیت کا ایسا سکے بٹھا کر آؤں گا کہ وہ یہ سکے اٹھائے پورا بازار گھوم جائے۔۔۔۔۔ مجال ہے اُسے اس سکے کے بدلے میں کوئی چیز مل جائے"۔۔۔۔۔ عمران نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

"تم پھر کب اس پر اتم آئے"۔۔۔۔۔ سر رحمان نے چٹکیں لہجے میں کہا۔

"ڈیڈی۔ آپ کی شرط تو ایکٹو نے بغیر سنے ہی منظور کر لی۔ اب ایک شرط آپ میری بھی منظور کر لیں۔۔۔۔۔ بے شک اسے سن لیں"۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔ اس کی آنکھیں ایک دلچسپ شرارت سے چمکنے لگی تھیں۔

"اچھا تو تم اب میرے سامنے بھی شرطیں پیش کرنے لگے ہو"۔۔۔۔۔ سر رحمان کے گال غصے سے پھڑکنے لگے۔

"ارے توبہ توبہ۔۔۔۔۔ بس یہ زبان غوطہ کھا جاتی ہے۔ شرط نہیں ڈیڈی درخواست"۔۔۔۔۔ عمران نے فوراً ہی اپنے دندانوں گال پیٹتے ہوئے کہا۔

"بکو" — سر رحمان نے غصیلے ہلچے میں کہا۔
 "آپ سو پر فیاض کو اس مشن پر میرے ساتھ بھیج دیں۔
 اس طرح آپ کے دوست کی بھی پوری تسلی ہو جائے
 گی" — عمران نے کہا۔

"نہیں" — سو پر فیاض سرکاری ملازم ہے۔
 تمہاری طرح آوارہ گود نہیں ہے۔ اور چونکہ یہ کیس
 سرکاری طور پر میرے پاس نہیں ہے۔ اس لئے
 وہ نہیں جاسکتا۔ سر رحمان کے آڑے ان
 کی قبول پسندی آگئی۔

"وہ چھٹی لے کر بھی تو جاسکتا ہے۔ دیکھیں نہ ڈیٹی
 وہ چھٹی تو کرنا ہی نہیں۔ بے چارہ دن رات کو لہو کے
 بیل کی طرح کام کرتا رہتا ہے۔ اس طرح تو ڈیٹی
 اس کی کارکردگی میں بھی فرق آسکتا ہے۔ وہ ذرا کچھ
 دن تفریح کر آئے گا تو ظاہر ہے اس کی کارکردگی
 اور بڑھ جائے گی۔ اور پھر چھٹی تو اس کا حق
 ہے ڈیٹی" — عمران نے منت کرتے ہوئے
 کہا۔

"لیکن وہ کس حیثیت سے جائے گا۔ وہاں جب
 سیکرٹ سروس جا رہی ہے تو پھر اس کی کیا ضرورت
 ہے" — سر رحمان نے الجھے ہوئے ہلچے میں
 کہا۔

"وہ میرے دوست کی حیثیت سے جائے گا ڈیٹی۔
 اس تو سیکرٹ سروس کا ملازم نہیں ہوں۔ میں چاہوں
 — آدھے پاکیشیا کو ساتھ لے جاؤں"

عمران نے کہا۔
 "ہو نہہ" — ٹھیک ہے۔ لیکن اگر وہ نہ جانا چاہے
 تو میں اُسے مجبور نہیں کر سکتا۔ سر رحمان نے
 تقریباً رضامند ہوتے ہوئے کہا۔
 "آپ بے فکر رہیں۔ ایکسٹو کی طرح آپ کو منت
 نہیں کرنی پڑے گی۔ وہ خود ہی آپ سے چھٹی کی
 درخواست بھی کرے گا اور ساتھ منت بھی کرے
 گا۔ بس آپ اُسے چھٹی دے دیں۔ باقی میرا
 کام ہے" — عمران نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ اگر وہ خود چھٹی لے کر جانا چاہے تو
 مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے" — سر رحمان آخر
 رضامند ہو ہی گئے۔ شاید انہوں نے بھی سوچا ہو کہ
 اس طرح عمر ابدال پوری طرح مطمئن ہو جائے گا۔
 "بہت بہت شکریہ ڈیٹی۔ بس اب آپ قطعی
 بے فکر ہو جائیں" — عمران نے اٹھتے ہوئے
 کہا۔ اور پھر واپس مڑتے مڑتے وہ رک گیا۔ اور
 اس طرح سر جھکا کر کھڑا ہو گیا جیسے وہ کچھ کہنا چاہتا
 لیکن کہنے کی ہمت نہ کر رہا ہو۔

"اب کیا بات ہے" — سر رحمان نے چونک کر پوچھا۔

۴۳ "وہ ڈیڈی — وہ دراصل اب میں کیا کہوں نہیں پڑے۔ اور سر رحمان اپنی طبیعت کے خلاف زور سے

میں سوچ رہا تھا کہ واپس آتے وقت ثریا کے لئے مصر سے کوئی تحفہ لے آؤں۔ لیکن ڈیڈی — سر رحمان نے سنتے ہوئے کہا۔ اور پھر کوٹ کی آپ تو جانتے ہیں کہ — ایکسٹو ایک غیر ملازم کو عیب سے بڑھ نکال کر سو روپے مالیت کے دو کیا دیتا ہوگا — بس اس لئے..... اچھا کوٹ نکال کر عمران کی طرف بڑھا دیتے۔

رہنے دیں۔ میں ثریا سے معذرت کہ لوں گا۔ وہ "اوہ ڈیڈی — ثریا تو اب کافی بڑی ہو گئی ہے" بے چارہ میری حالت جانتی ہے اس لئے لازماً عمران نے نوٹ لے کر بڑے خیرت بھرے لہجے خاموش ہو جائے گی" — عمران نے رک رک کر کہا۔

کہہ کیا مطلب — یہ تم نے اچھی بات سوچی ہے۔ نے چونک کر پوچھا۔ وہ شاید عمران کی بات کا مطلب نہیں سمجھتی بہن کے لئے تحفہ ضرور لے آنا۔ میں نہیں سمجھتی تھے۔ رقم دے دیتا ہوں" — سر رحمان نے اس کا مطلب سمجھتے ہوئے کہا۔ انہیں ثریا سے بے حد عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

پیارے تھا۔ اس لئے عمران نے جان بوجھ کر ثریا کو درمیان میں ڈال دیا تھا — اُسے معلوم تھا کہ ثریا کے نام پر وہ سر رحمان سے اچھی خاصی رقم بڑھ لینے میں کامیاب ہو جائے گا۔

"لیکن پلےز آپ ثریا کو نہ بتائیں۔ ورنہ وہ مجھ سے لڑ پڑے گی۔ وہ آپ کی بڑی حمایتی ہے" — "تو پھر انہیں بھی رکھ لیں ڈیڈی۔ اس سے دس گنا رقم کا تحفہ تو میں خود لے آؤں گا۔ آخر وہ میری بہن ہے — میں تو سوچ رہا تھا کہ اس کے لئے

پھر بٹوے سے چیک بک نکال کر انہوں نے اس پر دس لاکھ کی رقم لکھی۔ نیچے دستخط کئے اور پھر کہہ عمران کی طرف چیک ایسے پھینک دیا جیسے دس لاکھ ان کے نظروں میں دس پیسے کی حیثیت رکھتے ہوں۔

”یہ کیش ہو جائے گا“ — عمران نے چیک کو اُسے جیب میں ڈالتے ہوئے مسکرا کر کہا۔
”شٹ اپ! — یہ میرا چیک ہے۔ جاؤ اب دفع ہو جاؤ۔ اور ہاں سنو۔ اگر تم یہ نیکس نہ لے کر آئے تو دس لاکھ ہوتے ماروں گا گن گن سر رحمان نے تیز لہجے میں کہا۔

”یہ کیسے ہو سکتا ہے ڈیڈ می کہ میں اپنی بہن کے لئے نیکس نہ لے آؤں۔ بس سمجھیے آگیا۔“
عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور تیزی سے پردہ ہٹا کر باہر آگیا۔ اس کا پہرہ مسرت سے مہک رہا تھا۔ سر رحمان سے دس لاکھ جیب میں خیر رقم وصول کر لینا واقعی انتہائی مسرت آمیز تھی۔ کیونکہ وہ کبھی نہ ہونے کے بادلوں میں ایک ایک پیسے کا باقاعدہ حساب رکھتے تھے۔ اور عمران جانتا تھا کہ نیکس تو بہر حال اُسے لے ہی آنا پڑے گا۔ اب یہ اور بات ہے۔ کہ یہ

نیکس صرف چند ہزار کا ہی آتا ہے۔ کیونکہ یہ مصنوعی بیروں کا ہوتا ہے۔ اب ظاہر ہے اصل میرے تو ۲ لاکھ اور پانچ کونوں والے ہونے سے رہے۔ اور باقی رقم اس کے خیال کے مطابق مشن پر کام آئے گی۔ بہر حال اصول اصول ہوتا ہے۔ اب اُسے ٹیم لے کر سرکاری مشن پر تو جانا نہیں تھا کہ سرکاری رقم خرچ ہوتی۔ سر رحمان کے دوست کی مدد کرنے جانا تھا اس لئے خرچہ بھی سر رحمان کے ذمہ۔ اور خرچہ وہ بہر حال وصول کر ہی آیا تھا۔ اب سر رحمان کے دفتر سے نکل کر وہ سو پر فیاض کے دفتر کی طرف بڑھ رہا تھا۔ کیونکہ اب سو پر فیاض کو بھی ساتھ لے جانے کا پتہ دگر ام بھی بنانا تھا اور اس کا اپنا خرچہ تو ظاہر ہے سو پر فیاض کے ہی ذمہ تھا۔

فلیٹ میں صفدر۔ تنویر اور جولیہ بیٹھے ہو۔
گیس مار رہے تھے۔ تنویر کی تو بہر حال عادت تھی
کہ وہ روزانہ ایک بار صفدر جولیہ کے فلیٹ میں
آتا تھا۔ لیکن اب یہ اتفاق تھا کہ صفدر بھی وہ
آگیا۔ چونکہ گذشتہ کئی ہفتوں سے کوئی کیس ان
پاس نہ تھا۔ اس لئے رادی چین ہی چین لکھتا تھا
جولیہ نے کافی بنالی تھی۔ اور اس وقت
کافی پینے کے ساتھ ساتھ کسی تفریحی مقام پر جانے
کا بہ وگرام بنانے میں مصروف تھے کہ اچانک
کال بیل بج اٹھی اور وہ تینوں چونک پڑے۔
"میں دیکھتی ہوں کون ہے" جولیہ نے کہا
کا کپ میز پر رکھتے ہوئے کہا اور اٹھ کر دروازہ

کی طرف بڑھنے لگی۔
"وہی صورت حرام عمران ہوگا۔ وہی جیکر کاٹا رہتا
ہے جولیہ کے فلیٹ کے" تنویر نے
منہ بناتے ہوئے کہا۔ اور صفدر اس کی بات
سن کر کھلکھلا کر ہنس پڑا۔
"کون ہے" جولیہ نے حسب عادت
دروازہ کھولنے سے پہلے پوچھا۔
"میں سلیمان ہوں" دوسری طرف سے
عمران کے بادرچی سلیمان کی آواز سنائی دی اور وہ
تینوں ہی سلیمان کی آواز سن کر بڑی طرح چونک پڑے۔
کیونکہ سلیمان شاید آج تک سیکرٹ سروس کے کسی
ممبر کے فلیٹ پر نہ آیا تھا۔
جولیہ نے سلیمان کی آواز سنتے ہی فوراً دروازہ
کھول دیا۔ سامنے سلیمان کھڑا تھا۔ اس کا چہرہ مایوسی
سے لٹکا ہوا تھا۔ ہر وقت چمکتی ہوئی آنکھیں بھی
ہوئی تھیں اور اس کے ہاتھ میں رسالوں کا ایک
بڑا سا بندل تھا۔ جسے اُس نے رسی سے باندھ رکھا تھا۔
"تم سلیمان کیا بات ہے۔ عمران تو بخیریت ہے
اندر آ جاؤ" جولیہ نے انتہائی اضطرابی انداز میں
پوچھا۔ اور عمران کے متعلق اس انداز میں جولیہ کے
پوچھنے پر تنویر کا منہ بن گیا لیکن وہ بولا کچھ نہیں۔

"شکریہ مس جولیا۔ میں آپ سے مدد مانگنے آیا ہوں۔" سلیمان نے رو دیتے والے لہجے میں کہا۔ اور رسالوں کا بندل اٹھائے اندر داخل ہو گیا۔

"کیسی مدد۔ کیا کہنا چاہتے ہو۔" جولیا نے انتہائی حیرت بھرے انداز میں کہا۔

صغیر اور تنویر بھی حیرت سے سلیمان کو دیکھ رہے تھے کیونکہ یہ قطعی وہ سلیمان نہ لگ رہا تھا جس سے وہ عمران کے فلیٹ میں ملتے تھے۔ اس کے کندھے ڈھکے ہوئے تھے اور ہرہ لٹک رہا تھا۔

"مجھے عمران صاحب نے فلیٹ سے نکال دیا ہے۔ اور فلیٹ سے ہی کیا نوکری سے بھی نکال دیا ہے۔ اور میں عمران صاحب کے بغیر کیسے زندہ رہ سکتا ہوں۔ جہاں میں نے ساری عمر گزار دی ہے اب میں وہاں سے کیسے جاسکتا ہوں۔ اب تو میرا جنازہ ہی وہاں سے نکل سکتا ہے۔" سلیمان نے بڑی بے چارگی سے کہا۔

"کیا یہ کوئی نیا ڈرامہ ہے۔ مجھے یقین ہے عمران نے تمہیں بھیجا ہو گا۔" تنویر سے نہ رہا گیا تو وہ بول پڑا۔

اور سلیمان نے چونک کر ایک بار حسرت بھری نظروں

سے تنویر کی طرف دیکھا اور پھر شدید بے چارگی کے عالم میں سر جھکا لیا۔

"تم چپ رہو تنویر۔" سلیمان کم از کم میرے ساتھ اداکاری نہیں کر سکتا۔ عمران نے تمہیں کیوں نکالا ہے۔ میرے خیال میں تو وہ خود ہی تمہارے بغیر ادھورا ہے۔" جولیا نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ اور صغیر جولیا کے عمران کے بارے میں گہرے جذبات محسوس کر کے مسکرا دیا۔

جولیا نے جواب میں یہ نہ کہا تھا کہ عمران تمہارے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ اس نے لفظ ادھورا استعمال کیا تھا۔ کیونکہ یہ اس کے جذبات تھے کہ وہ عمران کے ساتھ زندہ نہ رہنے یا مردہ کا لفظ استعمال کرنا ہی گوارا نہ کر سکتی تھی۔

"اس نے ضرور کوئی ایسی حرکت کی ہو گی۔ کہیں کھانے میں سنکھیا تو نہیں ڈال دیا تھا۔" تنویر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تنویر۔ تم خاموش نہیں رہ سکتے۔ کسی کا مذاق اڑاتے ہوئے تمہیں شرم آنی چاہیے۔" جولیا نے اس بار تنویر کو جرمی طرح لتاڑ دیا تھا۔

اور تنویر اس طرح خاموش ہو گیا جیسے اس نے فیصلہ کر لیا ہو کہ اب وہ آئندہ ساری عمر منہ نہ

کھولے گا۔

صغدر نے بھی محسوس کر لیا تھا کہ سلیمان حقیقتاً بے حد پریشان ہے۔ اس لئے وہ بول پڑا۔
"جولیا — تم سلیمان کے لئے ایک کپ کافی لاؤ۔ یہ واقعی بے حد پریشان نظر آ رہا ہے۔"
صغدر نے جولیا سے کہا۔

اور جولیا سر ہلاتی ہوئی لمحہ کچن کی طرف بڑھ گئی
سلیمان خاموش سر جھکائے بیٹھا تھا اور جب جولیا نے کافی کا کپ لاکر دیا تو سلیمان کی آنکھوں سے
پٹ پٹ آنسو گرنے لگے۔

"ارے ارے تم رورہے ہو۔ ادہ سلیمان۔
تم فکر نہ کرو۔ میں عمران کو بوتیاں مار کر بھی تمہیں واپس
فلیمٹ میں رکھواؤں گی۔ اس کی جرأت تے کہ مجھ
سے انکار کر جائے۔" جولیا نے سلیمان
کو روتا دیکھ کر بڑی طرح پریشان ہو کر کہا۔ سلیمان
کے اس طرح رونے سے ماحول واقعی بے حد
سوگوار ہو گیا تھا۔ اب تنویر بھی حیرت بھرے انداز
میں سلیمان کو دیکھ رہا تھا۔

"سوری مس جولیا۔ میں نے آپ کو ناحق تکلیف
دی۔ آپ کی مہربانی کا شکریہ۔ مجھے معلوم ہے
عمران صاحب ایک بار جو فیصلہ کر لیں وہ کبھی تبدیل

نہیں کرتے۔ لیکن اب میں نے بھی سوچ لیا ہے۔ میں
عمران صاحب کے فلیٹ کے دروازے پر ہی بھوک
پر مال کر دوں گا۔" سلیمان نے جونٹ چلتے
ہوئے کہا۔ اب اس نے اپنے آپ کو کافی حد
تک سنبھال لیا تھا۔
"آخربات کیا ہوئی۔ کچھ ہمیں بھی تو پتہ چلے۔"

صغدر نے کہا۔

"یہ رسالے دیکھیں۔ یہ میں ساتھ لے آیا ہوں۔ مجھے
بس ویسے ہی شوق ہے ایسے رسالے پڑھنے کا۔
اور عمران صاحب انہیں سخت معیوب سمجھتے ہیں۔
انہوں نے ایک بار مجھے وارننگ دی تھی کہ اگر
اب آئندہ ایسا کوئی رسالہ فلیٹ سے ملا تو میں سخت
سزا دوں گا۔ لیکن میں بھول گیا اور میں یہ رسالے
لے آیا۔ آخر سارا دن فلیٹ میں خالی بیٹھے بیٹھے میں
کیا کروں۔ بس اچانک عمران صاحب کو ان رسالوں
کا پتہ چل گیا۔ وہ انتہائی سخت غصے میں آ
گئے اور انہوں نے مجھے فوری طور پر نکال دیا ہے۔
آپ دیکھیں یہ رسالے کیا یہ ایسے رسالے ہیں کہ
ان کی خاطر مجھے اس قدر سخت سزا دی جائے۔"
سلیمان نے کہا اور رسی کھول کر کافی سارے رسالے
اٹھا کر میز پر ڈال دیئے۔ تنویر۔ جولیا اور صغدر

ایک ایک رسالہ اٹھا کر دیکھنے لگے۔ یہ عام سے انگلش اور فرینچ زبانوں کے رسالے تھے۔ اور جو گھریلو ڈیکوریشن لیڈینز میک اپ وغیرہ سے متعلق — جس میں بہر حال عورتوں کے مختلف پوزوں کی بھرمار تھی۔ لیکن بہر حال ان میں کوئی ایسی قابل اعتراض بات نہ تھی کہ عمران اتنا بڑا قدم اٹھاتا۔

”کیا ہے ان میں۔ بس عام سے رسالے ہیں“
تنویر نے منہ بنا تے ہوئے کہا۔

لیکن مصد رنے دیکھا کہ جولیہ کا چہرہ فخر سے بہار کے پھول کی طرح کھل اٹھا تھا۔ جولیہ شاید عمران کے کہ دار سے متاثر ہو رہی تھی جو اس قسم کے رسالے بھی اپنے فلیٹ میں برداشت نہ کر سکتا تھا۔

”عمران کی اپنی نفیات ہے۔ اُسے غصہ اس بات پر آیا ہو گا کہ سلیمان نے اس کا حکم کیوں نہیں مانا۔ بہر حال عمران کو سمجھانا چاہیے۔“ _____ صفحہ ۱۰۱ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”میں ابھی اس سے بات کرتی ہوں۔ اس نے اپنے آپ کو سمجھ کیا رکھا ہے۔ یہ اب اتنا لٹ جاب ہو گیا ہے کہ پرانے نوکروں کو اس طرح دھکے دے کر نکال دیتا ہے۔“ جولی نے کہا۔ اور تیزی سے ٹیلی فون کی طرف بڑھ گئی۔ اس نے ریسیور

اٹھا کہ تیزی سے نمبر گھمائے لیکن دوسری طرف سے گھنٹی کی آواز آتی رہی کسی نے ریورنہ اٹھایا تو جویا نے سجانے کس خیال کے تحت کہ میڈل دبا کہ نمبر گھمائے شروع کر دیئے وہ ایک ٹوکوفون کہ رہی تھی۔

ایک ٹوٹی — چند لمحوں بعد ہی رسیوں سے
ایک ٹوٹی مخصوص آواز ابھری۔

”میں جو لیا بول رہی ہوں جناب“ — جو لیا نے
مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”نہیں۔ کیا بات ہے۔“ — ایک ٹونے
اُسی طرح سرد لہجے میں کہا۔

اور جواب میں جو لیا، نے اُسے سلیمان کی آمد سے لے کر اب تک کی ساری بات بتا دی۔

”تو تم نے مجھے فون کیوں کیا ہے“ — ایکسٹ
کا لہجہ پہلے سے زیادہ سرد ہو گیا۔

"— عمران کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔

میں نے عمران کو فون کیا لیکن وہ فلیٹ میں موجود نہیں ہے۔ اس لئے میں نے سوچا کہ آپ سے بات کروں۔ آپ اُسے سمجھائیں۔ جو لیا نے جواب دیا۔

”سورتمی یہ عمران کا ذاتی معاملہ ہے۔ وہ چاہے
تو اپنے ملازم کو گولی مار دے۔“ — ایک سٹونے

اتہائی سرد لہجے میں جواب دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔ اور جولیا نے ڈھیلے ہاتھوں سے ریور رکھ دیا۔۔۔۔۔ ادھر سلیمان خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے عمران کے جانے کے بعد خود طاہر کو فون کیا تھا۔ لیکن طاہر نے یہی جواب دیا تھا کہ وہ عمران سے بات کرے گا۔۔۔۔۔ لیکن ظاہر ہے وہ بھی عمران کا ملازم ہے۔ اس لئے اُسے حکم تو نہیں دے سکتا۔ اور سلیمان خاموش ہو گیا۔ اس کے بعد ہی اس نے جولیا کے فلیٹ پر آئے کا فیصلہ کیا تھا۔۔۔۔۔ کیونکہ اُسے معلوم تھا کہ جولیا لازماً عمران کو منالے گی۔ وہ اگر چاہتا تو عمران کی والدہ کے پاس بھی جاسکتا تھا۔ اور عمران کی والدہ اگر چاہتیں تو عمران کیا عمران کے فرشتے بھی نہ صرف سلیمان کو واپس رکھتے بلکہ عمران کو سلیمان کے پیر بھی پکڑنے پڑ جاتے۔۔۔۔۔ لیکن مسئلہ ان رسالوں کا تھا۔ عمران کی والدہ عمران سے بھی زیادہ ایسے معاملات میں سخت مزاج تھیں وہ تو رسالہ دیکھتے ہی الٹا سلیمان پر پل پڑتیں۔۔۔۔۔ اور عمران نے تو صرف سلیمان کو فلیٹ سے نکالنے پر ہی اکتفا کیا تھا۔ عمران کی والدہ نے تو اس کا سر جو تیلوں سے گنجا کر دینا تھا۔۔۔۔۔ اس لئے اس نے جان بوجھ کر ادھر کا رخ نہ کیا تھا۔

”ایسا کرتے ہیں جولیا۔ ہم سلیمان سمیت عمران کے فلیٹ میں چل کر بیٹھتے ہیں۔ جب وہ آئے گا تو اس سے بات کر لیں گے۔“ صفدر نے تجویز پیش کرتے ہوئے کہا۔

”میں اندر نہیں جاؤں گا۔ عمران صاحب واقعی مجھے گولی مار دیں گے۔“ سلیمان نے چونک کر کہا۔

”تم چلو تو سہی۔ اس میں جرأت ہے ہمارے سامنے تم پر ہاتھ اٹھانے کی۔“ جولیا نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ اور سلیمان مجبوراً اٹھ کھڑا ہوا۔ اور پھر حقوڑی دیر بعد وہ سب عمران کے فلیٹ میں پہنچ گئے۔

”ارے یہاں تو رسالوں کا ڈھیر لگا ہوا ہے۔ وہ خود تو رسالے پڑھتا ہے اور تمہیں روکتا ہے۔“ جولیا نے کمرے میں داخل ہوتے ہی چونک کر کہا۔ کیونکہ وہاں میز کے علاوہ ہر طرف مختلف زبانوں اور مختلف موضوعات پر مبنی رسالے جگہ جگہ بکھرے پڑے تھے۔

”وہ سائنسی موضوعات پر رسالے ہوں گے مس جولیا۔ عمران ہمیشہ جدید ترین ریسرچ سے آشنا رہتا ہے۔ اور اسی میں شاید اس کی کامیابی کا

راز مضمر ہے۔“ صفدر نے جواب دیا اور جولیا نے سر ہلا دیا۔

”تم ہمارے لئے چائے بناؤ۔“ جولیا نے سلیمان سے کہا۔

اور سلیمان سر ہلاتا ہوا باورچی خانے کی طرف بڑھ گیا۔

”میں سوچ بھی نہیں سکتا کہ عمران سلیمان کے ساتھ ایسا کمرے کا۔ مجھے تو اب بھی اس چکر میں کوئی گرد بڑھوس ہو رہی ہے۔“ تنویر نے کہا۔

”نہیں۔۔۔ وہ ایسا ہی ہے۔ تم جانتے ہو ایک بار میں نے اس کی والدہ کے بارے میں چند لفظ کہہ دیئے تھے حالانکہ وہ عام سے لفظ تھے اور میرا مطلب ان کی توہین کرنا بھی نہ تھا۔ لیکن عمران نے کس طرح آنکھیں بدل لی تھیں۔“ جولیا نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ اور صفدر اور تنویر نے سر ہلا دیئے۔

چائے پی کر انہیں دہاں بیٹھے کافی دیر گزر گئی۔ لیکن عمران غائب تھا۔

”وہ کہاں چلا گیا ہوگا۔“ جولیا نے کہا۔

”ہو سکتا ہے دوسرا باورچی تلاش کرتا پھر رہا ہو۔“ تنویر نے جواب دیا۔ اور جولیا اور صفدر دونوں ہی

اس کی بات سن کر ہنس پڑے۔ اور پھر اس سے پہلے کہ وہ اس کی بات کا جواب دیتے۔ کال بیل بجی آواز سنائی دی اور وہ تینوں چونک پڑے۔ سلیمان باورچی خانے سے نکل کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

”تم ابھی تک گئے نہیں۔“ اُسی لمحے عمران کی انتہائی سرد آواز گونجی۔

”وہ مس جو لیا۔ صفدر اور تنویر آئے ہیں۔ انہوں نے مجھے روک لیا ہے۔“ سلیمان کی سہمی ہوئی آواز سنائی دی۔

”اچھا تو تم نے اپنے حامی بھی بٹھا رکھے ہیں۔“ عمران نے کہا۔

”جناب غلطی ہو گئی ہے۔ اب آئندہ نہیں کر دوں گا۔“ سلیمان کی آواز سنائی دی۔

”آئندہ کا مطلب مجھے نہیں آتا۔ اور فی الحال سکول میں داخل ہونے کا میرا کوئی ارادہ نہیں ہے۔“

عمران نے جواب دیا اور کمرے میں پہنچ گیا۔

”تم اتنے گھٹیا بھی ہو سکتے ہو۔ میں ایسا سوچ بھی نہ سکتی تھی۔ وہ غریب تم سے معافی مانگ رہا ہے۔ اور تم ماش کے آٹے کی طرح اکٹھے چلے جا رہے ہو۔“ جولیا نے عمران کے اندر داخل

ہوتے ہی پھرے ہوئے ہلچے میں کہا۔

"دیسی مال ہوتا ہی گھٹیا ہے۔ اب دلاستی مال کے مقابلے میں تو دلیسے ہی گھٹیا لگے گا۔" — عمران نے جواب دیا۔ اور صفدر مسکرا دیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ عمران نے جو لیا کے غیر ملکی ہونے پر طنز کیا تھا۔ "یہ سلیمان یہیں رہے گا۔ میں کچھ نہیں جانتی جو لیا نے میز پر رکھے مارتے ہوئے کہا۔

"تم نے وہ رسالے دیکھے ہیں۔" — عمران نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔ جیسے وہ ان رسالوں کو تلاش کر رہا ہو۔ جو سلیمان اٹھالایا تھا۔ "ہاں دیکھے ہیں۔ کیا ہے ان میں۔ عورتوں کی تصویریں ہی ہیں ناں۔ اور کیا ہے۔" — جو لیا نے کہا۔

"لیکن ہمارے مشرق میں مس جو لیا ناخر ڈاٹر۔ کسی نامحرم کا عورت کی تصویر دیکھنا بھی گناہ سمجھا جاتا ہے۔ عمران نے اس بار قدرے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اچھا۔ سلیمان کے لئے تصویریں دیکھنا بھی منع ہے اور تمہارے لئے کچھ منع نہیں ہے۔ تم چاہے دنیا جہاں کی عورتوں کے ساتھ گچھڑے اڑاتے پھر دو جو لیا نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔ "گچھڑے اور عورتوں کے ساتھ۔ توبہ توبہ۔ یہ

تو سراسر تہمت ہے۔ مجھ جیسے پاکیزہ دامن انسان پر۔ عمران نے فوراً ہی کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا۔

"اچھا۔ یہ تہمت ہے۔ وہ بانو۔ لیڈی سندرتا۔ وہ مادام تاد۔ کس کس کا نام گنواؤں۔ یہ تہمت ہے۔" — جو لیا نے بڑی طرح چختے ہوئے کہا۔ اور اس بار عمران کھلکھلا کر ہنس پڑا۔ "اب اپنی باری آئی تو ہنستے ہو۔" — جو لیا نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ وہ اس وقت واقعی کسی عام عورت کے سے انداز میں اس سے بھگڑ رہی تھی۔

"سلیمان۔ تم نے وہ رسالے کہاں رکھے ہیں۔ پہلے جو لیا کو دکھاؤ۔" — عمران نے ہنستے ہوئے کہا۔

"وہ تو جناب میں مس جو لیا کے فلیٹ میں چھوڑ آیا ہوں۔" — سلیمان نے بھی عمران کو ہنستے دیکھ کر قدرے مطمئن ہلچے میں کہا۔

"کیوں۔ دہاں کیوں رکھ آتے ہو۔"

عمران نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔ "جناب اس لئے کہ مس جو لیا انہیں دیکھ سکیں۔ ان کے لئے تو عورتوں کی تصویریں دیکھنا منع نہیں

ہے۔ اور دوسرے جناب بس انتقامی کارروائی
تھی۔ "سیمان نے منہ بناتے ہوئے کہا
"انتقامی کارروائی" کیا مطلب "

عمران نے چونک کر پوچھا۔
جولیا اور باقی لوگ بھی چونک کر سیمان کو
دیکھنے لگے۔ کیونکہ یہ فقرہ انہیں بھی سمجھ نہ آیا
تھا۔

"بب۔ بب۔" بس وہ مستقبل خراب
کرنے والی بات تھی "سیمان نے رک
رک کر کہا۔

اور دوسرے لمحے کمرہ عمران کے حلق سے
نکلنے والے زوردار تہقہوں سے گونج اٹھا۔ عمران
واقعی دل کھول کر ہنس رہا تھا۔ اور جولیا اور تنویر
توجیرت سے عمران کو اس طرح تہقہ لگاتے
دیکھ رہے تھے۔ کیونکہ عمران کو تہقہ لگانے
کی عادت نہ تھی۔ وہ تو دوسروں کو تہقہ لگا
پر مجبور کر دیتا تھا۔ اور شاید وہ پہلی بار عمران کو
اس بڑی طرح ہنستے ہوئے دیکھ رہے تھے
جب کہ صفدر بے اختیار ہنس پڑا تھا۔ واقعی
سیمان نے انتہائی خوب صورت اور گہری بات
کی تھی۔ جولیا کے کمرے میں رسالے چھوڑ

پر عمران کے مستقبل خراب ہونے کا مطلب وہ
بنجونی سمجھ گیا تھا۔

"واہ۔ طبیعت خوش کردی تم نے یہ فقرہ
کہہ کر۔ جاؤ تمہاری غلطی معاف۔ لیکن یہ سن لو کہ
آئندہ ایسا نہ کرنا۔" عمران نے ہنستے
ہوئے کہا۔

"جناب آئندہ کا مطلب تو مجھے بھی نہیں آتا اور
سکول میں داخل ہونے کا فی الحال میرا بھی ارادہ
نہیں ہے۔" سیمان معافی ملتے ہی دوبارہ
اپنے مخصوص موڈ میں آ گیا تھا۔ اور اس بار تو
صفدر کے ساتھ ساتھ جولیا اور تنویر بھی ہنس
پڑے تھے۔

"یہ مستقبل خراب کرنے والی کون سی بات تھی۔
جس پر تم پانچوں کی طرح تہقہ لگا رہے تھے۔"
جولیا نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"وہ میرا نہیں تنویر کے مستقبل کی بات کر رہا
تھا۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور
اس بار جولیا نے بے اختیار منہ دوسری طرف
کر لیا۔ کیونکہ بات اب اس کی سمجھ میں آئی تھی۔

"میں نہ کہتا تھا کہ یہ سب ڈرامہ ہے۔ خواہ مخواہ ہمارا
وقت ضائع کیا انہوں نے۔" تنویر نے منہ

بناتے ہوئے کہا۔

"جاؤ یاد چائے بنا لاؤ۔ مہارے ایک حاضری کو موڈ خراب ہو رہا ہے۔" — عمران نے مسکراتے ہوئے دروازے میں کھڑے سلیمان سے مخاطب ہو کر کہا۔

"لیکن وہ چائے کی پتی اور دودھ"

سلیمان نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"ختم ہو گئے ہیں تو لے آؤ۔ یہ مہارے ذمہ داری ہے۔"

— عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"مگر پیسوں کے بغیر یہ ذمہ داری غیر ذمہ داری میں تبدیل ہو جاتی ہے۔"

— سلیمان نے تہ کی

تہ کی جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ارے ہاں۔ وہ ایک لاکھ روپیہ تو تم نے

کوٹ کی جیب سے نہ نکالا تھا۔" — عمران نے

جو نکلتے ہوئے پوچھا۔ اُسے اب یاد آیا تھا۔ کہ

سلیمان کو فلیٹ سے نکالتے ہوئے اس نے

اُسے ایک لاکھ روپے لے جانے کی بات

کی تھی۔

"آپ کا حکم تھا اس لئے نکالا تھا۔ اور میں حیران

بھی بہت ہوا تھا۔ کیونکہ کوٹ کی ساری جیبیں تو میں

دیکھ چکا تھا۔ وہ تو خالی تھیں۔" — لیکن آپ کے

حکم پر میں نے ان کی ایک بار پھر تفصیلی تلاشی لی۔ آپ نے واقعی کمال کی غیفہ جیب بنوائی ہوئی تھی۔" — سلیمان نے کہا۔

"تو وہ ایک لاکھ کہاں ہیں نکالو جلدی۔ جب تم

واپس آ گئے ہو تو وہ ایک لاکھ بھی واپس آنے

چاہیں۔" — عمران نے تیز لہجے میں کہا۔

"آپ نے خود ہی تو کہا تھا کہ بوری یا بستر باندھ لو۔

اور آپ کا کیا خیال ہے بوری یا بستر مفت ملتے ہیں۔

اور پھر انہیں باندھنے کے لئے رسی چاہیے۔ باندھنے

والا مزدور چاہیے۔ پھر وہ رسالے تو ظاہر ہے

میں خود اٹھا کر مس جو لیا کے فلیٹ تک نہ جاسکتا تھا۔

چار سو دس روپے اور دیجیے۔" — سلیمان نے

منہ بناتے ہوئے کہا۔

"چلو۔ چار سو دس روپے کاٹ کر باقی تو دو"

عمران نے کہا۔

"باقی کیا مطلب۔ میں مزید کہہ رہا ہوں۔ ایک

لاکھ چار سو دس روپے خرچ آئے ہیں اور وہ بھی

میں نے بڑی مشکل سے یقین دلایا کہ میرا صاحب بیکار

اور مفلس آدمی ہے۔ بہت غریب ہے۔ مانگے

کے فلیٹ میں رہ رہا ہے۔ دودھ پیتی۔ گرم مصالحہ

سب ختم ہے۔ اس پر اتنی رعایت ہوئی در نہ تو

ظاہر ہے دس پندرہ ہزار کا خرچہ اور آجاتا۔

عمران نے کہا۔

"میرے باپ کی توبہ جو مہینے آئندہ نوکری سے نکالوں یہ تو مہنگا سودا ہے۔ اس سے تو بہتر ہے کہ تنخواہ کے ادھار کا کھاتہ ہی بڑھے گا۔ لیکن نکالنے پر تو نقد رقم کا خرچہ ہے۔" — عمران نے کہا۔

اور جو لیا۔ صفدر اور تنویر جو بڑی دلچسپی سے ان کی نوک جھونک من رہے تھے۔ عمران کی بات سن کر ہنس پڑے۔

"آج کل زندہ سے زیادہ مردہ پر خرچہ آجاتا ہے۔ اس لئے ہر کام سوچ سمجھ کر کیا کیجئے۔ جذباتی کاموں سے نقصان کے سوا اور کچھ نہیں ملتا۔" — سلیمان نے منہ بنا کر نصیحت کی اور پھر واپس مڑ گیا۔

"وہ ایسے ایک بات بتاؤ۔ تمہیں آخر اتنا غصہ کس بات پر آگیا تھا۔ یا واقعی تنویر پسح کہہ رہا ہے تم نے وقت گزارنے کے لئے یہ ڈرامہ کیا تھا۔ سلیمان کے جانے کے بعد جو لیا نے کہا۔

"اصل میں بات اور تھی۔ میں چاہتا ہوں بس ایک ہی کا تصور اس فلیٹ میں رہے۔ اور یہ کم نجات اتنی بہت ساری لے آیا۔" — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور صفدر اور تنویر تو ہنس پڑے جب کہ

جو لیا اس طرح شرمائی جیسے وہ خالصتاً مشرقی لڑکی

ہو۔

"عمران صاحب۔ اس بار تو کئی ہفتے گزر گئے ہیں کوئی کیس ہی نہیں بن رہا۔" — صفدر نے موضوع بدلتے ہوئے کہا۔

"کیس بنانے کے لئے شادی ضروری ہوتی ہے

مسٹر صفدر سعید۔" — عمران نے جواب دیا۔ اور

دوسرے لمحے وہ بے اختیار اچھل کر دوسرے

صوفے پر جا بیٹھا۔ اگر اُسے ایک لمحے کی بھی دیر

ہو جاتی تو جو لیا کے بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں

آنے والے ہاتھ کی ضرب اس کے سر پر پڑتی۔

"تم اب گھٹیا باتوں پر اتر آئے ہو۔ جیو صفدر۔"

جو لیا نے غصے سے پھٹکار دئے ہوئے کہا۔ اور

وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ارے ارے بیٹھو۔ میں نے کوئی غلط بات

نہیں کی۔ یہ تو قدرتی مسئلہ ہے۔" — عمران نے

کہا۔ لیکن جو لیا تیز تیز قدم اٹھاتی بیرونی دروازے

کی طرف بڑھ گئی۔ اور صفدر اور تنویر بھی اٹھ کھڑے

ہوئے۔ لیکن اُسی لمحے سلیمان ٹرائی دکھیلتا ہوا

اندروں داخل ہوا۔ ٹرائی پر چائے کے ساتھ ساتھ کافی

سامان بھی موجود تھا۔

"جاؤ جاؤ یاد واقعی مجھے بے حد بھوک لگ رہی تھی۔" — عمران نے ٹرائی دیکھتے ہی بڑے سے نیازانہ انداز میں صغیر اور تنویر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"تمہیں بھوک لگی ہے تو جا کر کسی ہوٹل میں کھا لو۔ یہ سلیمان نے ہمارے لئے بنایا ہے۔"

اُسی لمحے جو کیا کی مسکراتی ہوئی آواز دوبارہ سنائی دی۔ وہ شاید دروازے سے باہر ہی رک گئی تھی۔ "ارے ارے۔ تم واپس آ گئیں۔ سچ کہتے

ہیں کھانا عورتوں کی کمزوری ہے۔ اگر امان سو آ ذرا صبر کر جاتیں اور گندم کا دانہ کھانے پر اصرار نہ کرتیں تو مرد بے چاروں کو ساری عمر کھانے کا سامان مہیا کرنے کے چکر میں نہ گزارنی پڑتی۔" — عمران نے کہا۔ اور اس بار کمرے میں موجود ہر فرد بے اختیار ہنس پڑا۔

محصل کے دارالحکومت قاہرہ کا وسیع و عریض اور جدید ایئر پورٹ دیکھ کر سو پر فیاض کی آنکھیں یوں پھیلی گئیں جیسے اُسے یقین نہ آ رہا ہو کہ وہ واقعی مصر میں جہاز سے اترا ہے یا ایک بھیمیا کے دارالحکومت میں۔

"ارے کمال ہے۔ اس قدر جدید اور خوب صورت ایئر پورٹ۔" — سو پر فیاض نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"تو تمہارا خیال تھا کہ ہوائی جہاز کسی ریت کے ٹیلے پر لینڈ کرے گا۔ اور ایک مصری اونٹ لے کر پانی کی چھاگل اٹھائے تمہارے انتظار میں کھڑا ہو گا۔" — عمران نے مسکراتے

ہوئے کہا۔

اور فیاض نے یوں سر ہلا دیا جیسے واقعی اس کے تصور میں ایسی ہی کوئی تصویر تھی۔ عمران تو پہلے بھی کئی بار یہاں آچکا تھا۔ لیکن سوپر فیاض زندگی میں پہلی بار یہاں آیا تھا۔ اس لئے وہ ہر چیز کو یوں دیکھ رہا تھا جیسے وہ قاہرہ کی بجائے ڈزنی لینڈ میں پہنچ گیا ہو۔

”حیرت ہے۔۔۔ میرے تصور میں بھی نہ تھا کہ یہ ملک اس قدر ترقی کر چکا ہے“ ٹیکسی میں بیٹھے ہوئے سوپر فیاض نے باہر اونچی اور عالی شان عمارتوں اور کھلی اور فراخ سڑکوں اور ان پر دوڑتی ہوئیں انتہائی قیمتی گاڑیوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

اور عمران اس طرح مسکرا دیا جیسے اُسے فیاض کے سچکا نہ بن پر ہنسی آرہی ہو۔
”اگر تمہاری آنکھیں اسی رفتار سے پھیلتی گئیں تو جناب عمر ابدال کو تمہاری آنکھوں کے کونے کار پر سوار ہو کہ دیکھنے پڑیں گے“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ارے ہاں۔۔۔ تم نے پہلے بھی ان کا نام لیا تھا۔ یہ صاحب کون ہیں ان کا حدود اربعہ کیا ہے“

سوپر فیاض نے چونک کر پوچھا۔

”شمال میں سڑک ہے۔ جنوب میں گلی شارع عام۔ مشرق میں جنرل سٹور اور مغرب میں۔ مغرب میں ظاہر ہے قبلہ ہی ہو گا“۔۔۔ عمران نے باقاعدہ حدود اربعہ بتانا شروع کر دیا اور سوپر فیاض بے اختیار ہنس پڑا۔

”تم سے تو سیدھی سادھی بات کہنا بھی عذاب ہے“۔۔۔ سوپر فیاض نے ہنستے ہوئے کہا۔
”عذاب آتا ہی بالکل سیدھا ہے جیسے تم سیدھے عمر ابدال کے پاس جا رہے ہو“۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”کیا مطلب۔۔۔ تم تو کہہ رہے تھے کہ وہ سر رحمان کے دوست ہیں اب عذاب کیسے بن گئے“ سوپر فیاض نے چونک کر کہا۔

”جب تم ڈیڈ می کو عذاب کہتے رہتے ہو تو ان کا دوست بھی ظاہر ہے تمہارے لئے عذاب نہیں تو عذاب کا فرشتہ تو مزدور ہو گا“۔۔۔ عمران نے جواب دیا اور سوپر فیاض ہنس پڑا۔

”تم نے بتایا ہی نہیں کہ آخر سر رحمان کو ایسا کون سا کام ہے کہ مجھے چھٹی لے کر یہاں آنا پڑا ہے۔۔۔ ویسے تو وہ چھٹی دیتے نہیں اب تو

انہوں نے بڑے آرام سے چھٹی دے دی۔
سو پرفیاض نے کہا۔

عمران سو پرفیاض کو ایک چکر دے کر ساتھ لے آیا تھا۔ اس نے اُسے صرف اتنا بتایا تھا کہ سررحمان کا ایک ذاتی کام ہے۔ جس کے لئے وہ اُسے مصر بھیجا چاہتے ہیں۔ لیکن چونکہ وہ بے حد اصول پسند ہیں۔ اس لئے وہ بہرکاری طور پر اُسے بھیج بھی نہیں سکتے۔ کیونکہ کام سنجی ہے اور دوسری بات یہ کہ وہ خود ہی اس سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ فیاض چھٹی لے کر جائے اس لئے انہوں نے عمران کو بلا کر کہا ہے کہ وہ فیاض سے یہ بات کہے۔ اور پھر فیاض نے لاکھ اس سے پوچھنا چاہا کہ کام کیا ہے تو عمران نے اُسے صرف اتنا کہا کہ وہ پہلے چھٹی کی درخواست لکھ کر بھجوا دے پھر بتائے گا۔ اور واقعی جیسے ہی سو پرفیاض نے چھٹی کی درخواست بھجوائی وہ فوراً ہی منظور کر لی گئی۔ اس کے بعد دو تین روز تو تیار یوں میں مصروف ہو گئے۔ اور پھر عمران اُسے لے کر ایئر پورٹ پہنچا۔ ان کے کاغذات وغیرہ پہلے سے تیار تھے۔ سیٹیں بک تھیں اس لئے وہ یہاں قاہرہ پہنچ گئے۔

”در اصل انہیں دنیا میں سب سے زیادہ اعتماد صرف تم پر ہے۔ کہہ رہے تھے کہ اگر تمہاری بجائے فیاض ان کا بیٹا ہوتا تو انہیں کتنا سکون ہوتا“ عمران نے کہا۔ اور سو پرفیاض کا سینہ یک لخت پھول گیا۔

”میں نے بھی کبھی ان کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچائی۔“ سو پرفیاض نے گرم دن اکڑا کر کہے ہوئے کہا۔

”کیسے پہنچ سکتی ہے۔ ان تک ٹھیس۔ وہ تو پہلے ہی بینک میں پہنچ جاتی ہے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور اس بار فیاض شرمندہ سے ہنسی منہں کر رہ گیا۔ اور عمران کے فقرے کا یہ نتیجہ بھی نکلا کہ وہ فوراً ہی پہلے والی حالت پر آگیا۔ اس کا پھول ہوا سینہ یک لخت دوبارہ پچک گیا تھا۔

”تم نے کام تو بتایا ہی نہیں۔“ فیاض نے فوراً ہی موضوع بدلتے ہوئے کہا۔ ظاہر ہے بینک والا موضوع اس کی بنیادنی کمزوری تھی۔ وہ بھی عمران کو کیسے اجازت دے سکتا تھا کہ وہ اسے جارمی رکھے۔

”بتایا تو ہے ڈیڑھ گھنٹہ کو سب سے زیادہ تم پر

اعتماد ہے۔" — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو پھر" — فیاض نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے کہا۔

"یار۔ تم بھی فرسٹ کلاس گھاڑ ہو۔ اشارہ سمجھتے ہی نہیں" — عمران نے اس بار منہ بناتے ہوئے کہا۔

"مجھے اتومبیل بناؤ اس میں کون سا اشارہ آ گیا ہے۔ سیدھی طرح بتاؤ" — اس بار فیاض نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"میری کیا جوأت کسی کو کچھ بتانے کی۔ یہ کام تو اللہ میاں کرتا ہے۔ وہ جسے چاہے جو بتا دے۔ اُسے کون روک سکتا ہے" — عمران نے اس کے اُتو والے فخرے کو استعمال کرتے ہوئے کہا۔ اور فیاض بے اختیار ہنس پڑا۔

"سیدھی طرح بتاؤ۔ ورنہ میں یہیں سے واپس چلا جاؤں گا" — فیاض نے غصہ دکھاتے ہوئے کہا۔

"یار جب فیصلے ساری عمر کے ہوں تو اعتماد والے آدمی کو ہی ساتھ بھیجا جاتا ہے۔ اب یہ میری بد قسمتی کہ میری قسمت میں تم اعتماد والے لکھے ہوئے

تھے" — عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ اور اس بار فیاض واقعی چونک پڑا۔

"ادہ ادہ۔ یہ بات ہے۔ لیکن بڑی دور چکر چلایا ہے سر رحمان نے۔ کیا وہ بہت خوب صورت ہے" فیاض نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

"ڈیڑھی کو شوق تھا کہ افریقہ کی پونی چاہیے۔ میں نے تو لاکھ کہا کہ افریقہ میں تھنی ہی سب سے خوب صورت ہوتی ہے تو وہ کہنے لگے کہ فکر نہ کرو تھیں پسند نہ آئی تو فیاض بھی تو میرا بیٹا ہے"

عمران نے کہا۔ اور فیاض کھلکھلا کر ہنس پڑا۔ "مصر برا عظم افریقہ میں ضرور ہے لیکن یہاں کی عورتیں واقعی بے حد خوب صورت ہوتی ہیں"

فیاض اب واقعی لطف لے رہا تھا۔ وہ عمران کی بات سمجھ گیا تھا۔ کہ عمر ابدال سر رحمان کے دوست ہیں اور وہ اس کی بیٹی سے عمران کا رشتہ کرنا چاہتے ہیں — اور فیاض کو انہوں نے یہ

دیکھنے کے لئے بھیجا ہے کہ کیا یہ رشتہ درست رہے گا یا نہیں۔ اب اُسے یہ بات بھی سمجھ آ گئی تھی کہ سر رحمان اُسے کیوں چھٹی پر بھیجنا چاہتے تھے۔ کیونکہ یہ ان کا خالصتاً سخی کام تھا۔

"عورتیں۔ لاجول ولاقوة۔ اب میرے لئے عورتیں

رہ گئی ہیں۔ تمہارے منہ سے لڑکی کا لفظ نہیں نکل سکتا تھا۔ — عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا اور فیاض کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

”دیے اب تم قابو آئے ہو۔ اب میں سر رحمان کو ایسی رپورٹ دوں گا کہ تم ساری عمر روتے رہو گے۔ بس مجھے وہ لڑکی دیکھ لینے دو“ سو پر فیاض نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”یار۔ پلیز تم میرے دوست ہو۔ بھائی ہو۔ یار بس خدا کے لئے میرا خیال رکھنا۔ اگر خوب صورت ہو تو ابھی رپورٹ دینا۔ اور اگر ذرا بھی بد صورت ہو تو بس کہہ دینا کہ تو“ — عمران نے بڑے منت بھرے لہجے میں کہا۔

اور فیاض اس طرح اکڑ کر بیٹھ گیا جیسے اس کے جسم کو یکدم کلف لگ گیا ہو۔ ظاہر ہے اب اُسے عمران کے مقابلے میں اپنی اہمیت کا پوری طرح احساس ہو گیا تھا۔

”سوچوں گا۔ بہر حال وعدہ نہیں کر سکتا“

فیاض نے بڑے شامانہ لہجے میں کہا۔

اور عمران اس کے اس انداز پر دل ہی دل میں ہنس پڑا۔ کیونکہ اُسے تو خود معلوم نہ تھا کہ عمر ابدال کی کوئی لڑکی بھی ہے یا نہیں۔ اور اگر ہے تو

کیا وہ شادی شدہ ہے یا غیر شادی شدہ۔ وہ تو پہلی بار عمر ابدال سے ملنے جا رہا تھا۔

”ایک بات کا خیال رکھنا۔ یہ عمر ابدال صاحب بڑے گہرے آدمی ہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کی بھی کوئی رپورٹ تمہارے متعلق ڈیڑھی تک پہنچ جائے۔ اور پھر میرے ساتھ تو جو ہو گا سو ہو گا تمہارے ساتھ بہت کچھ ہو سکتا ہے“

عمران نے کہا اور فیاض چونک پڑا۔

”ادہ ادہ۔ تم نے اچھا کیا مجھے بتا دیا۔ واقعی ایسا بھی ہو سکتا ہے۔“ فیاض کے لہجے میں تشویش تھی۔

”ہم سوئیز کالونی میں داخل ہو رہے ہیں۔“ — اچانک ٹیکسی ڈرائیور نے کہا۔ اور وہ دونوں ہی چونک پڑے۔ باتوں کے درمیان انہیں فاصلے کا خیال ہی نہ رہا تھا۔

”ٹھیک ہے۔ سچیں نمبر کو کھٹی۔ اے بلاک“

عمران نے جلدی سے کہا۔ اور ٹیکسی ڈرائیور نے سر ہلا دیا۔ یہ پتہ بھی سر رحمان نے ہی دیا تھا۔

اور پھر کھوڑی دیر بعد کار ایک عالی شان محل نما کو کھٹی کے بڑے سے پھاٹک پر جا کر رک گئی۔ سٹون پریٹیل کی انتہائی چمکدار نیم پلیٹ نمایاں نظر آرہی تھی۔

جس پر ڈاکٹر عمر ابدال اور نیچے ڈگریوں کی ایک
طویل قطار موجود تھی۔ عمران ایک طویل سانس لیتا
ہوا ٹیکسی سے نیچے اتر آیا۔

"یار ذرا اسے کرایہ دے دینا۔ میں بڑھ تو گ
ہی بھول آیا۔" عمران نے جان بوجھ کر جیبیں
ٹٹولتے ہوئے کہا۔

اور فیاض نے منہ بناتے ہوئے میٹر دیکھ
اور پھر باہر آکر ایک نوٹ نکال کر ڈرائیور کی طرف
بڑھا دیا۔ ڈرائیور نے کرایہ کاٹ کر باقی
فیاض کے حوالے کی اور پھر سلام کر کے وہ ٹیک
آگے بڑھا کر لے گیا۔

"یہ کیا بات ہوئی۔ یہ خرچہ مجھ پر کیوں ڈال رہے
ہو تم۔" فیاض نے بڑا سا منہ بناتے ہوئے
کہا۔

"یہ شگون کی بات ہے فیاض۔ خرچہ دو لہا نہیں
شہ بالا ہی کرتا ہے۔ اور خبردار بد شگونی نہ کرنا۔
سرحمان کو پتہ چلا کہ تمہاری بد شگونی کی وجہ
سے کوئی رکاوٹ پیدا ہو گئی ہے تو وہ گولی مارنے
سے بھی دریغ نہ کریں گے۔" عمران نے

بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔
"کیا مطلب۔ کیا اب سارا خرچہ مجھے کرنا

حک۔ پہلے بھی تم نے مکھٹوں کی رقم مجھ سے ادھا
لی ہے۔ یہ بات غلط ہے۔" فیاض نے
منہ بناتے ہوئے کہا۔

"ارے بس اب خرچہ ختم۔ اب کیا خرچہ ہونا
ہے۔ کوٹھی دیکھ رہے ہو۔ یہ ڈاکٹر عمر ابدال
یقیناً یہاں کے کوئی بہت بڑے جاگیردار بلکہ صحرا دار
لگتے ہیں۔" عمران نے مسکراتے ہوئے
کہا۔ اور ہاتھ اٹھا کر کال پیل کے بٹن پر انگلی رکھ
دی۔

"ارے انگلی تو ہٹاؤ۔ یہ کیا بد تہذیبی ہے۔"
جب عمران نے مسلسل انگلی رکھے رکھی تو فیاض نے
نہ رہا گیا۔

"یار بڑا ملائم سا بٹن ہے۔ بس دل چاہتا ہے
کہ....." عمران نے انگلی ہٹاتے ہوئے
کہنا شروع کیا۔ لیکن ابھی اس کا فقرہ مکمل نہ ہوا
تھا کہ بچھاٹک کی چھوٹی کھڑکی کھلی اور ایک ملازم نما
آدمی باہر نکل آیا۔ اس کے پہرے پر قد سے
غصے کے آثار تھے۔

"السلام علیکم ورحمۃ اللہ یا اخی۔ ادہ سو ری۔
اخی الشیطان۔ ادہ ادہ۔ یار یہ عربی مجھے نہیں آتی۔
تمہیں آتی ہے۔" عمران نے بڑے بوکھلائے

ہوئے ہلچے میں آخری الفاظ انگریزی میں کہے اور
فیاض کی طرف اس طرح مڑ گیا جیسے فیاض اس
کا مترجم مقرر ہو کر آیا ہو۔ ملازم بڑے حیرت
بھرے انداز میں انہیں دیکھ رہا تھا۔

”ڈاکٹر صاحب سے کہو کہ پاکشیا سے مہمان لے
ہیں۔ عمران اور سپرنٹنڈنٹ سنٹرل انٹیلی جنس فیاض
فیاض نے بڑے رعب دار ہلچے میں ملازم سے
مخاطب ہو کر کہا۔ اس نے عمران کا تو نام
نام لیا تھا لیکن اپنا پورا عہدہ اس طرح بتایا تھا
جیسے ملازم اس کا عہدہ سنتے ہی ابھی رعب
دہشت سے بے ہوش ہو کر گم پڑے گا۔

”ڈاکٹر صاحب موجود نہیں ہے۔ آپ پھر کسی
وقت آجائیں۔“ ملازم نے سپاٹ ہلچے میں
جواب دیا اور واپس کھڑکی میں داخل ہونے کے
لئے مڑنے ہی لگا تھا کہ سپرنٹنڈنٹ فیاض نے ہاتھ
بڑھا کر اُسے گدی سے پکڑا اور گھما کر اپنے ساتھ
کہتے ہوئے انتہائی جلال بھرے ہلچے میں کہا۔
تمہاری یہ جذبات۔“ سپرنٹنڈنٹ فیاض کا پہلا
غصے سے سرخ پڑ گیا تھا۔

”ارے ارے چھوڑ دو۔ وہ رپورٹ“

عمران نے کہا۔ اور سپرنٹنڈنٹ فیاض پر رپورٹ کے

لفظ نے اس طرح اثر کیا جیسے بجلی کا کرنٹ لگتا ہے۔
”اوہ اوہ۔ سوری۔ دراصل اس احمق کے جواب
پر مجھے غصہ آ گیا تھا۔“ فیاض نے معذرت
بھرے ہلچے میں کہا۔

ملازم اب اپنی گردن بھی مسل رہا تھا۔ اور بڑے
مانوسنگوار انداز میں فیاض کو بھی دیکھ رہا تھا۔

”دیکھو ہم ڈاکٹر صاحب کے مہمان ہیں۔ اس لئے
کم از کم اندر تو بٹھاؤ۔ ڈاکٹر صاحب نہیں ہیں تو ان
کی جگہ اور تو کوئی ہو گا گھر میں۔“ عمران نے
بڑے میٹھے ہلچے میں ملازم سے مخاطب ہو کر کہا۔
”جی۔ بے بی ہیں۔“ ملازم نے عمران کے
میٹھے ہلچے سے متاثر ہوتے ہوئے کہا۔

”بے بی۔“ لیکن اوہ وہ میں ٹھانی لانی تو بھول گیا۔
عمران نے بوکھلائے ہوئے ہلچے میں میبوں پر ہاتھ
مارتے ہوئے کہا۔ اور اس بار ملازم بے اختیار
ہنس پڑا۔

”جی۔ بے بی۔ ڈاکٹر صاحب کی چھوٹی صاحبزادی
ہیں۔ یونیورسٹی میں پڑھتی ہیں۔“ ملازم نے
ہنستے ہوئے عمران کی تصحیح کرتے ہوئے کہا۔

”اوہ اچھا اچھا۔ پھر تو ٹھانی کی بجائے معافی
سے ہی کام چلے گا۔“ عمران نے کہا۔ اور

فیاض یونیورسٹی میں پڑھتی ہوئی لڑکی کا نام سن کر اس طرح سر ہلانے لگا جیسے اُسے پتہ چل گیا ہو کہ یہی لڑکی ہے۔ جس سے سر رحمان عمران کی شادی کرنا چاہتے ہیں۔

”اگر بے بی خود چل کر یہاں نہ آ سکتی ہو۔ تو کم از کم ہمیں ہی ان کی خدمت میں پیش کر دو“

عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”اوہ اوہ۔ آئیے۔ تشریف لائیے“

ملازم نے چونک کر کہا اور پھر مڑ کر تیزی سے چھوٹی کھڑکی میں غائب ہو گیا۔

”چلیے جناب۔ اب یہ قسمت کی بات ہے کہ مسکد تمہاری رپورٹ پر آکھڑا ہوا ہے“۔ عمران نے مسکراتے ہوئے فیاض سے کہا۔

اور فیاض ہنس پڑا۔ اور عمران سوچ رہا تھا کہ اس نے تو بس ویسے ہی بات کر دی تھی۔ اب اُسے کیا معلوم تھا کہ یہاں ایک عدد یونیورسٹی میں پڑھتی ہوئی بے بی سے بھی واسطہ پڑ جائے گا۔

فیاض مسکراتا ہوا آگے بڑھا اور پھر کھڑکی سے اندر داخل ہو گیا۔ عمران اس کے پیچھے اندر آیا۔ کوٹھی واقعی انتہائی شاندار اور وسیع تھی۔ تھوڑی دیر بعد ملازم انہیں ایک بڑے لیکن انتہائی اعلیٰ معیار کے فرنیچر

سے سجے ہوئے ڈرائنگ روم میں لے آیا۔

”تشریف رکھیں۔ میں بے بی کو اطلاع دیتا ہوں“

ملازم نے کہا۔ اور تیزی سے واپس مڑ گیا۔

”یا اللہ اب میری تقدیر تیرے ہاتھ میں ہے۔ اور تیرے بعد سپرنٹنڈنٹ سنٹرل انیشی جنس فیاض کی رپورٹ پر ہے“۔ عمران نے باقاعدہ دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہوئے بڑے مسسے سے ہجے میں کہا۔

”ارے تم فکر نہ کرو۔ بس تم مجھے اشارہ کر دینا۔ پسند آئے تو ہاں میں اور پسند نہ آئے تو ناں میں باقی میں دیکھ لوں گا“۔ سپرنٹنڈنٹ فیاض نے واقعی بڑے فیاضانہ انداز میں کہا۔

”اوہ۔ اشارہ تو تم سمجھتے نہیں۔ اب میں ہاں میں اشارہ کر دوں تم اسے ناں سمجھ لو۔ اور اگر ناں میں ظاہر ہے ناں والا اشارہ تو غلط ہے۔ ورنہ تم اپنا سکوپ بھی بنا سکتے ہو۔ آخر ڈیڈ می تمہیں کیا تو اپنا بیٹا سمجھنے لگ گئے ہیں“۔ عمران نے کہا۔

اور سپرنٹنڈنٹ فیاض اس کی بات سن کر کھلکھلا کر ہنس پڑا۔ وہ دونوں ایک صوفے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد وہی ملازم ٹرائی دکھاتا ہوا اندر آیا۔ ٹرائی پر شربت کے دو گلاس رکھے ہوئے

تھے۔
 "واہ اسے کہتے ہیں شگون۔ منہ میٹھا کر ایا جا رہا ہے۔
 مبارک ہو۔" — عمران نے شربت کا گلاس
 اٹھاتے ہوئے اردو میں فیاض سے کہا۔ اور فیاض
 بے اختیار ہنس پڑا۔
 "ابھی دیکھ تو لو۔ ایسا نہ ہو کہ یہ میٹھا شربت کونین
 میں تبدیل ہو جائے۔" — سو پر فیاض نے گلاس
 اٹھاتے ہوئے جواب دیا۔
 "ارے پھر وہی بدشگونی۔ یا تمہیں تو صرف قل خوانی
 میں ساتھ لے جانا چاہیے۔" — عمران نے منہ
 بناتے ہوئے کہا۔
 اور فیاض — شرمندہ سے انداز میں جلدی جلدی
 شربت کی چکیاں لینے میں مصروف ہو گیا۔ ملازم
 ٹرائی دھیکلتا ہوا واپس چلا گیا۔
 "یہ ڈاکٹر صاحب کمرے کیا ہیں۔" — فیاض نے
 ملازم کے جانے کے بعد پوچھا۔
 "یہ مردوں کے ڈاکٹر ہیں۔" — عمران نے
 بڑے مطمئن لہجے میں جواب دیا۔
 "کیا بکواس ہے۔ مردوں کو ڈاکٹر کی کیا ضرورت
 ہے۔" — فیاض نے بڑا سا منہ بناتے ہوئے
 کہا۔

"اگر مرنے کے بعد تمہیں کسی مقبرے میں خنوط کمرے
 رکھ دیا جائے اور پھر صدیوں بعد وہ مقبرہ ریت میں
 کہیں دفن ہو جائے۔ اور اس کے بعد اسے
 تلاش کیا جائے۔ اور جب تمہاری لاش باہر آتے
 ہی خنوط ہونے کے باوجود گنا سیرنا شروع ہو جائے
 تو ظاہر ہے ڈاکٹر کی ضرورت پڑ جاتی ہے۔" — کیونکہ
 تم جیسے سپرنٹنڈنٹ تو صدیوں بعد ہی پیدا ہوتے ہیں۔
 اس لئے صدیوں کے لئے عبرت کا سامان اللہ
 میاں پیدا کر دیتا ہے۔" — عمران کی زبان چل
 پڑی۔
 "ادہ ادہ۔ میں سمجھ گیا۔ تمہارا مطلب ہے آثار قدیمہ
 سے ان کا تعلق ہے۔ ادہ۔ ہاں یہ مصر ہے۔ یہاں تو
 سارا مسئلہ ہی آثار قدیمہ کا ہے۔" — فیاض نے
 سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اور خالی گلاس سائیڈ میں
 موجود تپائی پر رکھ دیا۔
 اُسی لمحے پردہ ہٹا اور انتہائی چست لباس پہنے
 ایک نوجوان لڑکی اندر داخل ہوئی اور سپرنٹنڈنٹ فیاض
 تو اُسے دیکھتے ہی اس طرح جھٹکے سے کھڑا ہو گیا جیسے
 صوفے کا گداسپینگوں سے بنا ہو۔ لڑکی بے حد
 خوب صورت تھی۔ اس کا سرخ و سفید چہرہ اور خوانی گلاب
 جیسا تھا۔ شانوں تک لٹکتے ہوئے خوب صورت سنہرے

بال۔ نیلی آنکھیں۔ اور سپرنٹنڈنٹ فیاض اس طرح یکسر
اس لڑکی کو دیکھ رہا تھا جیسے کسی نے اس پر جادو کر دیا
ہو۔ عمران بھی مسکراتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

”میرا نام کلثوم ہے اور میں ڈاکٹر صاحب کی بیٹی ہوں
لڑکی نے مسکراتے ہوئے اپنا تعارف کرایا۔

”مم۔۔۔۔۔ مم۔۔۔۔۔ میں فیاض ہوں۔ سپرنٹنڈنٹ فیاض
اور یہ علی عمران ہے۔ سر رحمان کا لڑکا۔ سر رحمان
ڈائریکٹر جنرل ہیں۔“ فیاض نے بڑی طرح بوکھلائے
ہوئے انداز میں کہا۔ وہ واقعی کلثوم کے سحرانگیز حسن کا
شکار ہو چکا تھا۔

”تو آپ سرکاری لوگ ہیں۔ مگر ڈاکٹر صاحب تو موجود
نہیں ہیں وہ کہیں گئے ہوئے ہیں۔ آپ ان سے بعد میں
مل لیں۔“ لڑکی نے بڑا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔
اور واپس دروازے کی طرف مڑنے لگی۔ ظاہر ہے
اس کا سرکاری لوگوں سے ملنے اور ان کو انٹرٹین کرنے
سے کوئی مطلب نہ تھا۔

”محترمہ معصوم۔ ادہ سوری۔ کالا سوم۔ ادہ ادہ۔ میہی
یہ زبان کلثوم صاحبہ۔ یہ سرکاری تو پاکیشیا میں ہیں۔
یہاں یہ قطعی غیر سرکاری کام سے آئے ہیں۔ بے شک
پوچھ لیجئے۔“ باقاعدہ پھٹی کی درخواست دے کر
آئے ہیں۔“ عمران نے بڑے اجمقانہ سے

بہجے میں کہا۔ اور شاید پاکیشیا کا نام سن کر کلثوم ان کی
طرف مڑ گئی۔

”ادہ۔ آپ پاکیشیا سے آئے ہیں۔ لیکن اتنی دور
آنے کی بجائے آپ فون پر ہی بات کر لیتے“
کلثوم نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”جی۔ ابھی وہ تصویر والا فون ایجاد نہیں ہوا۔ اور پھر
تصویر اور اصل میں تو بڑا فرق ہوتا ہے۔ یہ تو سکرین بیوٹی
کا مسئلہ ہے۔ کسی چڑیل کی بھی اگر سکرین بیوٹی ہو تو
وہ ہیر دین نظر آتی ہے۔ اور اگر نہ ہو تو ظاہر ہے ہیر دین
کے بھی منہ سے خون ٹپکنے لگتا ہے۔“ عمران کی
زبان پل پڑی اور کلثوم اس طرح حیرت سے عمران کو
دیکھنے لگی جیسے اُسے یقین نہ آ رہا ہو کہ اس جیسا احمق
اتنی دور بھی صحیح سلامت پہنچ سکتا ہے۔ عمران کے
پہرے پر اس وقت واقعی حماقت کا اظہار تو کیا نیلگما
آبشار پوری رفتار سے بہہ رہا تھا۔

”تصویر والے فون کی کیا ضرورت ہے۔ کیا آپ تصویر
کے بغیر ڈیٹھی سے بات نہیں کر سکتے۔“ کلثوم نے
نہ سمجھنے والے بہجے میں کہا۔

”ڈیٹھی سے۔۔۔۔۔ لاول ولا قوۃ۔ ڈیٹھی سے بات
کرنے کے لئے تو سو پر فیاض کو میں نے رکھا ہوا ہے۔
ادھر بھی ڈیٹھی سے یہی بات کہ لے گا اور ادھر بھی ڈیٹھی

سے یہی بات کہتا ہے۔ "عمران نے بڑا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

اُسی لمحے باہر کسی کا درکنے کی آواز سنائی دی۔ تو کلثوم چونک کر مڑی اور پھر بغیر کوئی بات کہنے تیزی سے باہر چلی گئی۔

"یار بڑے خوش قسمت ہو۔ دادہ۔ اسے کہتے ہیں مقد۔ بڑی خوب صورت لڑکی ہے۔" سو یہ فیاض کلچرہ بتا رہا تھا کہ اُسے اپنے آپ پر غصہ آ رہا ہے کہ اُس نے آخر اتنی جلد ہی شادی کیوں کر لی۔

"خوب سیرت نظر کم آرہی ہے۔" عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ اور پھر اس سے پہلے کہ فیاض کوئی جواب دیتا۔ دروازے میں ایک الجھے بالوں اور موٹے شیشوں کی عینک پہنے ایک آدمی اندر داخل ہوا۔ وہ بوڑھا ہونے کے باوجود اس کے چہرے پر خاصا رعب و دبدبہ تھا۔ جسم خاصا مضبوط اور بھرا بھرا تھا۔ اس کے جسم پر بہترین تراش کا سوٹ تھا۔ اور ہاتھ میں پائپ اور تمباکو کا ڈبہ۔ اس کے پیچھے کلثوم تھی۔

ان کے اندر داخل ہوتے ہی عمران اور سوہ فیاض دونوں ہی کھڑے ہو گئے۔ عمران تو بالکل اس انداز میں ہاتھ باندھے اور نظریں جھکا کر کھڑا تھا جیسے نماز پڑھ رہا ہو۔

"میں ڈاکٹر عمر ابدال ہوں۔" آنے والے نے خاصے رعب دادہ لہجے میں ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"جی بڑی خوشی ہوئی آپ سے ملاقات کر کے۔ میرا نام فیاض ہے۔ سپرنٹنڈنٹ فیاض۔ میں پائیکشیا کی سنٹرل انشیل جنس میں سپرنٹنڈنٹ ہوں۔ لیکن میں سرکاری طور پر نہیں آیا۔ چھٹی لے کر آیا ہوں۔ یہ علی عمران ہے۔ بڑا اچھا نوجوان ہے۔ بہت شریف ہے۔ اس کا کردار تو جناب اتنا اعلیٰ اور بے داغ ہے کہ شاید آپ کا بھی نہ ہو۔" دادہ سوہی۔ میرا مطلب ہے بے حد اعلیٰ۔ یہ جناب بہت خاندانی آدمی ہے۔ میرا مطلب ہے انتہائی اعلیٰ خاندان۔ آپ تو جانتے ہیں۔ سر رحمان آپ کے دوست ہیں۔ یہ ان کا اکلوتا بیٹا ہے۔" فیاض شاید ڈاکٹر کے رعب و دبدبے اور اس کے ساتھ کھڑی کلثوم کے بے پناہ حسن کی وجہ سے اس قدر بوکھلا گیا تھا کہ مسلسل اوٹ پٹانگ بولے چلا جا رہا تھا۔

"ہوں۔" تو رحمان نے تم جیسے اچن کو اپنے ٹھکے کا سپرنٹنڈنٹ بنا رکھا ہے۔ مجھے اس سے یہ امید نہ تھی۔ اور یہ اس کا بیٹا۔ یہ تو اس کا بیٹا ہی نہیں لگ رہا۔ مجھے تو اس کا ملازم لگ رہا ہے۔" ڈاکٹر

عمر ابدال نے منہ بناتے ہوئے کہا - اور پھر آگے بڑھ کر ان دونوں سے مصافحہ کرنے کی بجائے صوفے پر بیٹھ گیا۔ اس نے ان دونوں کو بھی بیٹھنے کے لئے نہ کہا تھا۔ البتہ اس نے کلثوم کو ساتھ بیٹھنے کا اشارہ ضرور کر دیا۔ اور کلثوم بڑی دلچسپ نظروں سے سامنے لمبوں کی طرح کھڑے ان دونوں کو دیکھتی ہوئی اپنے باپ کے ساتھ بیٹھ گئی۔

"بیٹھ جاؤ تم دونوں - اور مجھے بتاؤ کہ تم یہاں کیوں آئے ہو۔ مجھے رحمان نے فون کیا تھا کہ وہ دو خاص آدمیوں کو بھیج رہا ہے۔ اس وقت تو میں خاص کا مطلب نہیں سمجھا تھا۔ لیکن اب تم دونوں کی شکلیں دیکھ کر مجھے لفظ خاص کے معنی سمجھ آ گئے ہیں۔ میں رحمان سے بات کروں گا۔ کیا پوری دنیا میں مذاق کرنے کے لئے میں ہی رہ گیا ہوں" ڈاکٹر عمر ابدال کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ اور اس کا لہجہ سخت سے سخت ہوتا جا رہا تھا۔

"جناب کس کی جرأت ہے کہ کسی رنڈ دے سے مذاق کر سکے۔ جو مذاق کی جرأت کرنے والی کو زمین میں دفن کر آیا ہو۔ اس کے ساتھ مذاق تو بہ تو بہ" عمران نے بڑے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔ اور ساتھ ہی اس نے اس طرح دونوں گال پیٹنے شروع کر دیئے

جیسے چھوٹے بچے تو بہ کرتے وقت ایکشن کرتے ہیں۔ "شٹ اپ - احمق - نانس - تمہیں تمیز سے بات کرنے کی۔ کون رنڈ دے رہا ہے۔ کس کی بات کر رہے ہو"۔ عمر ابدال نے غصے سے دھاڑتے ہوئے کہا۔

"اُدھ جناب - واقعی ایسا ہوتا ہے۔ لیکن آہستہ آہستہ اللہ میاں صبر دے دیتا ہے۔ بزرگ کہتے ہیں۔ صبر آسمان سے بارش کی طرح بہتا ہے۔ بس شرط یہ ہے کہ آپ اس بارش میں پھرتی لے کر نہ کھڑے ہو جائیں۔ ویسے ماشاء اللہ کیا خوب صورت گاتی تھیں مرحومہ۔ لیکن جناب یہ لوگوں کی رائے تھی۔ مجھے تو کبھی سمجھ ہی نہیں آیا ان کا گانا۔ انہیں ببل عرب کہا جاتا تھا۔ ویسے اصولاً تو مرحومہ کو ببل افریقہ کہنا چاہیئے۔ کیوں جناب مصر تو براعظم افریقہ میں ہے"۔ عمران کی زبان چل پڑی اور اب ڈاکٹر عمر ابدال کے ساتھ ساتھ کلثوم اور فیاض دونوں ہیرت سے عمران کو دیکھ رہے تھے کیونکہ عمران کی بات شاید ان میں کسی کی سمجھ میں نہ آرہی تھی۔ "مرحومہ گاتی تھیں۔ ببل افریقہ۔ آخر تم کیسے بکواس کر رہے ہو۔ کیا تم یاگل ہو" ڈاکٹر عمر ابدال اس بڑی طرح چیخا کہ ڈرائنگ روم گونج اٹھا۔

”ادہ ادہ۔ اتنا شاک۔ ادہ۔ واقعی یہ مرحومہ سے آپ کی بے پناہ محبت کی نشانی ہے۔ لیکن جناب اللہ میاں بے نیاز ہے کس کی مجال ہے کہ اس کے سامنے دم مار سکے اور مارنا بھی چاہے تو اللہ میاں فوراً بے دم کر دیتا ہے دیے جناب میں نے بے دم کہہا ہے بے دم نہیں کہا لیکن ایک بات ہے مرحومہ کے بعد آپ واقعی بے دم ہی ہو گئے ہوں گے۔“

عمران کی زبان ایک بار پھر جل پڑی۔ اب شاید غصہ ڈاکٹر عمر

ابدال کی بہداشت سے باہر ہو گیا۔

"یوشٹ اپ ٹانسن۔ ذبح ہو جاؤ یہاں سے
نکل جاؤ فوراً۔ گھٹ آؤٹ یو بلڈ می فول" — عمر ابدال
اجہل کہ کھڑا ہو گیا۔ اس کا چہرہ غصے کی شدت سے
جُرمی طرح پھٹکنے لگا تھا۔ کلثوم بھی اس کے ساتھ
ہی کھڑی ہو گئی۔

"ڈیڈی — ڈیڈی یلیر آپ کا بلڈ پریشر۔ یلیر آپ
ایسے آپ کو کنٹرول میں رکھیں۔ — کلونم نے
ڈاکٹر عمر ابدال کا بازو دیکھتے ہوئے کہا۔

”ان کو باہر نکالو۔ ابھی۔ اسی وقت“ — ڈاکٹر
عمر اہل نے چیخ کر کہا۔

”آپ - پلیز جاتیں“ — کلثوم نے ہونٹ کاٹتے ہوئے عمران اور فیاض سے مخاطب ہو کر کہا۔

”جی بہت بہتر۔ اگر ہمارے جانے سے ان کا بلڈ پریشر
کنٹرول میں آجاتا ہے تو ٹھیک ہے ہم چلے جاتے

ہیں۔ چلو بندہ ریعہ خط ہی یہ ہمیں بتا دیں گے کہ کون
کون سی تنظیمیں کہتے چوری کہے ان کا بلڈ پریشر
جانتی کہتی رہتی ہیں۔ ” — عمران نے منہ بنا تے
ہوئے کہا۔ اور اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔

”ادہ ادہ — ادھر آؤ۔ واپس کیا کہہ رہے ہو
تم۔“ ڈاکٹر عمر ابدال نے یک لخت انتہائی
برت بھرے لہجے میں کہا۔

”جناب ابھی آپ کے ذہن پر مرحومہ کا صدمہ باقی ہے۔ جب آپ کو صبر آجائے گا تب ہی آپ سے بات ہوگی۔“ عمران نے منہ بنا تے ہوئے کہا۔

”آخر تم کیا بکواس کور ہے ہو۔ کس مرحومہ کی بات کور ہے ہو۔“ ڈاکٹر عمر ابدالی نے بڑی طرح پیر پٹختے ہوئے کہا۔

"جج۔ جج۔ جی۔ ان کا نام کلثوم ہے ناں۔ تو وہ ام کلثوم کہلاتی تھیں۔ جج۔ جج۔ بڑی عظیم ٹکو کا رہ تھیں لیکن اب آدمی ٹو بے بس ہے۔" عمران نے کلثوم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

اور ڈاکٹر عمر ابوالچند لکھے تو خاموش کھڑے رہے
پھر ایک لحظہ اس طرح تہقہہ مارا کہ ہنسے کہ وسیع و عریض
ڈرائنگ روم گونج اٹھا۔ اور کلمنٹ ان کے اس
طرح کے تہقہہ پر اس بڑی طرح اچھلی کہ جیسے اس کے

پروں تلے جم پھٹ گیا ہو۔
 "ڈیڈی ڈیڈی۔ پلےز۔ کیا ہو گیا ہے آپ کو"
 کلثوم کے چہرے پر شدید بوکھلاہٹ کے آثار نمایاں
 ہو چکے تھے۔ یقیناً وہ یہ سمجھی تھی کہ ڈاکٹر کا شدید غصے
 کی وجہ سے ذہن پلٹ گیا ہے۔
 "عجیب بات ہے۔ لوگ دھاڑیں مار مار کر روتے ہیں
 اور یہ قہقہے مار کر غم غلط کر رہے ہیں۔ انسانی نفسیات
 بھی واقعی عجیب چیز ہے۔" عمران نے بڑے
 معصوم سے لہجے میں کہا۔
 "بیٹھو بیٹھو۔ ادوہ اب میں سمجھا۔ تو تم مجھ سے ام کلثوم
 کی وفات پر تعزیت کر رہے تھے۔ ادوہ اس لئے تم
 ایسی باتیں کر رہے تھے۔" ڈاکٹر عمر ابدال نے
 بُری طرح منہ ہٹے ہوئے کہا۔
 "ادوہ۔ تو کیا وہ زندہ ہیں۔ ادوہ پھر تو واقعی آپ جہد
 کے مستحق ہیں۔ جن کی بیگم زندہ ہو۔ ان سے تو جہد دی کہ
 فرض بتایا جاتا ہے۔ لیکن میرا خیال ہے میں نے
 کسی سے سنا تھا کہ وہ وفات پا گئی ہیں۔" عمران
 نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔
 "سٹو مسٹر۔ میری بیٹی کا نام کلثوم ضرور ہے۔
 لیکن میری بیوی وہ ام کلثوم نہیں ہے۔ وہ مشہور عرب مُغنیہ
 جس کی بات تم کر رہے ہو۔ اور مجھے نہیں معلوم کہ وہ

زندہ ہے یا نہیں۔" ڈاکٹر عمر ابدال نے اپنے
 آپ پر کنٹرول کرتے ہوئے اس بار سنجیدہ لہجے میں
 کہا۔ وہ اور کلثوم دوبارہ صوفے پر بیٹھ چکے تھے۔
 "یعنی یہ کلثوم ہیں لیکن وہ ام کلثوم نہیں۔ کمال ہے۔
 یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ماں کے بغیر بیٹی۔ پھر تو یہ معجزہ
 ہے۔ حضرت عیسیٰ تو بغیر باپ کے تھے اور یہ بغیر
 ماں کے کمال ہے۔ واقعی کمال ہے۔" عمران نے
 آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس طرح سامنے بیٹھی کلثوم کو دیکھنا
 شروع کر دیا جیسے اُسے واقعی اس کی موجودگی کا
 یقین نہ آ رہا ہو۔
 "تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ ان کی ماں کا نام رابعہ ہے
 اور وہ ام کلثوم نہیں کہلاتیں۔ ضرور ہی نہیں کہ ہر کلثوم
 کی ماں ام کلثوم ہی کہلاتی ہے۔" ڈاکٹر عمر ابدال
 نے اب عمران کو اس طرح سمجھانا شروع کر دیا جیسے
 بڑے بچوں کو سمجھاتے ہیں۔
 "ادوہ۔ تو یہ اس لئے آپ سے تعزیت کر رہے
 تھے۔" اس بار کلثوم بھی ہنس پڑی۔ شاید بات اب
 اس کی سمجھ میں آئی تھی۔
 "تمہارا نام سن کر اسے غلط فہمی ہو گئی۔ بہر حال چھوڑو۔
 ماں تم کس کتبے اور کس تنظیم کی بات کر رہے تھے۔"
 ڈاکٹر عمر ابدال نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا

"نچ۔۔۔ جی۔۔۔ میں تو قبر کے کتبے اور رنڈوں کی تنظیم کی بات کر رہا تھا۔ اب مجھے کیا معلوم تھا کہ یہ بغیر ماں کے ہیں۔ بہر حال بڑا دلچسپ اور حیرت انگیز انکشاف ہے۔۔۔ میرے خیال میں دنیا کا یہ پہلا واقعہ ہوگا۔ کہ بغیر ماں کے بیٹی۔ واہ۔ ڈاکٹر صاحب۔ پھر تو ان کے شوہر۔۔۔ خوش قسمت ہوں گے۔"

عمران نے کہا۔

"کیا بکواس کر رہے ہو۔۔۔ کیا مطلب۔ کیا تمہارا کوئی پیچ واقعی ڈھیلا ہے؟" ڈاکٹر عمر ابدال کو دوبارہ غصہ آنے لگ گیا۔ "جی اس میں غصہ کرنے والی کون سی بات ہے۔ یہ تو اپنی اپنی قسمت کی بات ہے۔ ایک تو حضرت آدم تھے جن کی کوئی ساس نہ تھی۔ اور دوسرا ان کا ہونے والا شوہر ہوگا۔ واہ ساس کے بغیر داماد۔ کمال ہے خوش قسمتی کی۔" عمران نے ہلاتے ہوئے کہا۔

اور ڈاکٹر عمر ابدال ایک بار پھر قہقہہ مار کر ہنس پڑے۔ "ڈیڈی مجھے اجازت دیجئے۔" کلثوم نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"اچھا۔۔۔ یعنی ابھی ایسی لڑکیاں اس دنیا میں ہیں جو باقاعدہ باپ سے اجازت لیتی ہیں۔ کمال ہے۔ میں نے

یہی دیکھا ہے کہ شادی کر کے ڈیڈی سے کہتی ہیں۔ ہیلو ڈیڈی۔ ان سے ملتے۔ یہ میرے شوہر ہیں علی عمران" عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"یوشٹ اپ۔۔۔ تمہاری زبان ہے یا قینچی۔ تمہیں تمیز ہی نہیں بات کرنے کی۔" کلثوم نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"مم۔۔۔ مم۔۔۔ میں تو بطور مثال کہہ رہا تھا۔ آپ بے نیسک اجازت لے لیجئے۔ اب ڈاکٹر صاحب نے منع تھوڑی کرنا ہے۔ کیوں ڈاکٹر صاحب۔" عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں ڈاکٹر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اور ڈاکٹر عمر ابدال ایک بار پھر ہنس پڑا۔

"کسی وقت تو تم مجھے انتہائی ذہین اور گہرے آدمی لگتے ہو۔ اور کسی وقت تم واقعی احمقوں جیسی باتیں کرنے لگ جاتے ہو۔ بے بی۔ یہ میرے انتہائی گہرے دوست سر رحمان کا لڑکا ہے۔ اس لئے اگر اس نے کہہ بھی دیا ہے تو اس میں بُری بات کیا ہے؟"

ڈاکٹر عمر ابدال نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اوہ ڈیڈی۔ آپ بھی کمال کرتے ہیں۔ میں اس احمق سے شادی کر دوں گی۔" کلثوم نے بڑی بے باکی سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"نہیں نہیں۔ بالکل نہیں۔ آپ کیوں احمق سے

شادی کریں گی۔ احمق ہی آپ سے شادی کرے گا۔
عمران نے فوراً کہا۔

اور ڈاکٹر عمر ابدال عمران کے اس ذومعنی فقرے پر ایک بار پھر کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

"یوشٹ اپ"۔ کلنوم نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔ اور پھر اٹھ کر پیر پٹختی ہوئی ڈرائنگ روم سے باہر چلی گئی۔

"تم نے بے بی کو ناراض کر دیا ہے"۔ ڈاکٹر عمر ابدال نے ہنستے ہوئے کہا۔

"جوناراض ہو جاتا ہے۔ وہی خوش بھی ہوتا ہے جسے ناراض ہونا نہیں آتا اُسے خوش ہونا بھی نہیں آتا"

عمران نے بڑے فلسفیانہ لہجے میں جواب دیا۔ اور ڈاکٹر عمر ابدال چونک کر غور سے عمران کو دیکھنے لگے۔

"اوہ۔۔۔ انتہائی حیرت انگیز۔ تم واقعی بے حد گہرے ہو۔ اس لئے واقعی تم خاص آدمی ہو۔ اب مجھے یقین آتا جا رہا ہے کہ تم واقعی رحمان کے بیٹے ہو۔" ڈاکٹر عمر ابدال نے چونک کر کہا۔ وہ شاید عمران کے فلسفے سے بے حد متاثرہ نظر آ رہے تھے۔

فیاض اس دوران بالکل خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی شاید اب جو بات ہی نہ ہو رہی تھی کہ وہ کوئی بات کرے۔
"شکریہ یہ۔۔۔ یہ ڈیڑھی کے لئے واقعی ایک اچھا

مرٹیفیکٹ ہے"۔ عمران نے منہ بنا تے ہوئے کہا۔ اور ڈاکٹر عمر ابدال ہنس پڑا۔

"او۔۔۔ کے۔۔۔ تم اب میرے مہمان ہو۔ میں تمہارے لئے کمرے کھلاتا ہوں۔ تمہارا سامان کہاں ہے۔۔۔ ڈاکٹر عمر ابدال نے چونک کر کہا۔

"سامان۔۔۔ تو یہاں یہ رواج ہے۔ اوہ۔۔۔ ویدی سوری۔ مجھے تو پتہ نہیں تھا۔ میں تو اپنے ملک کے رواج کی طرح خالی ہاتھ آ گیا"۔ عمران نے چونک کر بڑے معذرت بھرے لہجے میں کہا۔

"رواج۔۔۔ کیسا رواج۔۔۔ کیا کہہ رہے ہو تم" ڈاکٹر عمر ابدال نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"مم۔۔۔ مم۔۔۔ میرا مطلب ہے۔ ہمارے ہاں تو دلہن سامان لے جاتی ہے۔ اُسے پہنیز کہتے ہیں۔ دولہا تو صرف حق المہر دیتا ہے۔ اور جناب دیتا کہاں ہے۔ بس وعدہ کر لیتا ہے دینے کا"۔ عمران نے کہا۔ اور ڈاکٹر عمر ابدال ایک بار پھر ہتھ مار کر ہنس پڑے۔

"اوہ۔ تو تم اس ارادے سے یہاں آئے ہو۔

ٹھیک ہے۔ رحمان میرے بہت عزیز دوست ہیں۔ مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ اگر تم بے بی کو منالو۔ ویسے ایک بات بتا دوں کہ اس کے لئے بڑے

اچھے اچھے رشتے آئے ہیں۔ لیکن بے بی نے سب کو صاف انکار کر دیا ہے۔ "ڈاکٹر عمر ابدال نے مکر اتے ہوئے جواب دیا۔

"ادہ۔ اس کے باوجود بھی وہ ابھی تک مس ہیں۔ حیرت ہے۔" عمران نے حیرت بھرے ہلچے میں کہا۔

"کیا مطلب۔ میں کہہ رہا ہوں اس نے انکار کر دیا ہے۔" ڈاکٹر عمر ابدال نے چونک کر کہا۔

"اسی لئے تو مجھے حیرت ہو رہی ہے۔ میں نے تو سنا تھا کہ عورت کی فطرت ہی انکار کرنا ہے۔ وہ عورت ہی نہیں جو ماں کر دے۔ جس طرح وہ سیاستدان ہی نہیں جو انکار کر دے۔ البتہ سیاست دان کے ماں کا مطلب ہمیشہ ناں ہوتا ہے اور عورت کی ناں کا مطلب ہمیشہ ماں ہوتا ہے۔" عمران نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔ اور ڈاکٹر عمر ابدال ایک بار پھر کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

"تم واقعی بے حد گہرے ہو۔ میری توقع سے بہت زیادہ۔ اور مجھے یقین ہے کہ تم اگر چند دن یہاں رہے تو بے بی کو اپنی فطرت کے خلاف بھی ماں کر فی پڑے گی۔" ڈاکٹر عمر ابدال نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"لیکن جناب میں سیاست دان نہیں ہوں۔ اس بات کا خیال ضرور رکھیں۔ ماں البتہ میں کوشش ضرور کر سکتا ہوں کہ آپ کا مسئلہ حل ہو جائے۔" عمران نے بڑے سنجیدہ ہلچے میں کہا۔

"میرا مسئلہ۔ میرا مسئلہ یہ کیسے بن گیا۔ ادہ میں بہت فراخ ذہن کا آدمی ہوں۔ میں بچوں کی پسند کو اپنی پسند سمجھتا ہوں۔" ڈاکٹر عمر ابدال نے کہا۔ اور عمران مسکرا دیا۔

"بچے تو جناب لولی پوپ ہی پسند کرتے ہیں۔ آپ اس بات کو چھوڑیں۔ اب آپ جیسا ڈاکٹر لولی پوپ منہ میں لئے ہوئے اپنے دفتر میں جا بیٹھے۔ کم از کم آپ اپنی حیثیت کا تو خیال رکھیں۔ ویسے آپ اتنی تو بتا ہی سکیں گے کہ آپ کو تنگ کس یہ ہے۔ کسی ایک کا نام تو آپ لیں گے۔ ہمارے ملک کا تو یہی رواج ہے پولیس کو چوروں کے باقاعدہ نام بتانے پڑتے ہیں۔ ورنہ وہ پرچہ ہی درج نہیں کرتے۔ اس لئے تو وہاں نجومیوں کا دھندہ زوروں پر ہے۔ جس کی چوری ہو وہ پہلے نجومی کے پاس جاتا ہے۔ اُسے بہت لمبی چوڑی فیس ادا کرتا ہے۔ ایک کالی بکری بھی بطور نذر پیش کرتا ہے۔ پھر وہ نجومی اُسے چوروں کے نام بتاتا ہے۔ اور وہ آدمی تب پولیس والوں کو یہ نام بتاتا

ہے۔ پولیس تفتیش کرتی ہے۔ چوروں کو پکڑ لیتی ہے۔ لیکن چور بجائے بخومی کے پاس جانے کے پولیس کو فیس ادا کر دیتے ہیں اور ان کا نام کٹ جاتا ہے اور جس کی چوری ہوتی ہے وہ بے چارہ نئے ناموں کے لئے پھر بخومی کے پاس جاتا ہے اور.....“

عمران کی زبان واقعی میرٹھ کی قینچی سے بھی زیادہ تیز چل رہی تھی۔

”یہ تمہیں آخر بیٹھے بیٹھے کیا ہو جاتا ہے۔ کبھی تو تم فلاسفروں کی طرح باتیں شروع کر دیتے ہو اور کبھی خواہ مخواہ کی بکواس — تم کہنا کیا چاہتے ہو“

ڈاکٹر عمر ابدال نے حقیقتاً زچ ہوتے ہوئے کہا۔

”فلاسفروں کو بھی ہمیشہ یہی لگہ رہا ہے کہ لوگ ان کی باتوں کو بکواس ہی سمجھتے ہیں۔ ڈیڈ می نے بتایا تھا کہ آپ چوری سے پریشان ہیں — لیکن ڈر کے مارے بھگانے نہیں جاتے کہ وہ نام پوچھیں گے۔ اس لئے ڈیڈ می نے مجھے کہا کہ جاکر تم ہی نام پوچھ آؤ“

عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ادہ ادہ — تو تم اس چوری کی بات کر رہے ہو۔ ادہ یہ مہاراکام نہیں ہے۔ تم بس یہاں رہو۔ بے بی تمہیں یہاں کی سیر کرانے گی۔ اور اس کے بعد جب تم واپس جانا چاہو گے وہ تمہیں ایئر پورٹ پر

الوداع کہہ آئے گی۔ اور سنو آئندہ اس قسم کی کوئی بات منہ سے نہ نکالنا۔“ ڈاکٹر عمر ابدال نے ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا اور پھر تیزی سے مڑ کر دروازے سے باہر نکل گئے۔ اور عمران منہ بنائے اٹھ کھڑا ہوا۔

”آؤ چلیں سوپہ فیاض۔ اب ہمیں خود ہی بخومی ڈھونڈنا پڑے گا۔“ عمران نے منہ بناتے ہوئے سوپہ فیاض سے کہا۔ جو واقعی احمقوں کی طرح بیٹھا عمران کی طرف دیکھ رہا تھا۔

”تو تم کسی چوری کے چکر میں یہاں آئے ہو۔ لیکن تم نے تو مجھے.....“ سوپہ فیاض نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

”ارے ارے دل چرانے کو چوری نہیں کہتے۔ ابھی قانون میں اس چوری پر کوئی دفعہ تجویز نہیں کی گئی۔ آؤ۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

”جناب۔ گیسٹ روم ادھر ہے۔ تشریف لیتے“

ان کے باہر نکلتے ہی ملازم نے آگے بڑھ کر بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔ شاید ڈاکٹر عمر ابدال جاتے ہوئے ملازم کو ہدایات دے گئے تھے۔

”ڈاکٹر صاحب سے کہہ دینا کہ ابھی فی الحال ان کے

پاس اتنا کرایہ نہیں ہے کہ وہ اس قدر شاندار گیسٹ روم میں رہ سکیں۔ ابھی تو ہم کسی کمرے سے ہوٹل میں رہیں گے۔" عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا اور پھاٹک کی طرف بڑھنے لگا۔ اور ملازم حیرت سے عمران کو دیکھتا رہ گیا۔ شاید اُسے سمجھ ہی نہ آ رہی تھی کہ وہ عمران کو کیا جواب دے۔

"ارے آپ کہاں جا رہے ہیں۔ ملازم نے بتایا نہیں آپ کو۔ گیسٹ رومز ادھر ہیں۔" اچانک ایک کمرے سے نکلتی ہوئی کلثوم نے حیرت بھرے لہجے میں عمران سے اور فیاض سے مخاطب ہو کر کہا۔ "بتایا تو ہے۔ لیکن وہ کرایہ۔ کوئی کتا سا ہوٹل بتا دیجئے آپ کی مہربانی۔" عمران نے بڑے مسرے سے لہجے میں کہا۔

"یونٹ اپ۔۔۔ تم یہ بات کہہ کر ہماری توہین کر رہے ہو۔ اب ہم مہانوں سے کرایہ لیں گے۔ ادھر آؤ۔" کلثوم نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔ "یعنی یعنی کہ مفت رہائش۔ واہ۔ سو پر فیاض اسے کہتے ہیں خوش قسمتی۔ پو دیں میں مفت رہائش۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم شاید جان بوجھ کر اپنے آپ کو احمق یوز کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہو۔ دینے اتنے احمق بھی نہیں

۔ اس بار کلثوم نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "مبارک ہو سو پر فیاض مبارک ہو۔ میں نہ کہتا تھا کہ پھر کو جوہک لگ سکتی ہے۔" عمران نے بڑے سرت بھرے لہجے میں فیاض سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور فیاض بے اختیار ہنس پڑا۔

کلثوم انہیں اپنے ساتھ لے کر عمارت کے شمالی حصہ کی طرف آئی۔ یہاں واقعی انتہائی جدید اور خوبصورت گیسٹ ہاؤسز کا پورا بلاک موجود تھا۔ کلثوم نے خود ان کی رہنمائی ایک گیسٹ سوٹ کی طرف کی۔ یہ سوٹ دو علیحدہ کمروں اور ایک مشترکہ ڈرائنگ روم پر مشتمل تھا۔ فیاض کو اس کے کمرے میں چھوڑنے کے بعد کلثوم واپس عمران کے کمرے میں پہنچی تو عمران سوٹ سمیت آرام کر سی پر بیٹھا ہوا اور دور سے خراٹے لے رہا تھا۔ اس نے اپنا سر کرسی کی پشت سے ٹکا رکھا تھا۔ آنکھیں بند تھیں۔ اور نرٹاٹوں کے زوردار ساتھ ساتھ اسے پورا کمرہ گونج رہا تھا۔

"تمہیں اتنی جلدی نیند کیسے آگئی۔ اور یہ ساتھ ساتھ بند کر دے۔ میں نے تم سے ایک انتہائی ضروری بات کہنی ہے۔" کلثوم نے سامنے رکھی کرسی گھسیٹ کر اس پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ضروری بات — اده تو کیا تم مان گئی ہو۔ اتنی عمر ان نے نہ صرف آنکھیں کھولتے ہوئے کہا بلکہ وہ اس سے آگے کی طرف بھی جھک آیا۔ اس کے بہرے ایسے آثار ابھرائے تھے جیسے اندرونی مسرت اس کا رداں رداں لہڑا رہا ہو۔

"کیا بکو اس ہے۔ سنو۔ میرے ساتھ سیدھی بارگاہِ کرم میں نے انکل رحمان سے بات کر لی ہے۔" کلثوم نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"ڈیڈی سے بات کر لی ہے۔ اده۔ ویرہی بیٹہ لیکن ڈیڈی کو اس بڑھاپے میں۔ اده یہ تو واقعی بہت بڑا ہوا۔ اده....." — عمران نے اس طرح منہ بناتے ہوئے کہا۔ جیسے اس کے حلق میں بیک وقت سینکڑوں کونین کی گولیاں پھنس گئی ہوں۔ "نائنس۔ تم انتہائی احمق۔ اور کیمنے ہو۔ بدتمیز۔ وہ میرے انکل ہیں۔" — اس بار واقعی کلثوم شرارت گئی۔

"لا حول دلا۔ اگر تم ابھی سے انہیں بدتمیز انکل کہہ رہی ہو تو بعد میں تو تم بچانے ان کا کیا حشر کر دو گی۔ مجھے اپنے سے زیادہ پاپنے والدین کی عزت عطا ہے۔" — عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ "ادہ — تم سے تو بات کہنا ہی عذاب ہے بچہ۔"

سرس مٹی کے بنے ہو۔ احمق آدمی میں یہ بات کہہ رہی ہوں کہ میں نے انکل سے بات کی ہے۔ انکل نے بتایا ہے کہ ڈیڈی یہاں کسی سرکاری کتبے کی چوری کے چکر میں پھنس گئے ہیں اور تم پاکیشیائی سیکرٹ سرورس کے لئے کام کرتے ہو۔ اس لئے انہوں نے تمہیں ڈیڈی کی امداد کے لئے بھیجا ہے۔ اب مجھے تفصیل بتاؤ۔ کیا چکر ہے۔ لیکن تمہاری باتیں سن کر مجھے یقین آتا جا رہا ہے کہ پاکیشیائی سیکرٹ سرورس یقیناً احمقوں کا ٹولہ ہو گی۔" کلثوم نے بڑا سامنے بناتے ہوئے کہا۔

"بالکل بالکل — تمہارا تجربہ بالکل درست ہے۔ میں بھی یہی کہتا ہوں۔ لیکن کوئی مانتا ہی نہیں۔ سب مجھے ہی احمق کہہ کر اپنا دل خوش کرتے رہتے ہیں۔ چلو کسی بات پر تو ہم آہنگی ہوتی — باقی باتوں میں بھی آہستہ آہستہ ہو جائے گی۔" — عمران نے اثبات میں زور زور سے سر ہلاتے ہوئے کہا اور کلثوم بے اختیار ہنس پڑی۔

"پہلے تو تم یہ بات کان کھول کر سن لو کہ میں ہرگز ہرگز تمہارے ساتھ شادی نہیں کروں گی۔ بالکل نہیں کروں گی۔ کبھی نہیں کروں گی۔ سمجھے۔" — کلثوم نے گلا پھاڑ کر اور پیچ پیچ کر کہنا شروع کر دیا۔

"آہستہ بولو۔ میں تمہاری طرح بہرہ نہیں ہوں۔ باقی یہی شادی والی بات تو مجھے بھی ڈیڈی نے کہا تھا کہ بس ڈاکٹر

کی بیٹی کو دیکھتے آنا۔ ڈاکٹر صاحب اپنی بیٹی کی بڑی تعریفیں کرتے ہیں۔ کہتے ہیں بہت حسین ہے۔ بہت خوب صورت ہے۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہے۔ اس کا حسن اخلاق بھی انتہا پر ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ لیکن یہاں آکر میں نے ان میں سے ایک بات بھی نہیں دیکھی۔ ویسے تو ہر باب اپنی بیٹی کو چاند کا ٹکڑا کہتا ہی رہتا ہے۔ تاکہ بے چاری کی کسی نہ کسی جگہ شادی ہو جائے اور اس کے گھر سے عذاب اٹک دوسرے کے گھر پڑ جائے۔ لیکن چلو چاند کا ٹکڑہ نہ سہی ریڑھ تو ہو۔ یہاں تو اتنی بھی بات نہیں ہے۔ "عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ اور کلثوم کا چہرہ غصے سے سرخ ہونے لگا۔ "تم۔ تمہاری یہ جو آت کہ تم میری توہین کر دجائے ہو پورے مصر کے نوجوان مجھ سے شادی کی حسرت میں مر رہے ہیں اور تم۔ تم میری توہین کر رہے ہو۔" کلثوم نے غصے سے کانپتے ہوئے ہلچے میں کہا۔ "ایسے نوجوانوں کو مرنا ہی چاہیے۔ میرے خیال میں یہاں کے نوجوانوں کی نظریں بہت کمزور ہیں۔ انہیں بادا کھانا چاہیے۔ کیا خیال ہے۔" "عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں تمہیں گولی مار دوں گی۔ سمجھ۔ اب اگر کوئی بکواس کی۔ میں تمہیں صرف اس لئے برداشت کر رہی ہوں کہ

ڈیڈی کس چکر میں پھنس گئے ہیں۔ میں نے تو ان سے لاکھ پوچھا ہے۔ وہ تو کچھ بتاتے نہیں۔ اگر ڈیڈی کا مسئلہ درمیان میں نہ ہوتا تو میں خود تمہیں دھکے مار کر یہاں سے باہر نکال دیتی۔" کلثوم داقتی بے پناہ غصے کے عالم میں بول رہی تھی۔

"تمہارے ڈیڈی تو بڑے فراخ دل ہیں۔ میری ان سے بات ہوئی ہے۔ وہ تو ظالم سماج کا کمزور اداکار نے پر تیار نہیں ہیں۔ اس کے باوجود تمہیں ان کے درمیان میں ہونے پر اعتراض ہے۔ سچ کہتے ہیں آج کل کی لڑکیاں بہت خود سر ہو گئی ہیں۔" "عمران نے بڑے دھیمے اور ٹھنڈے لہجے میں جواب دیا۔ اور کلثوم اس طرح ہونٹ بھینچ کر اسے دیکھنے لگی جیسے ابھی اکٹھ کر بھوکے عقاب کی طرح اس پر جھپٹ پڑے گی۔ لیکن عمران کے چہرے پر وہی احمقانہ معصومیت کا دریا بہہ رہا تھا۔

"تم شاید دنیا کے سب سے بڑے ڈھیٹ ہو۔ درنہ تمہاری جگہ کوئی اور ہوتا تو غیرت سے اب تک زمین میں دس بار دفن ہو چکا ہوتا۔" آخر کلثوم نے بے چارگی کے سے انداز میں جھپٹے ہوئے کہا۔

"تم ہاں کر دو تو میں دس بار کیا پچاس بار دفن ہونے کے لئے تیار ہوں۔" "عمران نے بڑے سادہ سے

ہلچے میں کہا۔

”پھر وہی بات — میں کہہ رہی ہوں اس موضوع پر۔ پہلے تو شاید میں سوچتی بھی ہوں۔ لیکن نے میرے متعلق جو کچھ کہا ہے۔ اس کے بعد تو میں اس موضوع پر سوچنا بھی گوارا نہیں کر سکتی۔“ کلثوم نے ایک بار پھر جھنجھلا تے ہوئے کہا۔

”سوچنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ اس سے اچھا تو یہاں رہے لے اور کب آسکتا ہے۔ اور یہ موقع تھا کہ ہاتھ سے نکل گیا تو پھر باقی عمر اپنے سر پر سفید بال

رہ جاوے گی۔“ — عمران نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ کلثوم سے شادی کی آفر کے خود کوئی بہت بڑی قربانی دے رہا ہو۔

”تم جاؤ بہنم میں — میں ڈیڈی سے خود ہی ساری بات پوچھ لوں گی۔“ — کلثوم جھنجھلاہٹ کے آخری پوائنٹ پر پہنچ چکی تھی۔ چنانچہ وہ پیر پختی ہوئی اکٹھی۔ دروازے کی طرف مڑ گئی۔

عمران نے دوبارہ کسی کی پشت سے سر ٹکایا اور سے پہلے کہ کلثوم بیرونی دروازے تک پہنچتی اس کے خراٹوں کا سارن پہلے سے بھی زیادہ گونجنا شروع کر دیا۔

کلثوم دروازے کے قریب پہنچ کر رکی اور پھر

واپس مڑ کر اس قدر تیزی سے عمران کی طرف چھٹی جیسے واقعی کوئی بھوکا عقاب کسی ننھی سی چڑیا پر جھپٹتا ہے۔

”ارے ارے اتنی تیزی سے مت چلا کر دو۔ ہمارے ہاں کی بڑی بوڑھیاں لڑکیوں کو اتنی تیزی سے نہیں چلنے دیتیں۔“ — ان کا خیال ہے کہ لڑکیاں تیز چلیں تو حیا و شرم اس تیز رفتاری کا ساتھ نہیں دے سکتی۔“ — عمران نے

نہایت ہی آنکھیں کھول کر کہا۔

اور کلثوم جو غصے کی شدت سے آگے بڑھ رہی تھی ہاتھ سے نکل گیا تو پھر باقی عمر اپنے سر پر سفید بال

رہ جاوے گی۔“ — عمران نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ کلثوم سے شادی کی آفر کے خود کوئی بہت بڑی قربانی دے رہا ہو۔

”تم جاؤ بہنم میں — میں ڈیڈی سے خود ہی ساری بات پوچھ لوں گی۔“ — کلثوم جھنجھلاہٹ کے آخری پوائنٹ پر پہنچ چکی تھی۔ چنانچہ وہ پیر پختی ہوئی اکٹھی۔ دروازے کی طرف مڑ گئی۔

عمران نے دوبارہ کسی کی پشت سے سر ٹکایا اور سے پہلے کہ کلثوم بیرونی دروازے تک پہنچتی اس کے خراٹوں کا سارن پہلے سے بھی زیادہ گونجنا شروع کر دیا۔

کلثوم کو مزید تنگ کیا تو یقیناً وہ دیوار میں ٹکے مار دے گی۔

"تم آثار قدیمہ کے کس شعبے میں پیشلائزہ کر رہی ہو
 عمران نے اچانک انتہائی سنجیدہ لہجے میں پوچھا اور
 بڑی طرح چونک کر اُسے دیکھنے لگی۔ عمران کا پہلا
 واقعی اس قدر تیزی سے بھی بدل سکتا ہے۔
 اُسے کیا معلوم اس کا واسطہ کس سے پڑ گیا ہے۔
 "قدیم مصری تاریخ میں" — کلثوم نے جلدی
 جواب دیا۔

"اچھا پھر بتاؤ۔ قلوبطرہ کی ناک کی جڑ اور نوک کے
 کون سا زاویہ بنتا تھا" — عمران نے معصوم
 لہجے میں کہا۔ اور کلثوم اس کی بات سن کر کھلکھلا
 ہنس پڑی۔

"نہیں آتا۔ اچھا یہ بتا دو کہ اگر قلوبطرہ کی ناک کی نوک
 ایچ کے ہزارویں حصے کی حد تک بھی اگر دائیں یا بائیں
 طرف کو جھکی ہوئی ہوتی تو قلوبطرہ ملکہ بننے کی بجائے
 ہوتی" — عمران نے دوسرا سوال پوچھا۔

"لعنت بھیجو قلوبطرہ پر۔ میں پوچھ رہی ہوں ڈیڑی کی
 جگہ میں پھنس گئے ہیں۔ مجھے تفصیل بتاؤ" — کلثوم
 نے ایک بار پھر جھنجھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔
 "وہی تو بتا رہا ہوں۔ تمہارے ڈیڑی قلوبطرہ کی ناک
 کے زاویے کے چکر میں پھنسے ہوئے ہیں۔ انہیں
 کتبہ ملا تھا۔ جن میں اس کی ناک کا زاویہ درج تھا۔

وہ کتبہ چرا لیا گیا۔ اب تمہارے ڈیڑی بضد ہیں کہ وہ کتبہ
 واپس لایا جائے۔ تاکہ قلوبطرہ کی ناک کے صحیح زاویے
 کا وہ اعلان کر کے دنیا کو بتا سکیں کہ قلوبطرہ تو خواہ مخواہ
 سینہ عالم مشہور تھی۔ اس سے زیادہ اچھا زاویہ
 تو میری بیٹی کلثوم کی ناک کا ہے۔" — عمران نے
 جواب دیا اور کلثوم نہ چاہنے کے باوجود بے اختیار
 ہنس پڑی۔

"بکو اس کم نے میں شاید تم ورلڈ چیمپئن ہو"
 کلثوم نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ایسا صرف پہلے محسوس ہوتا ہے بعد میں تو تم ہی
 وکٹری سینڈ پر کٹری نظر آؤ گی" — عمران نے مسکراتے
 ہوئے جواب دیا۔

"تو مطلب یہ ہے کہ کوئی کتبہ یورپی ہوا ہے۔ ٹھیک
 ہے۔ اب میں اسے تلاش کر لوں گی۔ یہ یقیناً عبدالمقصود
 گروپ کا کام ہو گا" — کلثوم نے اٹھتے ہوئے
 انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"عبدالمقصود گروپ" — تمہیں اس پر شک کیسے گزرا۔
 عبدالمقصود گروپ تو صرف نوادرات کی سمگلنگ تک ہی
 محدود ہے۔" — عمران نے بھی چونک کر کہا۔

اور کلثوم مڑتے مڑتے ایک بار پھر رک گئی۔ اس کے
 پہرے پر انتہائی حیرت کے آثار ابھر آئے۔

"تم — تم اس گروپ کو کیسے جانتے ہو۔ کیا تم پہلے مصر آچکے ہو" — کلثوم نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"اسے چھوڑ دو۔ مجھے یہ بتاؤ کہ تمہیں اس گروپ پر شک کیسے ہوا" — عمران اس بار واقعی بے حد سنجیدہ تھا۔ اس نے یہاں آنے سے پہلے اپنے طور پر یہاں موجود معروف گروپوں کے بارے میں معلومات حاصل کی تھیں — اور جس گروپ کا نام کلثوم نے لیا تھا اس کے متعلق واقعی اُسے یہی معلوم ہوا تھا کہ یہ گروپ نوادرات کی سمگلنگ کے سلسلے میں بے حد بدنام ہے۔

"عبدالمقصود کو میں جانتی ہوں۔ اس نے میرے رشتے کے لئے ڈیڈی سے کہا تھا۔ وہ بظاہر یہاں کا ایک بہت بڑا ریس زادہ ہے — قاہرہ میں اس کے دو عظیم الشان ہوٹل ہیں۔ اور شاید میں راضی بھی ہو جاتی۔ لیکن مجھے میری یونیورسٹی کی ایک سہیلی نے اس کے متعلق تفصیل سے بتا دیا — میری یہ سہیلی اس کی پرائیویٹ سیکرٹری رہ چکی ہے۔ اس نے اس کو بے حد خراب کیا۔ اُسے شادی کے لالچ دے دے کہ خراب کرتا رہا — اور جب اس کا دل بھر گیا۔ تو اُسے لات مار کر نوکری سے باہر نکال دیا۔ اس نے

مجھے بتایا کہ عبدالمقصود بہت بڑا مجرم ہے۔ اس نے پورا گروپ بنایا ہوا ہے۔ اور وہ بڑے بھیانک جرائم کرتا ہے — لیکن بظاہر وہ بہت شریف لگتا ہے۔ اس کی حقیقت معلوم ہونے پر میں نے ڈیڈی کو اس رشتے کے بارے میں صاف انکار کر دیا ہے۔ اس کے بعد عبدالمقصود یونیورسٹی آیا — اس نے مجھے دھمکی دی کہ وہ مجھ سے اور میرے ڈیڈی سے اس انکار کا عبرت ناک انتقام لے گا۔ مجھے یقین ہے یہ ساری حرکت اس کمینے نے کی ہوگی — میں اس کے دفتر میں جا کر اس کے سر پر جوتیاں ماروں گی۔ میں دیکھوں گی کہ وہ کتہہ کیسے واپس نہیں کرتا" — کلثوم نے انتہائی جذباتی لہجے میں تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ اور عمران دل ہی دل میں ہنس پڑا۔ کلثوم بھی لڑکیوں کی طرح انتہائی جذباتی تھی — لیکن اب عمران کو یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ وہ باوجود بے باک اور جدید ہونے کے اندر سے قطعاً سادہ لوح قسم کی لڑکی ہے۔ ورنہ وہ اس قسم کی جذباتی بات نہ کرتی۔

"جوتیاں بے شک مار دو۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ مجھے ایسی لڑکیاں بے حد پسند ہیں جو سوائے اپنے ہونے والے شوہر کے باقی سب مردوں کے سروں پر جوتیاں مارتی رہتی ہیں — اس طرح وہ دوسروں کو ہی جوتیاں

مار مار کر اتنا تھک جاتی ہیں کہ شوہر کی باری ہی نہیں آتی۔
لیکن یہ کام عبدالمقصود دیا اس کے گردپ کا نہیں ہے۔
کیونکہ جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے وہ صرف
سمگلنگ کا دھندہ کرتا ہے۔ یہ کسی ایسے گردپ
کا کام ہے جو نہ فون مقبرے کھود کر نوادرات اڑاتا ہو۔
عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"ادہ۔ تو پھر ہو سکتا ہے یہ ڈان گردپ کا کام ہو۔ ایک
بار ڈیڈی کے اسسٹنٹ اور ڈیڈی کے درمیان ہونے
والی گفتگو میں نے اچانک سن لی تھی۔ وہ ایسے
ہی مجرم گردپ کی باتیں کر رہے تھے۔" کلثوم نے
جواب دیا۔

"کون سے اسسٹنٹ کی بات کر رہی ہو؟" — عمران
نے چونک کر پوچھا۔

"ابوالفتح کی۔ وہ ڈیڈی کا دست راست تھا۔"
کلثوم نے ہونٹ چباتے ہوئے جواب دیا۔

"تھا کیا مطلب؟" — عمران نے چونک کر پوچھا۔
"تھا کا مطلب ہوتا ہے کہ اب نہیں ہے۔ تمہیں اتنی
بھی عقل نہیں ہے۔ وہ مر گیا ہے۔ ایک ایکسیڈنٹ میں
مر گیا ہے۔" — کلثوم نے منہ بناتے ہوئے جواب
دیا۔

"کتنا عرصہ ہوا؟" — عمران نے پوچھا۔

"دوماہ تو ہو گئے ہوں گے۔ ڈیڈی اس کی موت پر
بے حد غمگین ہو رہے تھے۔" — کلثوم نے جواب دیا۔
"وہ کہاں رہتا تھا؟" — عمران نے پوچھا۔
"کیوں؟" — تم کیوں پوچھ رہے ہو؟" — کلثوم نے

چونک کر پوچھا۔
"اس لئے کہ شاید اس کی بیوہ ابھی نوجوان ہو۔ آخر
دیکھ لینے میں کیا حرج ہے؟" — عمران نے جواب دیا۔
"تم۔ تم اس کی بیوہ سے شادی کر دو گے۔ تم
یہی کہہ رہے ہو۔ یہی تمہارا مطلب ہے۔" — کلثوم نے
ہونٹ بیچنے ہوئے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔ اس کی
آنکھوں سے شعلے سے نکلنے لگے تھے۔

"بناؤ اور کیا کر دوں۔ آخر میں نے شادی تو کم فی ہے۔
کب تک کنوارہ پھرنا ہوں گا۔ اور تو کوئی مانتا ہی نہیں
شاید وہ بیوہ....." — عمران نے بڑی بے چارگی
سے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"ہونہ۔ تو تم اس سے شادی کر دو گے۔ ٹھیک۔
اب تمہیں کرنی پڑے گی اس سے شادی۔ چلو اٹھو۔
ابھی اسی وقت۔ اگر تم نے اس سے شادی نہ کی تو
میں تمہیں اس کے سامنے گولی مار دوں گی۔ ایک لمحہ بھی
دیر نہ کر دوں گی۔" — کلثوم نے بھرپور ہوتے لہجے
میں کہا۔

"اور اگر تمہاری طرح اس نے بھی انکار کر دیا تب" عمران نے منہ بنا تے ہوئے کہا۔

"اگر اس نے انکار کر دیا تو میں کمروں کی تم سے شادی۔ یہ میرا وعدہ رہا۔ وہ کیسے انکار کرے گی۔ اس کی جو آت ہے کہ وہ انکار کرے۔ چلو۔ اٹھو۔ ابھی چلو" — کلثوم نے پیر پٹختے ہوئے کہا۔

"وہ گواہ اور مولوی صاحب۔ ان کا کیا ہوگا"

عمران نے مسمے سے ہلچے میں کہا۔

"تم چلتے ہو یا نہیں۔ چلو" — کلثوم نے غصے سے چیختے ہوئے کہا اور پھر عمران کا بازو پکڑ کر اس طرح دروازے کی طرف گھسیٹنے لگی جیسے قصائی بکری کو زبردستی ذبح خانے کی طرف گھسیٹ کر لے جاتا ہے۔

نوک دد قعر میں ریت کے ایک ادینے سے ٹیلے کے ساتھ ایک بڑا ایتھرنڈیشنڈ نیمہ نصب تھا۔ ساتھ ہی ایک بڑی اور انتہائی طاقتور انجن والی گہرے نیلے رنگ کی جیپ کھڑی تھی — جیپ پر مصر کے محکمہ آثار قدیمہ کا مخصوص سلوگن لکھا ہوا تھا۔ جیپ کے اوپر زرد رنگ کی دھاریوں والا کپڑا اس طرح پڑا ہوا تھا۔ کہ اس سے صرف جیپ کی چھت ڈھکی ہوئی تھی۔ نیمہ بھی زرد رنگ کی پٹیوں کے کپڑے کا بنا ہوا تھا — اور ان زرد رنگ کی پٹیوں کی وجہ سے دور سے یہ جیپ اور نیمہ ریت کا ہی ایک حصہ نظر آتے تھے۔

نیمے کے اندر تین مرد اور ایک نوجوان عورت سرخ رنگ کے قالین کے اوپر ایک دائرے کی صورت

میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے درمیان ایک بڑا سا کاغذ پھیلا ہوا تھا۔ جس پر کوئی انتہائی پُرپیچ قسم کا نقشہ بنا ہوا تھا۔ ان میں سے ایک جلسے قد اور ہواؤں بالوں اور انتہائی کٹھن جسم کا نوجوان ہاتھ میں ٹرانسمیٹر اٹھائے ہوئے تھا۔ لیکن اس کی نفیس بھی اس کاغذ پر ہی چھپی ہوئی تھیں۔ یہ چاروں غیر ملکی تھے۔

"کیا تمہیں یقین ہے آرگن کہ کتبہ صحیح طور پر پڑھا گیا ہے۔" لوہکی نے نظریں اٹھاتے ہوئے اس ٹرانسمیٹر والے کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"بالکل۔ جان آرٹلٹ سے بڑا قدیم مصری زبانوں کا ماہر اور کون ہو سکتا ہے۔" آرگن نے ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

"میرا خیال ہے کہ نتاشا درست کہہ رہی ہے۔ کتبہ پڑھنے میں یقیناً غلطی ہوئی ہے۔" ایک درمیانے قد لیکن گھٹے ہوئے جسم کے نوجوان نے کہا، اور آرگن اسکی بات سن کر بڑی طرح چونک پڑا۔

"کیا مطلب ڈان۔۔۔ یہ تم کیسے کہہ رہے ہو۔" آرگن نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"سنو نتاشا ایسے کاموں میں ماہر ہے۔ اگر اس نے اس نقشے میں کوئی غلطی محسوس کی ہے تو پھر یقیناً یہ غلط ہو گا۔" ڈان نے قدرے تسکمانہ لہجے میں جواب

دیتے ہوئے کہا۔
"نتاشا ماہر ہے تو جان آرٹلٹ بھی کسی سے کم نہیں ہے۔ یہ نقشہ اس کا بنایا ہوا ہے۔" آرگن نے برا سامنہ بٹاتے ہوئے جواب دیا۔ اس کا اندازہ ایسا تھا جیسے اُسے ڈان کے الفاظ نے شدید تکلیف پہنچائی ہو۔

"جان آرٹلٹ تمہارا باپ ہے آرگن۔ اس لئے تم جذباتی انداز میں سوچ رہے ہو۔ بہر حال نتاشا اپنی بات کی وضاحت کرے گی۔"

"لوہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم ایک عظیم مقصد کے لئے یہاں اکٹھے ہوئے ہیں۔ اس لئے چھوٹی چھوٹی باتوں پر آپس میں شک نہ بنی ہوئی چاہیے۔" اس نقشے میں ایک بنیادی غلطی موجود ہے۔ اور میرا خیال ہے ایسا صرف غلط فہمی کی بنا پر ہوا ہے۔ ورنہ جان آرٹلٹ قدیم مصری زبانوں پر واقعی اتنا ماہر کی حیثیت رکھتا ہے۔

لوہکی جس کا نام نتاشا تھا نے کہا۔
"کیا غلطی ہے۔" آرگن نے ہونٹ چباتے ہوئے پوچھا۔

"دیکھو۔ یہ ہے وہ جگہ جہاں اس وقت ہم موجود ہیں۔ نقشے کے مطابق اس کے شمال میں تیس کلومیٹر پر آفح کا مدفون مقبرہ موجود ہونا چاہیے۔ یہ ہے وہ جگہ

لیکن بنیادی طور پر یہ غلط ہے۔ کیونکہ قدیم مصری کبھی بھی دریا سے اتنے فاصلے پر مقبرے نہیں بنایا کرتے تھے۔ آج تک جتنے بھی مقبرے ملے ہیں وہ دریا کی پرانی گزرگاہ کے کناروں سے زیادہ سے زیادہ چار کلومیٹر کی پٹی کے اندر ملے ہیں اور یہ جگہ دریا کی پرانی گزرگاہ سے قریباً ڈیڑھ سو کلومیٹر اور بنتی ہے۔ نتاشا نے بڑے مابہرہ انداز میں کہا۔

"لیکن کتبے میں ایسا لکھا ہوگا۔ تبھی ڈیڈی نے اُسے یہاں دکھایا ہے۔" آرگن نے اس بار قدرے ڈھیلے لہجے میں جواب دیا۔ کیونکہ نتاشا کی بات میں واقعی وزن تھا۔

"میرا خیال ہے۔ ہمیں اس جگہ کا بھرپور اندازہ لینا ضرور لے لینا چاہیے۔ ہو سکتا ہے یہ مقبرہ عام مقبروں سے ہٹ کر بنایا گیا ہو۔ کوئی بھی وجہ ہو سکتی ہے۔" آرگن کے ساتھ بیٹھے ہوئے ایک اور نوجوان نے پہلی بار زبان کھولتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ میں دقت اور رویہ ضائع کرنے کا عادی نہیں ہوں۔ تمہیں معلوم ہے کہ خواہ مخواہ کی کھدائی کتنا خرچ آجائے گا۔ جب تک صحیح مقام کا علم نہ جائے اس دقت تک کوئی کھدائی نہیں ہوگی۔" ڈان نے فیصلہ کن لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تمہاری بات درست ہے ڈان۔ مجھے مکمل یقین ہے کہ یہ مقبرہ اس جگہ نہیں ہو سکتا۔ اس لئے لاکھوں روپے بہادری کے لئے کا کوئی فائدہ نہیں۔" نتاشا نے کہا۔ اور ڈان نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"اس کا مطلب ہوا کہ یہ مشن ختم سمجھا جائے۔" آرگن نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"ختم کیوں سمجھا جائے۔ ہم نے بہر حال یہ مقبرہ تلاش کرنا ہے۔ میرا خیال ہے اگر نتاشا تمہارے ڈیڈی سے بات کر لیں تو شاید مسئلہ حل ہو جائے۔" ڈان نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ ایسا ہونا ناممکن ہے۔ ڈیڈی کبھی اس پر

رضامند نہ ہوں گے۔ وہ اس معاملے میں انتہائی سکی جانمہ ضرور لے لینا چاہیے۔ ہو سکتا ہے یہ مقبرہ عام مقبروں سے ہٹ کر بنایا گیا ہو۔ کوئی بھی وجہ ہو سکتی ہے۔" آرگن کے ساتھ بیٹھے ہوئے ایک اور نوجوان نے پہلی بار زبان کھولتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ میں دقت اور رویہ ضائع کرنے کا عادی نہیں ہوں۔ تمہیں معلوم ہے کہ خواہ مخواہ کی کھدائی کتنا خرچ آجائے گا۔ جب تک صحیح مقام کا علم نہ جائے اس دقت تک کوئی کھدائی نہیں ہوگی۔" ڈان نے فیصلہ کن لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

دے دی گئی۔ اور یہ رسید ڈیڑھی تک پہنچا دی گئی۔
وہ مطمئن ہو گئے۔ "آرگن نے تفصیل بتاتے ہوئے
کہا۔

"تو پھر ایسا ہے کہ نتاشا مصری حکومت کی طرف سے
ہی ان سے بات چیت کرنے جاسکتی ہے۔ کیوں نتاشا
ڈان نے کہا۔

"نہیں۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ وہ مجھے اچھی طرح
جانتے ہیں۔ میں ان کی شناخت کر رہی ہوں۔ انہوں نے
مجھ پر بڑا زور دیا تھا کہ میں مصری آثار قدیمہ کے مجسمے
میں ملازمت کر لوں۔ لیکن میں نے انکار کر دیا کہ میں
میں ملازمت کی بجائے فری لانس کے طور پر کام کرنا چاہتی
ہوں۔" نتاشا نے جواب دیا۔

"اگر کتبہ ہمارے پاس موجود ہے تو اسے نتاشا
کو پڑھایا جاسکتا ہے۔" تیسرے نوجوان نے کہا۔
"نہیں وہ جس زبان میں ہے میں اسے نہیں پڑھ سکتی
وہ انتہائی قدیم ترین کتبہ ہے۔ اور تصویری زبان میں ہے۔
البتہ جان آرنلٹ کے علاوہ صرف ایک آدمی ایسا
جو اسے پڑھ سکے گا۔ اور وہ ہیں سر کمال عبد اللہ
لیکن تم جانتے ہو وہ حکومت مصر کے خاص آدمی ہیں
اگر یہ کتبہ ان کی نظروں میں آگیا تو یقیناً حکومت کو اس
علم ہو جائے گا۔ اور پھر پوری مصری حکومت ہمارے

خلاف اٹھ کھڑی ہوگی۔" نتاشا نے جواب دیا۔
"تو پھر ایسا ممکن ہو سکتا ہے کہ ہم سر کمال عبد اللہ کو
اغوا کر لیں اور انہیں اس کتبے کو پڑھنے پر مجبور کر دیں۔
جب وہ اسے پڑھ لیں تو پھر ان کا خاتمہ کر دیا جائے۔"

ڈان نے کہا۔
"اور اگر سر کمال عبد اللہ نے بھی اس نقشے کی
تصدیق کر دی تو۔" آرگن نے ہونٹ بیچتے ہوئے
کہا۔

"تو پھر ہم کھدائی کا آغاز کر دیں گے۔" ڈان نے
فریادی جواب دیا۔

"لیکن سر کمال عبد اللہ مصر کی بہت بڑی شخصیت ہیں۔
ان کا اغوا بھی ایک بہت بڑا دھماکہ ہوگا۔ اور مجھے یقین
ہے کہ مصری حکومت کے سارے کتے ہماری تلاش میں
مگن کھڑے ہوں گے۔" تیسرے نوجوان نے کہا۔
"اگر ہم بلا تھویر بچا کر کام کریں تو ایسا نہیں ہوگا۔ اس
کے لئے ایسی منصوبہ بندی کی جاسکتی ہے کہ سر کمال
عبد اللہ کے اغوا کا علم ہی نہ ہو اور پھر ان کی موت بھی
قدرتی ظاہر ہو۔" ڈان نے کہا۔

"لیکن یہ اس شعبے کے لئے بہت بڑا دھچکہ ہوگا ڈان۔
سر کمال عبد اللہ واقعی بہت بڑی علمی شخصیت ہیں۔
نتاشا نے کہا۔

"ہوتے رہیں اور کئی عبداللہ پیدا ہو جائیں گے۔ اگر ہمیں یہ مقبرہ مل گیا تو یقیناً کم و بھاری سات نسلیں اتنی دولت مند ہو جائیں گی کہ ان میں سے ہر ایک پورے مصر کو دس بار خرید کر کے گا۔" ڈان نے بڑے سپاٹ پہنچیں کہا۔

"ٹھیک ہے۔ جیسے تمہاری مرضی۔" نتاشا سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

"وہ کتبہ کہاں ہے آرگن۔" ڈان نے آرگن سے مخا طب ہو کر پوچھا۔

"وہ میں نے ایک لاکر میں محفوظ رکھا ہوا ہے۔" آرگن نے جواب دیا۔

"او۔ کے۔ پلو اب پہلے سر کمال عبداللہ مسکے نمٹالیں پھر سپاٹ کا جائزہ لینے آئیں گے۔" ڈان نے اٹھتے ہوئے کہا۔ اور باقی افراد بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔

"میں تو اب بھی کہتا ہوں کہ زیادہ جگہ میں مت الجھو اور اس نقشے کے مطابق کھدائی شروع کر دو۔" آرگن نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"نہیں آرگن۔ تمہیں ان کاموں کا ابھی پوری تجربہ نہیں ہے۔ بہر حال تم فکر نہ کرو۔ ڈان جس کام کا ہاتھ ڈالتا ہے اسے ہر صورت میں انجام پر ضرور پہنچا دیتا ہے۔"

یہ مقبرہ ملے گا اور ضرور ملے گا۔" ڈان نے آرگن کے کندھے پر ہتھکی دیتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ سارے خیمے سے باہر نکل آئے۔ تیسرے نوجوان نے تیزی سے خیمہ سمیٹنا شروع کر دیا۔ اور حقوڑی دیر بعد خیمہ اور جیپ کے اوپر موجود کپڑا جیپ کے اندر پہنچ گیا۔ اور وہ سب جیپ میں سوار ہو گئے۔

جیپ کا سیڑنگ اُسی تیسرے نوجوان کے پاس تھا۔ اس کے ساتھ نتاشا بیٹھی ہوئی تھی۔ جب کہ نیچلی سیٹوں پر ڈان اور آرگن موجود تھے۔ اور جیپ گھوم کر تیزی سے واپس دوڑنے لگی۔ یہ ریت پر چلنے والی مخصوص جیپ تھی۔ اس لئے نرم ریت پر چلنے کے باوجود اس کی رفتار خاصی تیز تھی۔

"کہیں جیک پوسٹ والے ہمارے اتنی جلدی واپس آنے پر مشکوک نہ ہو جائیں۔" نتاشا نے کہا۔ "نہیں من نتاشا۔ میری موجودگی میں ایسا نہیں ہو سکتا۔"

آپ بے فکر رہیں۔ آپ نے دیکھا نہیں کہ پہلے بھی صرف میری شکل دیکھتے ہی انہوں نے راڈ ہٹا دیا تھا۔ ورنہ وہ اتنی آسانی سے جیپ کو نہ جانے دیتے۔ مکمل تلاشی لی جاتی۔ بنجانے حکومت آج کل اس قدر سخت انتظامات کیوں کر رہی ہے۔" سیڑنگ پر بیٹھے ہوئے نوجوان نے جواب دیا۔

"تم فکر نہ کرو نتاشا۔۔۔۔۔ آج جو مصری محکمہ آٹا و قندیر
بہت بڑا عہدیدار ہے۔۔۔۔۔ تیچھے بیٹھے ڈان
مکراتے ہوئے کہا۔
اور نتاشا نے بھی اطمینان بھرے انداز میں
سر ہلا دیا۔

قاہرہ شہر سے شمال مغرب میں کافی فاصلے پر
ایک پرانا سا قصبہ تھا۔ جسے عرف عام میں ڈپو کہا جاتا
تھا۔۔۔۔۔ یہ انتہائی ادنیٰ متوسط طبقے کی آبادی تھی۔
کچے کچے اور پرانے طرز کے مکانات بغیر کسی منصوبہ
بندی کے بنائے گئے تھے۔ ٹیڑھی میڑھی تنگ اور
دھول اڑاتی ہوئی گلیاں۔۔۔۔۔ اور ان گلیوں میں کھیلنے
والے بچوں کی حالت بتا رہی تھی کہ یہاں جدید دنیا کی
آسائشیں تقریباً ناپید ہیں۔ شاید یہ آبادی خود درجہ ٹیڑیوں کی
طرح خود بخود نمودار ہو گئی تھی۔۔۔۔۔ اس وقت کلثوم کی لمبی
سی خوب صورت کار اس قصبے کی درمیانی گلی سے گزر
رہی تھی۔ اور اس قصبے کا نام بھی عمران کو کلثوم نے ہی
بتایا تھا۔۔۔۔۔ شاید یہاں پرانے زمانے میں فوج کا کوئی

ڈپو ہو گا۔ جس کی وجہ سے اس قبضے کا نام پڑ گیا تھا۔
 ”کیا تمہارے ڈیڈی کا دست راست اس قدر غریب آدمی تھا کہ اس کی بیوہ اس قبضے میں رہنے پر مجبور ہے؟“
 عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”یہ بات نہیں۔ اس نے محبت کی شادی کی تھی۔ اور اب یہ اس کی قسمت کہ جس لڑکی سے اسے محبت ہوئی وہ اس قبضے کی رہنے والی تھی۔ اس کا نام مریم ہے اور اپنے شوہر کی وفات کے بعد ظاہر ہے اسے یہیں واپس آنا تھا۔“ کلثوم نے جواب دیا۔ اور عمران سر ہلا کر رہ گیا۔

کار مختلف جگہوں سے گزرنے کے بعد ایک نیم بچتہ سے مکان کے سامنے جا کر رک گئی۔

”آؤ۔ یہاں رہتی ہے۔ وہ بیوہ۔ آؤ۔ اب نیچے اتر دو“
 کلثوم نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

اور عمران مسکراتا ہوا کار کا دروازہ کھول کر نیچے اتر

آیا۔ اُسی لمحے مکان کا دروازہ کھلا اور ایک دہلی پتلی سی نوجوان عورت جس نے سیاہ رنگ کا ڈھیلا ڈھالا سا لباس پہنا ہوا تھا باہر نکل آئی۔ کار سے اترتی ہوئی کلثوم کو دیکھ کر اس کے چہرے پر بے پناہ حیرت کے آثار ابھر آئے۔ عمران نے دیکھا کہ وہ لڑکی خاصی قبول صورت تھی۔ اور بادیوہ اس کے چہرے پر گہری اداسی کے تاثرات

نمایاں تھیں۔ لیکن پھر بھی اس کی خوب صورتی نمایاں تھی۔ بہر حال وہ مریم کی طرح تو خوب صورت نہ تھی۔ البتہ قبول صورت ضرور تھی۔

”کلثوم۔۔۔ اودہ تم یہاں۔۔۔ یہ میں کیا دیکھ رہی ہوں“
 اس عورت نے جو یقیناً ڈاکٹر عمر ابدال کے اسٹنٹ کی بیوہ تھی نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”میں یہاں ایک خاص کام سے آئی ہوں مریم۔ ان سے ملو۔ یہ پاکیشیا سے آئے ہیں۔ ان کا نام علی عمران ہے۔ اور علی عمران یہ مریم ہے۔“ کلثوم نے بڑے سچاٹ لہجے میں ان دونوں کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

”اچھا۔ تو یہ ہیں مریم صاحبہ۔ جن کی تعریف میں تم زمین آسمان کے تلا بے ملا رہی تھیں۔ بھئی تمہاری تمام تعریفیں درست تھیں۔ یہ تو واقعی بہت اچھی خاتون ہیں۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور کلثوم اس طرح چونک کر عمران کو دیکھنے لگی جیسے

کہہ رہی ہو کہ میں نے کب اس کی تعریفیں کی ہیں۔

”جی بہت بہت شکریہ۔ کلثوم واقعی بہت اچھی ہیں۔ انتہائی ہمدرد اور انتہائی رحم دل۔ آئیے۔ اندر تشریف لے آئیے۔“
 مریم نے مسکراتے ہوئے ایک طرف ہٹ کر کہا۔

اور کلثوم ہونٹ بیچنے خاموشی سے اندر چل پڑی۔ عمران بھی مسکراتا ہوا اس کے پیچھے اندر داخل ہو گیا۔ دروازے

کے دوسری طرف ایک چھوٹا سا کمرہ تھا۔ جن میں معمولی سا فرنیچر پڑا ہوا تھا۔ اور اس فرنیچر کی مدد سے اُسے ڈرائنگ روم کا ہر کمرنے کی ناکام کوشش کی گئی تھی۔

"آپ نے خواہ مخواہ یہاں تکلیف کی مجھے بلالینا تھا۔ گو میری عدت ابھی ختم نہیں ہوئی لیکن آپ کے بلانے پر میں ضرور آجاتی۔" مریم نے انہیں کرسیوں پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

اور عدت کا لفظ سن کر کلثوم بے اختیار چونک پڑی۔ "کیا مطلب۔ کیا عدت میں تم گھر سے باہر نہیں نکل سکتیں۔" کلثوم نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"جی ہاں۔ یہ ضروری ہے۔ عدت تک بیوہ کو گھر میں رہنا پڑتا ہے۔ اور ابھی عدت ختم ہونے میں تقریباً دو ماہ باقی ہیں۔" مریم نے سر جھکاتے ہوئے کہا۔

"اس کا مطلب ہے تم ابھی شادی بھی نہیں کر سکتیں۔ میں تو تمہارے لئے ایک شاندار دولہا تلاش کر کے لے آئی ہوں۔ یہ پاکیشیا سیکرٹ سرورس کے لئے کام کرتے ہیں۔ ان کے والد سر رحمان پاکیشیاٹی سنٹرل انیشی ایٹس کے ڈائریکٹر جنرل ہیں۔ اور یہ بھی بتا دوں کہ بہت بڑے جاگیردار بھی ہیں۔ اور یہ ان کے اکلوتے لڑکے ہیں۔" کلثوم عمران کی طرف دیکھ کر بغیر تیزی سے بولتی چلی گئی۔

"مس کلثوم۔ میں تو سمجھی تھی کہ آپ مجھ سے ہمدردی

کر نے آئی ہیں۔ لیکن شاید آپ میرے زخموں پر نمک چھڑکنے آئی ہیں۔ ایک تو میں بیوہ ہوں۔ اور ابھی میری عدت ختم نہیں ہوئی۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ آپ جانتی ہیں کہ میں ابوالفتح سے کس قدر محبت کرتی تھی۔ اس نے میری خاطر اپنے والدین چھوڑ دیئے سب مال دولت چھوڑ دیا۔ لیکن اس کی زندگی نے وفا نہیں کی اور اب آپ کہہ رہی ہیں کہ میں دوسری شادی کر لوں۔ آپ نے مجھے کیا سمجھ رکھا ہے۔ کیا میں اس قدر گھٹیا ہوں۔" مریم کا ہجہ آہستہ آہستہ تیز ہوتا گیا۔

"مس مریم۔ یہ ویسے ہی مذاق کر رہی ہیں۔ کہہ رہی تھیں کہ مریم چونکہ بہت ادا اس رہتی ہیں اس لئے میں ان سے مذاق کر دوں گی۔ مجھے جب انہوں نے بتایا کہ آپ کے شوہر کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔ تو میں نے انہیں مجبور کیا کہ وہ مجھے آپ کے پاس لے چلیں۔" عمران نے فوراً ہی بات سمجھانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"آپ کا بے حد شکریہ جناب۔ اور مس کلثوم میں شرمندہ ہوں کہ آپ کے مذاق کو نہ سمجھ سکی۔ آپ تشریف رکھیں میں آپ کے لئے کچھ لے آتی ہوں۔" مریم نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ کلثوم ہونٹ بھینچے خاموش بیٹھی رہی۔ اُسے شاید اب اندازہ ہو رہا

تھا کہ اس نے واقعی کس قدر گھٹیا بات کی ہے۔

”آپ رہنے دیں۔ میں ایک اور سلسلے میں بھی آیا تھا۔ ڈاکٹر عمر ابدال صاحب کے پاس میں ایک ضروری کام آیا تھا۔ انہوں نے بتایا ہے کہ ابوالفتح مرحوم نے ان سے ایک بار ذکر کیا تھا کہ ان کے پاس ایک ایسی ڈائری ہے جس میں انہوں نے مصر کے قدیم مقبروں کے سلسلے میں نوٹس لکھ رکھے ہیں۔ اگر وہ ڈائری مجھے صرف دیکھنے کے لئے مل جاتی تو میرا کام ہو جاتا“

عمران نے کہا۔

”اوہ۔ ان کا سامان تو موجود ہے یہاں۔ لیکن میں نے آج تک ان کے سامان کو ہاتھ لگا کر بھی نہیں دیکھا۔ میں کچھ زیادہ بڑھی ہوئی نہیں ہوں“ — مریم نے جواب دیا۔

”اگر آپ مہربانی کریں تو مجھے وہ سامان دکھا دیں۔ ہو سکتا ہے میرا کام ہو جائے“ — عمران نے بڑے مسکین سے ہلچے میں کہا۔

”اوہ۔ اگر آپ کا کام ہو جاتے تو مجھے خوشی ہوگی۔ میرے لئے وہ صرف ابوالفتح کی یادگار ہی ہے۔ اور تو میرے کسی کام نہیں آسکتا۔ میں لے آتی ہوں سامان“

مریم نے کہا۔ اور جلدی سے اٹھ کر اندرونی دروازے میں غائب ہو گئی۔

”تو تم یہاں ڈائری دیکھنے آئے تھے۔ مجھے کہہ رہے تھے کہ میں نے بیوہ سے شادی کر لی ہے۔ کیوں“

مریم کے جاتے ہی کلثوم نے پھنکار تے ہوئے کہا۔

”اب یہ پھنکارنا دنکارنا بند کرنا بند کرنا سیدھی طرح ایک مولوی اور دو گواہ بلا لو۔ تم نے وعدہ کیا تھا کہ اگر مریم شادی نہ کرے گی تو میں کمزور گی“ — عمران نے نیشک ہلچے میں کہا۔

”میری جوتی کھتی ہے تم سے شادی — مجھے کیا معلوم تھا کہ یہ عدت وغیرہ کا جھگڑا ہوتا ہے۔ مجھے تو یہی پتہ تھا کہ اس نے ابوالفتح کو زبردستی اپنے دام میں پھنسا لیا تھا۔ اس لئے وہ اب خوش ہوگی۔ کہ ایک اور پھنسنے کے لئے آگیا ہے“ — کلثوم نے غصیلے ہلچے میں کہا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ عمران کوئی جواب دیتا مریم واپس آتی تو اس کے ہاتھ میں ایک بڑا سا پیچی کیس پکڑا ہوا تھا۔

”اس میں ان کا سارا سامان ہے“ — مریم نے اٹیچی کیس عمران کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

اور عمران نے سر ہلاتے ہوئے اٹیچی کیس کھولا۔ اندر واقعی مختلف موضوعات پر کتابیں۔ ڈائریاں۔ سرکاری کاغذات اور اس قسم کی مختلف چیزیں بھری ہوئی تھیں۔

اور پھر چند لمحوں بعد عمران کو سرخ رنگ کی ایک چھوٹی سی ڈائری ہاتھ لگ گئی۔ اس نے وہیں اٹیچی کیس کے اندر ہی اسے کھول کر دیکھا اور پھر اُسے ایک طرف کھسکا کر دوسری چیزیں دیکھنے لگا۔
 "اوہ۔ مسز ابوالفتح۔ پیاس لگی ہے۔ کیا پانی مل سکتا ہے۔" — عمران نے کہا۔

"جی ہاں جی ہاں۔ میں ابھی لاتی ہوں۔" — مریم نے شرمندہ سے ہلچل میں کہا۔ اور اٹھ کر تیزی سے واپس اندرونی کمرے کی طرف بڑھ گئی۔
 "ارے یہ کھٹکا کیسا ہے۔ اوہ۔ کار کا شیشہ ٹوٹا ہے شاید۔" — عمران نے اچانک چونک کر دروازے کی طرف گردن موڑتے ہوئے کہا۔
 "شیشہ ٹوٹا ہے کار کا۔ اوہ یہ شراقتی بچے۔"

کلثوم بے چین ہو کر اٹھی اور تیزی سے بیرونی دروازے کی طرف مڑ گئی۔ عمران نے اس کے مڑتے ہی بجلی کی سی تیزی سے وہ سرخ رنگ کی ڈائری نکال کر کوٹ کی جیب میں منتقل کر لی۔ اور پھر بڑے اطمینان سے ایک کاغذ نکال کر اس طرح پڑھنے لگا جیسے وہ یہاں یہی کاغذ پڑھنے آیا ہو۔

"کیا تمہارے کان بجنے لگے ہیں۔" — باہر تو کچھ بھی نہیں ہوا۔ — کلثوم نے واپس آتے ہوئے پھاڑ

کھانے والے بلچے میں کہا۔
 "اچھا۔ پھر شہنائی بجنے کی آواز ہو گی۔" — عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔
 اور کلثوم نے کچھ کہنے کے لئے ہونٹ کھولے ہی تھے۔ کہ مریم اندر داخل ہوئی اور اس نے بے اختیار ہونٹ پھینچ لئے۔ — مریم کے ہاتھوں میں کسی مشروب کے دو گلاس تھے۔

"شکریہ" — عمران نے کہا۔ اور مریم کے ہاتھ سے گلاس لے لیا۔ کلثوم نے بھی گلاس تو لے لیا۔ لیکن اب اس کے ایکشن بتا رہے تھے کہ وہ خاصی بور ہو چکی ہے۔ بس جذباتی جھونک میں وہ عمران کو لے کر یہاں آ تو گئی تھی۔ لیکن اب واقعی وہ سخت بور ہو رہی تھی۔ عمران نے کاغذ پڑھنے کے ساتھ ساتھ گلاس بھی خالی کیا۔ اور پھر خالی گلاس بھی میز پر رکھا اور کاغذ بھی تہہ کر کے واپس اٹیچی کیس میں رکھ دیا اور اٹیچی کیس بند کر دیا۔

"شکریہ" — اس میں میرے کام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ آپ کو تکلیف دی۔" — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جی نہیں۔" — ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔" — مریم نے سر ہٹکاتے ہوئے جواب دیا۔

"مریم۔" — جیسا کہ مس کلثوم نے بتایا ہے کہ میرا

تعلق پاکیشیا سے ہے۔ اور ہمارے پاکیشیا کی چند روایات ہیں۔ میری ایک چھوٹی بہن ہے ثریا۔ اور آپ بھی تقریباً اس کی ہم عمر ہیں اس لئے آپ بھی میری چھوٹی بہن ہیں اور ہماری روایت ہے کہ جب بھی بھائی بہن سے ملنے جاتا ہے تو اسے کچھ دے کر آتا ہے۔ اس لئے پلینز آپ انکار نہ کریں اور ایک بھائی کی طرف سے حقیر سا تحفہ سمجھ کر قبول کر لیں۔ میں یہاں پہ دیس میں ہوں۔ ورنہ شاید میں اور بھی آپ کے لئے بہت کچھ کم تانی الحال آپ یہ قبول کریں۔" عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا اور پھر کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک سو مصری پاؤنڈز مالیت کے نوٹوں کی بڑی سی گڈی نکال کر اس نے بڑے احترام بھرے انداز میں مریم کی طرف بڑھادی۔ ایک سو مصری پاؤنڈز کے نوٹوں کی اتنی بڑی گڈی دیکھ کر مریم کی آنکھیں حیرت اور خوف سے پھلتی چلی گئیں۔ اس نے شاید پوری زندگی میں اتنی مالیت کے نوٹ ہی نہ دیکھے ہوں گے۔ کلثوم کا بھی حال بالکل مریم جیسا تھا۔ "یہ تو بہت زیادہ ہیں یہ تو....."

مریم نے خوف سے کانپتے ہوئے کہا۔

"یہ زیادہ نہیں ہیں۔ بھائی کا فرض اس سے بھی زیادہ ہے۔ اگر آپ انہیں قبول نہ کریں گی تو مجھے لے حد شرمندگی ہوگی کہ میں اپنی بہن کے لئے اتنا بھی نہ کر سکا۔"

ہم سے ہیں۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

مریم نے دہریں میز پر رکھ کر وہ واپس دروازے کی طرف لوٹ کر کلثوم بھی ہونٹ چباتی واپس مڑی۔ اور چند لمحوں بعد ان کی کار دوبارہ ان گلیوں میں سے گزر رہی تھی۔ مریم کی حالت شاید کچھ ضرورت سے زیادہ ہی عجیب ہو گئی تھی۔ وہ انہیں چھوٹے دروازے تک بھی نہ آسکی تھی۔

"کیا ضرورت تھی اتنے نوٹ دینے کی؟" سٹرک پہنچتے ہی کلثوم پھٹ پڑی۔

"انہوں نے دیتا۔ اب میری بیوی تھوڑی بیٹھی ہے کہ وہ میری جیبیں خالی کرتی رہے۔" عمران نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔

"تم احمق ہو۔ قطعی احمق۔ اب مجھے یقین آ گیا ہے کہ تم کل احمق ہو۔" کلثوم نے منہ ہی میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"شکر یہ شکر یہ۔ اب تو تم راضی ہو ہی جاؤ گی۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کو اس مت کہو۔ وہ وہ ڈانٹتی کہاں ہے۔ سٹرک پر ہی۔" اچانک کلثوم نے پوچھتے ہوئے کہا۔

"سٹرک ڈانٹتی۔ کون سی ڈانٹتی؟" عمران نے انک کو پوچھا۔

"مجھے چمک دینے کی کوشش مت کہو۔ تم نے مریم کو

پانی لانے کے لئے بھیجا اور مجھے شیشہ ڈھونڈنے کی بات
 باہر بھیج دیا۔ اور جب تم نے وہ اپٹی کیس بند کیا تھا تو
 نے دانستہ طور پر دیکھا تھا اس میں وہ سرخ رنگ
 ڈائری موجود نہ تھی۔ اس کا مطلب ہے تم نے
 سارا کچھ اس ڈائری کو اڑانے کے لئے کھینچا تھا۔
 شاید اسی ڈائری کے معاوضے میں تم نے اتنی بھاری
 رقم اس مریم کو دے دی ہے۔ کہاں ہے
 ڈائری۔ نکالو۔ کلثوم نے کہا۔ اور عمران نے
 طویل سانس لیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ کلثوم ذہنی طور پر اتنی
 نہیں ہے جتنی نظر آتی ہے وہ خاصی تیز اور منطقی ذہن
 ہے۔
 ”وہ ڈائری دراصل اس کی جلد مجھے بہت اچھی لگی
 میں نے سوچا چلو ابوالفتح کی نشانی کے طور پر رکھ لوں۔
 اس میں کچھ ہے نہیں۔ بس ایسے ہی حساب کتاب
 ہوا ہے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 ”کہا۔ اور کلثوم سر ہلا کر خاموش ہو گئی۔
 تھوڑی دیر بعد کار واپس ڈاکٹر عمر ابدال کی رہائش
 پر پہنچ گئی۔ اور عمران کار سے اتر کر گیسٹ روم
 طرف بڑھ گیا جب کہ کلثوم اصل عمارت کی طرف چلی گئی
 عمران بھی شاید یہی چاہتا تھا کہ اب کلثوم سے پیچھا چھڑ
 چنانچہ وہ سیہا اپنے کمرے میں آیا۔ اس
 کے بعد وہ مجھے مالامال کر دے گا۔ ورنہ میں اس
 کے انتقام کا نشانہ بنوں گا۔ لیکن یہ کتبہ انتہائی قیمتی ہے۔
 یہ میری تحویل میں ہے۔ میں اسے کیسے ڈان کے
 لئے کر سکتا ہوں۔ لیکن میں ڈاکٹر عمر ابدال سے
 کہوں گا کہ وہ اس کتبہ کو فوراً حکومت کی تحویل میں
 دیں کیونکہ ڈان گمروپ کو اس کی اطلاع مل چکی

ہے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ کوئی غلط حرکت کر دیں۔ اور پھر درجہ صفحات کے بعد ابوالفتح نے لکھا تھا کہ میں نے ڈاکٹر ابدال سے ان کی رہائش گاہ پر جا کر بات کی ہے۔ اشارے کئے سے انہیں ڈان گروپ کے متعلق ہے۔ لیکن انہوں نے پرواہ نہیں کی۔ مجھے معلوم ہے کہ ڈان گروپ کا اڈہ ہوٹل آفندی میں ہے۔ ہوٹل آفندی جا کر اس سے بات کروں گا کہ وہ کتبے کو بھول جائے۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی ڈائری ختم ہو گئی۔ اور کے بعد ڈائری کے باقی ورق بالکل کور ہو گئے۔ کا مطلب تھا کہ ابوالفتح نے واقعی حماقت کی اور آفندی جا کر اس نے ڈان سے بات کی ہوگی۔ کے نتیجے میں اُسے اپنی جان سے ہاتھ دھو نے عمران نے ایک طویل سانس لے کر ڈائری اور اُسے میز پر رکھ کر اس نے ٹیبل لیمپ بند کیا۔ پھر اٹھ کر ہاتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔ ڈان گروپ اس کی معلومات میں شامل نہ تھا۔ لیکن اس سے اُسے ہوٹل آفندی کا پتہ چل گیا تھا۔ اس نے پوری طرح مطمئن تھا کہ کل وہ ہوٹل آفندی کا چکر لگا۔ اُسے یقین تھا کہ یہ کتبہ لازماً ڈان گروپ پر آیا ہے۔ وہ سو پر فیاض کے ساتھ یہاں اکیلا آ

اس کا پردہ گم ام تھا کہ یہاں صورت حال دیکھنے کے بعد ہی وہ آگے بڑھے گا اور اگر ضرورت پڑی تو سیکرٹ سروس کو بلائے گا ورنہ نہیں۔ سر رحمان کا دیا ہوا چیک نہ صرف اس نے کیش کر لیا تھا بلکہ یہاں آنے سے پہلے اس نے اُسے یہاں کی کم نسی مہر پیونڈز سے بھی تبدیل کر لیا تھا اور نوٹوں کی گڈی مریم کو اس نے صرف اس لئے دی تھی کہ اُسے واقعی مریم کی حالت نہ دیکھ کر بے حد دکھ ہوا تھا۔ اس بے چاری کی حالت واقعی بے حد خستہ تھی۔ یہی سوچتے سوچتے اُسے نیند آ گئی۔ اور چند لمحوں بعد وہ گہری نیند سو گیا۔

یہودی ایشٹ

کے پیچھے آرجو تھا۔

”لے آئے کتبہ“۔ ڈان نے مسکراتے ہوئے

پوچھا۔

”ہاں۔۔۔ لے تو آئے ہیں لیکن آرگن صاحب کا اصرار ہے کہ یہ ان کی تحویل میں ہی رہے گا۔“۔۔۔ نتاشا نے منہ بتاتے ہوئے کہا۔

”ان کا اصرار درست ہے۔ انہوں نے واقعی اس کے حصول کے لئے بہت کام کیا ہے۔ بیٹھو“۔۔۔ ڈان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور نتاشا تو منہ بناتی ہوئی کمرسی پر بیٹھ گئی۔ جب کہ آرگن کا چہرہ ڈان کی بات سن کر مسرت سے کھل اٹھا۔ وہ تھیلا میز کی سائیڈ میں فرش پر رکھ کر ساتھ ہی کمرسی پر بیٹھ گیا۔ جب کہ آرجو بیٹھنے کی بجائے ایک قدم پیچھے خاموش کھڑا ہو گیا۔

”شکریہ۔ ڈان واقعی تم اصول پسند آدمی ہو۔ میرے دل میں کوئی بدینتی نہیں ہے۔ لیکن پھر بھی یہ کتبہ اپنی تحویل میں رکھتے ہوئے مجھے مسرت ہوتی ہے۔“۔۔۔ انہوں نے کمال عبد اللہ والی بات درمیان میں نہ آجاتی تو شاید میں اسے کبھی لاکھ سے باہر ہی نہ نکالتا۔“

آرگن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تمہاری بات بالکل درست ہے آرگن۔ تم فکر نہ کرو۔

ڈان بڑی بے چینی کے عالم میں کمرے میں ٹہر رہا تھا۔ وہ بار بار مرٹھ دروازے کی طرف دیکھتا۔ اور پھر اضطرابی حالت میں ٹہلنا شروع کر دیتا۔۔۔ تھوڑی دیر بعد اُسے دروازے پر دستک کی آواز سنائی دی۔ تو وہ چونک کر مڑا اور پھر تیزی سے ایک سائیڈ پر لپکی ہوئی بڑی سی میز کے پیچھے اپنی نشست کی کمرسی پر بیٹھ گیا۔

”یس۔ کم ان۔“۔۔۔ اس نے بڑے بارعب سے ہلچے میں کہا۔

دوسرے لمحے دروازہ کھلا اور سب سے پہلے نتاشا اندر داخل ہوئی اس کے پیچھے آرگن تھا۔ آرگن نے ہاتھ میں ایک کینوس کا تھیلا اٹھایا ہوا تھا۔ اس

تمہاری زندگی تک یہ تمہاری تحویل میں رہے گا۔ مرنے کے بعد کا وعدہ نہیں کر سکتا۔" ڈان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ موت زندگی کا کیا تعلق نکل آیا۔" آرگن نے چونکتے ہوئے کہا۔
"ذرا پیچھے مڑ کر دیکھو۔" ڈان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور آرگن نے بے اختیار تیزی سے مڑ کر پیچھے دیکھا۔ پیچھے آرجو خاموش کھڑا مسکرا رہا تھا۔ ادھر جیسے ہی آرگن نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ ناشا نے تھملا جھپٹا اور اچھل کر تیزی سے میز کی دوسری طرف گھوم کر ڈان کے قریب آگئی۔

"اب ادھر دیکھو۔" ڈان نے کہا۔ اور آرگن نے بے اختیار اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ کیونکہ اب ڈان کے ہاتھ میں سائیلنسر لگا ایک خوف ناک ریوالور نظر آ رہا تھا۔
"کیا کیا مطلب۔ یہ سب کیا ہے۔" آرگن نے انتہائی متوجش لہجے میں کہا۔

"آرجو۔ اس کی جیب میں کچھ نہیں۔" ڈان نے پیچھے کھڑے آرجو سے مخاطب ہو کر کہا۔
"نہیں جناب۔ میں نے چیک کر لیا تھا۔" آرجو نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"الطینان سے بیٹھ جاؤ آرگن۔" ڈان نے انتہائی کمزور لہجے میں کہا۔ اور آرگن ہونٹ چباتا ہوا دوبارہ کرسی پر بیٹھ گیا۔

"تم سے بڑا احمق شاید ہی میری نظروں سے کوئی گزرا ہو۔ تمہارا کیا خیال تھا کہ ہم اتنے بڑے خزانے میں تمہیں شریک بھی بنائیں گے اور تمہیں ساتھ ساتھ بھی لٹکائے پھریں گے۔ ہمارا مقصد نہ صرف کتبہ اڑانا تھا۔ بلکہ اس کی جگہ جعلی کتبہ بھی رکھنا تھا۔ آرجو کو محکمہ

آثار قدیمہ کا ایک بڑا افسر ہے۔ لیکن وہ ان دونوں میں سے کوئی کام نہ کر سکتا تھا۔ اس لئے مجبوراً ہمیں تمہاری خدمات حاصل کرنی پڑیں۔ جان آرلٹ کے بیٹے ہونے کی وجہ سے ڈاکٹر عمر ابدال تمہاری بے پناہ عزت کرتے تھے۔ اور دوسرا جان آرلٹ کی وجہ سے تم ایسے لوگوں سے بھی واقف تھے جو جعلی کتبے تیار کرتے ہیں۔ اس لئے تمہیں ہم نے استعمال کیا۔ اور تم نے نہ صرف یہ کتبہ اڑا لیا بلکہ اس کی جگہ جعلی بھی رکھ دیا۔ اس کے بعد اس کتبے کو پڑھنے کا مسکہ تھا وہ بھی تم نے حل کر دیا۔ اور جان آرلٹ سے اسے پڑھوا کر اس کے بارے میں نقشہ بھی بنوایا۔ اس لئے تمہاری ضرورت ختم ہو گئی تھی۔ لیکن تم نے واقعی ہوشیار سی سے کام لیا کہ اصل کتبہ چھپا لیا۔ چنانچہ

میں نے تمہیں اعتماد میں لینے کے لئے یہ سارا ڈرامہ
 بیچ کیا۔ ہم صحرا میں گئے۔ وہاں ناشا نے اعتراض
 کیا۔ اور پھر کمال عبداللہ والی بات کو سامنے
 لایا گیا۔ اس طرح تم چکر میں آ گئے اور تم نے کتبہ لاکر
 سے نکال لیا۔ حالانکہ ناشا تو الف ب بھی نہیں جانتی۔
 یہ تو صرف میری عورت ہے۔ اور بس۔ لیکن دیکھو
 یہ کتبہ اب ہماری تحویل میں ہے۔ نقشہ پہلے ہی ہمارے
 پاس ہے۔ اور میرا وعدہ ہے کہ جب تک تم زندہ
 رہو گے کتبہ تمہاری تحویل میں رہے گا۔ لیکن مرنے
 کے بعد کا وعدہ نہ تھا۔ اس لئے اب تمہاری موت
 ضروری ہو گئی ہے۔" ڈان نے بھیڑیئے کے
 سے انداز میں دانت نکالتے ہوئے کہا۔
 "تم۔۔۔ تم اس نقشہ اور کتبہ سے کچھ حاصل نہ
 کر سکو گے۔ یہ نقشہ جعلی ہے۔ اصل نقشہ میرے پاس
 ہے۔ مجھے پہلے ہی تمہاری نیت پر شک تھا۔"
 آرگن نے جلدی جلدی کہنا شروع کر دیا۔
 "مجھے معلوم ہے تم بہت ہوشیار ہونے کی کوشش
 کرتے رہے ہو۔ لیکن تمہاری اطلاع کے لئے بتا دوں۔
 کہ تمہاری عدم موجودگی میں تمہارے سامان سے اصل
 نقشہ بھی ہم پہلے ہی حاصل کر چکے ہیں۔ بس اس
 کتبہ کی دیر نہ تھی وہ بھی آ گیا۔" ڈان نے کہا اور

ساتھ ہی اس نے بڑے مطمئن انداز میں ٹریگر دبا دیا۔
 ٹھک کی آواز کے ساتھ ہی گولی سامنے بیٹھے آرگن کے
 سینے پر پڑی۔ اور وہ بیچ مار کر کسی سمیت نیچے فرش
 پر گر گیا۔ اور بڑی طرح تڑپنے لگا۔ اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے
 وہ ٹھنڈا پڑ گیا۔ ڈان نے آرگن کے ٹھنڈے۔۔۔ پٹے
 ہی میز کے کنارے پر لگا ہوا بشن دبا دیا۔ چند لمحوں
 بعد دروازہ کھلا اور ایک نوجوان اندر داخل ہوا۔ اس
 کے کاندھے سے مشین گن لٹکی ہوئی تھی۔

"یہ لاش اٹھاؤ اور کسی گٹر میں ڈال دو۔" ڈان
 نے سخت لہجے میں کہا۔ اور نوجوان سر ہلاتا ہوا آگے
 بڑھا۔ اس نے جھک کر فرش پر پڑی آرگن کی لاش
 اٹھائی اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

"تم نے چیک کر لیا ہے۔ یہ ہے اصلی۔" ڈان
 نے دروازہ بند ہوتے ہی ناشا سے مخاطب ہو کر کہا۔
 "اس نے ہاتھ ہی نہ لگانے دیا تھا۔ اب دیکھ لیتے
 ہیں۔" ناشا نے کہا۔ اور پھر اس نے تھملا اٹھا
 کہ اس کا منہ کھولا۔ اندر روئی کاغذوں کی کتریں بھری
 ہوئی تھیں اور پھر ان کے درمیان سے اس نے پختہ مٹی
 کا بنا ہوا ایک مستطیل سا کتبہ نکالا۔

"ٹھیک ہے۔ اصلی ہی لگتا ہے۔ اسے سیف میں جا کر
 محفوظ کر دو۔ میں نے اب آرجو سے ضروری بات کرنی

ہے۔ ڈان نے کہا۔

اور ناشائستہ بلاتی ہوئی کتیتہ اور پھیلا اٹھاتے دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ آرجر اس دوران اطمینان سے کرسی پر بیٹھ چکا تھا۔

”ہاں آرجر۔ اب تم رپورٹ دو۔ حکومت کو یا ڈاکٹر عمر ابدال کو تو اس کتبے کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہوا۔“ ڈان نے کہا۔

”نہیں باس۔ وہاں سب خاموشی ہے۔ میرا خیال تھا کہ ڈاکٹر عمر ابدال شاید اس سلسلہ میں کچھ شور مچائے۔ کیونکہ اُسے اس تبدیلی کا علم ہو سکتا تھا۔ لیکن وہ بھی خاموش ہے۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ اُسے بھی علم نہیں ہے۔“ آرجر نے جواب دیا۔

”گڈ۔ اس کا مطلب ہے کہ اب ہم مکمل طور پر محفوظ ہیں۔ وہ ابوالفتح بہت ہوشیار تھا۔ اس لئے اُسے ہٹانا پڑا۔ اب اس مقبرے کی کھدائی کا مسئلہ باقی رہ گیا ہے۔ اس سلسلہ میں تمہارے پاس کوئی پلاننگ نہیں ہے۔ کیونکہ مہری خفیہ سروس کے ہیلی کاپٹرز اور جہاز وغیرہ صحرا پر چیکنگ کے لئے اڑتے رہتے ہیں۔ اور ہو سکتا ہے کہ کھدائی کے دوران ان میں سے کوئی ادھر بھی آ نکلتے۔“ ڈان نے کہا۔

”باس آپ اس بات کی قطعی فکر نہ کریں۔ وہ ادھر سے

گزرنا تو ایک طرف قریب بھی آجائیں تب بھی انہیں معلوم نہ ہو سکے گا۔ دراصل جس جگہ یہ مقبرہ مدفون ہے۔ اس سے تھوڑے ہی فاصلے پر ایک پہلے سے دریافت شدہ مقبرہ موجود ہے۔ میں نے حکومت کو یہ پلاننگ دی ہے۔

کہ اس مقبرے کے نیچے یقیناً ایک اور تہہ خانہ موجود ہے۔ جس میں انتہائی قیمتی تاریخی آثار موجود ہیں۔ میں نے بڑی مہارت سے اس رپورٹ کو حکومت سے منظور

بھی کرا لیا ہے۔ اور پھر اس کی تمام تر کھدائی کا انچارج بھی مجھے بنایا گیا ہے۔ چنانچہ میں نے یہ پلاننگ کی ہے کہ ہم اپنی مرضی کی لیر بلکہ اپنے خاص آدمی اس کھدائی پر تعینات کریں گے۔ اور اس مقبرے کے

نیچے تہہ خانے کی تلاش کے چکر میں ہم اصل مقبرے تک ایک سترنگ لگائیں گے۔ بظاہر ہمارا پراجیکٹ یہی مقبرہ ہوگا۔ لیکن اس سترنگ کے ذریعے ہم اصل مقبرے میں پہنچ کر وہاں سے اندر ہی اندر تمام نوادرات دولت

اور تمام چیزیں اس سترنگ کے ذریعے پہلے اس پھوٹے مقبرے میں لائی جائیں گی۔ اور پھر وہاں سے ہم انہیں اپنے سٹور میں سمگل کر لیں گے۔ اس طرح کسی کو معلوم ہی نہ ہو سکے گا کہ یہ قدیم مقبرہ دریافت بھی کر لیا گیا ہے اور اسے خالی بھی کر دیا گیا ہے۔“ آرجر نے

تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"ویری گڈ پلاننگ آرجر ویری گڈ — تم نے واقعی انتہائی دانشمندانہ پلاننگ کی ہے۔ تم ان کے ٹھکانے لگانے کی فکر نہ کرنا۔ جیسے ہی سپلائی شروع ہوگی میں انہیں ساتھ ساتھ ٹھکانے لگاتا جاؤں گا۔ بس تم انہیں حاصل کرنے کی کرد — ڈان نے انتہائی مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"آپ بے فکر رہیں باس۔ آپ نے پہلے بھی دیکھا ہے کہ ہماری پلاننگ کس قدر شاندار رہی ہے۔ آج تک کسی کو شک ہی نہیں ہو سکا۔" آرجر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ تمہاری بات درست ہے۔ لیکن یہ بہت بڑا پراجیکٹ ہے۔ اور شاید ہماری زندگی کا سب سے بڑا پراجیکٹ۔ ورنہ اب تک تو ہم نے اس کے مقابلے میں بہت چھوٹے چھوٹے لمحہ مارے ہیں۔" ڈان نے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔" آرجر نے کہا۔

"اور۔۔۔ تم جاکر تمام انتظامات کر دو۔ رقم کی فکر نہ کرنا۔ اس پراجیکٹ پر میں اپنی تمام دولت خرچ کر دوں گا۔ بس کام ہو جانا چاہیے۔" ڈان نے کہا۔ اور آرجر سر ہلاتا ہوا اٹھا اور پھر سلام کر کے

واپس دروازے کی طرف مر گیا۔

آرجر کے جاتے ہی ڈان اٹھا اور مخالف سمت میں موجود ایک چھوٹے دروازے کی طرف بڑھنے ہی لگا تھا کہ میز پر پڑے ہوئے ٹیلی فون کی گھنٹی کہخت آواز میں بج اٹھی۔ وہ تیزی سے مڑا اور اس نے رسیور اٹھالیا۔

"ڈان سپیکنگ۔" ڈان کے لہجے میں حکم نمایاں تھا۔

"باس۔ ڈپو سے ایک حیرت انگیز اطلاع ملی ہے۔ عبدالفتاح نے اطلاع دی ہے۔" دوسری طرف سے ایک آواز سنائی دی۔

"ڈپو سے عبدالفتاح نے اطلاع دی ہے۔ کیا اطلاع ہے؟"

ڈان نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ڈپو سے عبدالفتاح نے اطلاع دی ہے کہ ڈاکٹر عمر ابدال کے اسٹنٹ ابوالفتح کی بیوہ مریم کے گھر چائیک ڈاکٹر عمر ابدال کی بیٹی کلثوم کا میں آئی اس کے ساتھ ایک ایشیائی نوجوان تھا اس نوجوان کا نام علی عمران بتایا گیا ہے۔ اور کلثوم نے اس کا تعارف کراتے ہوئے بتایا کہ اس کا تعلق پاکیشیا کی سیکرٹ سروس سے ہے۔ اس علی عمران نے ابوالفتح کا سامان چیک کیا۔ اور پھر جاتے ہوئے وہ بیوہ مریم کو سو پاؤنڈز کی مالیت کے نوٹوں کی ایک بہت بڑی گڈی دے گیا ہے۔" دوسری طرف سے بتایا گیا ہے۔

"اوہ۔۔۔ عبدالفتاح کو اس کا کیسے علم ہوا؟" ڈان

نے چونک کر پوچھا۔

”باس — نوٹوں کی وجہ سے پوری آبادی میں یہ بات تیزی سے پھیل گئی۔ اس طرح عبدالفتاح کو بھی علم ہو گیا۔ اس نے اپنے آدمیوں کے ذریعے مریم کو اپنے اڈے پر بلوایا اور اس سے پوچھ گچھ کی تو یہ سادھی بات سامنے آئی — چنانچہ اس نے مریم کو تو واپس بھیج دیا۔ تاکہ آبادی میں لوگوں کو کسی قسم کا شک نہ پڑے۔ اور مجھے اطلاع دی۔ تاکہ میں آپ سے مزید ہدایات حاصل کر سکوں۔ دوسری طرف سے بولنے والے نے کہا۔

”پاکیشیا سیکرٹ سروس۔ اس قدر دور کے ملک کی سیکرٹ سروس کا یہاں کیا کام ہو سکتا ہے۔ بہر حال مجھے دیکھنا پڑے گا — تم عبدالفتاح کو کہہ دو کہ وہ مریم کو بالکل نہ چھیڑے۔ ہو سکتا ہے کہ مریم کے ذریعے کوئی جال پھیلا یا گیا ہو۔ اور اس طرح وہ لوگ ہم تک پہنچ جائیں — پہلے میں اس بارے میں تمام تفصیلات معلوم کر لوں۔ یہ آدمی یقیناً ڈاکٹر عمر ابدال کے پاس ٹھہرا ہوا ہو گا — ڈان نے کہا۔

”ایسا ہی ہو گا — اگر آپ حکم دیں تو معلوم کیا جا سکتا ہے۔“ دوسری طرف سے کہا گیا۔

”ٹھیک ہے۔ ڈاکٹر عمر ابدال کے کسی ملازم کو گانٹھ لو۔ اور اس بارے میں فوری تفصیلات معلوم کر کے

مجھے رپورٹ دو — ڈان نے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔ اب اس کی پیشانی پر پریشانی کی لکیریں نمایاں ہو گئی تھیں۔



عمران گہری نیند سویا ہوا تھا کہ اچانک ایک ہلکے سے کھٹکے سے اس کا ذہن فوراً ہی بیدار ہو گیا۔ اس نے اپنے ذہن کی مخصوص ورزشوں سے ایسی تربیت کی ہوئی تھی کہ چاہے وہ کس قدر ہی گہری نیند کیوں نہ سویا ہوا ہوتا۔ خلاف معمول بات ہوتے ہی ذہن بالکل اس طرح خود بخود بیدار ہو جاتا تھا جیسے کسی نے اس کی بیداری کا کوئی خفیہ شیڈ دبا دیا ہو۔ عمران نے ذہن بیدار ہوتے ہی کمرے میں کسی کے آہستہ آہستہ چلنے کی آواز سنی۔ اور اس نے اپنی آنکھیں آہستہ سے تھوڑی سی کھول دیں۔ اس کے

اعصاب تن گئے۔ لیکن آنکھیں نیم باز ہوتے ہی جو منظر اس نے دیکھا۔ اس سے اس کا جسم خود بخود ڈھیلا پڑ گیا۔ اس نے کلثوم کو انتہائی فحاط انداز میں دروازہ کھول کر میز کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا۔ کلثوم کسی بلی کی طرح دبے پاؤں چل رہی تھی۔ لیکن اُسے شاید یہ معلوم نہ تھا کہ عمران گہری نیند سوئے ہوئے کے باوجود جاگ رہا ہے۔ کلثوم بار بار عمران کی طرف دیکھ رہی تھی۔ لیکن عمران نے دوبارہ آنکھیں بند کر لی تھیں۔ اب کانوں کی مدد سے وہ آسانی سے کلثوم کے چلنے کی آواز سن رہا تھا۔ کلثوم میز کے قریب آئی۔ اس نے انتہائی احتیاط سے میز پر رکھی ہوئی ابوالفتح کی ڈائری اٹھائی اور پھر اُسی طرح دبے قدموں چلتی ہوئی واپس دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ عمران چاہتا تو آسانی سے ڈائری اس سے حاصل کر لیتا لیکن اُسے معلوم تھا کہ کلثوم صرف نسوانی تجسس کی وجہ سے ڈائری اٹھا کر جا رہی ہے۔ اُسے اس سے کیا پتہ چلتا ہے۔ اس لئے اس نے پوراہ نہ کی۔ اور کلثوم نے دروازے کے پاس پہنچ کر انتہائی آہستگی سے دروازہ کھولا اور باہر نکل گئی۔ عمران نے مسکراتے ہوئے دوبارہ آنکھیں بند کیں۔ اور چند لمحوں بعد وہ دوبارہ گہری نیند سو گیا۔ صبح اٹھ کر وہ جب باقیہ روم سے باہر آیا تو کلثوم اس کے کمرے میں موجود تھی۔

”ارے کمال ہے۔ میں نے تو سنا تھا کہ صبح ہی صبح چاند نظر آجائے تو اچھا شگون ہوتا ہے۔ لیکن آج تک سمجھ ہی نہ آئی تھی کہ صبح اٹھتے ہی چاند کمرے میں کیسے آ سکتا ہے کہ نظر آجائے۔ اور اتنی تیز نظریں شاید جنوں کی تو ہوں انسانوں کی نہیں ہو سکتیں۔ کہ وہ چھت کے پار آسمان پر چاند دیکھ لیں۔ لیکن آج پتہ چلا کہ کمرے میں چاند کیسے دیکھا جاسکتا ہے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور کمرے پر بیٹھی ہوئی کلثوم بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

”اچھا طریقہ ہے تعریف کرنے کا۔ مجھے پسند آیا ہے۔ لیکن یہ بتاؤ کہ تمہیں دروازہ بند ہونے کے باوجود میری یہاں موجودگی پر تعجب نہیں ہوا۔“ کلثوم نے ہنستے ہوئے کہا۔

”تعجب ہوتا تو رات کو ہوتا۔ دن کو کیا تعجب ہونا تھا۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”رات کو ایک بلی آئی تھی۔ بڑی ہی خوب صورت بلی تھی۔ اور میں سوچتا رہا کہ اس بلی کو مجھ جیسے کمزور جسم والے انسان کے پاس سے چھوڑ دے کیسے ملیں گے۔ لیکن یہ تو مجھے بعد میں معلوم ہوا کہ وہ بلی ہر مہرخ رنگ

کی چیز کو چھپڑے سمجھتی ہے۔ چنانچہ وہ میز پر رکھی ہوئی ڈائری کو منہ میں دبا کر واپس چلی گئی۔ "عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوه۔۔۔ تو قم جاگ رہے تھے۔" کلثوم چونک کر کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس کے چہرے پر پسینہ سا آ گیا۔ اور اس نے جلدی سے پہرہ دو طرف کر لیا۔ بے باک ہونے کے باوجود وہ بہر حال ایک لڑکی تھی۔ اس لئے یہ سوچ کر ہی اُسے پسینہ گیا تھا۔ کہ وہ رات کو ایک نوجوان کے بیڈ روم میں داخل ہوئی تھی۔ اب تک شاید اس کا خیال تھا کہ اگر چونکہ گہری نیند سویا ہوا تھا۔ اس لئے اُسے اس کی آمد کا علم ہی نہ ہوا ہوگا۔ لیکن اب یہ سوچ کر کہ عمران اس وقت جاگ رہا تھا۔ اس کا چہرہ شرم سے عرق آلود ہو گیا تھا۔

"میں یہ ڈائری واپس کرنے آئی ہوں اور یہ بھی کہ ڈائری کی میز پر تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔" کلثوم جلدی سے کہا اور پھر اٹھ کر اس قدر تیزی سے دروازے کی طرف مڑ گئی جیسے اب اس سے ایک لمحہ بھی کمرے میں موجود نہ رہا جاسکتا ہو۔ اور عمران بے اختیار اس پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ واپس جاتے ہوئے کلثوم نے جن نظروں سے عمران کو دیکھا تھا۔ اُسی بنا پر عمران کو بے اختیار

میز پر ہاتھ پھیرنا پڑ گیا تھا۔

اُسی لمحے دروازہ کھلا اور سوپر فیاض اندر داخل ہوا۔ "میں یہ حرکت برداشت نہیں کر سکتا۔ تم اس قدر نیچے بھی جا سکتے ہو۔ مجھے اس کا تصور بھی نہ تھا۔"

فیاض نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔ "ارے ارے کیا ہوا۔ کیا ساری رات کھٹل کھٹلے رہے ہیں۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تمہیں شرم آتی چاہیئے۔ سر رحمان کو اگر معلوم ہو جائے کہ ایک کنواری لڑکی ساری رات تمہارے کمرے میں رہی ہے تو یقیناً وہ تمہیں گولی مار دیں گے۔"

فیاض کا غصہ واقعی عروج پر تھا۔ اور عمران بے اختیار ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔ اب اُسے فیاض کے غصے کی سمجھ آتی تھی۔ صبح ہی صبح جن طرح کلثوم اس کے کمرے سے نکل کر گئی تھی اور اس کے چہرے پر جو تاثرات تھے اس سے سوپر فیاض کا غصہ واقعی بجا تھا۔

"ارے ارے صبح ہی صبح اتنا غصہ اچھا نہیں ہوتا وہ تو اطلاع دینے آئی تھی کہ ڈاکٹر عمر ابہال ناشتے کی میز پر ہمارا انتظار کر رہے ہیں۔ وہ پہلے تمہارے کمرے میں گئی لیکن تم ہاتھ روم میں تھے۔ اس لئے وہ ادھر آ گئی۔" عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"بگو اس مت کو د - اطلاع دینے کے لئے ملازم نہیں آ سکتے تھے - اس نے خود آنا تھا - مجھے معلوم ہے پہلے تم دونوں کا میں بیٹھ کر کہیں چلے گئے تھے - پھر بچانے کس وقت آتے ہو — تمہارا مقصد یہی تھا کہ میں سو جاؤں اور تم پھر گلچھڑے اڑاؤ - اور اب اس لڑکی کے چہرے کے تاثرات نے مجھے ساری کہانی بتا دی — اور میں یہ برداشت نہیں کر سکتا - میں واپس جا رہا ہوں" — فیاض نے پیر پٹختے ہوئے کہا - اور تیزی سے واپس دروازے کی طرف مڑ گیا۔ "سنو" — اچانک عمران نے غراتے ہوئے کہا - اور سوپہ فیاض اس کا لہجہ سن کر ایک جھٹکے سے مڑنے پر مجبور ہو گیا۔

"تمہیں یہ جرأت کیسے ہوئی کہ تم اس قسم کی گھٹیا بات میرے اور کلثوم کے متعلق منسوب کرو - کیا تم نے ہر ایک کو اپنے جیسا سمجھ رکھا ہے — میں تو سمجھ رہا تھا کہ تم مذاق کر رہے ہو - لیکن تمہارا اصرار بتا رہا ہے کہ تم سنجیدگی سے ایسی بات کہہ رہے ہو" — عمران نے غراتے ہوئے کہا۔

"تو کیا — کیا واقعی ایسا نہیں ہے" — سوپہ فیاض نے بڑی طرح گرہ بڑاتے ہوئے کہا۔
 "تمہیں ایسی بات سوچتے ہوئے بھی شرم آنی چاہیے"

عمران نے اُسی طرح غصیلے لہجے میں جواب دیا - اس کا چہرہ واقعی انتہائی سخت ہو رہا تھا۔

"ادہ ادہ سو رہی — دیر سی سو رہی عمران - دیر سی سو رہی - دراصل بچانے مجھے کس طرح یہ خیال آ گیا - مجھے معلوم ہے تمہارا کہ دار انتہائی اعلیٰ ہے - لیکن بچانے کیوں" سوپہ فیاض نے سر جھکاتے ہوئے کہا۔
 "آئندہ ایسی گھٹیا باتیں مت سوچا کرو - سمجھے"

عمران نے کہا اور پھر تیزی سے قدم اٹھاتا کمرے سے باہر نکل آیا - سوپہ فیاض خاموشی سے اس کے پیچھے چل پڑا - وہ واقعی شرمندہ نظر آ رہا تھا۔

"مجھے معاف کر دو - پلیز" — سوپہ فیاض نے منت بھرے لہجے میں کہا۔

"سنو" — کہیں حاقت میں جا کر کلثوم سے معافی نہ مانگنا شروع کر دینا - ڈاکٹر عمر ابدال انتہائی معزز آدمی ہیں - اور ان کی بیٹی بے باک ضرور ہے - لیکن کہ دار کے لحاظ سے وہ بہت اعلیٰ مقام رکھتی ہے" — عمران نے اس بار قدرے نرم لہجے میں کہا - کیونکہ اُسے خیال آ گیا تھا کہ کہیں فیاض اپنی حاقت میں ناشتے کی میز پر ہی کلثوم سے معافی نہ مانگنا شروع کر دے — وہ چاہتا تو سوپہ فیاض کی اس بات پر اس کا مذاق بھی دل بھر کر اڑا سکتا تھا - لیکن وہ سوپہ فیاض کی نفیسات اچھی طرح جانتا

تھا کہ اس کے ذہن میں یہ بات خواہ مخواہ پکی ہوتی جاتی۔
اس لئے اس نے مجبوراً یہ سخت رویہ اپنایا تھا۔

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔ میں سمجھ گیا" — فیاض
نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"کیا سمجھ گئے ہو۔ کچھ مجھے بھی سمجھا دو" — عمران
نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہی کہ کلثوم اعلیٰ کہ دارنگی مالک ہے" — سوپہ
فیاض نے گہرے بڑاتے ہوئے کہا۔

"اور میں۔ میرے متعلق تمہارا کیا خیال ہے"
عمران نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"مجھے معلوم تو ہے۔ لیکن بس بنجانے کیوں یہ بات
میرے ذہن میں آگئی۔ تم نے اچھا کیا۔ میری غلط فہمی دور

کر دی۔ ورنہ میں تو واقعی سر رحمان کو فون کر دیتا"
سوپہ فیاض نے جواب دیا۔

اور عمران دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کرنے لگا۔
کیونکہ فیاض سے ایسی حماقت کی توقع قطعاً بعید نہ تھی۔ اور

اگر سر رحمان کو وہ فون کر دیتا تو واقعی عمران کے لئے
ایک نئی مصیبت کھڑی ہو جاتی۔

چند لمحوں بعد وہ ناشتے کی میز پر پہنچ گئے۔ وہاں کلثوم
اور ڈاکٹر عمر ابدال پہلے سے موجود تھے۔ کلثوم اب

نارمل نظر آرہی تھی۔

"آؤ بیٹے۔ میں کافی دیر سے تمہارا انتظار کر رہا تھا۔ کلثوم
نے مجھے بتایا ہے کہ تم اس کے ساتھ ابوالفتح کی بیوہ

کے گھر گئے تھے اور تم نے اُسے ایک بھاری رقم بھی
دی ہے۔ مجھے یہ سن کہ بے حد مسرت ہوئی ہے۔

تم نے واقعی ایک اعلیٰ خاندان کے فرد ہونے کا ثبوت
دیا ہے" — ڈاکٹر عمر ابدال نے مسکراتے

ہوئے کہا۔
"یہ دراصل سوپہ فیاض کو صبح صبح اٹھ کر نہ لپکے بنانے

کی عادت ہے۔ اس لئے دیر ہو گئی" — عمران
نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"زائچے — کیا مطلب" — ڈاکٹر عمر ابدال نے
پوچھا کہ کہا۔ اور کلثوم بھی چونک کر فیاض کو دیکھنے لگی۔

"یہ دراصل اپنے وقت کے مشہور رنچو می بھی ہیں۔ اس
لئے تو ڈیڈ می نے انہیں سپرنٹنڈنٹ بنایا ہوا ہے۔ بس

یہ دفتر میں بیٹھے زائچے بناتے رہتے ہیں اور ڈیڈ می اس
کے زائچوں کی مدد سے مجرموں کو پکڑتے رہتے ہیں"

عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔
"اوہ — واقعی حیرت ہے" — ڈاکٹر عمر ابدال

نے اس طرح کہا جیسے انہیں یقین نہ آ رہا ہو۔
"نہیں جناب۔ اس کی مذاق کہنے کی عادت ہے"

فیاض نے شرمندہ سے انداز میں ہنستے ہوئے جواب

دیا۔
"اچھا پھر بتا دو انکل کو۔ جناب اس نے نہ اچھے بنایا ہے۔

کہ رات کو ایک پری میرے کمرے میں"
عمران نے کلثوم کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا اور
کلثوم کا چہرہ تیزی سے ایک بار پھر عرق آلود ہونا شروع
ہو گیا۔

"میرا مطلب ہے جناب کہ اب جو رات آتے گی۔ ایک
پری میرے کمرے میں آئے گی اور وہ مجھے بتائے گی
کہ چوری کا مال کہاں موجود ہے۔" — عمران نے
مسکراتے ہوئے کہا۔

اور ڈاکٹر عمر ابدال بے اختیار کھلکھلا کر ہنس
پڑے۔

"اچھا جوک ہے ناشتے کے وقت۔ ایسے جوک واقعی
خوشگوار محسوس ہوتے ہیں۔" — ڈاکٹر عمر ابدال
نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ارے انکل آپ اسے جوک سمجھ رہے ہیں جب کہ میں
نے اس پری کے استقبال کے لئے اپنے کمرے کو
سجانا شروع کر دیا ہے۔ فی الحال تو میں نے ملازم
کو کہا ہے کہ ذرا صحت مند قسم کے چھپرے لاکر رکھ دے"
عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"چھپرے کیا مطلب۔ کیا وہ پری بلی کی نسل سے

ہو گی۔" — ڈاکٹر عمر ابدال نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔
"جناب دراصل سو پرفیاض کے نہ اپنے کاکوئی پتہ ہے
ذرا سا ستارہ ادھر ادھر ہوا اور پری بلی میں تبدیل ہو گئی"
عمران نے جواب دیا۔

اور اس بار ڈاکٹر عمر ابدال نے اس قدر زوردار تہقیر
لگایا کہ ڈائیننگ ہال کو بچے لگا۔ کلثوم خاموش بیٹھی رہ
جھکائے ناشتہ کرنے میں مصروف تھی۔ لیکن اس کا
چہرہ بتا رہا تھا کہ وہ عمران کی ساری باتوں کا مطلب اچھی
طرح سمجھ رہی تھی۔

"انکل۔ سننا ہے کہ اچھی بھلی لڑکیاں اچانک گونگی ہو
جاتی ہیں۔ پیچ۔ پیچ۔ کتنی ٹریجڈی ہے۔"
عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں گونگی نہیں ہوں۔ صرف تمہارا مذاق اس قدر
بھونڈا ہے کہ میں جواب دینا ہی پسند نہیں کرتی۔"
کلثوم نے فوراً چہرے کو سخت بناتے ہوئے کہا۔ لیکن
اس کی آنکھیں مسکرا رہی تھیں۔

"ارے ارے سو پرفیاض۔ تمہارا ایک نہ اچھا تو غلط
ثابت ہو گیا۔ تم نے تو کہا تھا کہ آج چونکہ بے چاری
زہرا برج عقرب میں داخل ہو رہی ہے۔ اس لئے
زہرا کو عقرب یعنی بھچو کاٹ لے گا اور زہرا اس کے
زہر کی وجہ سے گونگی ہو جائے گی۔ لیکن میں نے تمہیں

کہا نہیں تھا کہ یہ وہ ویمنس والی نہرا نہیں ہے۔ یہ نہر
سے بنی ہوئی نہرا ہے۔ الٹا بے چارہ عقرب ہی مارا
جاتے گا۔ — عمران کی زبان چل پڑی۔ اور ڈاکٹر
عمر ابدال ایک بار پھر ہنس پڑے۔
”تمہیں تو سوائے بکواس کے اور کچھ آتا نہیں
ہے۔ میں نے کب کہا ہے۔“ — فیاض نے بڑا سا
منہ بناتے ہوئے کہا۔
”نہیں کیا۔ چلو پھر نکالو۔ میری دی ہوئی فیس واپس۔
صبح صبح اچھی خاصی رقم بھاڑ لی تم نے۔“ — عمران نے
کہا اور فیاض ہنس کر خاموش ہو گیا۔
”او۔ کے۔ بیٹے تم لوگ باتیں کرو۔ میرے دفتر کا
وقت ہو گیا ہے۔ مجھے اجازت۔ اور ماں عمران بیٹے
تم جب واپس جاؤ تو سر رحمان سے میرا شکریہ ادا کر
دینا کہ ان کی وجہ سے تم جیسے نوجوان سے ملاقات ہو
گئی ہے۔“ — ڈاکٹر عمر ابدال نے کہا اور پھر اس
سے پہلے کہ عمران کوئی جواب دیتا وہ اٹھ کر تیز تیز قدم
اٹھاتے ڈائننگ روم سے باہر نکل گئے۔
”میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں سپرنٹنڈنٹ فیاض کے
ساتھ جا کر ہوٹل آفندی میں اس ڈان سے ملوں گی۔
سپرنٹنڈنٹ فیاض تم سے کہیں زیادہ عقلمند اور سوہر
آدمی ہیں۔“ — ڈاکٹر عمر ابدال کے جاتے ہی

کلتوم نے شرارت بھرے لہجے میں کہا۔ اور سپرنٹنڈنٹ
فیاض کلتوم کے منہ سے یہ بات سن کر چونک پڑا۔
”جی بالکل۔ مس کلتوم آپ بے فکر ہو کر میرے
ساتھ چلیں۔ کیونکہ.....“ — فیاض نے فخر سے
سینہ پھلاتے اور طنزیہ انداز میں عمران کی طرف دیکھتے
ہوئے کہا۔
”کیونکہ میں شادی شدہ ہوں اس لئے بے ضرر ہوں۔
لیکن یہ بھی بتا دوں کہ شادی شدہ آدمی بڑا بزدل ہوتا ہے۔“
عمران نے مسکراتے ہوئے اس کا فقرہ مکمل کیا۔ اور
کلتوم اس بار کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ فیاض نے بڑا سا منہ
بنالیا۔
”کچھ بھی ہو میں ضرور اس ڈان سے ملوں گی۔“
کلتوم نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد فیصلہ کن
لہجے میں کہا۔
”ڈان سے ملنے کے لئے ہوٹل جانے کی کیا ضرورت
ہے۔ کسی بھی پہاڑی پر چڑھ جاؤ۔ ڈان سے ملاقات ہو جائے
گی۔“ — عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔
”پہاڑی پر ڈان سے ملاقات — کیا مطلب۔“
کلتوم نے چونک کر پوچھا۔
”اگر تمہیں انگریزی آتی ہے تو پھر ڈان کا مطلب بھی آتا
ہوگا۔ ڈان کہتے ہیں طلوع صبح کو۔ اور طلوع صبح کا صبح نظارہ

کسی پہاڑی پر سے ہی ہو سکتا ہے۔" — عمران نے کہا۔
اد کلثوم ہنس پڑی۔

"میں اس ڈان کی بات نہیں کر رہی۔ میں تو....."

کلثوم نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔
"اچھا تو تم اس ڈان جان کی بات کر رہی ہو۔ جو ایک
ویران جزیرے میں اپنے بندرسمیت جا پہنچا تھا۔ وہ
کیا خوب صورت کردار دکھاتا ہے ناول نویس نے۔"

عمران نے فوراً ہی بات بدلتے ہوئے کہا۔
"تمہاری اس خواہ مخواہ کی بجائے اس کا کوئی وقت بھی ہوتا

ہے۔ میں ڈان گم دپ کی بات کر رہی ہوں۔ جس کا ذکر ابوالفتح
نے ڈائری میں کیا ہے۔" — اد ریہ ڈائری پڑھ کر مجھے

یقین آ گیا ہے کہ ابوالفتح قدرتی موت نہیں مرا۔ اُسے قتل
کیا گیا ہے۔" — کلثوم نے جھلائے ہوئے لہجے میں

کہا۔ اور عمران نے لے اختیار ایک طویل سانس لیا۔ وہ
جان بوجھ کر بات بدلتے کی کوشش کر رہا تھا۔ تاکہ فیاض

کے سامنے ساری بات نہ آئے۔ لیکن کلثوم کی جذباتیت
بھلا کہاں رکھنے والی تھی۔ اور اب عمران نے فیصلہ کر لیا تھا

کہ اُسے یہاں سے شفٹ ہو جانا چاہیے۔ ورنہ وہ کام نہ کر
سکے گا۔

"اچھا اچھا۔ تم اس کی بات کر رہی تھی۔ وہ ضرور جاؤ۔
سو پر فیاض تو ایسے گم دپس کو نچوڑنے کا ماہر ہے۔ کیوں

فیاض۔" — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"میری تو سمجھ میں کوئی بات نہیں آ رہی۔ کس گم دپ کی

بات کر رہے ہو تم لوگ۔ اور کس ڈائری کا ذکر ہو رہا ہے۔"

فیاض نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔
"میں بتاتی ہوں تمہیں۔ اس نے کیا بتانا ہے۔ آخر تم

سنٹرل انٹیلی جنس کے سپرنٹنڈنٹ ہو۔ اس کی طرح احمق
تو نہیں ہو۔" — کلثوم نے تراتر بھرے انداز میں

مسکراتے ہوئے کہا۔
اور عمران سمجھ گیا کہ کلثوم اُسے چڑانے کے لئے

ساری باتیں کر رہی ہے۔ لیکن اب کیا ہو سکتا تھا۔ فیاض کو
وہ خود ساتھ لے آیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ چلو فیاض

کے ساتھ تقریر بھی کرے گی اور وہ تقویری سی جاسوسی کر کے
اصل کتبہ بھی تلاش کر لے گا۔ لیکن اب اُسے کیا معلوم

تھا کہ یہاں کلثوم جیسی جذباتی لڑکی سے بھی واسطہ پڑ
سکتا ہے۔

ٹھیک ہے۔ تم اسے تفصیل بھی بتاؤ اور اسے ساتھ لے
کر اس ڈان سے بھی مل آؤ۔ میں اس دوران ذرا قاپرہ

کا سیر کر لوں۔ سنا ہے یہاں ایسے کلب ہیں جہاں
ایک لے نوجوانوں کو ملا تھوں ملا تھا لیا جاتا ہے۔" — عمران

نے اٹھتے ہوئے کہا۔
"میری طرف سے تم جہنم میں بھی جا سکتے ہو۔" — کلثوم

نے میرا سامنہ بناتے ہوئے کہا۔

”آپ تفصیل بتا رہی تھیں مس کلثوم“ — فیاض نے جلدی سے اُسے ٹوکتے ہوئے کہا۔ کیونکہ اب اُسے سمجھ آ رہی تھی کہ عمران کسی خاص مقصد کے لئے یہاں آیا ہے اس لئے فوراً ہی اس کے ذہن میں یہ خیال آیا تھا کہ سر رحمان نے یقیناً اُسے اس لئے ساتھ بھیجا ہے کہ وہ عمران کے مقابلے میں کامیاب ہو کہ عمران کے سامنے ان کے ٹکھے کی عزت بڑھائے۔ اور یہاں کلثوم کی وجہ سے اُسے آگے بڑھنے کا موقع مل رہا تھا۔ اس لئے وہ دائمی تفصیل سننے کے لئے بے چین ہو رہا تھا۔

شیڈ فوڈ کی گھنٹی بجتے ہی ہوٹل آفندی میں اپنے مخصوص دفتر میں بیٹھے ہوئے ڈان نے ماتھ بڑھا کر ریورٹ لکھا لیا۔ اس کے ساتھ والی کمرہ سی پرنتا شا بیٹھی شراب کی چکیاں لینے میں مصروف تھی۔ اس کے جسم پر انتہائی محقر سا لباس تھا۔

”یس۔ ڈان سپیکنگ“ — ڈان نے ریورٹ لکھتے ہی تسکمانہ لہجے میں کہا۔

”باس۔ مارٹن بول رہا ہوں۔ آپ کے حکم کے مطابق ہم نے ڈاکٹر عمر ابدال کے ایک خاص ملازم کو بھاری رقم دے کر گانٹھ لیا تھا۔ اس نے ابھی ابھی انتہائی حیرت انگیز رپورٹ دی ہے۔“ — دوسری طرف سے کہا گیا۔

"کیا رپورٹ دی ہے" — ڈان نے ہونٹ چبائے ہوئے پوچھا۔

"باس — پاکیشیا سے ڈاکٹر عمر ابدال کے بارے میں دو آدمی آئے ہیں۔ ایک تو نوجوان علی عمران ہے۔ جو کہ تعلق پاکیشیا سیکرٹ سروس سے بتایا جا رہا ہے۔ اور دوسرا قدرے بڑی عمر کا فیاض نامی ہے۔ یہ پاکیشیا کی سنٹرل انٹیلیجنس میں سپرنٹنڈنٹ ہے۔ سنٹرل انٹیلیجنس کا ڈائریکٹر جنرل کوئی آدمی سر رحمان نامی ہے۔ جو کہ اس علی عمران کا باپ ہے۔ ڈاکٹر عمر ابدال سر رحمان کے دوست ہیں۔ اور یہ دونوں آدمی سر رحمان کی طرف سے ڈاکٹر عمر ابدال کی مدد کے لئے آئے ہیں۔ لیکن یہ علی عمران بالکل ہی احمق اور مسخرہ سانسو نوجوان ہے۔ جب کہ وہ سپرنٹنڈنٹ ویسے ہی گاؤسی اور احمق نظر آتا ہے۔ اس فیاض آتے ہی ڈاکٹر عمر ابدال پر زور ڈالنا شروع کر دیا کہ ڈاکٹر عمر ابدال اپنی بیٹی کلثوم کی شادی اس احمق اور مسخرے نوجوان علی عمران سے کر دے۔ ڈاکٹر عمر ابدال نے تو رضا مندی ظاہر کر دی۔ لیکن کلثوم جو کہ یونیورسٹی کی طالبہ ہے اس نے صاف انکار کر دیا۔ یہ دونوں ڈاکٹر عمر ابدال کی رہائش گاہ میں گیسٹ رومز میں رہ رہے ہیں۔ شام کے قریب کلثوم اور یہ علی عمران ڈیو گئے۔ جہاں وہ ڈاکٹر عمر ابدال کے اسسٹنٹ ابوالفتح کی ایک پرسنل ڈائری

خفیہ طور پر اڑا لیا۔ اس نے اس کی خبر کلثوم کو بھی نہ ہونے دی۔ لیکن رات کو جب عمران سو گیا تو کلثوم اس کے کمرے سے وہ ڈائری اٹھا لائی۔ کلثوم کے مطابق کسی کتبے کی چوری کا پتہ ہے۔ جو کہ ڈاکٹر عمر ابدال کی تحویل میں تھا۔ اور ڈائری کے مطابق اس کتبے کی چوری میں ہونٹل آندھی کا ڈان اور اس کا گھر دپ ملوث ہے۔ مارٹن نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ اور اس کی آخری بات سن کر ڈان اس طرح اچھلا جیسے اُسے کرنت لگ گیا ہو۔

"کیا ہوا ڈیہ" — نتاشا نے بھی چونک کر حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"سٹ اپ — خاموش رہو۔ نانس" — ڈان نے بڑی طرح نتاشا کو جھڑکتے ہوئے کہا۔ اور نتاشا منہ بنا کر خاموش ہو گئی۔

"کیا تم ہوش میں رہ کر یہ باتیں کہہ رہے ہو مارٹن" — ڈان نے حلق کے بل چیختے ہوئے کہا۔

"میں تو رپورٹ کی تفصیل بتا رہا ہوں باس۔ آپ نے خواہ مخواہ مجھے ڈانٹ دیا" — دوسری طرف سے مارٹن کی ناخوشگوار سی آواز سنائی دی۔

"احمق آدمی۔ میں نے نتاشا سے یہ فقرہ کہا تھا۔ تم سے نہیں" — ڈان نے غصیلے لہجے میں جواب دیتے

ہوئے کہا۔

"اوہ۔ سو رہی باس۔ میں سمجھا کہ شاید آپ مجھ سے رہے ہیں۔" دوسری طرف سے مارٹن کی شہر سی آواز سنائی دی۔

"اوہ۔۔۔ اس اُٹو کے پٹھے ابوالفتح کو یہ خیال آگیا کہ کتبہ کی چوری میں میرا یا میرے گروپ کا ہاتھ کتبہ تو جان آرٹسٹ کے بیٹے آرگن نے چرایا۔ اُسی سے تبدیل کیا تھا۔" ڈان نے چیختے ہوئے کہا۔ "کلتوم نے عمران کی بجائے اب سیزنٹنٹ فیاض

قریبی رابطہ کر لیا ہے۔ اس نے فیاض کو تفصیل بتائی جسے ملازم نے سن لیا تھا۔ کلتوم کے مطابق ڈانٹری یہ لکھا ہوا تھا کہ ڈان نے ابوالفتح سے اس کتبے کے میں رابطہ قائم کیا تھا۔ اور اُسے بھاری رشوت آفر کی لیکن ابوالفتح نے انکار کر دیا تھا۔ بلکہ اس نے عمر ابدال سے اشارے کئے میں اس کا ذکر کیا ڈاکٹر نے پرواہ نہ کی۔ جس پر اس کی ڈانٹری کے مطابق

اس نے ہوٹل آفندی جا کر ڈان نے بات چیت کرنے منصوبہ بنایا۔ اور اس کے بعد ڈانٹری خالی اور ابوالفتح ایک کار ایکسیڈنٹ میں ہلاک ہو چکا ہے اس سے کلتوم نے یہ اندازہ لگایا ہے کہ ابوالفتح ڈان سے ملنے ہوٹل گیا اور ڈان نے اُسے قتل کر دیا۔

اس کی موت کو کار ایکسیڈنٹ ظاہر کر دیا۔ اور کتبہ چوری کر لیا۔ اس کے اس نتیجے کی اس سیزنٹنٹ فیاض نے بھی پوری پوری تائید کی ہے۔ اور اب وہ کلتوم اور سیزنٹنٹ فیاض ہوٹل آفندی پہنچ کر آپ کو ٹھونڈنا چاہتے ہیں۔" مارٹن نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اوہ اوہ۔۔۔ میں نے واقعی پہلے اس انداز میں کوشش کی تھی۔ لیکن پھر آرگن درمیان میں کود پڑا۔ اور اس نے آسانی سے اس کتبے کو چوری کر لیا۔ اس لئے میں ابوالفتح کو بھول گیا۔ ابوالفتح واقعی مجھ سے ملنے آیا تھا۔ اس احمق نے مجھے دھمکیاں دے کر بلیک میل کرنے کی کوشش کی تھی اس لئے میں نے اُسے قتل کر دیا۔ ٹھیک ہے تمہاری رپورٹ بے حد اہم ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ دونوں آدمی اس کتبے کے حصول کے چکر میں یہاں آئے ہیں۔ اب میں ان سے پوری طرح نمٹ لوں گا۔" ڈان نے میز پر کہہ مارے ہوئے کہا۔

"باس۔۔۔ اگر آپ حکم کریں تو کلتوم اور ان دونوں پاکیشیائیوں کو اغوا کر کے قتل کر دیا جائے۔ تاکہ یہ کانٹا ہمیشہ کے لئے راستے سے دور ہو جائے۔" مارٹن نے کہا۔

"تم اُنہتائی احمق ہو مارٹن۔ کیا تم چاہتے ہو کہ ان کی

اچانک گمشدگی سے ڈاکٹر عمر ابدال چونک پڑے۔ اور پھر مصری حکومت کے خفیہ ایجنٹ حرکت میں آجائیں اور ساری بات سامنے آجائے۔ نانس۔ اگر انہیں کوئی شک بھی ہے تو اُسے آسانی سے دور کیا جاسکتا ہے۔ ان کے پاس سوائے اس ڈاکٹری کے اور کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اور یہ ڈاکٹری بھی ایک آدمی ذاتی رائے ہے۔ میرے تعلقات انتہائی اعلیٰ حکام سے ہیں۔ اور میں مصر کا محترم ترین شہری ہوں۔ اس لئے مجھ پر کوئی انگلی نہیں اٹھا سکتا۔ ہاں اگر کسی وقت میں نے یہ محسوس کیا کہ یہ میرے لئے خطرہ بن رہے ہیں تو پھر میں انہیں ایک لمحے میں چٹکی میں مسل دوں گا۔" ڈان نے تیز تیز ہلچے میں کہا۔

"ٹھیک ہے باس۔ آپ کا خیال درست ہے۔" مارٹن نے جواب دیا۔

"تم ان تینوں کی مکمل نگرانی کرو۔ مجھے ان کی مکمل اور تفصیلی رپورٹ روزانہ دو۔" ڈان نے کہا۔

"یس باس۔" دوسری طرف سے مارٹن نے کہا اور ڈان نے اور کے کہہ کر رسیور رکھ دیا۔

"سنو ڈیئر۔" میرے کاروباری معاملات میں تم مداخلت مت کیا کرو۔ سمجھیں۔" ڈان نے رسیور کے قدرے مسکراتے ہوئے ناسا سے مخاطب ہو کر کہا۔

جواب منہ بنائے بیٹھی تھی۔

"مجھے کیا ضرورت ہے۔ میں تو تمہارے اچانک الجھنے سے حیران ہوئی تھی۔" ناسا نے اُسی طرح ناراض ہلچے میں کہا۔

"زیادہ سخرے مت دکھاؤ۔ میری عادت جانتی ہو۔ ایک لمحے میں گولی مار دوں گا۔ سنو۔ تم نے اس لڑکی کلثوم سے دوستی بڑھانی ہے۔ کیونکہ مجھے ان دونوں پائیکشیائی احمقوں سے زیادہ خطرہ اس لڑکی سے محسوس ہو رہا ہے۔" ڈان نے کہا۔

"دوستی بڑھا کر کیا کروں۔" ناسا نے چونک کر پوچھا۔ "اسے یہاں ہونٹل میں لے آؤ۔ اور پھر یہاں کے چند غنڈے اس پر چھوڑ دوں گا جو اسے بڑی طرح پامال کر دیں گے اور اس کی پامالی کی باقاعدہ فلم بنائی جائے گی۔ اور اس کے بعد اس فلم کے ذریعے اسے قابو میں رکھا جائے گا۔" ڈان نے جواب دیا۔

"کیا ضرورت ہے اتنا لمبا کھڑاگ پھیلانے کی۔ گولی مار کر زمین میں دفن کر دو۔" ناسا نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"تم بھی اُس الو کے پٹھے مارٹن کی طرح جذباتی بات کہ رہی ہو۔ تمہارا کیا خیال ہے۔ اگر ڈان تمہاری طرح جذباتی ہوتا تو اب تک اس حیثیت میں زندہ رہ جاتا۔ آج ڈان

گر دپ کو کوئی نہیں جانتا۔ حالانکہ اس وقت پورا مصر ڈان
گر دپ کے تہکتے میں پھنسا ہوا پھڑک رہا ہے۔ یہ سب
اس لئے ہے کہ میں جذبات کی بجائے عقل استعمال کرتا
ہوں۔ ”ڈان نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔
”اور۔۔۔۔۔ جیسا تم کہو“۔۔۔۔۔ نٹاشا نے اٹھتے
ہوئے کہا۔

”ہاں۔۔۔۔۔ تم یہاں سے جاؤ۔ ہو سکتا ہے وہ کلثوم اور
وہ پاکیشیائی اچن یہاں آجائیں تو انہیں یہ معلوم نہیں ہونا
چاہیے کہ تمہارا تعلق مجھ سے ہے۔“ ڈان نے سر
ہلاتے ہوئے کہا۔ اور نٹاشا خاموشی سے چلتی ہوئی دروازے
کی طرف بڑھ گئی۔

عمرانؒ کلثوم اور فیاض کو ڈاننگ روم میں پھوڑ کر
باہر نکلا اور پھر سیدھا گیسٹ روم میں پہنچ گیا۔ اس نے
دہاں موجود اپنے بریف کیس سے کچھ ضروری سامان نکال
کر کوٹ کی جیبوں میں منتقل کیا۔ اور بریف کیس کو
واپس رکھ کر وہ اطمینان سے چلتا ہوا بیرونی پھاٹک سے
باہر آ گیا۔ کلثوم اور فیاض ابھی تک ڈاننگ روم میں موجود
تھے۔ اُسے معلوم تھا کہ کلثوم جس طرح کی جذباتی
لڑکی ہے اور سو پر فیاض جس پائے کا جاسوس ہے۔ یہ
دونوں مل کر واقعی ایک ایسی جوڑی بن جائیں گے جن
کا انجام اسے اچھا نظر نہ آتا تھا۔ اس لئے اس
نے فوراً ہی طور پر کچھ فیصلے کئے تھے۔ اور اب وہ ان
فیصلوں پر عمل درآمد کرنے کے لئے باہر آیا تھا۔ باہر

آ کہ اس نے ٹیکسی بکڑی اور اُسے مین مارکیٹ چلنے کا کہہ دیا۔ ٹیکسی مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد تھوڑی ہی دیر بعد مین مارکیٹ پہنچ گئی۔ عمران نے ٹیکسی چھوڑ دی اور مین مارکیٹ میں گھومتا رہا۔ اس کی تیز نظریں اپنے تعاقب کا اندازہ کرنے میں مصروف تھیں۔ حالانکہ بظاہر کوئی ایسی بات ابھی تک نہ ہوئی تھی کہ اس کا کوئی تعاقب کرتا۔ لیکن احتیاط عمران کی طبیعت کا ایک جزو بن کر رہ گئی تھی۔ لیکن تھوڑی دیر مارکیٹ میں گھومنے پھرنے کے بعد جب اُسے اطمینان ہو گیا۔ کہ واقعی کوئی اس کی نگرانی نہیں کر رہا تو وہ ایک سپر سٹور میں داخل ہو گیا۔ اس نے وہاں کے مختلف کاؤنٹرز سے ایسا سامان خریدا جسے وہ میک اپ کے لئے استعمال کر سکتا تھا۔ ریڈی میڈ لباس والے کاؤنٹر سے اس نے ایک سوٹ بھی خریدا۔ اور پھر وہاں سے وہ اس سپر سٹور میں بنے ہوئے ٹوائلٹ میں گھستا گیا۔ اس نے اس سامان کی مدد سے اپنے چہرے اور ہاتھوں پر مقامی میک اپ کیا۔ اور نیا لباس پہن کر اس نے اپنی تمام چیزیں نئے لباس میں منتقل کیں۔ اور پھر پرانے لباس اور بقایا سامان کو اس نے اُسی شاپنگ بیگ میں ڈال دیا۔ جن میں نیا لباس اُسے دیا گیا تھا۔ اور پھر بڑے اطمینان سے ٹوائلٹ سے باہر آ کر وہ چند لمحے

تو سٹور کے مختلف کاؤنٹرز پر گھومتا رہا پھر آہستگی سے باہر آ گیا۔ سٹور سے کافی فاصلے پر ایک ڈسٹ ڈرم کا ڈھکن اٹھا کر اس نے ہاتھ میں موجود شاپنگ بیگ اس میں اچھال دیا۔ اور ڈھکن بند کر کے وہ اطمینان سے آگے بڑھتا گیا۔ اب وہ مقامی آدمی کے روپ میں تھا۔ ایک بار پھر اس نے اپنی نگرانی کا بطور احتیاط اندازہ لگایا۔ اور پھر اس طرف سے تسلی ہونے کے بعد وہ ایک پیسنگ بوتھ میں داخل ہو گیا۔ اس نے جیب سے سکے نکال کر فون باکس میں ڈالے اور رسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

”یس۔۔۔ فواد برادرز۔۔۔ دوسری طرف سے ایک نسوانی کاروباری سی آواز سنائی دی۔“
”مسٹر فواد سے بات کرائیں۔ میں نے ان سے ایک اہم کاروباری بات کرنی ہے۔ میرا نام پرس ہے۔“
عمران نے بڑے باوقار سے ہلچے میں کہا۔

”اوہ سوری جناب۔ فواد ابھی تک دفتر تشریف نہیں لے آئے۔ آپ ایک گھنٹے بعد فون کریں۔“
دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

”کیا وہ اپنی رہائش گاہ پر ہوں گے۔ مجھے انتہائی فوری نوعیت کا کام ہے۔“ عمران نے تیز ہلچے میں کہا۔

"ہو سکتا ہے۔ آپ کال کر لیں" — دوسری طرف سے کہا گیا۔ اور ساتھ ہی فون نمبر بھی بتا دیا۔

عمران نے او۔ کے کہہ کر کمیڈل دبا دیا۔ دوبارہ سکے ڈالے اور اس لٹکی کا بتایا ہوا نمبر ڈائل کر دیا۔

"یس — فواد سپیکنگ" — چند لمحوں بعد ہی ایک نارمل سی آواز سنائی دی۔

"مسٹر فواد۔ میں پرنس بول رہا ہوں۔ میری ریاست کا نام ٹمبکٹو ہے" — عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"اوہ اوہ — آپ — ادہ۔ میں تو آپ کا منتظر تھا۔

باس کا فون آیا تھا" — دوسری طرف سے بڑی طرح چونکتے ہوئے کہا گیا۔

"مجھے معلوم ہے۔ میں اس وقت مین مارکیٹ کے نیشنل سپر سٹور کے سامنے واقع پبلک بوتھ سے بول رہا ہوں — تم فوراً یہاں پہنچو۔ کون سی کار ہے تمہاری۔

ذرا دھیان رکھنا۔ کہیں کوئی پیچیدگی سی کار لے آؤ۔ آخر میں پرنس آف ٹمبکٹو ہوں" — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جناب بالکل بے فکر رہیں۔ نئے ماڈل کی لیورین کار ہے۔ نیوی بلیو کالر کی۔ آپ کی شان میں ہرگز فرق نہ آئے گا" — دوسری طرف سے فواد نے ہنستے ہوئے

جواب دیا۔

اور عمران نے او۔ کے کہہ کر ریور رکھ دیا۔ مصر چونکہ اسرائیل کا ہمسایہ ملک تھا اور اسرائیل اور مصر کے درمیان تعلقات بھی موجود تھے — اس لئے عمران نے بطور ایکسٹریوہاں فواد کو بطور فارن ایجنٹ تقریباً دو تین سالوں سے تعینات کیا ہوا تھا۔ فواد کسی زمانے میں مصر کی طہری سیکرٹ ایجنسی سے متعلق رہا تھا — اور وہاں اس کا ریکارڈ بے حد اچھا تھا۔ وہ کا فرستان میں فارن ایجنٹ ناٹران کا بہت گہرا دوست رہا تھا۔ وہ دونوں کسی بیرونی یونیورسٹی میں کلاس فیلو رہے تھے۔ اور فواد کی تعیناتی ناٹران کی سفارش پر ہی کی گئی تھی۔

عمران اس سے آج تک بالمشافہ نہ ملا تھا — البتہ اُسے معلوم تھا کہ ناٹران نے اس کا اچھی طرح تعارف کرایا ہوا ہے اور ناٹران کی زبانی ہی اُسے معلوم ہوا تھا کہ فواد عمران سے ملنے کے لئے بے چین رہتا ہے۔

لیکن چونکہ مصر میں گزشتہ دو تین سالوں میں کوئی ایسا کیس بھی سامنے نہ آیا تھا جس کے لئے عمران یہاں آتا۔ اس لئے اب تک عمران کی ملاقات فواد سے نہ ہو سکی تھی — لیکن عمران کے پاس فواد کی مکمل فائل موجود تھی۔ اس لئے وہ ذاتی طور پر نہ سہی دیے فواد کے متعلق پوری تفصیل سے جانتا تھا۔ فواد غیر شادی شدہ تھا۔ اور

اپنی ایک ذاتی امپورٹ ایکسپورٹ کی فرم چلاتا تھا اس کے تعلقات مصر کے انتہائی اعلیٰ حکام سے انتہائی قریبی تھے۔ اس لئے وہ اپنا کام یعنی اسرائیل اور مصر کے درمیان ہونے والی تمام کارروائیوں کی رپورٹ ایکسٹو کو بھیجتا رہتا تھا۔ عمران نے وہ رپورٹیں بھی دیکھی تھیں اور ان سے اُسے فواد کی ذہانت اور کارکردگی کا بخوبی اندازہ ہوتا رہتا تھا۔ مصر آنے سے پہلے عمران نے بطور ایکسٹو فواد کو کال کیا تھا۔ اور اُسے بتایا تھا کہ عمران ایک خاص کام کی غرض سے مصر آ رہا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اُسے رابطے اور مدد کی ضرورت پڑے تو وہ ہوشیار رہے۔ اور کوڈ کے لئے پرنس اور ٹمبکٹو کے الفاظ عمران نے خود اُسے بتا دیئے تھے۔ اس لئے جیسے ہی عمران نے پرنس اور ٹمبکٹو کے الفاظ ادا کئے فواد فوراً سمجھ گیا کہ بولنے والا عمران ہے۔ عمران فون بوتھ سے نکل کر ساتھ ہی ایک بک سٹال پر آکر رک گیا۔ اور اس نے ایک اخبار خریدی۔ اور اُسے اطمینان سے پڑھنے لگا۔ مصر کی زبان عربی تھی۔ اور عمران چونکہ عربی زبان سے نہ صرف اچھی طرح واقف تھا بلکہ وہ اُسے عربی لہجے میں ہی روانی سے بول بھی سکتا تھا۔ لیکن مصر میں عربی زبان کا لہجہ خاص عرب سے قدرے مختلف تھا۔ اس لئے عمران نے مصر آنے سے

پہلے خاص طور پر مصری لہجے کی پریکٹس کی تھی۔ اس نے اخبار کھولا اور اُسے سرسری انداز میں دیکھنے لگا۔ ابھی اس نے ایک دو صفحے ہی دیکھے تھے کہ اُسے دور سے نیوی بلیو کلمہ اور جدید ماڈل کی لیموزین کار دائیں طرف سے آتی دکھائی دی۔ کار واقعی انتہائی شاندار تھی۔ عمران نے اخبار کو پیٹھا اور اطمینان سے سڑک کے کنارے کھڑا ہو گیا۔ اس نے اپنا انگوٹھا اس طرح کار کی طرف اٹھا دیا جیسے لفٹ مانگ رہا ہو۔ اور کار اس کے قریب آکر رک گئی۔

”میں نے ٹمبکٹو جانا ہے“ عمران نے جھک کر سیٹرنگ پر بیٹھتے ہوئے ایک بھرے جسم اور خوش رو پہرے کے مالک نوجوان فواد سے مخاطب ہو کر کہا۔ جو بڑی اشتیاق بھری نظروں سے عمران کو دیکھ رہا تھا۔ ”بیٹھ جائیے“ فواد نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور عمران نے بجائے دروازہ کھولنے کے اپنی ایک ٹانگ اٹھا کر کھڑکی میں ڈالنے کی کوشش کی جیسے وہ کھڑکی کے راستے اندر داخل ہونا چاہتا ہو۔

”ارے ارے یہ کیا کر رہے ہیں۔ دروازہ کھول کر بیٹھئے“ فواد نے بڑی طرح گھبرا کر کہا۔ ”اوہ اچھا۔ میں سمجھا کہ شاید اس ٹیڑھی ٹیڑھی کار کا دروازہ ہی نہیں ہے“ عمران نے منہ بناتے

کار بلکہ ارد گرد کا ماحول بھی گونج اٹھا۔ اس نے بے اختیار
سائیڈ پر کم کے کنارے روک دی۔ اور سیٹرنگ پر سر رکھ کر
بڑی طرح ہنسنے لگا۔ — عمران نے بڑے اطمینان سے
ہاتھ میں پکڑا اخبار کھولا اور اُسے اس طرح پڑھنے لگا جیسے
وہ مہر آیا ہی یہی اخبار پڑھنے ہو۔
"پرنس — ناٹران نے جو کچھ آپ کے متعلق بتایا تھا
وہ بے حد کم تھا۔ واقعی یہ میری بد قسمتی تھی کہ میں پہلے آپ
سے نہ مل سکا۔" فواد نے اپنی ہنسی کو بڑی مشکل سے
کنٹرول کرتے ہوئے کہا۔

"لیکن میرے خیال میں اگر میری تم سے پہلے ملاقات ہو جاتی
اور تم اسی رفتار سے ہنسنا شروع کر دیتے تو اب تک میں
تمہارے مزار پر دسواں سالانہ عرس پڑھوا رہا ہوتا۔"
عمران نے منہ بنا تے ہوئے کہا۔ اور فواد ایک بار پھر
بے اختیار ہنسنے پڑا۔

"سوری پرنس۔ میں کوشش کروں گا کہ آپ کی باتوں پر
مجھے کم ہنسی آتے لیکن بہر حال آپ فرمائیں کہ اب کہاں جا
ہے اور کیا کرنا ہے۔" فواد نے عمران کی سنجیدگی کو
محسوس کرتے ہوئے سنجیدہ ہو کر کہا۔

"تمہاری رہائش گاہ میں تمہارے ساتھ اور کتنے آدمی
رہتے ہیں۔" عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔
"صرف دو ملازم ہیں جناب۔ اور دونوں ہی انتہائی اعتماد

کے آدمی ہیں۔" فواد نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔
"او۔ کے۔ وہاں چلو۔" عمران نے کہا۔

اور فواد نے سر ہلاتے ہوئے کار آگے بڑھا دی۔
تھوڑی دیر بعد وہ ایک جدید قسم کی رہائشی کالونی میں داخل
ہو گئے۔ وہاں سلجوق کالونی کا بورڈ نصب تھا۔ فواد نے
ایک چھوٹی لیکن جدید وضع کی کوٹھی کے گیٹ پر کار روکی اور
پھر مخصوص انداز میں مارن بجایا تو پھاٹک خود بخود کھل گیا۔ اور
فواد کا راندہ پورچ میں لیتا گیا۔ — برآمدے میں ایک
نوشہ رو جوان کھڑا تھا۔ اس کے جسم پر ملازموں کا سامان
لباس تھا۔

"صاحب۔ میں سٹنگ روم میں ہوں۔ کوئی فون آئے تو کہہ
دینا کہ میں موجود نہیں ہوں۔ اور سٹوڈنٹ کالونی بنا کر لے
آؤ۔" فواد نے کار سے اترتے ہی برآمدے میں
کھڑے نوجوان سے منجھ طلب ہو کر کہا۔ اور صاحب سر ہلاتا
ہوا واپس چلا گیا۔ فواد عمران کو ایک علیحدہ کمرے میں لے
آیا۔ — یہ واقعی سٹنگ روم کے سے انداز میں سجا ہوا
تھا۔

"یہاں بات چیت محفوظ ہے۔" عمران نے ادھر ادھر
دیکھتے ہوئے کہا۔

"بالکل جناب۔ ہر طرح سے بے فکر رہیں۔" فواد
نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"اچھا اب یہ بتاؤ کہ یہاں کے کسی ڈان گروپ کو جاننا ہو" — عمران نے پوچھا۔

"ڈان گروپ — اودہ نہیں جناب۔ یہاں اس کا کوئی گروپ موجود نہیں ہے۔ البتہ ایک کاروباری آدمی ڈان ضرور ہے جو ہوٹل آفندی کا مالک ہے۔ اور اس کے تعلقات انتہائی اعلیٰ سطح پر ہیں — لیکن یہ شخص کسی قسم کے جرائم میں کبھی ملوث نہیں رہا" — فواد نے ہلاتے ہوئے کہا۔

"تمہارے اس ڈان سے کیسے تعلقات ہیں" عمران نے پوچھا۔

"بہت قریبی تعلقات ہیں۔ میں اکثر اس کے ہوٹل جا رہتا ہوں" — فواد نے جواب دیا۔

"کیا تمہیں پورا یقین ہے کہ ڈان کا کسی قسم کے جرائم سے کوئی تعلق نہیں ہے" — عمران نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

"جناب دراصل جرائم پیشہ افراد سے میں نے کبھی تعلق نہیں رکھا۔ میرے کام کی نوعیت چونکہ اسرائیل اور مصر کے درمیان ہونے والی کارروائیوں کی رپورٹنگ اس لئے مجھے جرائم پیشہ افراد سے تعلق رکھنے کی کبھی ضرورت ہی نہیں پڑی — ہو سکتا ہے ڈان خفیہ طور پر جرائم میں ملوث ہو۔ لیکن میں نے کبھی اس سلسلہ

کسی سے کوئی بات نہیں سنی۔ البتہ جو یہاں کے مشہور جرائم پیشہ گروپ ہیں ان کے نام اکثر سننے میں آتے رہتے ہیں" — فواد نے جواب دیا۔

"ہوں۔ ٹھیک ہے۔ کسی ایسے آدمی کو جانتے ہو جو جرائم پیشہ دنیا سے پوری طرح باخبر ہو۔ اور اگر ڈان جرائم سے کسی بھی حیثیت سے وابستہ ہو تو وہ اس بارے میں معلومات رکھتا ہو" — عمران نے ہونٹ بھینچتے ہوئے پوچھا۔

"جی ہاں۔ یہاں ایک شخص ایسا ہے۔ وہ گلستان نامی تھوہ خانے میں بیٹھتا ہے۔ وہ کسی زمانے میں یہاں کا بڑا

معروف مجرم پیشہ شخص تھا — لیکن پھر اس کی کمر میں ایسی چوٹ لگی کہ وہ تیزی سے حرکت کرنے سے معذور

ہو گیا۔ چنانچہ اس نے جرائم چھوڑ دیئے۔ اور اب وہ معلومات فرد خستہ کرنے کا دھندہ کرتا ہے۔ اس کا

نام عبدالمنان ہے — سب اس کی عزت کرتے ہیں۔ اور اُسے منان آفندی کے نام سے پکارتے ہیں۔ یہاں

آفندی جناب کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ کسی کو عزت دینی ہو تو اُسے آفندی کہتے ہیں" — فواد

نے تیز تیز ہلچے میں کہا۔

"لیکن اس سے معلومات حاصل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ سب کو علم ہو جائے گا" — عمران نے منہ بٹاتے

ہوئے کہا۔

"ارے نہیں جناب۔ اس بات میں تو اس کی کامیابی اور زندگی کا راز مخفی ہے۔ وہ کسی قیمت پر بھی معلومات خریدنے والے کے متعلق کسی دوسرے کو کچھ نہیں بتاتا چاہے وہ اس کا کتنا ہی عزیز کیوں نہ ہو۔ اور اس کے بغیر معلومات فردخت بھی نہیں کرتا۔ اگر آپ نے اس سے پوچھنا ہو تو میرے پاس ایک ٹپ موجود ہے۔ ایک سال قبل مجھے ضرورت پڑی تھی تو میں نے یہاں کے ایک جرائم پیشہ شخص سے رابطہ قائم کیا تھا۔ وہ آدمی اب مرجح ہے۔ لیکن بہر حال وہ ٹپ اب بھی کام دے سکتی ہے۔" فواد نے جواب دیا۔

"او۔ کے۔۔۔ تو کیا عبد المنان آفندی سے ملنے گلستان قہوہ خانے جانا پڑے گا۔" عمران نے کہا۔

"اس کی ضرورت نہیں۔ آپ اگر چاہیں تو وہ یہاں بھی مل سکتا ہے۔ اور اگر چاہیں تو کسی بھی جگہ اس سے بات کر سکتی ہے۔ وہ ٹپ ہی ایسی ہے کہ منان آفندی انکار ہی نہیں کر سکتا۔" فواد نے جواب دیا۔

"او۔ کے۔۔۔ پھر فوراً ہی طور پر میک اپ کرو اور ٹیکسی پر دوڑاں چلو۔ اس کے بعد اُسے ساتھ لے کر کسی ایسی جگہ چلو جہاں اس سے اطمینان سے بات چیت ہو سکے۔"

عمران نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں ابھی تیار ہو کر آتا ہوں۔" فواد نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

اُسی لمحے ملازم صاحبہ کمرے میں بلیک کافی کی دو پیالیاں لے کر اندر داخل ہوا۔ فواد نے ایک پیالی عمران کو دے دی اور دوسری وہیں میز پر رکھ کر اس نے ملازم کو جانے کا اشارہ کیا اور خود باقہ روم میں چلا گیا۔ عمران خاموشی سے کافی پیتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد فواد باہر آیا تو واقعی اس نے بڑے ماہرانہ انداز میں میک اپ کیا ہوا تھا۔

"گڈ۔۔۔ اچھا میک اپ کیا ہے۔" عمران نے تحسین آمیز لہجے میں کہا۔

"ٹھیک رہو۔۔۔ آئیے۔" فواد نے کہا۔ اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا سٹنگ روم سے باہر آ گیا۔

"میرے پاس ایک کار ایسی ہے جسے میں بہت کم استعمال کرتا ہوں۔" فواد نے پورچ میں آ کر کہا۔

"ٹھیک ہے۔ اُسے ہی نکال لو۔" عمران نے کہا۔

اور فواد تیز تیز قدم اٹھاتا ایک سائیڈ پر بنے ہوئے بند گرجوں کی طرف بڑھ گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ ایک پرانے ماڈل کی کار باہر لے آیا۔ اور چند لمحوں بعد یہ کار کوکھی سے نکل کر واپس شہر کی طرف لڑھی جا رہی تھی۔

"اُس سے کہاں بات چیت کرو گے" — عمران نے پوچھا۔
 "کسی ہوٹل یا پارک میں بیٹھ جاتے ہیں" — فواد نے کہا۔

"نہیں" — اُسے فون کر کے کسی جنرل پارکنگ میں بلا لو" — عمران نے کہا۔ اور فواد نے سر ہلا دیا۔
 حقوڑی دیوبند اس نے ایک سبک بوتھ کے سامنے کارروکی اور نیچے اتر کر بوتھ میں چلا گیا۔ عمران خاموشی سے وہی اخبار پڑھتا رہا۔ — اخبار وہ ساتھ ہی لے آیا تھا۔ حقوڑی دیوبند فواد واپس آ گیا اور خاموشی سے کار چلاتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ حقوڑی دیوبند اس نے کار ایک وسیع جنرل پارکنگ میں موڑ دی — دہاں کاروں کی تعداد کچھ زیادہ نہ تھی۔ اس لئے کاریں کافی فاصلے پر تھیں۔ فواد نے کار ایک طرف سائیڈ میں روک دی۔

"میں آفندی کو لے کر آتا ہوں" — فواد نے نیچے اترتے ہوئے کہا۔ اور عمران نے سر ہلا دیا۔ تقریباً آٹھ گھنٹے بعد فواد ایک قوی الجتہ بوڑھے کو ساتھ لے کر کار کی طرف آتا دکھائی دیا۔ — وہ بوڑھا قدرے جھک کر اور آہستہ آہستہ چل رہا تھا۔ البتہ اس کا چہرہ بتا رہا تھا کہ اس کی پوری زندگی واقعی جرائم کی دنیا میں گزری ہے۔

یہ یقیناً منان آفندی تھا۔ فواد اُسے لے کر پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ جب کہ عمران نے بھی اپنا جسم موڑ کر پچھلی طرف رخ کر لیا۔ — منان آفندی بوڑھے غور سے عمران کو دیکھ رہا تھا۔

"تم یقیناً میک اپ میں ہو نوجوان۔ اور میں سمجھتا ہوں تمہارا میک اپ انتہائی شاندار ہے۔ کیونکہ تمہاری شکل و صورت کا آدمی میں نے پہلے کبھی قاہرہ میں نہیں دیکھا حالانکہ تمہارا چہرہ بتا رہا ہے کہ تمہارا تعلق زیر زمین دنیا سے ہے۔ اس لئے میں نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ تم میک اپ میں ہو" — منان آفندی نے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ اللہ میاں کا کیا ہوا میک اپ ہے۔ اس لئے انتہائی شاندار ہے۔ باقی میں قاہرہ میں نہیں رہتا اس لئے پہلے تم سے ملاقات نہ ہو سکی۔ بہر حال کیا بات چیت طے ہو گئی ہے" — عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"نہیں بات ہو گئی ہے۔ رقم بھی ادا کر دی گئی ہے۔ میں نے انہیں بتا دیا ہے کہ ہمیں ہوٹل آفندی کے مالک ڈان کے متعلق معلومات چاہئیں" — فواد نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"تم اس کے بارے میں کس قسم کی معلومات چاہتے ہو" — منان آفندی نے ہونٹ چباتے ہوئے

پوچھا۔

"ہمیں اطلاع ملی ہے کہ اس نے ایک ایسا گم دپ بنایا ہوا ہے جو مدفن مقبرے کھود کر اس میں سے نوادرات نکالتا ہے۔ کیا یہ اطلاع درست ہے" عمران نے پوچھا۔

اور منان آفندی عمران کی بات سن کر واضح طور پر چونک پڑا۔

"ادہ ادہ۔۔۔ تمہیں اس بارے میں کیسے اطلاع ملی۔ میرا تو خیال تھا کہ اس دنیا میں واحد آدمی میں ہوں جسے یہ معلومات حاصل ہیں۔" منان آفندی کے لہجے میں بے پناہ حیرت تھی۔

"واحد جمع کو چھوڑیں اور تفصیل بتائیں" عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"ہاں وہ ایسا دھندہ انتہائی خفیہ طور پر کرتا رہتا ہے۔ لیکن یہ دھندہ بہت محدود پیمانے پر کرتا ہے۔ لیکن گزشتہ دنوں اس نے اس کی رینج بڑھا دی ہے۔ میری اطلاع کے مطابق اس نے معروف غیر ملکی ماہر مصریات جان آرنلٹ کے بیٹے آرگن کے ذریعے ایک انتہائی قیمتی کتبہ اڑایا ہے۔ اس کتبے میں کسی انتہائی خفیہ مقبرے کا ذکر موجود ہے۔ اور وہ اب اس کتبے کی مدد سے وہ مقبرہ کھود کر اس میں سے سامان نکالے گا۔ اور اگر تم

اتنی ہی بے منت اور کم و جتنی پہلے کی ہے تو میں اس سلسلہ میں تمہیں ایک اہم ترین ٹپ دے سکتا ہوں" منان آفندی نے کہا۔

اور عمران کے اشارے پر آفندی نے کوٹ کی جیب سے بھاری مالیت کے نوٹوں کی گڈمی نکال کر منان آفندی کی طرف بڑھا دی۔

"کافی ہیں۔ سنو۔ ڈان نے ویسے تو عام جرائم۔ میرا مطلب سمگلنگ۔ پیشہ ور قتل۔ منشیات وغیرہ کے دھندہ کے لئے باقاعدہ ایک وسیع گم دپ قائم کیا ہوا ہے۔ جس کا باقاعدہ ایک ہیڈ کوارٹر ہے۔ اور مختلف شہروں اور قصبوں میں اس کے اڈے بھی موجود ہیں۔ لیکن اس دھندے کے لئے اس کا گم دپ بالکل علیحدہ ہے۔ ایک غیر ملکی ہے اس کا نام آرجر ہے۔ وہ محکمہ آثار قدیمہ کا بہت بڑا افسر ہے۔ وہ خفیہ طور پر ڈان سے ملا ہوا ہے۔ اور میرے خیال میں وہ اسی آرجر کے ذریعے یہ دھندہ بھی کرے گا۔ یہ بھی بتا دوں کہ آرجر اس کا کوڈ نام ہے۔ صرف ڈان گم دپ میں اُسے آرجر کہا جاتا ہے۔ سرکاری ملازمت میں اس کا نام کچھ اور ہے جس کا کسی کو علم نہیں ہے۔ گزشتہ دنوں مجھے اطلاع ملی تھی کہ اس آرجر کے ساتھ ڈان۔ اس کی عورت ناسا۔ اور جان آرنلٹ کا بیٹا آرگن چاروں صحرائیں کہیں گئے

اور پھر واپس آ گئے۔ اس کے بعد آرگن نیشنل کمرشل بینک کے لاکھ روم میں گیا وہاں سے واپسی پر اس کے ہاتھ میں ایک کینوس کا ٹیٹلا تھا۔ آرجر اور نتاشا اس کے ساتھ تھے۔ یہ لوگ واپس کسی خفیہ مقام پر گئے۔ اور اس کے بعد آرگن نظر آنا بند ہو گیا ہے۔ منان آفندی نے کہا۔

اور عمران اس کی بے پناہ اور خیریت انگیز معلومات پر واقعی حیران رہ گیا۔ اس قدر آپ ٹو ڈیٹ معلومات رکھنا واقعی اس منان آفندی کا ہی کام تھا۔
"آرجر کے متعلق مزید کوئی بات تاکہ اُسے تلاش کیا جاسکے۔" عمران نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد کہا۔

"بس اتنا معلوم ہے کہ وہ مصری محکمہ آثار قدیمہ میں بہت بڑا افسر ہے۔ البتہ اس کا حلیہ بتا سکتا ہوں۔" منان آفندی نے کہا۔

"حلیہ ہی بتا دو۔" عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اور آفندی نے حلیہ اور قد و قامت کی تفصیل بتا دی۔

"یہ بتاؤ کہ ڈاکٹر عمر ابدال کے اسسٹنٹ ابو الفتح کو کیوں ڈان نے قتل کیا ہے۔" عمران نے پوچھا۔
"اوہ۔۔۔ وہ غریب مفت میں مارا گیا۔ اس نے

اجمانہ انداز میں ہوٹل آفندی جا کر ڈان کو دھکیا دیں اور ڈان نے غصے میں آکر اُسے گولی مار دی۔ اس کے بعد اس کا ایکسیڈنٹ ظاہر کیا گیا۔" منان آفندی نے جواب دیا۔

"اوہ۔۔۔ کے منان آفندی۔۔۔ بہت بہت شکریہ۔ ضرورت پڑنے پر ہو سکتا ہے تمہاری مزید خدمات حاصل کی جائیں۔" عمران نے کہا۔

"میں حاضر ہوں۔" منان آفندی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ کار کا دروازہ کھول کر نیچے اترا۔ اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا بیرونی گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔
"تم اس جیلے کے آدمی کو جانتے ہو۔" عمران نے پچھلی سیٹ سے اتر کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے فواد سے پوچھا۔

"نہیں۔۔۔ یہ حلیہ میرے لئے نیا ہے۔ حالانکہ میں تقریباً تمام اعلیٰ افسروں سے واقف ہوں۔" فواد نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"اس منان نے بلف تو نہیں کیا۔" عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"میرے خیال میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ اس کی شہرت اس معاملے میں ایسی ہے کہ یہ غلط بات نہیں کہتا۔" اگر نہ جانتا ہو تو صاف بتا دیتا ہے۔

فواد نے کہا۔

”او۔ کے۔۔۔ اب ہوٹل آفندی چلو۔ ذرا اس
ڈان سے بھی ملاقات ہو جائے۔“ — عمران
نے کہا۔

اور فواد نے سر ہلاتے ہوئے کار آگے بڑھا
دی۔

جسمشید

پاکس

کمرے کا دروازہ کھول کر آدھرتیز قدم
اٹھاتا اندر داخل ہوا۔ یہ ایک خاصا بڑا کمرہ تھا۔ اور ایک
کوٹنے میں موجود بڑی سی میز کے پیچھے ایک ادھیڑ عمر
غیر ملکی بیٹھا ہوا تھا۔

”آدرانس۔ میں تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا۔“ — ادھیڑ
عمر نے نرم لہجے میں کہا۔

”یس باس۔ میں ذرا انتہائی ضروری کاموں میں الجھ
گیا تھا اس لئے مجھے دیر ہو گئی۔“ — آدھر نے
جیسے اس ادھیڑ عمر آدمی نے رانس کہہ کر پکارا تھا۔ مودبانہ
لہجے میں جواب دیا اور ساتھ ہی میز کے سامنے رکھی ہوئی
کوئی بو بیٹھ گیا۔

”کیا پورٹ ہے۔“ — ادھیڑ عمر نے پوچھا۔

"باس۔ مکمل کامیابی۔ میں نے مدفون مقبرے کی کھدائی کے تمام انتظامات مکمل کر لئے ہیں۔ ایک دو روز میں دیاں کام شروع ہو جائے گا۔" — آرجر نے جواب دیا۔

"گڈ۔ تو اس ڈان کا پتہ کاٹ دیا جائے۔" باس نے کہا۔

"س۔ جیسے آپ مناسب سمجھیں۔ یہ فیصلہ کرنا آپ کا کام ہے۔" — آرجر نے جواب دیا۔

"سنو۔ میں تمہیں ایک اہم بات بتانے لگا ہوں۔ اسے غور سے سنو۔ اس کتبے کی چوری کے چکر میں پاکیشیا سیکرٹ سروس کو دبڑی ہے۔ اس کا خاص آدمی علی عمران یہاں پہنچ گیا ہے۔ اور یہ ہمارے نقطہ نظر سے انتہائی خطرناک بات ہے۔" — ادھر عمر نے پُر اسرار سے انداز میں کہا۔

"پاکیشیا سیکرٹ سروس۔ لیکن اس کا اس کتبے سے کیا تعلق ہو سکتا ہے۔" — آرجر نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"تمہارا سوال اپنی جگہ درست ہے۔ اور میرا خیال ہے کہ بات صرف کتبے کی حد تک محدود نہیں ہے۔ تمہیں معلوم ہے کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس اسرائیل کے سخت مخالف ہے۔ اور اس نے اب تک اسرائیل کے

مختلف مشنز میں انتہائی نقصان پہنچایا ہے۔ اور یہ مدفون مقبرہ والا مشن ہمارا اہم ترین مشن ہے۔ ہمارا مقصد صرف وہ نوادرات حاصل کرنا نہیں ہے۔ ان سے ہمیں کوئی دلچسپی نہیں ہے اس سے پہلے ہمارا مشن یہ تھا کہ جب ڈان تمہاری مدد سے

یہ مقبرہ خالی کر دے گا۔ تو پھر ہم اس مقبرہ پر خفیہ طور پر قبضہ کر لیں گے۔ ہم اس مقبرے میں ایک ایسا

پروڈیکٹ قائم کرنا چاہتے تھے۔ جس سے ہم اس پورے علاقے کو مکمل طور پر کنٹرول کر سکیں۔ اور اس کی بنیادی شرط

یہی تھی کہ حکومت مصر کو بھی اس کا علم نہ ہو۔ لیکن اب یہ صورت حال بدل گئی ہے۔ عمران کی یہاں آمد کا یہی مطلب

ہو سکتا ہے کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کو کسی طرح اس منصوبے کی بھنگ پڑ گئی ہے۔ ورنہ عمران صرف

خوانے اور کتبہ کے سلسلے میں یہاں نہیں آسکتا۔ اور پھر سب سے خطرناک بات یہ ہوتی ہے کہ عمران یہاں آتے

ہی ڈان کی راہ پر نکل پڑا ہے۔ ڈان نے بہت سی حقائق کی میں۔ جس کی وجہ سے ڈان کا نام سامنے آ گیا

ہے۔ اب اگر ڈان کے ذریعے عمران اس کتبے

باس مدفون مقبرے تک پہنچ جاتا ہے تو اس کا مطلب ہو گا کہ مصری حکومت کو اس مقبرے کا علم ہو جائے گا۔

اور ہمارا سارا پروڈیکٹ ختم ہو جائے گا۔ چنانچہ اسرائیل کے اعلیٰ حکام نے فوری طور پر اپنا مشن تبدیل کر دیا ہے۔ اگر

ہم ڈان کا خاتمہ کہہ دیتے ہیں تو یقیناً عمران کے لئے ۲ گے
بڑھنے کا راستہ باقی نہیں رہے گا۔ لیکن عمران جب تک
وہ اصل کتبہ تلاش نہیں کر لے گا واپس نہیں جائے گا۔ اور
اصل کتبہ عمران کی تحویل میں دینے کا مطلب ہو گا کہ یہ مدفون ہو
بھی اس کے سامنے آجائے۔ اور اس کے ذریعہ
مصری حکومت بھی اس سے آگاہ ہو جائے۔ اور عمران ایک
بھوت کی طرح اصل کتبہ کا پیچھا نہ چھوڑے گا۔ اس لئے
یلا ننگ کی گئی ہے کہ اصل کتبہ ڈان سے برآمد کہہ عمران
کے حوالے کہہ دیا جائے۔ لیکن اس اصل میں ایسی گورڈ
کہ دی جائے کہ دونوں مقبروں کا صحیح محل وقوع معلوم نہ
جاسکے۔ اس اصل کتبہ کو دو افراد نے دیکھا ہے۔ ایک
ڈاکٹر عمر ابدال اور دوسرا مصری ماہر جان آرنلٹ۔ اگر
ان دونوں کا خاتمہ کہہ دیا جائے تو اور کوئی آدمی اصل کتبہ
میں گورڈ کا پتہ نہ چلا سکے گا۔ اور ادھر عمر نے تفصیل
بتاتے ہوئے کہا۔

"اودہ باس۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ اس عمران کو
گولی مار دی جائے۔ ایک آدمی کو گولی مارنا کونسی مشکل
بات ہے۔" اور عمر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔
"تم چونکہ اس عمران کو نہیں جانتے ہو۔ اس لئے ایسی
بات کہہ رہے ہو۔ اگر اسے اتنی آسانی سے گولی ماری
سکتی تو شاید اسرائیل اب تک ایک لاکھ گولیاں اس کے

جسم میں اتار چکا ہوتا۔ لیکن اگر اسرائیل باوجود کوشش کے
اس کے جسم پر خراش بھی نہ ڈال سکا تو اس کا یہی مطلب
ہے کہ یہ کام اگر ناممکن نہیں ہے تو ممکن بھی نہیں ہے اور
اگر ہم نے ایسا حملہ کیا تو پھر ساری بات ہی سامنے آ
جائے گی۔ عمران ہمارے راستے پر چلی نکلے گا۔
ادھر عمر نے انتہائی کراخت لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔
"ٹھیک ہے باس۔ آپ بہر حال مجھ سے زیادہ ہر
بات کو بہتر جانتے ہیں۔ جو فیصلہ آپ کریں گے وہ یقیناً بہتر ہو
گا۔" اور عمر نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔
"لیکن اس میں ایک اور کاٹ بھی موجود ہے۔ جس پر
فی الحال غور کیا جا رہا ہے۔ تم مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے اپنی مکمل
رپورٹ تیار کر لی ہے۔" اور ادھر عمر نے کہا۔
"بالکل باس۔ آپ کے حکم کی تعمیل تو میرا اولین فرض
ہے۔" اور عمر نے جواب دیا۔ اور پھر اس نے کوٹ
کا اندرونی جیب سے ایک تہہ شدہ فائل نکالی۔ اور بڑے
ادب سے ادھر عمر کی طرف بڑھا دی۔

ادھر عمر باس نے اس کے ہاتھوں سے فائل لی اور
پھر اسے کھول کر غور سے پڑھنا شروع کر دیا۔ وہ بڑی گہری
نقروں سے فائل میں درج تفصیلات کو پڑھ رہا تھا جب کہ
آج وہ خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے پہرے پر
گہرا اطمینان تھا۔

"گڈ" — واقعہ تم نے انتہائی تفصیلی رپورٹ دی
ادھیڑ عمر نے فائل بند کر کے اُسے میز کی دراز بکھول کر
اس میں رکھتے ہوئے کہا پھر اس نے دراز بند کر دی
"ہاں" — میں رکاوٹ کی بات کر رہا تھا۔ تو وہ رکاوٹ
تمہاری ذات ہے۔ — ادھیڑ عمر نے مسکراتے
ہوئے کہا۔

"نچ۔۔۔ جی۔۔۔ میری ذات رکاوٹ — کیا مہر
آج ادھیڑ عمر بائیں کی بات سن کر بڑی طرح چونک پڑا
"ہاں۔ اس اہم ترین مشق میں تمہاری ذات بھی رکاوٹ
بن گئی ہے۔ جس کا حل ہم نے نکالنا ہے۔ بات یہ ہے
ڈان تمہیں جانتا ہے۔ — اور عمران ڈان کی راہ پر
نکلا ہے۔ اور ڈان کی عورت نسا بھی تمہیں جانتی ہے
اور ڈان کے گم دوپ کے آدمی بھی تمہیں جانتے ہیں۔
عمران درمیان میں نہ آٹھکتا تو پھر ہمیں اس سے کوئی فائدہ
نہ پڑتا۔ — ہمیں صرف وہ خالی مقبرہ چاہیے تھا اور بس
لیکن عمران کے درمیان میں آ جانے سے سارہی صورتحال
ہی بدل گئی ہے۔ اب ہو گا اس طرح کہ ڈان کے ذریعے
وہ تم تک پہنچ جائے گا۔ — اور جب وہ تم تک پہنچے
پھر یقیناً وہ ہم تک پہنچ جائے گا۔ اور ابھی ابھی مجھے
اور اطلاع ملی ہے کہ منان آفندی نے دو مصری اجنبی
کو تمہارے متعلق معلومات فروخت کی ہیں۔ — اس

بتہ شاید ہمیں نہ چلتا لیکن منان آفندی کو جب ٹیلی فون کال
ملي تو ہمارا ایک آدمی اس سے معلومات خریدنے کی
کوشش کر رہا تھا۔ — منان آفندی نے جب
ڈان پر ڈان کا لفظ ادا کیا تو ہمارا آدمی ہوشیار ہو گیا۔
اور اس نے انتہائی مابراہ انداز میں منان آفندی کے
بائیں پر ایک انتہائی جدید ترین کال کیچر لگا دیا۔ یہ
کال کیچر بالکل سیاہی کے نقطے کی مانند ہے۔ — اور
انتہائی جدید ترین ایجاد ہے۔ اس کے بعد منان آفندی
اس کال پر روانہ ہو گیا۔ ہمارا آدمی اس کے تعاقب میں
گیا۔ — مصطفیٰ بازار کی جنرل پارکنگ میں ایک نوجوان
منان آفندی کو ساٹھ لے گیا۔ اور پھر وہ کار میں بیٹھ گئے۔
لیکن ہمارے آدمی نے اس کال کیچر کی مدد سے ان کی
تمام گفتگو ٹیپ کر لی۔ — اس ٹیپ سے پتہ چلا کہ
انہوں نے ڈان کے متعلق اس کتبے کے متعلق اور تمہارے
متعلق معلومات حاصل کی ہیں اور آفندی نے تمہارا مکمل حلیہ
اور قد و قامت انہیں بتا دیا ہے۔ — اور جہاں تک میں
نے یہ ٹیپ سنا ہے یہ معلومات یقیناً عمران نے یا
اس کے کسی ایجنٹ نے خریدی ہیں۔ اس کا مطلب
ہے کہ تم بھی کیچر میں آ گئے ہو۔ — اب وہ لازماً تمہیں
بھی ٹریس کرے گا۔ اس لئے میں نے فیصلہ کیا ہے۔
کہ تمہیں اس کی نفروں سے ہمیشہ کے لئے غائب کر دیا

جائے مجھے افسوس ہے کیسی عظیم اسرائیل کے مفادات کی خاطر تمہیں یہ قربانی دینی ہی پڑے گی۔" ادھیڑ عمر آدمی نے کہا۔ اور دوسرے لمحے اس نے میز کے کنارے پر لگا ہوا بٹن دبا دیا۔ بٹن دبے ہی ایک دھماکا ہوا۔ اور ساتھ ہی آرجو چیخ مار کر کہہ نہی سمیت تیجھی کی طرف الٹ گیا۔ میز کے دوسرے کنارے سے ٹکلی نکل کر ٹھیک اس کے سینے میں گھس گئی تھی سینچے گہکے چند لمحے آرجو تڑپتا رہا۔ پھر ساکت ہو گیا۔ ادھیڑ عمر نے میز کے کنارے پر لگا ہوا ایک اور بٹن دبا دیا۔ دوسرے لمحے دروازہ کھلا اور دوسرا نوجوان اندر داخل ہوئے۔

"اس کی لاش لے جا کر برقی بھٹی میں ڈال دو" ادھیڑ عمر نے فرش پر پڑی ہوئی آرجو کی لاش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اور دونوں نوجوان تیزی سے آگے بڑھے اور پھر انہوں نے جھک کر آرجو کی لاش اٹھائی اور خاموشی سے باہر نکل گئے۔ ادھیڑ عمر نے دروازہ بند کرتے ہی ٹیلی فون اٹھایا۔ اور نمبر گھمانے شروع کر دیئے۔

"یس۔ زیڈ تھری" دوسری طرف سے ایک آواز سنائی دی۔

"زیڈ ون سپیکنگ" ادھیڑ عمر نے کہتے ہوئے

میں کہا۔

"یس باس۔" دوسری طرف سے بولنے والے کا اہجہ مودبانہ ہو گیا۔

"ڈان کے متعلق کیا رپورٹ ہے۔" زیڈ ون نے پوچھا۔

"باس۔ اس کے متعلق تفصیلی رپورٹ ابھی موصول ہوئی ہے۔ ڈاکٹر عمر ابدال کی بیٹی کلثوم اور اس کا ایک پالکیشی بہان فیاض اس سے ہوٹل میں آکر ملے ہیں۔ وہ اس کے دفتر میں ایک گھنٹہ تک رہے ہیں۔ اس کے بعد واپس چلے گئے ہیں۔ اس کے بعد ڈان دفتر سے اٹھ کر اپنے ہیڈ کوارٹر چلا گیا ہے اور ابھی تک وہیں ہے۔" زیڈ تھری نے جواب دیا۔

"تمہیں اس پالکیشی کا نام کس نے بتایا ہے"

زیڈ ون نے سخت لہجے میں کہا۔

"کلثوم نے کاؤنٹر پر اس کا یہی تعارف کر دیا تھا"

زیڈ تھری نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ اب میری بات غور سے سن لو۔ تم نے ڈان کی عورت نسا شا کو اغوا کرنا ہے۔ اُسے زیڈ ون سنٹر میں رکھا جائے گا۔ ڈان کے ہیڈ کوارٹر سے وہ اصل کتبہ بھی تم نے برآمد کرنا ہے۔ اس کے لئے بے شک اس کے ہیڈ کوارٹر کو تباہ کر دو۔ ڈان کو

قتل کر دو۔ لیکن وہ کتبہ صحیح سالم حالت میں زیموون سنٹر پہنچ جائے۔ جہاں وہ نتاشا موجود ہوگی۔ بس تمہارا کام اتنا ہو گا۔ باقی کام زیموون سنٹر والے کر لیں گے۔

زیٹوون نے کہ خت لہجے میں کہا۔
 "یس باس۔ حکم کی تعمیل ہوگی۔" زیٹوون تھریٹ نے جواب دیا۔

"فوری تعمیل کے مجھے رپورٹ دو۔" زیٹوون نے کہا۔ اور ہاتھ بٹھا کر کہ ٹیل دبا دیا۔ اور پھر نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیتے۔

"یس۔ زیموون۔" چند لمحوں بعد ایک اور آواز سیور سے ابھری۔

"زیٹوون۔" زیٹوون نے ٹکھانہ لہجے میں کہا۔
 "یس باس۔" دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

"زیٹوون تھریٹ کو میں نے آرڈر نہ دیئے ہیں۔ وہ ڈان کی عورت نتاشا کو اغوا کر کے زیموون سنٹر پہنچائے گا۔ اُسے وہاں تم نے بیورو میں مسلسل بے ہوش رکھنا ہے۔ اور ساتھ ہی زیٹوون تھریٹ ایک کتبہ بھی ڈان کے میڈ کو آرڈر سے حاصل کر کے تمہیں پہنچائے گا۔ تم نے اس کتبے کو فوری طور پر آر تھریٹ کے میڈ کو آرڈر پہنچا دینا ہے۔ اور مجھے یہ کام ہوتے ہی رپورٹ کرنی ہے۔"

زیٹوون نے کہا۔

"یس باس۔" دوسری طرف سے کہا گیا۔
 اور زیٹوون نے او۔ کے کہہ کر ایک بار پھر ہاتھ بٹھایا۔

اور کہ ٹیل دبا دیا۔ اس کے بعد اس نے ایک بار پھر نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔
 "آر تھریٹ۔" چند لمحوں بعد ایک اور آواز ابھری۔

"زیٹوون۔" باس نے سخت لہجے میں کہا۔
 "یس باس۔" دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

"زیموون سنٹر سے ایک قدیم کتبہ تمہیں بھیجا جائے گا۔ تم نے یہ کتبہ فوری طور پر ڈسینٹ کے حوالے کر دینا ہے۔ ڈسینٹ کو مکمل ہدایات دی جا چکی ہیں۔ جب ڈسینٹ اس کتبے پر کام کرے گا تو تم نے کتبہ واپس زیموون کو بھجوا دینا ہے اور مجھے رپورٹ کرنی ہے۔" زیٹوون نے کہا۔

"یس۔" دوسری طرف سے کہا گیا۔ اور زیٹوون نے ایک بار پھر کہ ٹیل دبا کر رابطہ ختم کیا۔ اور تیزی سے ایک بار پھر نمبر گھمانے شروع کر دیئے۔

"یس۔ ڈسینٹ سپیکنگ۔" رابطہ قائم ہوتے ہی ایک کپکپاتی سی آواز سنائی دی۔ بولنے والا آواز سے ہی کافی بوڑھا دکھائی دیتا تھا۔

"ڈسسمینڈ میں کرنل آرچر بول رہا ہوں" — اس بار زیڈ دن کے ہلچے میں تھکنا نہ پن غائب تھا۔
 "اودہ کرنل آرچر — میں یہاں فارغ بیٹھے بیٹھے اکتا گیا ہوں۔ آپ نے آخر مجھے کیوں بلایا ہے"
 بوڈھے ڈسسمینڈ نے بڑے ناخوشگوار سے ہلچے میں کہا۔
 "آپ کی مصروفیت شروع ہونے والی ہے جناب میں نے تمام پلاننگ سیٹ کر لی ہے۔ کتبہ آپ تک آرٹھری پہنچا دے گا۔ میں نے فون اس لئے کیا ہے۔
 کہ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس اصل کتبے کو دو آدمیوں نے اب تک دیکھا ہوا ہے۔ ایک تو ڈاکٹر عمر ابدال ہے اور دوسرے مشہور مصری باہر جان آرنلٹ۔
 آپ کے کام کے بعد کیا انہیں کوئی شک پڑ سکتا ہے۔ کہ کتبہ پر کام کیا گیا ہے۔ اگر ایسا ہے تو پھر مجھے ان دونوں کو ختم کرنا پڑے گا۔" کرنل آرچر نے کہا۔

"اودہ نہیں کرنل۔ اس کی ضرورت نہیں ہے۔ مسئلہ تو صرف اتنا ہے کہ اس پر ایسا کام کیا جائے کہ مد فون مقبرے کا صحیح محل وقوع ٹریس نہ ہو سکے۔" ڈسسمینڈ نے کہا۔

"ہاں بالکل — ہم اس مقبرے کا صحیح محل وقوع مکمل طور پر سیکرٹ رکھنا چاہتے ہیں۔" کرنل آرچر نے

جواب دیا۔

"ایسا ہو جائے گا۔ تمہیں ان دونوں کا خاتمہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایک تو یہ کہ یہ دونوں مصری آثار قدیمہ پر بہت بڑی اتھارٹیز ہیں — ان کی موت علمی طور پر ناقابل تلافی نقصان پہنچائے گی۔" ڈسسمینڈ نے کہا۔
 "آپ علمی ادبی کی بات چھوڑیں۔ میرا علمی ادبی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں نے تو اسرائیل کے مفادات کے لئے کام کرنا ہے۔ اور جہاں اسرائیل کے مفادات سامنے ہوں وہاں میں پوری دنیا کے علمی ادبی لوگوں کا بیک وقت خاتمہ بھی کر سکتا ہوں۔" کرنل آرچر نے بڑا سامنے بناتے ہوئے کہا۔

"کرنل آرچر صرف آپ ہی یہودی نہیں ہیں۔ میں بھی یہودی ہوں۔ صرف آپ کو ہی اسرائیل کے مفادات کا خیال نہیں ہے مجھے بھی ہے۔ سمجھے جب میں کہہ رہا ہوں کہ میں ایسا کام کر دوں گا کہ ڈاکٹر عمر ابدال اور جان آرنلٹ تو کیا سہ کمال عبد اللہ بھی ساری عمر مکہ میں ماوتے رہیں تب بھی وہ نہ ہی کتبے میں کسی گڑبڑ کا اندازہ کر سکیں گے اور نہ ہی مقبرے کا صحیح محل وقوع معلوم کر سکیں گے۔ میں نے پوری پلاننگ سیٹ کر لی ہے۔ اصل کتبہ کا فوٹو اور وہ نقشہ جو جان آرنلٹ نے بنایا ہے میرے سامنے موجود ہے۔ اور ان کو اچھی طرح دیکھنے کے

بعد ہی میں یہ بات کہ رہا ہوں۔ میں نے ایسی پلاننگ کی ہے کہ کتبے کی تحریر کی صرف ایک شکل کو معمولی سا فرق ڈال دینے سے محل وقوع میں زمین آسمان کا فرق پڑ جائے گا۔ اور یہ بھی بتا دوں کہ وہ فرق جو میں نے سوچا ہے۔ اس سے جو محل وقوع سامنے آئے گا وہ اصل محل وقوع سے تقریباً ایک ہزار کلومیٹر دور ہے۔ اور دلچسپ بات یہ ہے کہ دہلی ایک چھوٹا سا دفن مقبرہ بھی موجود ہے۔ اس چھوٹے مقبرے کی تلاش بھی میرا ہی کام تھا۔ اور یہ بھی بتا دوں کہ یہ مقبرہ نہ صرف میں نے تلاش کیا تھا بلکہ میں نے مرنگ لگا کر اسے اندر سے چیک کیا تھا۔ لیکن یہ مقبرہ مصنوعی تھا۔ اس لئے میں نے اسے دوبارہ بند کر دیا تھا۔ اس طرح کتبے پر کام کرنے سے جو مقبرہ سامنے آئے گا وہ وہی مصنوعی مقبرہ ہوگا۔ اور اس کے ملنے کے بعد مصری حکومت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مطمئن ہو جائے گی۔ اور اصل مقبرے سے اسرائیل جو کام لینا چاہتا ہے۔ اطمینان سے لیتا رہے گا۔ ڈسینڈ نے تیز لہجے میں کہا۔

"مصنوعی مقبرے سے آپ کی کیا مراد ہے۔" کہ نل آرچ نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

"اوہ۔ تم صرف جاسوس ٹائپ چیز ہو۔ اس لئے تم تفصیل تو نہ سمجھ سکو گے۔ مختصر طور پر بتا دیتا ہوں کہ قدیم مصری دور

میں بھی بادشاہوں اور بادشاہوں سے متعلق مقبروں میں موجود دولت چوری کی جاتی تھی۔ اس وقت بھی انسان کی یہی فطرت تھی جو آج کل ہے۔ گوپکڑے جانے کے بعد ان چوروں کا حشر انتہائی عبرتناک ہوتا تھا۔ لیکن۔۔۔ چوری بہر حال ہوتی تھی۔ اس لئے اس کا یہ حل نکالا گیا تھا کہ اصل مقبرے کے ساتھ ساتھ کہیں ہٹ کر ایک مصنوعی مقبرہ بنایا جاتا تھا۔ سب کو یہی علم ہوتا تھا کہ یہی اصل مقبرہ ہے۔ لیکن پھر انتہائی خفیہ طریقے سے دہلی سے تمام مال و دولت اور مٹی کو اصل مقبرے میں شفٹ کر دیا جاتا تھا۔ اور مصنوعی مقبرے میں ویسی ہی مصنوعی چیزیں رکھی جاتی تھیں۔ اس طرح اصل چیزیں چوری ہونے سے بچ جاتی تھیں۔ ایسا ہی ایک مصنوعی مقبرہ مجھے بھی ملا تھا جسے پڑتال کرنے کے بعد میں نے بند کر دیا تھا۔ اب اسی مصنوعی مقبرے کی نشاندہی یہ کتبہ کرے گا۔ اور جب مصری حکومت کو معلوم ہوگا کہ مقبرہ مصنوعی ہے تو وہ مطمئن ہو کر بیٹھ جائے گی۔" ڈسینڈ نے جواب دیا۔

"اوہ دیرمی گڈ جناب۔ دیرمی گڈ۔ آپ نے واقعی اسرائیل کا ایک بہت بڑا مسئلہ حل کر دیا۔ کیونکہ جان آرنلٹ اور ڈاکٹر عمر ابہال دونوں کے بیک وقت خاتمے سے لازماً مصری حکومت چونک پڑتی اور پھر تفتیش کا وسیع سلسلہ شروع ہو جاتا جو لازماً ہمارے لئے پریشان کن ثابت ہوتا۔ اب اس قسم کا کوئی مسئلہ نہ ہوگا۔ بلکہ آپ کی اس پلاننگ سے

سادا کیس اس طرح سیٹ ہو جائے گا کہ مصری حکومت کو قیامت تک ہمارے اس مخصوص پراجیکٹ کا علم نہ ہو سکے گا۔ ویل ڈن جناب ویل ڈن — میں پرائم منسٹر صاحب سے آپ کی اس ذہانت آمیز پلاننگ کی ضرور رپورٹ کروں گا۔ اور مجھے یقین ہے کہ آپ کو اسرائیل کا سب سے بڑا ایوارڈ دیا جائے گا۔ — کرنل آپرچ نے واقعی انتہائی پر خلوص لہجے میں کہا۔

”ادہ یفٹنگ یو کرنل آپرچ۔ بہر حال میں نے یہ سب کچھ عظیم اسرائیل کے مفاد میں سوچا ہے۔ یفٹنگ یو“ دوسری طرف سے کہا گیا۔ اور کرنل آپرچ نے گڑبائی کہہ کر رسیور رکھ دیا۔ اب اس کے پہرے پر گہرے اطمینان کے آثار نمایاں تھے۔ کیونکہ ڈسمنیڈ نے اس کے ذہنی کی سب سے بڑی غلط دور کردی تھی۔ اب یہ کتبہ تناشا کے ذریعے آسانی سے واپس کرایا جاسکتا تھا۔ اور پھر اس کتبے کے مطابق وہ فرضی مقبرے میں ٹکریں مارتے رہ جائیں گے۔ جب کہ اصل مقبرہ اسرائیل کے ایک انتہائی جدید خفیہ سائنسی اٹلے میں تبدیل ہو جائے گا۔ اُسے معلوم تھا کہ زیر و زون سنٹر میں ایسی مشینری موجود ہے جو تناشا کے ذہنی کو کنٹرول کرتے گی اور اس کے بعد تناشا یہ کتبہ لے کر سیدھی ڈاکٹر عمر ابدال کے پاس پہنچ جائے گی۔ اور وہاں وہ یہ بھی بتائے گی کہ وہ انتہائی محب وطن عورت ہے۔

اس لئے جیسے ہی اُسے معلوم ہوا کہ ڈان مصر کے مفادات کے خلاف کام کر رہا ہے۔ اس نے ڈان کا خاتمہ کر دیا۔ اور کتبہ لے آئی۔ اس طرح عمران بھی مطمئن ہو جائے گا۔ اور مصری حکومت بھی۔ اور اسرائیل کو ایک ایسا اڈہ ہمیشہ کے لئے مہیا ہو جائے گا۔ جس کی تلاش کئی سالوں سے کی جا رہی تھی۔ اُسی لمحے اس کے ذہن میں ایک خیال بکلی کے کوندے کی طرح پلکا اور وہ بڑی طرح چونک پڑا۔ اُسے خیال آگیا تھا کہ جان آرنلٹ نے نہ صرف اصل کتبہ دیکھا ہے بلکہ اس کا نقشہ بھی بنایا ہے۔ اب ڈسمنیڈ کے کام کے بعد یہ نقشہ لازماً بدل جائے گا تو جان آرنلٹ لازماً یہ بات سمجھ جائے گا کہ اس کتبے میں گڑبڑ کی گئی ہے۔ اس لئے جان آرنلٹ کا خاتمہ لازمی ہو گیا تھا۔ چنانچہ اس نے فوراً ہی ٹیلی فون اٹھایا۔ اور تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے تاکہ جان آرنلٹ کے فوری خاتمے کے احکامات دے سکے۔

ڈاکٹر ہوٹل آفندی میں موجود نہ تھا۔ اس لئے
 عمران فواد کے ساتھ واپس اس کی رہائش گاہ پر آ گیا۔
 اور اس کی ہدایت پر فواد اپنی اصل شکل صورت میں اس
 آرجر کی تلاش کے لئے نکل گیا۔ فواد نے عمران
 کو بتایا تھا کہ مصری محکمہ آثار قدیمہ میں اس کا ایک
 ایسا دوست موجود ہے جس کا تعلق اسٹیلشمنٹ ڈویژن
 سے ہے۔ اور اس کے پاس تمام آفیسرز کا مکمل
 کمپیوٹر ریکارڈ موجود رہتا ہے۔ اس کی مدد سے وہ
 انتہائی آسانی سے اس آرجر کو تلاش کر لے گا چنانچہ
 عمران نے اُسے اس کام پر بھیج دیا۔ اور خود وہ سٹینٹ
 روم کی آرام کرسی پر بیٹھ کر صورت حال کا ذہنی طور پر تجزیہ
 کرنے میں مصروف ہو گیا۔ عبد المنان آفندی نے

کی کوٹھی نمبر ایک سو دس میں رہتا ہے۔ غیر شادی شدہ ہے اور وہاں صرف ملازموں کے ساتھ رہتا ہے۔ فواد نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”ہماری ریجنج ہی شاید اللہ میاں نے کنواروں کی بنا دی ہے۔ جو ملتا ہے کنوارہ ہی ملتا ہے۔“ — عمران نے منہ بناتے ہوئے ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے کہا۔ اور فواد ہنسنے لگا۔

”اب کیا یہ دگرگام ہے۔“ — فواد نے پوچھا۔

”میں اس کی رہائش گاہ پم جاتا ہوں تم اس ڈان کو تلاش کرو۔ ویسے جتنی آسانی سے تم گمشدہ افراد مع تصویر ڈھونڈھ لیتے ہو۔ اگر تم امپورٹ ایکسپورٹ کی بجائے گمشدہ بچوں کی تلاش کا کام شروع کرو تو دیکھتے ہی دیکھتے کم وڈروں پتی بن جاؤ۔“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”بچوں کو تلاش کر کے میں کم وڈروں پتی کیسے بن سکتا ہوں۔ کتنے بچے گم ہوتے ہوں گے۔ یہی سال میں زیادہ سے زیادہ بیچاس۔ ساٹھ۔ اور ان کی تلاش کا مجھے کیا معاوضہ ملے گا۔ ماں باپ کی دعائیں۔“ — فواد نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”یار۔ یہ تمہاری امپورٹ ایکسپورٹ کی فرم کون چلاتا ہے۔“ — عمران نے پوچھا۔

”فرم میں خود چلاتا ہوں۔ کیوں۔“ — فواد نے چونک کر پوچھا۔ اُسے شاید عمران کی بات سمجھ میں نہ آئی تھی۔

”اس لئے تو تم سے آج تک اتنی رقم بھی اکٹھی نہیں ہوئی کہ شادی ہی کر لو۔ خاک چلاتے ہو گے تم فرم۔ ہتھارا ذہن ہی کاروباری نہیں ہے۔“ — عمران نے بڑا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

”آخر بات کیا ہے۔ یہ آپ کو بچوں کی تلاش کا مشورہ دیتے دیتے میری فرم کیسے یاد آگئی۔“ — فواد نے ہنسنے ہوئے کہا۔

”وہ اس لئے کہ تمہیں کاروبار کرنا ہی نہیں آتا۔ بھائی ہمارے ماں بچوں کی تلاش والا دھندہ بڑے عروج پر ہے۔ لاکھوں روپے لوگ نقد کما رہے ہیں۔ اور ساتھ ہی بھرپور دعائیں۔ اور سماجی کارکن کا متعہ بھی سینے پر موجود۔“ — عمران نے کہا۔

”اچھا۔ وہ کیسے۔ مجھے تو سرے سے ہی کاروبار نظر نہیں آتا۔“ — فواد نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

”اس لئے تو کہہ رہا ہوں ہتھارا ذہن کاروباری نہیں ہے۔ ہمارے ملک میں آکر کچھ عرصہ ٹریننگ لو۔ ہمارے ماں بچوں کی تلاش کا دھندہ بڑے سائیٹفک انداز میں ہوتا ہے۔ ایک تنظیم بنائی جس کا نام رکھ دیا انجمن

خدمت عوام یا انجمن فلاح عوام یا انجمن خدمت انسانیت۔
یا پھر یہ بھی نام ہو سکتا ہے انجمن تلاش گمشدہ بچگان۔ بہر حال
نام کوئی بھی ہو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بس
انجمن کا بورڈ کسی مکان پر لگا دیا اور اس کے بعد کاروبار
شروع۔ اب انجمن کے آدمی دیوے اسٹیشنوں۔ بس
اڈوں۔ رہائشی کالونیوں۔ پمپ ہجوم مارکیٹوں میں پھیل گئے
اور بچے کم ہونے شروع ہو گئے۔ "عمران نے
تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"کیا۔ کیا کہہ رہے ہیں آپ۔ بچے کم ہونے
شروع ہو گئے۔ آپ تو بچوں کی تلاش کی بات کر رہے
تھے۔" فواد نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔
"ارے۔ یہی تو کاروباری راز ہے۔ اگر بچے کم نہیں
ہوں گے تو تلاش کیسے کئے جائیں گے۔ بس بچے کم
ہونے شروع ہو گئے۔ اور پھر ان بچوں کو انجمن کے
مخصوص سٹور میں بند کر دیا گیا۔ ایک دو روز انہیں دبا
رکھا گیا۔ ظاہر ہے اس دوران بچوں کے والدین پاگل
بن کے قریب پہنچ گئے۔ اور وہ اپنی ساری دولت
اور جائیداد بھی بچے کے بدلے میں دینے پر تیار ہو جاتے
ہیں۔ بچوں سے پتہ پوچھ کر انجمن کے آدمی ان کے
والدین سے ملے اور انہیں قیمتی معلومات مہیا کر دیں کہ
ایک بیگار کیمپ سے اتفاقاً بھاگے ہوئے بچے نے

بتایا ہے کہ آپ کا بچہ اس بیگار کیمپ میں موجود ہے۔
اور اس پر بے پناہ ظلم ہو رہا ہے۔ انجمن کو اس پر بڑا
دکھ ہے۔ انجمن نے اپنے ذرائع سے انتہائی جدوجہد
کے بعد بڑے بااثر افراد سے رابطہ قائم کر کے آپ کے
بچے کو اس بیگار کیمپ سے رہائی دلانے کی بات چیت
کی ہے لیکن وہ لوگ اتنے لاکھ مانگ رہے ہیں۔ اب
انجمن تو بھاگ دوڑ ہی کر سکتی ہے رقم تو خرچ نہیں کر سکتی۔
کیونکہ انجمن تو رضا کارانہ اور فلاحی انجمن ہے۔ بس
ماں باپ بچے کی واپسی کی خبر ملتے ہی بے چین ہو گئے۔
اور اس کے بعد چاہے وہ جائیداد بیچیں۔ زیور فروخت کریں۔
کسی سے ادھار مانگیں۔ رقم مہیا اور دو تین روز بعد
بچہ واپس۔ اس دوران معصوم بچے کے سامنے یہی
ڈرامہ ہو گا کہ وہ بیگار کیمپ کے کسی خفیہ کمرے میں بند
ہے۔ بس اس طرح بچے کم ہوتے رہے۔ سٹور
میں پہنچتے رہے۔ انہیں انجمن کی مدد سے بیگار کیمپوں سے
رہائی ملتی رہی اور انجمن کے ذاتی اکاؤنٹ میں دولت کا
گراف تیزی سے بڑھتا گیا۔ ساتھ ساتھ ماں باپ کی
بے غلوص دعائیں اور سماجی خدمات کے اعلیٰ تنفعے۔ کہو کیسا
کاروبار ہے۔ مہارے امپورٹ ایکسپورٹ سے بہتر
ہے یا نہیں۔ "عمران نے تفصیل بتاتے ہوئے
کہا اور فواد کی آنکھیں پھلتی گئیں۔

"اوہ اوہ — کیا وہاں سب انجمنیں یہی دھندہ کرتی ہیں
 اوہ کس قدر کمزور اور غیر انسانی کاروبار ہے"
 فواد نے بے اختیار جھرجھری لیتے ہوئے کہا۔
 "ارے نہیں۔ ساری انجمنیں ایسا نہیں کرتیں۔ میں چند
 کی بات کر رہا ہوں۔ ورنہ وہاں ایسی انجمنیں بھی ہیں جو
 واقعی خدمت عوام اور خدمت انسانیت کا کام رضا کارانہ
 طور پر کرتی ہیں۔ لیکن بہر حال ایسی انجمنیں بھی موجود ہیں
 جب اتفاق سے یہ قانونی ٹینٹے میں آتی ہیں تب ان کے
 اس دھندے کا پتہ چلتا ہے۔" — عمران نے
 مسکراتے ہوئے کہا۔ اور فواد نے اطمینان کا طویل سانس
 لیا۔

"اوہ۔ شیطان تو بہر حال ہر جگہ موجود ہے۔ لیکن میں
 تو یہ تصور کر کے ہی خوفزدہ ہو گیا تھا کہ سب ایسا کرتے
 ہیں۔" — فواد نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 "چلو یہاں کی نمائندگی تم سنبھال لو۔" — عمران نے
 مسکراتے ہوئے کہا۔

"کس کی نمائندگی؟" — فواد نے چونک کر پوچھا۔
 "شیطان کی۔ اور کس کی؟" — عمران نے کہا۔ اد۔
 فواد نے بے اختیار قہقہہ لگایا۔

"نمائندہ تو بہر حال میں یہاں ہوں۔ ایک ٹوکہ۔ لیکن
 اب ایک ٹوکہ کیا ہے یہ آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔"

فواد نے کہا۔

اور عمران بے اختیار ہنس پڑا۔ فواد نے واقعی
 خوب صورت چوٹ کی تھی۔

"صاحب۔ کھانا لگاؤں۔" — اُسی لمحے فواد کے
 ملازم نے اندر داخل ہو کر پوچھا۔

"اوہ ہاں۔ ضرور لگاؤ۔ نیکی اور پوچھ پوچھ۔" — فواد
 نے ہنستے ہوئے کہا۔ اور ملازم بھی مسکراتا ہوا واپس
 چلا گیا۔

"یعنی خدمت عوام سے پہلے خدمت شکم کا پروگرام
 بن گیا۔" — عمران نے کہا اور فواد ہنس پڑا۔

تھوڑی دیر بعد وہ دونوں کھانے کی میز پر موجود تھے۔
 کھانا واقعی بے حد اچھا تھا۔ اس لئے عمران نے بھی خوب
 سیر ہو کر کھایا۔

"آج مجھے پتہ چلا کہ لوگ کنوارے کیوں رہتے ہیں۔ ظاہر
 ہے جب اتنا اچھا باورچی مل جائے تو کس کا دل کرتا ہے
 جلی ہوئی ہنڈیا کھانے کا۔" — عمران نے ٹشو سے
 منہ صاف کرتے ہوئے کہا۔

"اس کا مطلب ہے آپ کا باورچی بھی اچھا کھانا پکاتا
 ہے۔" — فواد نے ہنستے ہوئے کہا۔

"میرا باورچی — ارے خدا کی پناہ۔ وہ کھانا پکاتا کم
 ہے۔ اور شائے زیادہ ہے۔ اور جو پکاتا ہے وہ اپنے

لئے اور جو سنا رہا ہے وہ میرے لئے - اپنے لئے
حریرے اور میرے لئے مونگ کی دال - احتجاج کرو تو
آٹے دال کا بھاؤ سننا پڑتا ہے - اور یہ بھاؤ اس
قدر تیز ہوتا ہے کہ میں ڈر کے مارے بے ہوش بھی
نہیں ہو سکتا - عمران نے اٹھتے ہوئے کہا - اور
نواد بے اختیار ہنسنے لگا -

"اچھا اب تم تو چلو - تلاش گمشدگان میں اور میں اب
جاتا ہوں - اسی رات عرف آرجر سے ملاقات کے لئے"
عمران نے ڈائننگ روم سے برآمدے میں پہنچتے ہوئے
کہا - اور نواد نے سر ہلادیا -

"آپ کون سی کار لے جائیں گے" - نواد نے
پورچ میں کھڑی دونوں کاروں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا -
"جس میں پٹرول زیادہ ہو" - عمران نے کہا - اور
نواد تہقہہ مار کر ہنس پڑا -

"صاحب - فون ہے" - اُسی لمحے ملازم نے
اکر کہا -

"اوہ - کیا تمہارے فون میں سائیکسٹر لگا ہوا ہے - بڑا
نفیس سائیکسٹر ہے" - عمران نے چونک کر پوچھا -
کیونکہ فون تو اس کے سامنے برآمدے کے ایک
کونے میں خاموش پڑا نظر آ رہا تھا -

"اوہ - یہ تو عام فون ہے - میں نے ایک پیشل فون لگوایا

ہوا ہے - آئیے - یہ یقیناً علی جان کا ہوگا" - نواد نے
کہا - اور تیزی سے اندرونی راہداری کی طرف بڑھ گیا -

عمران بھی سر ہلاتا ہوا اس کے پیچھے گیا - راہداری کے
آخر میں نواد نے سائیڈ کی دیوار کے ایک مخصوص حصے

پر پیر مارا تو سامنے کی دیوار ہٹ گئی - اور سیڑھیاں
نیچے جاتی ہوئی دکھائی دینے لگیں - آگے پیچھے سیڑھیاں

اترتے ہوئے وہ ایک تہہ خانہ نما کمرے میں پہنچ گئے -
یہاں ایک انتہائی جدید لائنگ ریجنگ ٹرانسمیٹر بھی موجود تھا -

اور مختلف قسم کے انتہائی جدید اسلحہ سے بھری ہوئی
الماریاں بھی دیواروں کے ساتھ لگی دکھائی دے رہی

تھیں - درمیان میں رکھی ہوئی بڑی سی میز پر سرخ رنگ
کا فون موجود تھا - نواد تیزی سے اس فون کی طرف بڑھا -

اور اس نے رسیور اٹھا لیا - عمران البتہ آنکھیں جھپکا جھپکا
کمرے کو دیکھ رہا تھا جو اپنی ہیئت کے اعتبار سے
کسی خفیہ تنظیم کا ہیڈ کوارٹر نظر آ رہا تھا -

"یس - ایوبی سپیکنگ" - نواد نے بدلے
ہوئے لیکن سخت اور سنجیدہ لہجے میں کہا - اور عمران

چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا -
"علی جان بول رہا ہوں باس" - دوسری طرف

سے ایک نوجوان کی آواز سنائی دی -
"یس - کیا رپورٹ ہے" - نواد نے اُسی

طرح سخت ہلچے میں پوچھا۔

"باس - انتہائی حیرت انگیز رپورٹ ہے - ڈان کو قتل کر دیا گیا ہے - اس کا ہیڈ کو آرٹر مکمل طور پر تباہ ہو چکا ہے۔ کم از کم بیس آدمی ہلاک ہوئے ہیں - اور باس یہ سارا کام ڈان کی محبوبہ نتاشا نے کیا ہے۔ نتاشا وہ کتبہ لے کر ڈاکٹر عمر ابدال کے پاس پہنچ گئی ہے۔ کتبہ اصلی ہے۔ اور نتاشا اس وقت ڈاکٹر عمر ابدال کی رہائش گاہ پر موجود ہے۔ اعلیٰ حکام اس سے پوچھ گچھ کر رہے ہیں۔ دوسری طرف سے جواب ملا۔ اور عمران کی آنکھیں یہ رپورٹ سن کر واقعی حیرت سے پھیلتی گئیں۔

"کیا کہہ رہے ہو۔ تمہیں یہ رپورٹ کیسے ملی۔ تفصیل بتاؤ۔ فواد کے ہلچے میں بھی حیرت تھی۔

"باس۔ آپ کی ہدایت پر میں نے ڈان کی تلاش شروع کی۔ اور پھر ہوٹل آفندی سے مجھے اس کے ہیڈ کو آرٹر کی ٹپ مل گئی۔ چنانچہ میں اس کے ہیڈ کو آرٹر واقع رضا بازار پہنچا۔ یہ بظاہر ایک کمرشل عمارت ہے۔ لیکن اس کے نیچے وسیع و عریض تہہ خانوں میں ہیڈ کو آرٹر قائم ہے۔ لیکن وہاں جب میں پہنچا تو وہاں خوف ناک بموں کے دھماکے ہو رہے تھے اور پوری عمارت ردتی کے گالوں کی طرح اڑ رہی تھی۔ اُسی لمحے میں نے ڈان

کی محبوبہ نتاشا کو دیکھا۔ وہ ایک گٹر کے دھانے سے باہر نکلی اور بے ستاشا دوڑنے لگی۔ اس کے ہاتھ میں ایک کینوس کا ایک تھیلا تھا۔ دھانے سے اس کے بعد نکلنے والے ایک آدمی نے اس پر مشین گن کا فائر کھولا لیکن نتاشا ایک بلڈنگ کی آڑ میں ہو کر بچ گئی۔ اُسی لمحے پولیس پہنچ گئی۔ اور نتاشا نے پولیس کے پاس پناہ لے لی۔ اور پھر پولیس اُسے ساتھ لے کر چلی گئی۔ بعد میں ایک پولیس آفیسر نے ذریعے ساری رپورٹ مل گئی۔ نتاشا نے یہ ہیڈ کو آرٹر تباہ کیا ہے۔ وہ خود بھی شدید زخمی ہوئی ہے۔ اور اس کینوس کے تھیلے میں کوئی قدیم کتبہ تھا۔ جسے چوری کر لیا گیا تھا۔ اور پھر پولیس کو اس نے جب ساری بات بتائی اور ڈاکٹر عمر ابدال کا نام بتایا تو پولیس اُسے سیدھی وہاں لے گئی۔ اس طرح کتبہ ڈاکٹر عمر ابدال کے قبضے میں پہنچ گیا۔ نتاشا کو حفاظت کے پیش نظر ہسپتال میں رکھنے کی بجائے ڈاکٹر عمر ابدال کی رہائش گاہ پر منتقل کر دیا گیا۔ اور ڈاکٹروں نے وہاں پہنچ کر اس کو سنبھالا۔ اب وہ خطرے سے باہر ہے۔ اور اب اعلیٰ حکام اس سے پوچھ گچھ میں مصروف ہیں۔ علی جان نے کہا۔

"اس سے پوچھو ڈاکٹر اس وقت کہاں ہے۔"

عمران نے دبے ہلچے میں کہا۔ اور فواد نے یہی بات پوچھی۔

"وہ اپنے دفتریں ہیں۔ وہاں پولیس کا سخت پہرہ ہے اور ان کی رہائش گاہ پر بھی پولیس کا سخت ترین پہرہ ہے۔" علی جان نے جواب دیا۔

"او۔ کے۔ ٹھیک ہے۔ میں خود دیکھتا ہوں۔"

فواد نے عمران کے اشارے پر کہا اور رسیور رکھ دیا۔ "ڈاکٹر عمر ابدال کے دفتر کا نمبر ملاؤ۔ مجھے یہ ساری کوئی نئی گیم نظر آ رہی ہے۔" عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

اور فواد نے رسیور اٹھا کر پہلے انکو انری سے ڈاکٹر عمر ابدال کے دفتر کا نمبر پوچھا اور پھر نمبر گھما کر اس نے رسیور عمران کی طرف بڑھا دیا۔

"لیس۔" چند لمحوں بعد دوسری طرف سے ایک آواز سنائی دی۔

"میں ڈاکٹر عمر ابدال کا مہمان علی عمران بول رہا ہوں۔ ان سے بات کہہ آئیں انتہائی ضروری مسئلہ ہے۔" عمران نے کہا۔

"ادہ جناب۔ وہ اس وقت ایک انتہائی ضروری میٹنگ میں مصروف ہیں۔ ایک گھنٹے سے پہلے نہیں مل سکتے۔" دوسری طرف سے مودبانہ لہجے میں جواب دیا گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

عمران نے آگے بڑھ کر خود ہی کمپیوٹر ڈبایا۔ اور پھر

ڈاکٹر عمر ابدال کی رہائش گاہ کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیے۔ یہ نمبر اس نے فون پر کھٹے دیکھ لئے تھے۔ اس لئے اس کے حافطے میں محفوظ تھے۔

"لیس۔" دوسری طرف سے ایک آواز سنائی

دی۔

"میں ڈاکٹر صاحب کا مہمان علی عمران بول رہا ہوں۔ مس کلثوم موجود ہیں۔" عمران نے کہا۔

"جی بے بی موجود ہیں۔" دوسری طرف سے

جواب ملا۔ ظاہر ہے بولنے والا کوئی ملازم ہی تھا۔

"اُسے فون پر بلاؤ۔" عمران نے کہا۔

"جی بہتر۔" ہولڈ آن کریں۔" دوسری طرف سے

کہا گیا اور عمران خاموش ہو گیا۔

"ہیلو۔" چند لمحوں بعد ہی فون پر کلثوم کی آواز ابھری۔

"نانشا پہنچ گئی ہے۔ بڑی مشکل سے میں نے اُسے تہا لے

گھر تک پہنچایا ہے۔ جاتی ہی نہیں تھی۔ کہتی تھی ایک نیام میں

دو تلواریں کیسے سما سکتی ہیں۔ میں نے کہا فکر نہ کرو۔ اسلام

نے تو چار چار تلواریں اکٹھی رکھنے کی اجازت دے رکھی ہے۔"

عمران نے کہا۔

"ادہ۔ تم کہاں غائب ہو گئے تھے۔ اگر اتنی ہی بزدلی

دکھانی تھی تو یہاں آئے کیوں تھے۔ نانشا واقعی انتہائی بہادر

اور محب وطن لڑکی ثابت ہوئی ہے۔ اس نے وہ

کام کو دکھایا ہے کہ پورا مصر اس پر فخر کرے گا۔ کلثوم نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”پورا مصر۔۔۔ لاجل دلاقوۃ۔ اتنے رقیب میں کیسے برداشت کر سکتا ہوں۔ چلو میں دوسری تلوار سے دستبردار ہوتا ہوں۔ میرے لئے ایک ہی کافی ہے۔ گلہ ہی کٹوانا ہے ایک سے ہی کٹوالیں گے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اب کس منہ سے یہ باتیں کر رہے ہو۔ آئے تھے بڑے پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ایجنٹ بن کر۔ تم سے تو اچھے وہ فیاض صاحب ہیں۔۔۔ وہ میرے ساتھ ہوٹل آفندی گئے تھے ڈان سے ملنے۔“ کلثوم نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

”ارے ارے۔ اب مجھے پتہ چلا کہ بیچارہ ڈان کیوں مارا گیا۔ سبز قدم فیاض جو مل آیا تھا اس سے۔ اس بے چارے کا یہی حشر ہونا تھا۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور اس بار کلثوم ہنس پڑی۔

”اوہ۔ ارے۔ لیکن تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ ناشاپہاں موجود ہے۔ اور ڈان مارا گیا ہے۔“ اچانک کلثوم نے چونک کر پوچھا۔

”کہا تو ہے کہ بڑی محنت کرنی پڑی ہے اُسے تم تک پہنچانے میں۔ بہر حال اب تمہارے گھر کے باہر ظالم سماج

کی ادبچی ادبچی باوردی دیواریں موجود ہیں۔ اس لئے کیا کوئی چور راستہ نہیں ہے۔ تاکہ میں اس باوردی ظالم سماج سے بچ کر اطمینان سے تمہارے دل میں آکر بیٹھ سکوں۔“ عمران نے کہا۔

اور اس بار کلثوم نے زوردار قہقہہ لگایا۔
”کاش۔۔۔ تم ایسی خوب صورت باتیں کرتے رہو تو شاید میں اپنے دل کا دروازہ بھی کھول دوں تم پر۔ لیکن جب تم پر حاکم کا دورہ پڑتا ہے تو بس جی چاہتا ہے تمہیں گولی مار دوں۔“ میں سمجھ گئی تمہاری بات۔ تم پولیس کے پہرے کی بات کر رہے ہو۔ میں کہلوادیتی ہوں گیٹ پر۔ تمہیں کوئی نہ روکے گا۔“ کلثوم نے کہا۔

”لیکن تمہیں سانپ کو باہر نکالنا پڑے گا۔ ورنہ جنت کی بجائے کانٹوں بھری دنیا ہی مقدر بنے گی۔ اچھا میں آ رہا ہوں۔“ عمران نے کہا۔ اور پھر جلدی سے رسیور رکھ دیا۔ کیونکہ اُسے خطرہ تھا کہ کلثوم کہیں پھر نہ بگڑ جائے۔
”یہ سانپ کون ہے عمران صاحب۔“ فواد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”آج کل اس کا نام فیاض ہے اور وہ پاکیشیا کی سٹول انٹیلی جنس میں سپرنٹنڈنٹ لگا ہوا ہے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور فواد قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

”اچھا۔ اب تمہارا وہ تلاش گمشدہ والا مشن تو ہو گیا ختم۔
اب تم ایسا کہو کہ اس آرجر عرف راسن کو ٹٹولو۔ مجھے
اس کتبے کی اس طرح ڈرامائی طور پر واپسی۔ کتبہ میں کوئی
لمبی گمبٹ محسوس ہو رہی ہے۔ میں جا کر تناسا کو
چیک کرتا ہوں اور ڈاکٹر عمر ابدال سے بھی اس کتبے کی
بات کہنی ہے۔“ — عمران نے بیرونی دروازے
کی طرف بڑھتے ہوئے کہا اور فواد نے سر ہلادیا۔

کمرے کی دیوار پر لگی ہوئی بڑی سی سکین پر
ایک کمرے کا منظر نظر آرہا تھا۔ اس کمرے میں ایک بیڈ
پر ڈان کی عورت تناسا لیٹی ہوئی نظر آرہی تھی۔ اس
کے گرد چار افراد کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں
سے دو کے ہاتھوں میں ڈائریاں تھیں۔ جن میں وہ نوٹنگ
کر رہے تھے۔ جب کہ دو تناسا سے باتوں میں مصروف
تھے۔

اس سکین کے نیچے ایک کافی بڑی لیکن خاصی پیچیدہ
مشین موجود تھی۔ جس پر مختلف رنگوں کے چھوٹے بڑے
بلب خاص تیز رفتاری سے جل بجھ رہے تھے۔ اور
سفید کوٹوں میں دو افراد اس مشین پر مسلسل جھکے اسے
کنٹرول کر رہے تھے۔ جب کہ دیوار سے کچھ فاصلے

پر ایک چھوٹی سی میز کے پیچھے رکھی ہوئی کرسی پر کمرل آپرچ بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی نظریں سکرین پر جمی ہوئی تھیں۔ اس نے کانوں پر ہیڈ فون نما آن لگایا ہوا تھا۔ اور اس ہیڈ فون کے ذریعے وہ نتاشا اور ان دو آدمیوں کے درمیان ہونے والی ساری گفتگو اس طرح سن رہا تھا جیسے وہ خود بھی اُسی کمرے میں موجود ہو۔ کمرل آپرچ کے پیچھے ایک نوجوان بڑے موڈبانہ انداز میں کھڑا تھا۔ لیکن وہ بالکل خاموش تھا۔ وہ دونوں باتیں کرنے والے آخر کار مسکراتے ہوئے اٹھے اور پھر نتاشا کو سلام کر کے بیرونی دروازے کی طرف مڑ گئے۔ ڈاکٹیروں میں نوٹنگ کمرے والے بھی ان کے پیچھے ہی کمرے سے باہر چلے گئے اور دروازہ بند ہو گیا۔ اب نتاشا کمرے میں اکیلی تھی۔ اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ کمرل آپرچ نے ہیڈ فون اتار کر سامنے میز پر رکھ دیا۔

"ڈاکٹر عمر ابدال کی میٹنگ کی کارروائی کا پتہ چلا آرہا ہے۔ کمرل آپرچ نے مڑ کر پیچھے کھڑے نوجوان سے پوچھا۔

"ابھی تک میٹنگ جارہی ہوگی۔ اگر ختم ہو جاتی تو فون آ جاتا۔" نوجوان آرہا ہے نے موڈبانہ لہجے میں کہا۔

"وہ عمران ابھی تک پکچر میں نہیں آیا۔ وہ بچانے کہاں غائب ہو گیا ہے۔" کمرل آپرچ نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

اُسی لمحے میز پر رکھے ہوئے ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ اور کمرل آپرچ نے چومک کر ریورس ہوا اٹھا لیا۔

"یس۔ زیڈون سپیکنگ۔" کمرل آپرچ نے ٹھکانہ لہجے میں کہا۔

"باس۔ میں زیڈالیون بول رہا ہوں۔ میٹنگ ختم ہو گئی ہے۔ کتبے کو متفقہ طور پر صحیح اور اصلی قرار دے دیا گیا ہے۔" دوسری طرف سے ایک آواز سنائی دی اور کمرل آپرچ کا چہرہ مسرت سے کھل اٹھا۔

"یوری رپورٹ دو۔ یہ بہت اہم پوائنٹ ہے۔" کمرل آپرچ نے تیز لہجے میں کہا۔

"باس۔ میں خود بطور سیکرٹری اس میٹنگ میں شریک تھا۔ پہلے میٹنگ میں ڈاکٹر عمر ابدال اور ان کے ٹکے کے دو ماہر شامل تھے۔ لیکن پھر اعلیٰ حکام میں سے کسی نے ڈاکٹر عمر ابدال سے فون پر بات کی تو پتہ چلا کہ حکومت نے اس سلسلے میں انتہائی سنجیدہ اقدام کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس لئے اس کتبے کی چیکنگ کے لئے مشہور مصری ماہر سر کمال عبداللہ میٹنگ میں شریک ہونے کے لئے آرہے ہیں۔ چنانچہ تھوڑی دیر بعد سر کمال عبداللہ پہنچ گئے۔ اور اس کے بعد میٹنگ دوبارہ شروع ہوئی۔ کتبے کے ایک ایک حصے اور اس پر موجود قدیم تحریر کے ایک ایک لفظ کی ساخت

پر بحث ہوتی رہی۔ یہ بحث چونکہ انتہائی ٹیکنیکل تھی۔ اس لئے میں اسے پوری طرح سمجھ نہیں سکا۔ لیکن طویل غور و فکر کے بعد سب نے متفقہ طور پر اس کتبے کو اصلی قرار دے دیا۔ اور اس کے بعد سب نے مل کر اس کتبے کی مدد سے ایک نقشہ بھی مرتب کیا گیا ہے۔ اور میں نے جو کچھ سنا ہے اس کے مطابق یہ کتبہ ایک مدفون مقبرے کا ہے جو۔۔۔ صحر اکی شمالی پیٹی میں موجود ہے۔۔۔ یہ نقشہ اور کتبہ سر کمال عابد اللہ اپنے ساتھ لے گئے ہیں۔

زیڈ ایون نے تفصیلی رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

"گڈ۔۔۔ اس کا مطلب ہے ہمارا مشن مکمل طور پر کیا جا چکا ہے۔ اب تم نے اسی روپ میں مستقل طور پر رہنا ہے۔ تاکہ سرکاری طور پر ہونے والی تمام کارروائیوں سے ہم آگاہ ہوتے رہیں۔"۔۔۔ کرنل آپرچ نے کہا۔ اور ساتھ ہی اس نے ریپورر رکھ دیا۔ اس کا چہرہ فرط مسرت سے کھلا پڑ رہا تھا۔

"۔۔۔ اس کا مطلب ہے جناب ڈسمنیڈ نے واقعی کام دکھایا ہے۔"۔۔۔ آریلین نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ ڈسمنیڈ اپنے کام میں واقعی مہارت رکھتا ہے۔ اس نے پہلے بھی جو پلاننگ کی تھی اس کے مطابق اس نے اس کتبے سے ظاہر ہونے والے مقبرے کو۔۔۔

میں لے جانا تھا۔ جب کہ اصل ٹارگٹ دہاں سے بہت دور ہے۔ بہر حال یہ اہم ترین مسئلہ تھا۔ جو بخوبی منٹ گیا۔ اور شاید سادھی پلاننگ ہی فیل ہو جاتی۔۔۔ اگر عین آخری لمحے میں مجھے جان آرٹلٹ کے بنائے ہوئے نقشے کا خیال نہ آجاتا۔۔۔ کرنل آپرچ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جان آرٹلٹ کا نقشہ"۔۔۔ آریلین نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں مجھے اچانک خیال آگیا کہ اس کے بیٹے آرگن نے اصل کتبے سے ایک نقشہ جان آرٹلٹ سے بنوایا تھا۔ اب اگر جان آرٹلٹ اس میٹنگ میں شریک ہوتا تو وہ لازماً بتا دیتا کہ اس کتبے میں تبدیلی ہوئی ہے۔ اور اس طرح سادھی پلاننگ ہی فیل ہو جاتی۔ عین آخری لمحے میں مجھے خیال آگیا۔ اور میں نے جان آرٹلٹ کے فوری بندوبست کے احکامات دے دیئے۔ اور جان آرٹلٹ اپنے مکان کی سیڑھیوں سے پھسل کر گہرے دن تڑوا بیٹھا۔"۔۔۔ کرنل آپرچ نے کہا اور آریلین نے سر ہلادیا۔

"اب جناب اس نتاشا کا کیا کرنا ہے۔ یہ مسلسل تو کنٹرولڈ حالت میں نہیں رہ سکتی۔ میرے خیال میں اب زیادہ سے زیادہ آدھا گھنٹہ اور نکالے گی۔ اس کے بعد اس کا ذہن ہمارے کنٹرول سے باہر ہو جائے گا۔"

آرلین نے کہا۔

اور کنرل آپرچ آرلین کی بات سن کر اس جرمی طرح اچھا
کہ کرسی سے گم تے گم تے بچا۔

"کیا کیا کہہ رہے ہو۔ کیا تم نے اس کا ذہن
لامحدود عرصے کے لئے کنٹرول نہیں کیا تھا" کنرل
آپرچ نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"ادہ نو۔۔۔ میں نے آپ کو رپورٹ تو دی تھی۔
نتاشا کا ذہن بڑی مشکل سے کنٹرول میں آیا۔ اس کا آئی
کیو۔ ٹاپ کیٹگری میں آتا ہے۔ ایسے ذہن کو لامحدود

عرصے کے لئے کنٹرول نہیں کیا جاسکتا۔ بہت زیادہ
کوشش کے بعد صرف تین گھنٹے تک بات بنی تھی۔ اور
تقریباً ڈھائی گھنٹے گزر چکے ہیں۔" آرلین نے جواب
دیا۔

"ادہ ہاں۔ واقعی تم نے رپورٹ دی تھی۔ لیکن یہ بات
میرے ذہن سے ہی نکل گئی تھی۔ ادہ میں تو اس سے اس
لئے روکے ہوئے تھے کہ عمران لازماً اس سے ملنے آئے

گا۔ اور اس طرح میں عمران کا رد عمل جان لوں گا۔
لیکن اگر اس کا ذہن کنٹرول سے آڈٹ ہو گیا تو پھر ساری
پلاننگ ہی ختم ہو جائے گی۔ یہ احمق تو بتا دے گی کہ اُسے

تو کچھ بھی معلوم نہیں ہے۔ وہ تو بس کاریں بیٹھے
ہوئے بے ہوش ہوئی اور اب اُسے ہوش آیا۔ اس طرح

تو عمران لازماً ٹھٹھک جائے گا۔ ادہ تم نے اچھا کیا کہ مجھ
پر وقت بتا دیا۔" کنرل آپرچ نے تیز لہجے میں کہا۔
"تو پھر کیا حکم ہے۔ آف کر دیا جائے اسے"
آرلین نے کہا۔

"ظاہر ہے۔ اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ اس
وقت موقع اچھا ہے۔ یہ اکیلی پڑی ہوئی ہے۔ آف کر
دو۔" کنرل آپرچ نے تیز اور سرد لہجے میں کہا۔

"ٹارگٹ آف کر دو۔" آرلین نے چیخ کر مشین
کے سامنے کھڑے دونوں آدمیوں سے کہا۔ اور انہوں
نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔ اور پھر وہ مشین کے
مختلف بٹن دبانے لگے۔ مشین سے اچانک تیز
سیٹی کی آواز گونجی۔ اور اس کے ساتھ ہی ایک بھاکے
سے سکریں تاریک ہو گئی۔ اور مشین پر جلتے بجتے
لبب بھی سچھ گئے۔

"کیا تمہیں یقین ہے کہ وہ ختم ہو گئی ہے"
کنرل آپرچ نے تشویش بھرے لہجے میں پوچھا۔
"یس باس۔ سو فیصد۔ اور اس کی موت کو طبی طور پر
مارٹل اٹیک ہی کہا جائے گا۔" آرلین نے
باعتماد لہجے میں کہا۔

اور کنرل آپرچ سر ہلاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔
"اور۔۔۔ اب میں اصل مشن کے سلسلے میں

عملی اقدامات شروع کرادوں۔ تاکہ یہ مقبرہ جلد از جلد خالی ہو جائے۔ اور وہاں پر دھچکٹ کا کام شروع ہو سکے۔
کہ نئی آریج نے کہا۔ اور تیز تیز قدم اٹھاتا دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

آرین بھی مودبانہ انداز میں اس کے پیچھے چل رہا تھا۔

فواد نے کارپاشا کا لونی میں داخل ہوتے ہی ایک کیفے کے سامنے روک دی۔ اور پھر نیچے اتر کر وہ بڑے اطمینان سے چلتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ اس کے جسم پر چیت لباس تھا۔ اور اس نے ماتھ میں ایک برلیف کیس اٹھایا ہوا تھا۔ اس برلیف کیس کی وجہ سے وہ کوئی عام کاروباری آدمی لگ رہا تھا۔ وہ پیدل چلتا ہوا آگے بڑھتا گیا۔ اور پھر حقوڑی دیہ بعد وہ آرجر کی رہائش گاہ کے سامنے سے گزرا۔ کوٹھی کے باہر دالسن کے نام کی پلیٹ موجود تھی۔ اور نیچے اس کا عہدہ اور محکمہ بھی درج تھا۔ کوٹھی کچھ زیادہ بڑی نہ تھی۔ اس کا پھاٹک بند تھا۔ فواد سامنے سے گزر کر آگے بڑھ گیا۔ اور پھر ایک چکر کاٹ کر وہ کوٹھی کے عقب

میں آگیا۔ اُسے چونکہ معلوم تھا کہ آدھر کوٹھی میں ملازموں کے ساتھ رہتا ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ آدھر اس وقت بھی کوٹھی میں موجود ہو۔ اس لئے وہ پوری تیاری کر کے آیا تھا۔ اس کا پر وگرام تھا کہ آدھر کوٹھی میں موجود ہوا تو وہ اُسے یہاں سے اغوا کر کے اپنے خاص اڈے پر لے جائے گا۔ اور پھر اس سے اطمینان سے پوچھ گچھ کرے گا۔ لیکن اگر آدھر کوٹھی میں موجود نہ ہوا تو پھر وہ فی الوقت کوٹھی کی مکمل تلاشی لینے پر ہی اکتفا کرے گا۔ آدھر کو بعد میں چیک کرے گا۔ چنانچہ کوٹھی کے عقب میں پہنچنے کے بعد اس نے کوٹھی کا اچھی طرح جائزہ لیا اور پھر ایک سائیڈ پر ہو کر اس نے بریف کیس کھولا۔ بریف کیس کے اندر اس نے ایک بلو پائپ قسم کی چھوٹی سی مشین رکھی ہوئی تھی۔ اس نے وہ مشین نکالی اور بریف کیس کو بند کر کے ایک سائیڈ پر موجود کوڑے کے ڈرم کے عقب میں رکھ دیا۔ بلو پائپ نما مشین کو پکڑے۔ کوٹھی کی عقبی دیوار کے پاس پہنچا۔ عقبی گلی سنان تھی۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ پھر اس نے اس مشین کے دستے کے نیچے لگا ہوا ایک بٹن دبایا تو مشین کے سرے پر موجود پائپ سر کی تیز آواز سے کسی ایمریل کی طرح لمبا ہوتا گیا۔ یہ پائپ چونکہ لچھے دار ربط کا بنا ہوا تھا۔ اس لئے اس میں لچک موجود تھی۔ چند لمحوں بعد پائپ

دیوار کی دوسری طرف غائب ہو گیا تو فواد نے دستے سے ذرا آگے موجود ٹریگر کو انگلی کی مدد سے اپنی طرف کھینچا۔ کھٹاک کی ہلکی سی آواز سنائی دی۔ فواد تیزی سے بار بار ٹریگر دباتا گیا۔ اور کھٹاک کھٹاک کی آواز پیدا ہوتی گئی۔ اس کے بعد اس نے وہی پہلے والا بٹن دوبارہ دبایا تو پائپ واپس تہہ ہو گیا اور فواد وہ بلو پائپ نما مشین لے کر اُسی کوڑے کے ڈرم کی طرف آیا۔ اور مشین اس نے ڈرم کے اندر ڈال کر ڈھکن برابر کر دیا۔ یہ ڈسپوزیبل مشین تھی۔ اور اب اس کا فنکشن ختم ہو گیا تھا اس لئے وہ بیکار ہو چکی تھی۔ اس میں انتہائی زبردستی اور دور تک پھیلنے والی بے ہوشی کی گیس سے بھرے ہوئے مخصوص گولے موجود تھے جو ٹریگر دبانے سے لچکدار پائپ سے نکل کر گولی کی طرح دور جا کر زمین سے ٹکرائے جاتے تھے۔ اس مشین میں ایسے دس گولے ہوتے تھے اور فواد نے دسوں کے دسوں فائر کر دیئے تھے۔ اس گیس میں یہ خاصیت تھی کہ یہ انتہائی تیزی سے پھیلتی تھی۔ اور اس کی رینج میں موجود ہر جاندار ایک لمحے میں بے ہوش ہو جاتا تھا۔ لیکن اس کا اثر زیادہ سے زیادہ چند منٹ تک ہی رہتا تھا اس کے بعد یہ غائب ہو جاتی تھی۔ فواد نے فل میگزین اس لئے استعمال کیا تھا کہ اگر اس عمارت کے اندر کہیں تہہ خانے ہوں تو گیس وہاں تک بھی پہنچ جاتے۔ ورنہ

تو دو تین گولے ہی کافی تھے۔
 فواد دس منٹ تک اسی گلی میں اس طرح ہلٹتا رہا جیسے
 وہ اس علاقے کا رہائشی ہو اور کھانا کھانے کے بعد گلی
 میں ہٹنے کے لئے نکل آیا ہو۔ دس منٹ بعد وہ
 تیزی سے دوڑا اور دوسرے لمحے کسی پرندے کی طرح
 اڑتا ہوا دیوار پر پہنچا اور دوسری طرف کود گیا۔ لیکن
 کودنے کے بعد وہ رکا نہیں بلکہ اطمینان سے آگے
 بڑھتا گیا۔ کیونکہ اسے مکمل یقین تھا کہ کوکھٹی کے اندر
 موجود ہر ذی روح اس وقت بے ہوش پڑا ہو گا اور کم از کم
 چھ گھنٹوں تک ان کے ہوش میں آنے کا کوئی امکان نہ تھا۔
 کوکھٹی میں گھومنے کے بعد اس نے وہاں صرف دو
 ملازموں کو دیکھا جن میں سے ایک کچن میں بے ہوش پڑا
 تھا جب کہ دوسرا سامنے والے برآمدے میں۔ اور
 کوئی آدمی وہاں موجود نہ تھا۔ آرجر کا فوٹو بھی وہ دیکھ چکا
 تھا اور اس کا حلیہ بھی اُسے معلوم تھا۔ اس لئے آرجر ان
 میں شامل نہ تھا۔ اور نہ ہی وہ کوکھٹی میں ملا تھا۔ اس لئے
 فواد سمجھ گیا کہ آرجر کوکھٹی میں موجود نہیں ہے۔ چنانچہ اس
 نے تلاشی کا کام شروع کر دیا۔ لیکن کوکھٹی میں وہی عام سامان
 تھا جیسا کہ رہائشی کوکھٹیوں میں ہوتا ہے۔ اس نے
 سب سے پہلے تو کپڑوں والی الماریاں چیک کیں۔ وہاں
 موجود مختلف قسم کے لباسوں کی جیبیں دیکھیں۔ ان الماریوں

میں موجود مختلف خانے چیک کئے۔ لیکن کہیں کوئی ایسی چیز
 نہ ملی جس سے آرجر کی کارکردگی کے متعلق کچھ پتہ چلتا۔
 اس کے بعد اس نے مختلف کمروں میں موجود درازوں والی
 میزیں چیک کرنی شروع کر دی۔ اور پھر آخر کار وہ
 ایک ایسے کمرے میں پہنچ گیا۔ جو اپنی ساخت اور فرنیچر
 کے لحاظ سے دفتر یا محسوس ہوتا تھا۔ یہاں ایک بڑی
 دفتری میز تھی۔ لیکن اس کی درازوں میں بھی سرکاری
 ٹائپ کے مختلف کاغذات تھے۔ ایسے کاغذات جس سے
 آرجر کا تعلق محکمہ آثار قدیمہ سے بہت بڑا عہدے دار ہی
 ثابت ہوتا تھا۔ اس کی خفیہ زندگی کے بارے
 میں کوئی چیز نہ مل رہی تھی۔ لیکن فواد جانتا تھا کہ عبد المنان
 آئندہ سی کی بات غلط نہیں ہو سکتی۔ آرجر وہاں کے ساتھ
 مل کر جو دوسری زندگی گزار رہا ہے اس کے متعلق لازماً
 کہیں نہ کہیں سے کچھ ضرور مل جائے گا۔ اس لئے
 وہ اپنی تلاش میں لگا رہا۔ اور پھر وہ اس میز کے اندر
 ایک خفیہ خانہ تلاش کرنے میں کامیاب ہو ہی گیا۔ اس
 خانے کے اندر ایک فائل موجود تھی۔ اس نے
 وہ فائل نکال کر کھولی اس کے اندر تین کاغذ تھے۔ لیکن
 ان پر جو کچھ درج تھا وہ کم از کم فواد کی سمجھ سے باہر تھا۔
 فواد اتنا تو سمجھ گیا کہ یہ کوئی کوڈ ہے۔ اور گو وہ عام
 طور پر استعمال ہونے والے کوڈز سے واقف تھا لیکن

یہ کوڈ بالکل ہی اجنبی سا تھا۔ وہ مسلسل اس پر غور کرتا رہا۔ لیکن جب کافی مغز ماری کے باوجود کوئی بات اس کے پہلے نہ پڑی تو اس نے فائل بند کر دی۔ لیکن فائل بند کرتے ہی وہ چونکا۔ فائل کے ادبہ شمالی کو نے میں کوئی لفظ لکھا ہوا تھا جو اس سے پہلے اس کی نظروں میں نہ آیا تھا۔ اب فائل بند کرتے ہوئے اچانک اس کی نظریں اس لفظ پر پڑ گئیں تھیں۔ اس نے غور سے اُسے پڑھا اور دوسرے لمحے اس کے جسم میں سر دی کی ایک تیز لہریں دوڑتی چلی گئی۔ یہ لفظ کوڈ میں نہ تھا۔ گو اُسے کافی ٹیڑھے میڑھے انداز میں لکھا گیا تھا۔ لیکن پھر بھی وہ آسانی سے پڑھنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ یہ لفظ گریٹ اسرائیل تھا۔

”ادہ ادہ۔۔۔ تو آدھر کا تعلق دراصل اسرائیل سے ہے۔ ادہ۔ پھر تو یہ شخص یقیناً بہت گہرا ہوگا۔ یہ عام سے مجرم ڈان کا صرف ساتھی نہیں ہو سکتا۔“ فواد نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اور اس نے جلدی سے فائل کو تہہ کر کے اپنے کوٹ کی جیب میں رکھا اور خانہ بند کر کے وہ اٹھا۔ اور سیدھا بیرونی گیٹ کی طرف بڑھنے لگا۔ اب وہ جلد از جلد یہاں سے نکل جانا چاہتا تھا۔ تاکہ یہ فائل عمران تک پہنچ سکے۔ اسرائیل کا نام پڑھتے ہی اس کے ذہن میں بے اختیار خطرات کی تیز گھنٹیاں بجنی شروع ہو گئی تھیں۔

اور چند لمحوں بعد وہ بھاٹک کی چھوٹی کھڑکی کھول کر باہر نکل آیا۔ اور پھر تیزی سے آگے بڑھتا گیا۔ کھوڑی دیر بعد وہ اپنی کار تک پہنچ چکا۔ ایک لمحے کے لئے اُسے خیال آیا کہ وہ اپنی رہائش گاہ پر جا کر خود اس کوڈ کو حل کرنے کی کوشش کرے۔ لیکن دوسرے لمحے اس نے خیال بدل دیا۔ اور کار کوڈ آکر عمر ابدال کی رہائش گاہ کی طرف موڑ دیا وہ اس فائل کو جلد از جلد عمران تک پہنچانا چاہتا تھا۔

ڈاکٹر عمر ابدال کا چہرہ مسرت اور کامیابی سے پھول کی طرح کھلا ہوا تھا۔ اصل کتبہ واپس مل جانے کی وجہ سے وہ واقعی بے حد خوش نظر آ رہے تھے۔ میٹنگ کے بعد وہ نتاشا سے ملنے جب اپنی رہائش گاہ پہنچے تو انہوں نے ایک اجنبی کو اپنی رہائش گاہ کے پھاٹک کے سامنے پولیس کے جوانوں سے الجھے ہوئے دیکھا۔ پولیس والوں نے اُسے گھر رکھا تھا۔ اور وہ ایسے چونکا نظر آ رہے تھے جیسے وہ کسی بین الاقوامی مجرم کو گرفتار کرنے والے ہوں۔

"میں کہتا ہوں اردو اور انگریزی زبانوں کے دوسرے حروف کو فوراً بلاؤ۔ پھر دیکھو وہ کیا کہتی ہے۔ تم خواہ مخواہ ظالم سماج کی طرح سنگینیں اٹھائے پہرہ دے رہے ہو"

نوجوان کی آواز انہیں سنائی دی۔ اور انہوں نے کار قریب جا کر قریب روک دی۔

"کون ہے یہ" ڈاکٹر عمر ابدال نے کار کی کھڑکی سے سر باہر نکال کر حکیمانہ انداز میں پوچھا۔

"ارے یہ تو سر رحمان کے بڑے پرانے دوست ہیں جناب میں نے تو انہیں لاکھ سمجھایا ہے کہ اردو اور انگریزی کے حروف بھی کے دوسرے حرف سے میں نے فون پر بات کی ہے۔ تم اُسے بلا کر پوچھ لو۔ لیکن یہ مانتے ہی نہیں"۔ عمران نے انتہائی برق رفتاری سے کار کا دروازہ کھول کر ڈاکٹر عمر ابدال کے قریب بیٹھتے ہوئے آخری الفاظ اپنے اصل لہجے میں کہا۔

"اوہ اوہ۔ تم عمران ہو۔ لیکن....." ڈاکٹر عمر ابدال جو عمران کے اس طرح بیٹھنے کی وجہ سے بدک رہے تھے حیرت بھرے لہجے میں بولے۔ جب کہ پولیس والوں نے اپنی مشین گنوں کو کھڑکی سے لگا دیا تھا۔ عمران چونکا ابھی تک مقامی میک اپ میں تھا۔ اس لئے ظاہر ہے ڈاکٹر عمر ابدال اُسے کیسے پہچان سکتے تھے۔ اور کٹھن نے گیٹ پر عمران کا حلیہ بتا کر اُسے اندر آنے کے لئے کہا ہو گا۔ لیکن اب اُسے کیا معلوم کہ عمران میک اپ میں ہے۔

"ایک گھنٹہ ہو گیا آپ کے ان بادر دی احمقوں سے

منفر کیا کرتے۔ کم از کم کچھ پڑھے لکھے لوگوں کو بھی درد پہنایا کیجئے۔ میں کہہ رہا ہوں اردو اور انگریزی.....
عمران نے ناخوشگوار ہلچل میں کہنا شروع کیا۔ اور ڈاکٹر عمر ابدال بے اختیار ہنس پڑے۔

"ادہ — تو تمہارا مطلب بے بی سے تھا۔ تو کیا بے بی نہ کہہ سکتے تھے۔ اب انہیں نہ اردو آتی ہے اور نہ انگریزی" — ڈاکٹر عمر ابدال نے مٹتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی انہوں نے پولیس والوں کو ہاتھ کے اشارے سے ایک طرف مٹنے کے لئے کہا۔ اور پولیس والے حیرت بھرے انداز میں پیچھے ہٹنے لگے۔

"اچھا — میں نے تو سمجھا تھا ظالم سماج جب ہر ملک میں موجود ہوتا ہے تو اُسے ہر ملک کی زبان بھی آنی چاہیئے عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

اس دوران پچاکھک کھل گیا اور ڈاکٹر عمر ابدال کا کار اندر داخل ہو گئی۔

"لیکن تمہیں یہ حلیہ بدلنے کی کیا سوجھی" — ڈاکٹر عمر ابدال کے ہلچے میں حیرت تھی۔

"ادہ ادہ۔ اب میں کیا کہوں۔ شرم آتی ہے۔ میں نے سوچا شاید مقامی۔ ادہ اب آپ بھی تو لڑکی کے باپ ہیں۔ آپ کو بھی تو شرم آنی چاہیئے" — عمران نے اس طرح لجاتے اور بل کھاتے ہوئے کہا کہ ڈاکٹر عمر ابدال

بے اختیار تہمت لگائے بغیر نہ رہ سکے۔

"اچھا اچھا۔ سمجھ گیا۔ تو تم نے بے بی کی وجہ سے یہ حلیہ بدلایا ہے۔ لیکن اس کی کیا ضرورت تھی۔ اس حلیے میں تو پہلے سے بھی احمق نظر آتے ہو" — ڈاکٹر عمر ابدال نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اچھا واقعی — ادہ پھر تو سارے مصری۔ ادہ سواری۔ اب بھی تو۔ لیکن انکی یہ تو آپ خود ہی کہہ رہے ہیں۔ میں تو نہیں کہہ رہا" — عمران نے بڑے تذبذب بھرے انداز میں کہا۔ اور ڈاکٹر عمر ابدال اس کا مطلب سمجھ گئے۔ عمران نے واقعی بھرپور چوٹ کی تھی۔ ان کے چہرے پر شرمندہ سی ہنسی بھیلی گئی۔

"تم بے حد شرمیرو ہو۔ میرا یہ مطلب نہ تھا۔ کہ تم مصری حلیہ بدلنے کی وجہ سے احمق نظر آ رہے ہو۔ تم نے جو حلیہ بدلایا ہے۔ میں اس کی بات کر رہا تھا" — ڈاکٹر عمر ابدال نے منکراتے ہوئے کہا۔ کار اس دوران پورچ میں پہنچ کر رک گئی تھی اس لئے وہ دونوں ہی دروازہ کھول کر نیچے اتار آئے۔

اُسی لمحے دور سے کلنوم کی پیچ سنائی دی۔ وہ ہسٹریا کے سے انداز میں مسلسل پیچ رہی تھی اور عمران اور ڈاکٹر عمر ابدال کے ساتھ ساتھ کئی ملازم بھی بے اختیار اس طرف کو دوڑ پڑے۔ بدھ سے کلنوم کی چیخوں کی آوازیں سنائی دے رہی

تھیں۔ یہ آدازیں ایک کمرے کے کھلے دروازے سے
رہی تھیں۔

"کیا ہوا بے بی۔ کیا ہوا" ڈاکٹر عمر ابدال
بوکھلائے ہوئے انداز میں اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔

"ڈیٹی۔ وہ مر گئی۔ وہ نتاشا۔ مر گئی" کلثوم
بے اختیار ڈاکٹر عمر ابدال کے سینے سے لگ کر کہا۔

اس طرح ڈاکٹر عمر ابدال کے سینے سے لگی کانیب رہی
جیسے انتہائی معصوم بچی بھیا تک خواب دیکھ کر ڈر جاتی ہے

اور عمران تیزی سے سامنے بیڈ پر لیٹی ہوئی ایک خوب صورت
مصری عورت کی طرف بڑھا جس کی آنکھیں بند تھیں اور چہرہ

پر موت کی گہری زردی چھائی ہوئی تھی۔ عمران نے
اس کی نبض پر ہاتھ رکھا اور پھر غور سے اُسے دیکھنے لگا۔

"یہ کیسے ہو گیا۔ کیا ہو گیا" ڈاکٹر عمر ابدال
بھی بیٹی کی طرح چیخ کر کہا۔

"آپ اسے باہر لے جائیں" عمران نے اس
سخت ہلچے میں کہا۔

اور ڈاکٹر عمر ابدال سر ہلاتے ہوئے کلثوم سمیت
باہر نکل گئے۔

ابھی عمران مری ہوئی لڑکی کا معائنہ کر ہی رہا تھا کہ دو ڈاکٹر
اندر داخل ہوئے۔

"ادہ ادہ — یہ کیا ہو گیا۔ یہ تو بالکل خطرے سے باہر

تھی" ایک بوڑھے ڈاکٹر نے تیزی سے آگے
بڑھتے ہوئے کہا۔

"اسے مارٹ اٹیک ہوا ہے" عمران نے
ہونٹ بیٹھتے ہوئے کہا۔

اور دونوں ڈاکٹروں نے چونک کر اُس سے دیکھا اور
پھر بیڈ پر بیٹھی نتاشا پر جھک گئے۔ وہ بڑھی تیزی سے

اس کے جسم کے مختلف حصوں کا معائنہ کر رہے تھے۔
"ادہ۔ واقعی اسے مارٹ اٹیک کا شدید ترین حملہ ہوا

ہے" آخر کار دونوں ڈاکٹروں نے ایک قدم پیچھے
ہٹتے ہوئے عمران کی تائید کر دی۔

"لیکن ڈاکٹر صاحب۔ آپ نے اس کے ناخنوں کا
معائنہ کیا ہے" عمران نے انتہائی سنجیدہ ہلچے

میں کہا۔
"کیا کہا۔ ناخنوں کا۔ ناخنوں کے معائنے کا کیا مطلب"

دوسرے سینئر ڈاکٹر نے بڑا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔ لیکن
ساتھ ہی وہ نتاشا کے ہاتھ کے ناخنوں پر جھک گیا۔

"سیاہی مائل تو ہیں لیکن اس سے کیا فرق پڑتا ہے اس
سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ حملہ بے حد شدید تھا"

ڈاکٹر نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔
اُسی لمحے ڈاکٹر عمر ابدال اندر داخل ہوئے۔

"کیا ہوا ڈاکٹر۔ اس لڑکی کو کیا ہوا۔ مجھے تو آپ نے

ٹ دی تھی کہ یہ بالکل خطرے سے باہر ہے۔
ڈاکٹر عمر ابدال کا بچہ خاصا ناخوشگوار تھا۔

”ہم نے درست رپورٹ دی تھی جناب پہلے شہید
صدے کی وجہ سے اس کا دماغی توازن خاصا درہم برہم
تھا۔ اور خطرہ تھا کہ اس کے دماغ کی کوئی دگ نہ
پھٹ جائے۔ لیکن پھر یہ آہستہ آہستہ نارمل ہوتی گئی۔ اس
طرح خطرے سے مکمل طور پر باہر ہو گئی۔ ہمارے اور
پولیس کے اعلیٰ حکام نے ان سے بات چیت کی ہے
وہ بھی اس کی ذہنی حالت سے مطمئن تھے۔ لیکن
پھر اس پر اچانک مارٹ اٹیک کا شدید حملہ ہوا ہے۔
اور یہ الگ مسئلہ ہے۔ اس کا پہلے صدے سے کوئی
تعلق نہیں ہے۔“ ڈاکٹر نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔
”ادہ اچھا۔ پھر تو واقعی یہ علیحدہ مسئلہ ہے۔ بہر حال
اس لڑکی کو اس طرح مرنا نہ چاہیے تھا۔ یہ بے حد
محب وطن۔ بہادر اور نہڑ لڑکی تھی۔ اس نے اپنی جان پر
کیصل کر مصر کی بہت بڑی خدمت کی ہے۔ لیکن ظاہر
ہے موت سے تو کوئی نہیں لڑ سکتا۔“ ڈاکٹر عمر ابدال
نے غم زدہ سے لہجے میں کہا۔ اور پھر وہ مکرے سے باہر
نکل گئے۔ عمران بھی خاموشی سے چلتا ہوا مکرے سے
باہر آ گیا۔ باہر سوپر فیاض احمقوں کے سے انداز
میں کھڑا ایک ایک کو دیکھ رہا تھا۔ عمران خاموشی سے

اس کے قریب سے گزرتا ہوا گیٹ روم کی طرف بڑھ گیا۔
وہ ذہنی طور پر بے حد الجھا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔
”صاحب آپ کے ساتھی کو ایک صاحب باہر کھڑے
پوچھ رہے ہیں۔ انہیں بتایا گیا ہے کہ وہ موجود نہیں ہیں۔
لیکن وہ مانتے ہی نہیں۔ آپ انہیں جاکر سمجھائیں۔“
عمران نے ابھی دو قدم آگے بڑھانے تھے کہ اپنے
عقب میں وہ ملازم کی آواز سن کر چونکا۔ ملازم سوپر
فیاض سے کہہ رہا تھا۔

”اُسے کہہ دو کہ وہ تو صبح سے غائب ہے۔“
سوپر فیاض نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

”کون ہے وہ؟“ عمران نے مڑ کر ملازم سے
پوچھا۔ اور ملازم چونک کر اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔
”ان کے ساتھی کو پوچھ رہا ہے جناب۔“ ملازم
نے مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔ حالانکہ عمران نے
میک اپ میں تھا۔ لیکن ظاہر ہے ملازم نے اُسے
ڈاکٹر عمر ابدال کے ساتھ ہی کار سے اترتے ہوئے
دیکھ لیا تھا۔ اس لئے اس نے کسی حیرت کا اظہار
کرنے کی بجائے مودبانہ انداز میں جواب دیا تھا۔
”ادہ۔ میں دیکھتا ہوں۔“ عمران نے کہا اور
تیزی سے گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔
”یہ کون صاحب ہیں؟“ سوپر فیاض نے حیرت

بھرے انداز میں عمران کو گیٹ کی طرف جاتے دیکھ کر ملازم سے پوچھا۔

"معلوم نہیں جناب۔ بڑے صاحب کے ساتھ کار میں آئے ہیں۔" ملازم نے جواب دیا۔ اور سوپر فیاض نے سر ہلادیا۔ اور پھر عمران کے کانوں میں سوپر فیاض کی ہلکی سی آواز بڑی۔ وہ ملازم سے کلثوم کے متعلق پوچھ رہا تھا۔

عمران جب گیٹ سے نکل کر باہر آیا تو چونک بڑا کیونکہ سامنے فواد کھڑا تھا۔ فواد بھی عمران کو دیکھتے ہی تیزی سے آگے بڑھا۔

"انہیں اندر آنے دو۔ بڑے صاحب نے اجازت دے دی ہے۔" عمران نے سپاہیوں کے انچارج سے مخاطب ہو کر سخت لہجے میں کہا۔ اور سپاہیوں نے سر ہلا کر فواد کو اندر جانے کی اجازت دے دی۔ عمران واپس مڑا لیکن وہ آگے نہیں آیا۔ بلکہ بھاٹک کی اندرونی سائیڈ پر ہی رک گیا۔

"کیا بات ہے فواد۔ تم یہاں کیوں آئے ہو" فواد کے اندر داخل ہوتے ہی عمران نے سخت لہجے میں پوچھا۔ اور فواد آگے جانے کی بجائے عمران کی طرف بڑھ آیا۔

"عمران صاحب۔ آجبر اسرائیلی ایجنٹ ہے۔ میں نے

اس کی کوٹھی کی تلاشی لی ہے۔ یہ فائل ملی ہے کسی نامعلوم کوڈ میں۔ لیکن اس کے کوڈ نے پیر گمیٹ اسرائیل کے الفاظ لکھے ہوئے ہیں۔" فواد نے قریب ۲۰ کمر گروشیانہ لہجے میں کہا۔ اور عمران اس کی بات سن کر بے اختیار چونک پڑا۔

"کہاں ہے وہ فائل" عمران نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔ لیکن اس کی طرف کوئی متوجہ نہ تھا۔

صرف ملازم ادھر ادھر دوڑتے پھر رہے تھے۔ اور فواد نے کوٹ کی جیب سے تہہ شدہ فائل نکال کر عمران کی طرف بڑھائی جسے عمران نے اس کے ہاتھ سے چھین کر

اس قدر تیزی سے اپنی جیب میں منتقل کر لیا کہ آگے کوئی دیکھ بھی رہا ہو تو اس سے یقیناً یہ معلوم نہ ہو سکا ہو گا کہ عمران نے فواد کے ہاتھوں سے کیا وصول کیا ہے۔

"وہ لڑکی نتاشا مرگئی ہے۔ گو بظاہر مارٹ اٹیک کا کیس ہے۔ لیکن میرا خیال کچھ اور ہے۔ لیکن اب تمہاری بات سن کر میرا شک یقین میں بدل گیا ہے۔ بہر حال اب میں سب کچھ اس زادیے سے چیک کر دوں گا۔ آجبر دہاں موجود تھا کوٹھی میں۔" عمران نے کہا۔

"نہیں۔ صرف دو ملازم تھے۔ میں نے انہیں بلو پائپ مشین سے بے ہوش کر دیا تھا۔" فواد نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ نتاشا کی موت کی خبر سن کر اس

کی آنکھوں میں بھی الجھن کے تاثرات نمایاں ہو گئے تھے۔
 "تم اس کی کوٹھی کی نگرانی کر دیا کرو۔ آج جسے ہی
 آئے اسے اغوا کر کے اپنے ٹھکانے پہ لے جاؤ۔
 لیکن اکام انتہائی احتیاط سے ہونا چاہیے۔ ہتھارا
 پیشل نمبر کیا ہے۔" عمران نے اُسے ہدایات
 دیتے ہوئے کہا۔

"میرے پاس ایسے کاموں کے لئے دو آدمی موجود
 ہیں۔ میں ان کی ڈیوٹی لگا دیتا ہوں۔" فواد نے اپنا
 مخصوص نمبر بتاتے ہوئے کہا۔
 "ٹھیک ہے۔ تم جاؤ۔ میں بھی اب یہاں سے شفٹ ہو
 جاؤں گا۔ میرا خیال ہے یہاں کی بھی مکمل نگرانی ہو رہی ہے۔"
 عمران نے کہا۔ اور پھر تیزی سے اندرونی عمارت کی طرف
 مڑ گیا۔ جب کہ فواد سر ہلاتا ہوا واپس پھاٹک سے
 باہر نکل گیا۔

اسرائیل کا نام درمیان میں آتے ہی عمران کو ایسا محسوس
 ہو رہا تھا جیسے ایک لخت سارا منظر ہی بدل گیا ہو۔ وہ اب
 ٹیک اسے ایک عام سی چوری کا کیس سمجھ رہا تھا۔ لیکن
 وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اسرائیل جیسا ملک عام سی چوریوں کے
 پکڑ میں ملوث نہیں ہوتا۔ اگر وہ واقعی اس پکڑ میں
 ملوث ہے تو پھر یہ کوئی انتہائی گہری سازش ہوگی۔ اور
 اب اُسے اس گہری سازش کے بچیے ادھیڑنے تھے۔

یہی سوچتا ہوا وہ گیٹ روم کی طرف بڑھتا گیا۔ سو پر فیاض
 بخانے کہاں چلا گیا تھا۔ عمران اب سب سے پہلے اس
 فائل کو چیک کرنا چاہتا تھا۔ اپنے کمرے کی چابی
 اس کے پاس موجود تھی۔ اس لئے اس نے اطمینان سے
 تالا کھولا اور کمرے میں داخل ہو کر اس نے دروازہ
 اندر سے لاک کر دیا۔ اس کے بعد وہ سیدھا
 اپنے بریف کیس کی طرف بڑھا۔ اس نے بڑھی گہری
 نگاہوں سے بریف کیس کو چیک کیا۔ وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ
 اس کی عدم موجودگی میں بریف کیس کو کھولا تو نہیں گیا۔
 کیونکہ اب اسرائیل کے درمیان میں آجانے سے
 سب کچھ ممکن تھا۔ ویسے بھی احتیاط اس کی عادت کا
 ایک جزو بن چکی تھی۔ چند لمحے غور سے دیکھنے کے بعد
 اس کی آنکھوں میں اطمینان کی بھلیکیاں ابھر آئیں۔ بریف
 کیس پر اس کی مخصوص نشانی موجود تھی۔ اس کا
 مطلب ہے کہ بریف کیس کو کھولا نہ گیا تھا۔ اس نے خود
 بریف کیس کو کھولا اور پھر اس کے ایک خفیہ خانے
 سے اس نے جدید گائیکر نکال کر اس کی مدد سے اس
 نے پورے کمرے کو چیک کرنا شروع کر دیا۔ لیکن
 گائیکر خاموش رہا۔ پھر باقہ روم کو چیک کرنے کے
 بعد عمران کو اطمینان ہو گیا۔ کہ یہاں کوئی ساؤنڈ کیمرہ
 نہیں ہے۔ اس نے گائیکر کو واپس بریف کیس

میں رکھا۔ اور پھر اس نے ٹیبل لیمپ کا پلگ ساکٹ سے نکالا۔ لیمپ سمیت ہاتھ روم میں چلا گیا۔ اس نے دہاں پلگ لگایا۔ اور پھر ٹیبل لیمپ جلا کر اس نے اسے فلیش ٹینک کے اوپر رکھ دیا اور جیب سے فواد کی دی ہوئی فائل نکال کر اس نے کھولی اور پھر ٹیبل لیمپ کی تیز روشنی میں اسے بڑھنے کی کوشش میں مصروف ہو گیا۔ تحریر واقعی کوڈ میں تھی۔ اور بظاہر یہ کوڈ اس کے لئے نامانوس تھا۔ لیکن ایسے معاملات میں عمران کا ذہن حیرت انگیز تیزی دکھاتا تھا۔ وہ چند لمحوں میں اس کوڈ پر غور کرتا رہا۔ اور پھر اچانک چونک پڑا۔ اب اسے یہ کوڈ سمجھ میں آ گیا تھا۔

”اوہ۔ واقعی فواد کی بات درست ہے۔ آرجر کا تعلق اسرائیل سے ہے۔ یہ اس کی پیشل ایجنسی کا مخصوص کوڈ ہے۔“ عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ کیونکہ اسے یاد آ گیا تھا کہ یہ کوڈ اس نے اسرائیل میں ایک مشن کے دوران پیشل ایجنسی سے ملنے والی ایک فائل میں دیکھا تھا۔ اور پھر اسے حل بھی کیا تھا۔ چونکہ اسے کافی عرصہ گزر گیا تھا اور دوبارہ اسے یہ کوڈ دکھائی نہ دیا تھا۔ اس لئے فوری طور پر کوڈ اس کی سمجھ میں نہ آ سکا تھا لیکن ذہن پر زور دینے سے سب کچھ یاد آ گیا تھا۔ اور یاد آنے کے بعد ظاہر ہے اب یہ کوڈ مشکل نہ رہا

تھا۔ عمران جیسے جیسے فائل کے مندرجات ذہنی طور پر ڈی کوڈ کر کے پڑھتا گیا۔ اس کے چہرے پر شدید الجھن کے آثار نمایاں ہوتے گئے۔ فائل آرجر کی ذاتی فائل تھی۔ اور شاید آرجر نے اسے پیشل ایجنسی سے نقل کیا تھا۔ اس میں آرجر کے متعلق تفصیلات درج تھیں۔ اس کی پیشل ایجنسی میں تعیناتی سے پہلے کے حالات۔ اس کی تعلیم وغیرہ کی تمام تفصیلات۔ اور پھر آخر میں مصری محکمہ آثار قدیمہ میں اس کی خصوصی تعیناتی۔ لیکن سب سے آخری صفحے پر جو کچھ لکھا ہوا تھا اس نے عمران کو الجھنے پر مجبور کر دیا۔ وہ تیزی سے مڑا اور باہر کمرے میں آ کر اس نے میز پر موجود پیڈ اور قلم اٹھایا اور دوبارہ غصے سے غصے میں بیٹھ گیا۔ وہ اب اسے باقاعدہ ڈی کوڈ کرنا چاہتا تھا۔ کیونکہ اسے سرسری طور پر نہ پڑھا جاسکتا تھا۔ عمران کا قلم تیزی سے پیڈ پر رواں ہو گیا اور جب اس نے قلم روکا تو فائل کا آخری صفحہ ڈی کوڈ ہو کر اس کے سامنے تھا۔ وہ اب اسے غور سے پڑھنے لگا۔ یہ حصہ بتا رہا تھا کہ آرجر کو محکمہ آثار قدیمہ میں اس لئے تعینات کر دیا گیا ہے کہ وہ مصر کے صحراؤں میں کوئی ایسا سپاٹ منتخب کرے جس میں آر۔ ٹی۔ مقررٹی سکس میٹر انگوں کا مکمل پروجیکٹ نصب کیا جاسکے۔ اور اس سلسلے میں اسے اپنی رپورٹیں اپیشل ایجنسی کے چیف ایجنٹ

کمرنل آپرچ کو نے کا پابند کیا گیا تھا۔ کمرنل آپرچ کو ایک جگہ زیڈ دن بھی لکھا گیا تھا۔ اور عمران نے سر ہلا دیا۔ اب بات کچھ کچھ سمجھ میں آتی جا رہی تھی۔ اس نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے فائل بند کی اور پھر اس نے جیب سے لائٹنگ لاء اور فائل اور ڈی کوڈ کے کٹے ہوئے کاغذوں کو یکے بعد دیگرے آگ لگا دی۔ جب سارے کاغذ اچھی طرح جل کر راکھ ہو گئے تو اس نے یہ راکھ اکٹھی کر کے کوڈ میں ڈالی اور فلیش ٹینکی کا بٹن پریس کر دیا۔ پانی کا ریلہ چند لمحوں میں یہ راکھ بہا کر لے گیا۔ اور عمران طویل سانس لیتا ہوا اڑا۔ اس نے ٹیبل لمپ کا پیگ علیحدہ کیا۔ اور پھر باقہ رزم سے نکل کر داپس کمرے میں آ گیا۔ ابھی وہ کمرے میں موجود آرام کر سی پہ آکر بیٹھا ہی تھا کہ دروازے پر زور سے دستک ہوئی۔

"کون ہے" — عمران نے بد لے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اندہ کون ہے" — باہر سے فیاض کی سیرت بھری آواز سنائی دی۔

اور عمران مسکراتا ہوا دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے چٹنی کھول دی۔

"کون ہو تم۔ اور یہاں کیا کر رہے ہو" — سوپر فیاض کے لہجے میں بے پناہ حیرت تھی۔

"خاموشی سے اندر آ جاؤ سوپہ۔ درنہ" — عمران نے بد لے ہوئے لہجے میں عزالتے ہوئے کہا۔ اور ساتھ ہی اس نے انتہائی پھرتی سے جیب سے ریوالور نکال لیا۔

"لگ لگ — کیا مطلب" — سوپر فیاض ریوالور دیکھ کر بڑی طرح چونکا اور اس کا جسم تن سا گیا۔

"غلط حرکت مت کرنا ورنہ گولی دل میں پڑے گی۔"

اندرا جاؤ — عمران نے پہلے سے زیادہ کمرخت لہجے میں کہا۔

اور فیاض بڑی طرح ہونٹ کاٹتا ہوا اندر آ گیا۔ عمران نے اسے کمرسی پر بیٹھنے کا حکم دیا اور فیاض خاموشی سے کمرسی پر بیٹھ گیا۔

"وہ تمہارا ساتھی عمران کہاں ہے" — عمران نے دروازے کے ساتھ یقین لگا کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"مجھے نہیں معلوم۔ وہ صبح سے غائب ہے" فیاض نے جواب دیا۔

"تم کلثوم کے ساتھ ڈان کے پاس کیا کر نے گئے تھے۔ ہوٹل آفندی میں" — عمران کے لہجے میں بھیڑیے کی سی غراہٹ ابھر آتی تھی۔

"تم — تمہیں کیسے معلوم" — فیاض نے بڑی

طرح چونسکتے ہوئے کہا۔

"دیکھو مسٹر۔ ہمیں معلوم ہے کہ تمہارا تعلق باکس سے ہے۔ لیکن ہمارا اصل شکار عمران ہے تم نہیں۔ ہم چاہتے تو تمہیں بھرے بازار میں گولیوں سے پھینک دیتے۔ ڈان گو ہمارا آدمی تھا۔ لیکن ہم نے اُسے بھی ختم کر دیا۔ صرف اس لئے کہ تم اس کے ساتھ کمر لے تھے۔ اور تمہارا تعلق بہر حال عمران سے تھا۔ اب تم صرف اتنا بتا دو کہ تمہاری ڈان کے ساتھ کیا گفتگو ہوئی۔ اگر تم نہیں بتاؤ گے تو پھر ہم تمہیں گولی مارنے کے بعد کلثوم کو اغوا کر کے لے جائیں گے اور تم جانے ہو کہ کلثوم کتنی دیدہ ہمارے تشدد کے سامنے ٹھہرے گی۔ ہم نہیں چاہتے کہ کلثوم جیسی لڑکی پرغواہ خواہ تشدد کریں۔ اور وہ زندہ گئی بھر کے لئے زندہ درگور ہو جائے۔ اور تمہاری جان بھی چلی جائے۔" عمران نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

"ادہ۔ کلثوم بے حد معصوم اور جذباتی لڑکی ہے اُسے کچھ مت کہو۔ میں بتاتا ہوں۔ ڈان کے پاس مجھے کلثوم لے گئی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ اس کے والد کی تحویل میں کوئی سرکاری کتبہ ڈان نے چوری کیا ہے۔ اور اس کے پاس موجود ہے۔ لیکن ڈان نے ہمیں کہا کہ وہ یقین دلا دیا کہ اس کا اس چوری سے کوئی تعلق

نہیں ہے۔ وہ انتہائی شریف اور کاروباری آدمی ہے۔ اس نے ہمیں مصری اعلیٰ ترین حکام کے ساتھ اپنے نوٹوں دکھائے۔ یہ سنوائے۔ جس سے واقعی یہ ثابت ہوتا تھا کہ ڈان کا کسی جرم سے کوئی تعلق ہو ہی نہیں سکتا۔ چنانچہ کلثوم مطمئن ہو گئی اور ہم واپس آ گئے۔" فیاض نے جلدی جلدی بتانا شروع کر دیا۔

"کلثوم تو مطمئن ہو گئی تم اپنی بات کر دو۔ تمہارا کیا آئیڈیا تھا۔" عمران نے پوچھا۔

"میرا۔۔۔ میرا اس چوری وغیرہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور نہ مجھے اس سے کوئی دلچسپی ہے۔ میں تو کلثوم کی وجہ سے چلا گیا تھا۔" فیاض نے جواب دیا۔

"تو پھر تم یہاں کیوں آئے ہو۔" عمران نے کہا۔

"ادہ۔ میں سرکاری طور پر نہیں آیا۔ میں تو عمران کے رشتے کے لئے آیا ہوں۔" فیاض نے کہا۔ "اور اب عمران کی بجائے اپنے رشتے کے چکر میں پڑ گئے ہو۔" عمران نے منہ بنا تے ہوئے کہا۔ "کیا مطلب۔ کیا کہہ رہے ہو۔" فیاض نے جواب دیا کہ کہا۔

"تو پھر کلثوم سے کیوں چمٹے پھر رہے ہو۔ میں سنٹی بھابھی

کو پوری رپورٹ دوں گا پھر خواتین گننا بھی دشوار ہو جائے گا۔ — عمران نے اس بار اپنے اصل ہلچے میں کہا۔ اور فیاض عمران کا اصل ہلچہ سنتے ہی یوں کمری سے اٹھ گیا جیسے کمری میں اچانک طاقتور سپر ہنگ نکل آئے ہوں۔

”ادہ تم — تم — عمران — یہ کیا حرکت تھی۔ تمہیں گولی مار دوں گا۔“ فیاض نے غصے سے چیخا ہوتے کہا۔ اور تیزی سے عمران کی طرف جھپٹا۔

”اسے مارے۔ اچھا چلا نہیں دوں گا رپورٹ۔ لیکن ایک سادہ چیک پر دستخط کرنے پڑیں گے۔“ عمران نے جھکائی دے کر ایک طرف دوڑتے ہوئے کہا۔

”تم سو۔“ تم نے میری آدھی جان نکال دی۔ فیاض نے اس بار قدرے شرمندہ سے ہلچے میں کہا۔

”ارے پھر تم زندہ کیسے ہو۔ آدھی تو پہلے ہی کسی اور طرف شفٹ ہو چکی تھی۔ باقی آدھی لئے پھر رہے تھے۔ وہ بھی نکل گئی۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور فیاض اس بار شرمندہ سی ہنسی منس کر رہ گیا۔

”آخر تم اس میک اپ میں اور یہ سارا چکر۔ اب تمہیں مجھے بتانا پڑے گا کہ تم کس چکر میں یہاں آتے ہو۔“ فیاض نے مصنوعی طور پر ہلچے کو غصیلہ بنانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

”سنو فیاض۔“ میں واقعی یہاں کلتوم کے سلسلہ

کا ڈیڑھی نے زبردستی بھیج دیا تھا۔ لیکن یہاں آکر میں نے دیکھا کہ کلتوم مجھ سے زیادہ تم میں دلچسپی لے رہی ہے۔ تم نے درمیان سے ہٹ جانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ تم فکر نہ کرو۔ سلمیٰ بھابھی کا کیا ہے۔ ہمارے کسی عورتیں رو دھو کہ خاموش ہو جاتی ہیں۔“ عمران نے بڑے سنجیدہ ہلچے میں کہا۔

”سٹ اپ۔“ اب تم بکواس پر اتر آئے۔ میں بارسی وجہ سے کلتوم کو پہلے لمحے سے اپنی بہن سمجھتا رہا ہوں اور اب تک بہن ہی سمجھتا ہوں۔ دیے بھی وہ انتہائی عہوم لڑکی ہے۔ آئندہ اگر تم نے ایسی بکواس کی تو ہمارا سر توڑ دوں گا۔ سمجھے۔“ فیاض نے اس بار غصیلے ہلچے میں کہا۔

”ادہ تو تم اب میرے سائے بننے کے چکر میں ہو۔“ ساری خدائی ایک طرف اور جور دکا بھائی ایک طرف اگلے محاورے کے تحت مجھ پر ان ڈائریکٹ رعب جما کر۔ عمران نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔ اور

”کوہ فیاض بے اختیار ہنس پڑا۔ اور پھر اس سے پہلے کہ ان کے درمیان مزید کوئی بات ہوتی۔ دروازے پر زور سے دستک ہوتی۔“

”اند کوں ہے۔“ دستک کے ساتھ ہی باہر سے کلتوم کی چپتی ہوئی آواز سنائی دی اور عمران نے

ہونٹوں پر انگلی رکھ کر فیاض کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور خود آگے بڑھ کر اس نے دروازہ کھول دیا۔

"گگ — کون ہو تم؟" — دروازے پر کھڑے کلثوم کے لہجے میں عمران کو دیکھ کر شدید حیرت نمودار ہو گئی اس کے ساتھ ہی اس کی نظریں اندر موجود فیاض پر پڑیں جو اب کرسی پر بیٹھ رہا تھا تو وہ چونک پڑی۔

"مس کلثوم! عمر ابدال صاحبہ — آپ پلیز اندر جائیے ورنہ" — عمران کا لہجہ بدلا ہوا تھا۔

"مگر تم ہو کون؟ — اور یہاں کیوں گھسے ہوئے ہو۔ فیاض صاحبہ — یہ کون ہے؟" — کلثوم نے بڑی طرح ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ فیاض کی دیاں موجودگی سے شاید وہ اندر بھی آگئی تھی۔

"آپ کے یہ فیاض صاحب میرے ہونے والے سال صاحب ہیں اور فرمائیے" — عمران نے کہا۔

"سال صاحبہ! کیا بکواس ہے؟" — کلثوم ادھر

زیادہ بوکھلا گئی۔ اور اُسی لمحے فیاض بے اختیار ہنس پڑا۔

"مس کلثوم! — یہ عمران ہے۔ میک اپ میں ہے فیاض نے بھانڈا پھوڑ ہی دیا۔

"عمران! — ادھر یہ نہیں۔ ایسا ناممکن ہے۔ ادھر

اس کا قد و قامت تو دہی ہے۔ لیکن نہیں۔ یہ عمران نہیں ہے۔"

کلثوم نے شدید ترین حیرت بھرے لہجے

بن کہا۔ شاید وہ سوچ بھی نہ سکتی تھی کہ میک اپ سے اس حد تک حلیہ۔ رنگ اور نسل بھی بدلی جاسکتی ہے۔

"کیا میں آپ کو عمران سے زیادہ عقلمند نظر آ رہا ہوں؟" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"عقلمند! — کیا مطلب؟ — تم تو اس سے بھی زیادہ احمق نظر آ رہے ہو!" — کلثوم نے کہا۔ اور عمران ہنس پڑا۔

"اب مجبوری ہے۔ جب باپ بیٹی کی رائے ایک ہو جائے تو پھر بے چارہ امیدوار کہاں جائے؟"

عمران نے اس بار اپنے اصل لہجے میں کہا۔ اور کلثوم اس کا لہجہ سن کر ایک بار پھر اچھل پڑی۔

"ادھر! — تم واقعی عمران ہو۔ لیکن یہ شکل و صورت۔ ادھر اس حد تک تو فرق تو نہیں ہو سکتا۔" — کلثوم کے لہجے میں بے پناہ حیرت تھی۔

"میرا خیال تھا کہ شاید مصری بن جانے کے بعد

نظر مہربان ہو جائے گی۔ لیکن خواہ مخواہ پہلے ہی برباد

ہوئے۔ وہ میک اپ میں پانچ ہزار مانگ رہا تھا۔

میں نے اُسے بڑی مشکل سے دو ہزار پر راضی کیا۔ تبھی

اس نے مجھے فیاض سے بھی زیادہ احمق بنا دیا۔"

عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ اور تیزی سے

بغیر دھوم کی طرف مڑ گیا۔

"یہ واقعی عمران ہے" — باقہ روم کا دروازہ بند کرتے ہوئے اُسے کلثوم کی آواز سنائی دی جو فیاض سے پوچھ رہی تھی۔

عمران نے میک اپ ایسا کیا تھا جو سادہ پانی سے آسانی سے صاف ہو سکتا تھا۔ اس لئے مقوڑی دیر لمبہ وہ اپنی اصل شکل میں آگیا۔ اور تویلے سے چہرہ صاف کر کے وہ باقہ روم سے باہر آگیا۔ کلثوم بھی اب فیاض کے ساتھ ہی کمرسی پر بیٹھ چکی تھی۔

"اوہ۔ واقعی حیرت انگیز میک اپ ہے میں تصویر نہ کر سکتی تھی۔ لیکن تم کہاں غائب ہو گئے تھے۔ فیاض صاحب نے مجھے بتایا ہے کہ تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ ہم ڈان کے پاس گئے تھے" — کلثوم نے کہا۔

"ظاہر ہے۔ اب میں اتنی غفلت تو نہیں کر سکتا کہ فیاض کے ساتھ جاؤ اور مجھے معلوم ہی نہ ہو" عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب — کیا بکواس کر رہے ہو" کلثوم نے اس کا مطلب سمجھتے ہوئے انتہائی بھڑکے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اب مسئلہ حل ہو گیا ہے۔ اس لئے اب میری طرف سے تم ڈان کے پاس جاؤ یا نائٹ کے پاس۔

اب مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ فیاض نے مجھے بتا دیا ہے کہ وہ تمہیں چھوٹی بہن سمجھتا ہے" — عمران نے بڑے مطمئن لہجے میں کہا اور ایک کمرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔

"نائٹس — احمق — الو — تمہیں بات کرنے کی بھی تمیز نہیں ہے" — کلثوم نے کاٹ کھانے والے لہجے میں کہا۔

"سن لیا فیاض۔ ویسے ہی اترا رہے تھے کہ میں تمہارا سالہ صاحب بننے والا ہوں۔ اور ساری خدائی ایک طرف جو روکا بھائی ایک طرف والا محاورہ سنا سنا کر مجھے دہشت زدہ کر رہے تھے" — عمران نے بات کا رخ فیاض کی طرف موڑتے ہوئے کہا۔

"میں تمہیں کہہ رہی ہوں۔ فیاض صاحب کو نہیں کہہ رہی۔ اور سنو۔ اب اگر تم نے مزید بکواس کی تو میں واقعی تمہارا سر توڑ دوں گی" — کلثوم نے کہا۔

"ویسے تم نے دوسری تلوار توڑنے میں جلدی کی۔ مجھے توڑ لینے دینا تھا" — عمران نے اس بار خاصے خشک لہجے میں کہا۔ اور کلثوم ایک بار پھر چونک پڑی۔

"کیا مطلب — کیا تم نتاشا کی بات کر رہے ہو۔ اوہ ہاں۔ تم نے مجھے فون پر کہا تھا کہ تم نے نتاشا

کو وہ کتبہ دے کر بھیجا ہے۔ تمہیں یہ سب کچھ کیسے معلوم ہو گیا۔ اور پھر تمہارے یہاں آتے ہی نتا شاہی مرگئی۔ اودہ۔ تم میرے تصور سے بھی زیادہ خطرناک آدمی ہو۔ کلثوم نے کہا۔ اور آخری فقرے کہتے کہتے اس کے چہرے پر خوف کے آثار اٹھ آئے۔ اور عمران ہنس پڑا۔

”چلو۔ کچھ تمہی تو ہوئی۔ احمق سے خطرناک تک پہنچ گیا ہوں۔ اسی طرح ایک روز منزل بھی آجائے گی“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھوں میں شرارت تھی۔

”مس صاحبہ۔ بڑے صاحب اپنے ساتھ آنے والے اس نوجوان کو بلا رہے ہیں۔ وہ مقامی نوجوان کو۔ لیکن مس صاحبہ وہ کہیں نہیں نظر آ رہا۔“ اُسی لمحے ملازم نے دروازے سے نمودار ہوتے ہوئے کہا۔

”اودہ۔ کہاں ہیں وہ۔“ عمران نے اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

”وہ اپنے کمرے میں ہیں جناب۔“ ملازم نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”تم جاؤ۔ میں اُسے ڈھونڈھ کر لے آتی ہوں“

کلثوم نے ملازم سے کہا۔ اور ملازم سر جھکاتے واپس چلا گیا۔

”کیا ڈیڈی کو معلوم ہے کہ اس میک اپ میں تم ہو۔“ کلثوم نے مڑ کر عمران سے کہا۔

”ہاں۔ تبھی تو میں نے کہا تھا کہ باب بیٹی کی ایک رائے ہو گئی ہے۔ انہوں نے بھی یہی کہا تھا کہ تم اس حیلے میں عمران سے زیادہ احمق لگ رہے ہو۔“ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”تو چلو ڈیڈی کے پاس۔ میں اب تمہارے ساتھ جاؤں گی۔ تم خطرناک آدمی ہو۔ ڈیڈی سیدھے سادھے آدمی ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ کسی نئے چکر میں پھنس جائیں۔“ کلثوم نے کہا۔

”ان کی اب عمر رہ گئی ہے نئے چکر میں پھنسے کی“ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”اودہ۔ تم نے پھر وہی کبوا اس شروع کر دی۔ چلو“ کلثوم نے غصیلے لہجے میں کہا۔ اور عمران کا بازو پکڑ کر دروازے کی طرف گھسیٹنے لگی۔

”سنو۔ اپنے ڈیڈی کو یہیں بلاؤ۔ مجھے شک ہے کہ تمہارے ملازموں میں سے کوئی مجرموں کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ اس لئے میں اصل حیلے میں باہر نہیں جانا چاہتا۔“ جاؤ انہیں یہیں بلاؤ۔ میں نے ان سے ضروری باتیں بھی کر لی ہیں۔“ عمران کا لہجہ یک لمخت اس طرح سنجیدہ ہو گیا۔ کہ کلثوم بے اختیار اس کا بازو چھوڑ کر دو قدم پیچھے ہٹ

گئی۔ وہ اب حیرت سے عمران کا چہرہ دیکھ رہا تھا جیسے
اُسے یقین نہ آ رہا ہو کہ اس قدر سنجیدہ چہرہ واقعی عمران
کا ہو سکتا ہے۔

"جو میں کہہ رہا ہوں وہ کمزور ورنہ ہو سکتا ہے۔ بات
صرف ناشائستہ محدود نہ رہے۔" — عمران نے
اُسی طرح سخت لہجے میں کہا۔

"ادہ۔ ادہ۔" — تو یہ بات ہے۔ ٹھیک ہے میں
انہیں لے آتی ہوں۔" — کلثوم نے کہا اور جلدی
سے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"عمران پلیز مجھے بتاؤ کہ جگہ کیا ہے۔ مجھے بڑھی
الجن ہو رہی ہے۔" — کلثوم کے جاتے ہی فیاض نے
سنجیدہ لہجے میں عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"سنو فیاض — میں یہاں آیا تھا صرف ایک عام
سی چوری کا پتہ کرنے۔ ڈیڈی کو ڈاکٹر عمر ابوال نے
درخواست کی تھی کہ وہ ان کی مدد کریں۔ ڈیڈی خود آنا

چاہتے تھے لیکن اماں بی بی مارہ تھیں۔ اس لئے
انہوں نے مجھے بلایا کہ میں ان کی جگہ کوٹھی پر رہوں۔

تاکہ اماں بی بی کا خیال رکھ سکوں اور وہ خود یہاں آنا چاہتے
تھے۔ لیکن تم میری عادت جانتے ہو کہ میں کوٹھی
پر پابند ہو کر نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ میں نے ڈیڈی
کو منالیا۔ کہ میں جا کر ان کی جگہ کام کروں گا۔ لیکن وہ

بڑی مشکل سے اس بات پر رضا مند ہوئے کہ ان کے
ٹھکے کی بھرپور عقل سو پر فیاض میرے ساتھ جلتے گا۔ چنانچہ
جموڑا مہیں ساتھ لے آنا پڑا۔ — میرا خیال تھا کہ عام

سی چوری ہے۔ اس لئے ہم جلد ہی فارغ ہو جائیں گے۔
لیکن اب مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ حالات اس سے
زیادہ گہرے ہیں جتنا ہم سمجھ رہے ہیں۔ اس لئے
بہتر یہی ہے کہ تم اب واپس چلے جاؤ۔ میں تو اب
مکمل کھوج نکال کر ہی واپس جاؤں گا۔" — عمران
نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"میں واپس چلا جاؤں مہیں چھوڑ کر۔ یہ کیسے ہو سکتا
ہے۔ میں تمہارے ساتھ کام کروں گا۔ تم یہ بات
ذہن سے نکال دو۔" — فیاض نے بڑے اعتماد
بھرے لہجے میں کہا۔

"یار کیوں میری روزی کے پیچھے پڑے ہوئے ہو۔
اس طرح تو سارا کم یڈ ٹم لے جاؤ گے۔ ورنہ میرا
خیال تھا ڈیڈی خوش ہو جائیں گے تو شاید ان کے
بنک بیلنس سے۔ ایک دو دانے میری جیب میں بھی
شفٹ ہو جائیں۔" — عمران نے منہ بناتے ہوئے
کہا اور فیاض بے اختیار ہنس پڑا۔

"تم بلیک میل کرنے سے باز نہیں رہ سکتے۔ کوئی نہ
کوئی موقع ڈھونڈ ہی لیتے ہو۔ بہر حال یہ بتا دوں کہ

کر بیٹھ بھی میں لے لوں گا اور پیسہ بھی ایک نہ ملے گا۔
فیاض نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”پیسہ — لاجول ولا قوۃ — یا رقم نے مجھے کد اگر سمجھ
لیا ہے۔ اب میں تم سے پیسہ لوں گا۔ تم بتاؤ تمہیں کتنے
پیسے چاہیے۔ میں تمہارا منہ پیسوں سے بھر دوں۔ یہ
اور بات ہے کہ تمہارا اس سانڈ جیسے منہ کو بھرنے
کے لئے مجھے پورے آدھ کلو پیسے بھرنے پڑیں گے۔
لیکن میں ایسا کر سکتا ہوں۔“ — عمران نے غصیلے انداز
میں آنکھیں مکالتے ہوئے کہا۔

”م — میرا یہ مطلب نہ تھا۔ تم غلط سمجھے ہو۔“
فیاض واقعی شرمندہ سا ہو گیا۔

”میں نہیں بلکہ تم غلط سمجھتے ہو۔ میں نے تو صرف سادہ
چیک کی بات کی تھی۔ صرف تمہارے دستخط شدہ سادہ
چیک — اب دیکھو آخر دوستی بھی تو کوئی چیز ہے۔ اب
میں تمہیں چیک پر رقم بھرنے کی تکلیف کیوں دوں۔ دیے
بھی افسر صرف دستخط کرتے ہیں۔ یہ باقی لکھائی پڑھائی تو
ماستوں کا کام ہوتا ہے۔“ — عمران نے کہا۔ اور
فیاض ہنس پڑا۔

”تم بچے سو رہو۔ بہر حال یہ ملے ہے کہ نہ چیک ملے
گا اور نہ رقم۔“ — فیاض نے ضدی لہجے میں کہا۔
”اچھا پھر داپسی کا خرچہ کچے سٹور کے ذمہ۔ ہم ابھی

واپس جا رہے ہیں۔ کتبہ ڈاکٹر صاحب کو واپس مل گیا۔
ہمارا کام ختم۔“ — عمران نے بڑے خشک لہجے
میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”م — مگر تم تو کہہ رہے تھے کہ حالات اس
سے زیادہ گہرے ہیں۔“ — فیاض نے چونک
کہہ دیا۔

”بس میرا صرف خیال تھا۔ اس خیال کی گہرائی کھودنے
کے لئے بڑی بیرونی مشینری چاہیے۔ اور مشینری خریدنے
کے لئے رقم کی ضرورت پڑتی ہے۔“ — چلو چھوڑو۔ کیا
ضرورت ہے خواہ مخواہ کی بک بک میں پڑنے کی۔ واپس
چلتے ہیں۔ جا کر ڈیڑھ کورپورٹ دے دوں گا۔ کہ
سو پر فیاض تو بس مہمانی کے لطف لیتا رہا ہے۔ یا
ڈاکٹر صاحب ابدال کی نوجوان اور خوب صورت بیٹی کے
ساتھ ہوٹل یا ترائیاں مہر دے رہا ہے۔ البتہ میں
نے تھوڑی سی کوشش کی ہے تو کتبہ واپس آ گیا ہے۔“
عمران نے کہا۔

”تم واقعی بہت بڑے شیطان ہو۔ اچھا ٹھیک ہے۔
میں تمہیں چیک دے دوں گا۔ لیکن سادہ نہیں۔ لکھ کر
دوں گا۔“ — فیاض نے آخر کار ہمتیار ڈالتے ہوئے
کہا۔

”چلو۔ صرف پہلا ہندسہ لکھ دینا باقی صفر ہیں، رہنے

دینا۔ وہ میں خود ڈال لوں گا۔ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔۔۔ ایک کا ہندسہ اور تین صفریں ڈال کر
دوں گا۔۔۔ فیاض نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔
”چلو۔ ایسے ہی سہی۔ کسی ہوٹل میں بیٹھ کر اس کا
ناشتہ کریں گے۔۔۔“ عمران نے منہ بنا تے
ہوئے کہا۔

”بس اس سے زیادہ نہیں مل سکتا“ — فیاض نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ عمران کوئی جواب دیتا
 دروازہ کھلا اور ڈاکٹر عمر ابدال اندر داخل ہوئے۔
 ان کے پیچھے کلثوم تھی۔ — عمران اور فیاض دونوں
 احتراماً کھڑے ہو گئے۔

”یہ تم نے کلثوم سے کیا کہا ہے کہ میرے ملازموں میں کوئی غدار ہے۔ نہیں ایسا ہونا ناممکن ہے۔ یہاں سارے ملازم میرے بہانے نمک خوار ہیں۔ اور جہاں تک نتاشا کا تعلق ہے۔ ہسپتال میں بھی ڈاکٹروں نے پوسٹ مارٹم کے بعد یہی رپورٹ دی ہے کہ اُسے مارٹ اٹیک کا شریہ حملہ ہوا ہے۔ انسان کے ساتھ ایسا ہو سکتا ہے۔ اب دیکھو جان آرٹلٹ بھی تو اچانک اپنے گھر کی سیڑھیوں سے گم کہ مر گئے ہیں“

عمر ابدال نے کرسی پر بیٹھتے ہی تیز لہجے میں کہا۔
جان آر نلٹ — اومہ۔ جہاں تک مجھے یاد ہے
میری آثار قدیمہ پر بین الاقوامی طور پر اتھارٹی سمجھے
تے تھے۔ — عمران نے بڑی طرح جو بنتے
نے کہا۔ اس کی پیشانی پر تشکونوں کا جال سا پھیل
گیا تھا۔

کیا تھا۔
 "ہاں وہی۔۔۔ کمال عبد اللہ اور جان آرنلٹ
 وہی آدمی ایسے تھے جنہیں ان معاملات پر پوری دنیا
 جن انتھارٹی تسلیم کیا جاتا تھا"۔ ڈاکٹر عمر ابدال نے
 یہ ملاتے ہوئے جواب دیا۔

نہایت ہوتے ہوئے جواب دیا۔
 ”کب فوت ہوئے ہیں جان آرٹسٹ“ — عمران
 نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔
 ”ایک روز پہلے کی بات ہے۔ وہ دوسری منزل
 کی سیڑھیوں سے نیچے اتر رہے تھے کہ پیر پھسل گیا۔
 اور وہ نیچے گمے۔“ ان کی گردن کی پٹمی ٹوٹ
 گئی۔ ڈاکٹر عمر ابدال نے جواب دیا۔

گئی۔ ڈاکٹر عمر ابدال نے جواب دیا۔
 "ان کی رہائش گاہ کہاں ہے۔" عمران
 نے پوچھا۔
 "میں تو یہیں اس میں بھی کوئی شبہ نظر آگیا ہے۔
 ایسی بات نہیں ہے۔ پولیس نے تفتیش کر لی ہے۔
 وہ واقعی سیڑھیوں سے گم کہ ہلاک ہوئے ہیں۔"

ڈاکٹر عمر ابدال نے ناخوشگوار ہلچے میں کہا۔

"میں نے ان کی رہائش گاہ پوچھی ہے تاکہ میں ان کے وارثوں سے تعزیت کم سکوں آخر وہ بہت بڑا عالم تھے۔" — عمران نے خشک ہلچے میں کہا۔

"ادہ۔۔۔ اچھا اچھا۔ وہ نیوٹاؤن کی کوٹھی نمبر درمیان میں رہتے تھے۔ ان کا ایک لڑکا ہے۔ آرگن۔ لیکن

حیرت کی بات ہے کہ باپ کی وفات پر وہ موجود ہی تھا۔ اور نہ اس کا کوئی پتہ ہے کہ وہ کہاں گیا ہے۔ ویسے وہ بھی آثار قدیمہ میں خاصی دلچسپی لیتا رہتا ہے۔ لیکن بہر حال باپ جیسا تو نہیں ہے۔ اس کے

والد کی خدمات کے پیش نظر مصری حکومت نے اسے محکمہ آثار قدیمہ میں کسی شعبے میں اعزازی طور پر

ایجنٹ بھی کیا ہوا تھا۔" — ڈاکٹر عمر ابدال نے کہا۔

"اچھا یہ بتائیں کہ وہ کتبہ جو نشانہ لے کر آئی تھی وہ اصلی ثابت ہوا ہے۔" — عمران نے کہا۔

"ہاں۔ بالکل اصلی ہے۔ ہم نے باقاعدہ اس سلسلے میں باہرین کی میٹنگ بلوائی اور اس میں سر کمال عبداللہ

بھی شریک تھے۔ جان آرٹلٹ اگر زندہ ہوتے تو یقیناً وہ بھی شامل ہوتے۔ بہر حال سر کمال عبداللہ بھی

کم نہیں ہیں۔ اور انتہائی گہری تحقیقات کے بعد سب نے متفقہ طور پر اسے اصل قرار دے دیا ہے۔ اور

یہ طرح میرے ذہن سے ایک بہت بڑا بوجھ اتر گیا ہے۔

اب میں ذہنی طور پر آزاد اور ہلکا پھلکا ہوں۔" — ڈاکٹر عمر ابدال نے مطمئن انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا اس کتبے کی کوئی فوٹو کاپی بھی لی جاسکتی ہے؟"

عمران نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد پوچھا۔

"تم اسے کیا کر دو گے۔ وہ تمہارے ہتھکنڈے کی بات نہیں ہے۔ انتہائی قدیم مصری زبان میں لکھا گیا ہے جسے صرف ماہرین ہی پڑھ سکتے ہیں۔ ویسے بھی وہ ایک

سرکاری راز ہے۔ کسی دوسرے کے حوالے نہیں کیا جاسکتا۔" — ڈاکٹر عمر ابدال نے منہ بناتے ہوئے

جواب دیا۔

"ڈیڑی۔۔۔ آپ مجھے تو دکھائیں وہ کتبہ۔ میرا تو موضوع ہی دہی زبان ہے۔ اور اب مجھے اس پر اسرار

کتبے میں بے حد دلچسپی محسوس ہو رہی ہے۔" — یکلخت کفنوم نے کہا۔

"بیٹی میں نے کہا ہے کہ وہ سرکاری راز ہے۔ ہم نے اس کی مدد سے ایک نقشہ بنایا ہے۔ اس کے بعد وہ مقبرہ کھودا جائے گا۔ جب مقبرہ منظر عام پر آجائے

گاتب وہ کتبہ بھی ادا ہو جائے گا تب پڑھ لینا۔"

ڈاکٹر عمر ابدال نے جواب دیا۔

"یہ کتبہ اور نقشہ اب کس کی تحویل میں ہے۔" — عمران

نے پوچھا۔

"کیوں — تم یہ کیوں پوچھ رہے ہو" — ڈاکٹر عمر ابدال نے چونک کر پوچھا۔

"صرف اس لئے کہ کہیں پھر وہ چوری نہ ہو جائے"

عمران نے معصوم سے ہلچے میں جواب دیا۔
"ارے نہیں۔ اب ہر بار تو ایسا نہیں ہو سکتا۔ فی الحال تو وہ میری تحویل میں ہے۔ لیکن بس آج کی رات۔ کل وہ کھدائی کرنے والے متعلقہ شعبے کے افسروں تک پہنچ جائے گا۔ اور ایس کے بعد وہ شعبہ اس کی کھدائی شروع کر دے گا" — ڈاکٹر عمر ابدال نے جواب دیا۔

"ادہ ادہ۔ ڈاکٹر صاحب۔ آپ بھی کمال کرتے ہیں اس قدر اہم کتبہ اور اس کا نقشہ آپ دفتر میں رکھ کر یہاں مطمئن بیٹھے ہیں۔ جو لوگ اُسے پہلے اڑا کر لے گئے تھے۔ وہ اب بھی تو کوشش کر سکتے ہیں" — عمران نے چونک کر کہا۔

"ارے نہیں۔ ہم اتنے احمق نہیں ہیں کہ اُسے اس طرح چوروں کے لئے چھوڑ دیں۔ وہ اب انتہائی سخت حفاظتی پہرے میں ہے۔ دوسری بات یہ کہ اس کی نقلیں کہ کمال عبداللہ کے پاس بھی موجود ہیں۔ اور میرے پاس بھی۔ اور اب چونکہ نقشے کی مدد سے مقبرے کا اصل مقام تجویز ہو چکا ہے۔ اس لئے اب اگر وہ

چوری بھی کر لیا جائے تب بھی کوئی شخص اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا" — ڈاکٹر عمر ابدال نے جواب دیا۔

"ادہ پھر ٹھیک ہے۔ اچھا ڈاکٹر صاحب۔ اب میرے خیال میں یہاں آنے کا مقصد تو پورا ہو گیا۔ اب اگر ہمیں اجازت دی جائے تو ہم کل واپس چلے جائیں" — عمران نے کہا۔

"ارے نہیں بیٹے۔ تم یہاں رہو۔ قاہرہ کی سیر کر دو۔ گھومو پھرو۔ جب دل بھر جائے تو چلے جانا۔ یہ تو تمہارے انکل کا گھر ہے" — ڈاکٹر عمر ابدال نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ کا بہت بہت شکریہ۔ لیکن کلثوم شاید ہمیں رات بھی نہ رہنے دے" — عمران نے مسکراتے ہوئے کلثوم کی طرف دیکھ کر کہا۔

"جب ڈیڈی نے کہہ دیا ہے تو بے شک رہو۔ مجھے کیا اعتراض ہے۔ بس تم کو اس کے ناشتہ و عشاء کی دیتے ہو۔ تب مجھے غصہ آ جاتا ہے" — کلثوم نے کہا۔

"تو پھر مستقل رہ جاؤں" — کیا خیال ہے" — عمران نے بڑے شہادت بھرے لہجے میں کہا۔

اور ڈاکٹر عمر ابدال اس کی بات سمجھ کر بے اختیار ہنسنے لگا۔

"مجھے بہر حال کوئی اعتراض نہیں ہے۔ لیکن اس کی اجازت کلثوم ہی دے سکتی ہے۔ اچھا میں چلتا ہوں۔ میں

نے ایک فردی میٹنگ میں جانا ہے۔ ڈاکٹر نے ابدال نے اٹھتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ مسکراتے ہوئے مڑے اور دروازے سے باہر نکل گئے۔

”تم نے پھر بکواس اس شرم دے کر دی۔“ ڈاکٹر نے عمر ابدال کے جاتے ہی کلتوم نے غصے سے آنکھیں نکال دیں۔

یہ بات میں نے ڈاکٹر عمر ابدال کو اٹھانے کے لیے کی تھی۔ ورنہ مجھے کیا ضرورت پڑی ہے کسی تک چڑھ خاتون کے گھر مستقل رہنے کی۔ اور وہ خاتون جب آثار قدیمہ محقق ہو تو پھر تو نوجوانوں کا تو میرٹ ہی ختم ہو جاتا ہے۔“ عمران نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔ اور کلتوم کا چہرہ غصے سے مٹاڑ کی طرح سرخ ہو گیا۔ اُسے شاید توقع نہ تھی کہ عمران اس طرح سپاٹ جواب دے گا۔

”تم انتہائی بدتمیز اور بد اخلاق آدمی ہو۔ سمجھ۔ کوئی ضرورت نہیں تمہارے یہاں رہنے کی۔“ کلتوم نے غصے سے پیر پیٹتے ہوئے کہا۔ اور اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اور مڑ کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھنے لگی۔

”چلو شکر ہے تم نے آدمی تو بہر حال تسلیم کر ہی لیا۔ یہی سرفیکٹ بہت ہے۔ وہ جو لیا تو مجھے آدمی ہی نہیں سمجھتی۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”جولیا۔ کون جولیا۔ کیا وہ تمہاری بیوی ہے۔“ دروازے کے پاس پہنچی ہوئی کلتوم ایک لمحت ایک لمحے سے مڑ کر پوچھا۔

”آہ۔ یہی تو بڑا مسئلہ ہے۔ کوئی آدمی ہی نہیں سمجھتی۔ اس نے میں کنوارہ اور کوئی آدمی سمجھتی ہے تو بدتمیز اور بد اخلاق کہہ کر مجھے کنوارہ رکھ دیتی ہے۔“ یار فیاض تم ہی کچھ کر دو۔ آخر تمہیں اتنا بڑا اعزاز ملنا ہے سالہ صاحب بننے کا۔ عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

”اگر تم بکواس سے باز آ جاؤ تب ہی کچھ ہو سکتا ہے۔“ لیکن تمہاری زبان رکتی ہی نہیں ہے۔ مس کلتوم جیسی خاتون کو بھی تم نے اپنی بکواس سے ناراض کر دیا ہے۔ ورنہ ایسی خاتون تو قسمت والوں کے نصیب میں ہی ہوتی ہے۔“ فیاض نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور کلتوم کا چہرہ فیاض کی بات سن کر پھول کی طرح کھل اٹھا۔

”تو پھر نجومی کے پاس جانا پڑے گا قسمت کا حال پوچھنے۔“ عمران نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔

”اے تم نے یہ تو بتایا ہی نہیں کہ تم ڈیڑھی کو کیوں اٹھانا چاہتے تھے۔“ کلتوم نے واپس آ کر کہہ کر سی پڑ بیٹھتے ہوئے کہا۔ فیاض کی تعریف نے اس کے ذہن پر چھا جانے والے غصے کو ختم کر دیا تھا۔ اس نے اب وہ نارمل ہو گئی تھی۔

"تم نے پوچھا ہی کب ہے" — عمران نے جواب دیا۔

"اچھا۔ اب بتا دو" — کلثوم نے کہا۔

"دراصل ڈاکٹر صاحب کی زندگی شدید خطرے میں ہے اور ڈاکٹر صاحب کو اس کی خبر ہی نہیں ہے" — عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"کیا — کیا کہہ رہے ہو۔ کیا مطلب" — کلثوم نے بڑی طرح چونک کر پوچھا اور ساتھ ہی اس کا چہرہ خوف سے زرد پڑ گیا۔

"سنو کلثوم۔ میں نے ڈاکٹر صاحب کو اس لئے یہاں سے اٹھایا ہے کہ میں تم سے ایک خاص بات کرنا چاہتا تھا۔ تم انتہائی سمجھ دار ہو۔ میں جانتا ہوں اس لئے

تمہیں بتا رہا ہوں۔ تمہارے ڈیڈی نے اس نقشے کا فوڈ اپنے پاس رکھ کر شدید خطرہ مول لیا ہے۔ انہوں نے لازماً اسے اپنی ذاتی تحویل میں رکھا ہوگا۔ اور یہی سب

سے خطرناک بات ہے۔ تم از کم آج کی رات۔ اگر آج کی رات یہ دونوں چیزیں ان کی تحویل میں نہ رہیں تب ہی ان کی جان بھی بچ جائے گی اور خطرہ بھی ختم ہو جائے گا۔

تفصیل مت پوچھنا۔ بس جو کچھ میں بتا سکتا تھا۔ میں نے بتا دیا ہے۔ اپنے ڈیڈی کی جان بچانے کے لئے تم کچھ کر سکتی ہو تو کر لو۔ ورنہ پھر مجھے لگہ نہ کرنا۔ میں نے تو

بہر حال کل واپس چلے جانا ہے" — عمران کا لہجہ اس قدر سنجیدہ تھا کہ کلثوم خوف اور دہشت سے کانپنے لگی۔

"ادہ ادہ۔ ہرگز نہیں۔ میں ڈیڈی کو ہر صورت میں خطرے سے بچاؤں گی۔ تم مجھے بتاؤ میں کیا کروں۔ میں ڈیڈی سے بات کرتی ہوں" — کلثوم نے تقریباً رو دینے والے لہجے میں کہا۔

"ادہ اگر تم نے ڈاکٹر صاحب سے بات کی تو پھر صورت حال اور بھی زیادہ خراب ہو جائے گی۔ تم ان کی عادت مجھ سے زیادہ بہتر جانتی ہو۔ اس کا ایک ہی حل ہے۔ اگر تم کر سکتی ہو تو کر لو" — عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"مجھے بتاؤ خدا کے لئے مجھے بتاؤ۔ میں تمہاری ساری زندگی احسان مند رہوں گی" — کلثوم نے بڑے منت بھرے لہجے میں کہا۔

"اس میں احسان کی کوئی بات نہیں ہے۔ اگر مجھے ڈاکٹر صاحب کی فکر نہ ہوتی تو شاید میں یہاں آنے کی بجائے سیدھا پاکیشیا چلا جاتا۔ کیونکہ دباں میرے اس سے بھی زیادہ اہم کام ادھورے پڑے ہیں۔ لیکن ڈاکٹر عمر ابدال کی زندگی کا مسئلہ تھا۔ اس لئے مجبوراً مجھے رات رکتا پڑ گیا ہے۔ اصل بات

یہ ہے کہ تمہارے ملازموں میں سے واقعی کوئی مجرموں سے ملا ہوا ہے۔ لیکن چونکہ ملازموں کی تعداد کافی زیادہ ہے۔ اس لئے فوری طور پر پھان بین ممکن نہیں ہے یہاں کی ساری باتیں مجرموں کے پاس پہنچ رہی ہیں۔ اس لئے میں یہاں میک اپ میں آیا تھا تاکہ وہ مجرم بھی سمجھیں کہ میں واپس چلا گیا ہوں۔ اس کا فوری طور پر ایک ہی حل ہے کہ کتبے اور نقشے کا نوٹو ڈاکٹر صاحب کی تحویل میں نہ رہے۔ لیکن انہیں اس بات کا پتہ نہ چلے کیونکہ انہیں پتہ چلا تو لاڈلا ملازموں کو پتہ لگ جائے گا۔ اب اگر تم ایسا کر سکتی ہو تو ٹھیک ورنہ پھر ہو گا قسمت کی بات ہے۔" — عمران نے کہا۔

"ادہ۔۔۔ اگر اتنی سی بات سے ڈیڈی کی جان بچ سکتی ہے تو میں ضرور ایسا کر دوں گی۔ مجھے ڈیڈی کی عادت کا پتہ ہے وہ اپنی خاص چیزیں اپنی خواب گاہ کے خفیہ سیف میں رکھتے ہیں۔ اور میں دماغ سے اسے خاموشی سے حاصل کر سکتی ہوں۔ مجھے اس سیف کے کوڈ نمبر معلوم ہیں۔" — کلثوم نے جواب دیا۔

"ادہ پھر تو واقعی خطرہ یقینی طور پر ٹل سکتا ہے۔ تم انہیں دماغ سے حاصل کر دو۔ صرف ایک رات کے لئے صبح بے شک واپس رکھ دینا۔ اس طرح ڈاکٹر صاحب کو بھی پتہ نہ چلے گا اور ان کی جان بھی بچ جائے گی۔"

ان نے جواب دیا۔ "لیکن میں انہیں رات کس کے پاس رکھوں۔ میں یہی خطرناک چیز اپنے پاس نہیں رکھ سکتی۔" — کلثوم نے کہا۔

"یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ تم انہیں سپرنٹنڈنٹ فیاض کی تحویل میں دے دو۔ یہ انتہائی ذمہ دار آدمی ہے۔ اس کی بخوبی حفاظت کر سکتا ہے۔ صبح واپس لے کر سیف میں رکھ دینا۔" — عمران نے تجویز پیش کی۔ اس نے جان بوجھ کر اپنا نام نہ لیا تھا تاکہ کلثوم بدگمان نہ جائے۔

"بالکل ٹھیک۔ فیاض بھائی پر مجھے اعتماد ہے۔ یہ اس کی حفاظت بخوبی کر سکتے ہیں۔ میں ابھی جاتی ہوں۔" کلثوم نے کہا۔ اور اٹھ کر تیزی سے دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

"اصل بات کیا ہے۔ تم کلثوم کو تو چکر دے سکتے ہو۔ مجھے نہیں۔ تمہاری ساری کہانی ہی میرے سے غلط ہے۔" کلثوم کسمے جانے کے بعد سو پر فیاض نے سخت اور تیز لہجے میں کہا۔

"ظاہر ہے جو رد کو تو چکر دیا جاسکتا ہے جو رد کے بھائی کو نہیں۔" — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جو اس صدمت کر دو۔ سیدھی طرح بتاؤ کہ تم نے یہ کاغذات

اڑانے کے لئے کیوں کلثوم کو چکر دیا ہے۔" فیاض نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

"مہی خاں کی گہرائی کھود نے والا مسکہ ہے فیاض۔ میں دراصل وہ کتبہ اور اس کا نقشہ دیکھنا چاہتا ہوں۔ بس اس سے زیادہ نہیں پوچھنا۔ بعد میں تفصیل سے بات کر لیں گے۔" عمران نے سنجیدہ ہلچے میں کہا۔ اور فیاض نے سر ہلا دیا۔

تقریباً پندرہ منٹ بعد ہی کلثوم واپس دروازہ کھول کر اندر آئی۔ اس کا چہرہ تباہ تھا کہ وہ کامیاب ہوئی ہے۔

"میں نے وہ اڑا لئے ہیں۔ یہ دیکھو اس لفافے میں ہیں۔ میں نے چیک کر لیا ہے۔ ڈیڈی میٹنگ میں گئے ہوئے ہیں۔ اس لئے آسانی سے بات بن گئی۔ فیاض بھائی پلیز۔ اب یہ لفافہ تم رکھو میں صبح سویرے ہی تم سے لے لوں گی۔" کلثوم نے لفافہ فیاض کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

اور فیاض نے خاموشی سے لفافہ لے کر اپنے کوٹ کی اندر دنی جیب میں رکھ لیا۔ عمران لا تعلقی کے سے انداز میں بیٹھا رہا۔ اس نے لفافے میں کوئی دلچسپی نہ لی تھی۔

"بس ٹھیک ہے۔ اب تم بے فکر ہو جاؤ۔ تم نے

داتنی اپنے ڈیڈی کی زندگی بچالی ہے۔" عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"لیکن کس طرح۔ مجرم تو یہی سمجھیں گے کہ لفافہ ڈیڈی کی تحویل میں ہے۔" کلثوم نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

اور عمران دل ہی دل میں مسکرا دیا۔ اس کی ساری کہانی میں یہی بہت بڑا خلا تھا۔ لیکن کلثوم نے اپنے باپ کی جان کے خطرے کے پیش نظر اس پر غور نہ کیا تھا۔ لیکن اب عمران کے اطمینان دلانے پر اس کے ذہن نے کام شروع کر دیا تھا۔

"مجرم اب اتنے عقلمند نہیں ہیں جتنی عقل تمہارے پاس ہے۔ تمہارے ڈیڈی کے آنے سے قبل ہی انہیں معلوم ہو جاتے گا کہ سیف میں لفافہ موجود نہیں ہے۔ مجرموں کا آدمی سیف کی تلاشی لے کر انہیں اطلاع دے دے گا۔ اس طرح وہ یہی سمجھیں گے کہ ڈاکٹر عمر ابدال ایسے کاغذات گھر نہیں لائے بلکہ وہیں دفتر میں چھوڑ جاتے ہیں۔ اس لئے وہ یہاں حملہ نہ کریں گے۔" عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ اور کلثوم نے اطمینان کا ایک طویل سانس لیا۔

"ادھ ادھ۔ تو یہاں تک بات ہو سکتی ہے۔ ایسا ملازم تو انتہائی خطرناک ہے۔ ہمیں اسے پکڑنا چاہیے۔"

کلتوم نے کہا۔

"بالکل۔ لیکن فوری خطرہ تو ٹل گیا۔ اب تم اطمینان سے ان کو چیک کرتے رہنا۔ لانگٹا وہ پکڑا جائے گا۔"

عمران نے کہا اور کلتوم نے سر ہلا دیا۔

"اور سنو۔۔۔ تم یہاں زیادہ دیر مت رکو۔ ورنہ اس ملازم کو شک پڑ جائے گا۔ تم نارمل انداز میں رہو۔ جیسے کچھ ہو اہی نہیں۔" — عمران نے اُسے سمجھایا۔ اور کلتوم ایک جھکے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔ میں صبح سویرے لفافے لوں گی۔ میں اب چلتی ہوں۔" کلتوم نے کہا اور تیزی سے واپس دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

"مجھے بعض اوقات واقعی حیرت ہوتی ہے۔ کہ تم لوگوں کو کس طرح اپنی مرضی سے ڈیل کر لیتے ہو۔ یہ کلتوم ویسے تو بڑی عقلمند بنتی ہے۔ لیکن اب دیکھو کھٹ پٹی کی طرح تمہارے اشاروں پر نیاچ رہی ہے۔" کلتوم کے جانے کے بعد فیاض نے منہ ہنستے ہوئے کہا۔

"تمہیں مفت میں ایک گرم پلٹنگ مل گیا ہے عورتوں کو ڈیل کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے۔ انہیں ان کے میکے کے بارے میں خوف دلادو۔ تیر کی طرح تمہارے اشارے پر چلیں گی۔ بے شک سلمیٰ بھابھی پر آزمائنا۔" عمران نے کہا اور فیاض بے اختیار ہنس پڑا۔

"وہ کلتوم کی طرح جذباتی نہیں ہے کہ اتنی سی بات سے خوف زدہ ہو جائے گی۔ اٹا میرا ہی ناطقہ بند ہو جائے گا۔" — فیاض نے کہا۔

"جو چیز پہلے سے بند ہو اُسے اور کیا بند کرنا۔ بہر حال اٹھ کر دروازہ لاک کر دو اور لفافہ مجھے دو۔" — عمران نے کہا۔

اور فیاض سر ہلاتا ہوا اٹھا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ عمران نے اٹھ کر اپنا بریف کیس کھولا اور اس کے خفیہ خانے سے ایک جدید پولو رائڈ کیمرو نکالا۔ اور اس نے لفافے میں سے موجود کاغذ باہر نکال کر ان کے فوٹو بنانے شروع کر دیئے۔ پولو رائڈ کیمرو کی وجہ سے فوٹو فوری تیار ہو گئے تھے۔ عمران نے انہیں اٹھا کر غور سے دیکھا اور پھر مطمئن ہو کر اس نے اصل کاغذات واپس لفافے میں ڈالے اور لفافہ فیاض کے حوالے کر دیا۔

"لو یہ سنبھالو۔ اور اپنے کمرے میں جا کر اطمینان سے سو جاؤ۔" — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ان فوٹوؤں سے تم کیا حاصل کرنا چاہتے ہو؟" فیاض نے لفافہ لے کر واپس جیب میں ڈالتے ہوئے کہا۔

"صرف ثبوت۔ تاکہ ڈیڈ می کو مطمئن کیا جاسکے۔ ورنہ

تم دیکھ رہے ہو۔ یہ زبان اور یہ نقشہ ہم ساری عمر بھی سر
کھاتے رہیں تو ہمارے پتے نہیں بڑھ سکتی۔
عمران نے فوٹو اور کیمرا واپس بریف کیس میں رکھتے
ہوئے مسکرا کر کہا۔

”لیکن تم تو کہہ رہے تھے“ — فیاض
نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

”جو کچھ میں کہہ رہا تھا اُسے بھول جاؤ۔ میں کل صبح
واپس جا رہا ہوں۔ جب تم مجھ پر ایک سادہ کاغذ کے
ٹکڑے کا بھی اعتبار نہیں کرتے تو مجھے کیا ضرورت
پڑی ہے۔ خواہ مخواہ سر کھپانے کی۔ میری
بلا سے مصری حکومت کو کوئی نوادرات ملتے ہیں یا چوروں
کو ملتے ہیں۔“ — عمران نے منہ بناتے ہوئے جواب
دیا۔ سادہ کاغذ کے ٹکڑے سے اس کا مطلب
چیک تھا۔

”سنو۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ اب میرے
پاس بڑی رقمیں نہیں رہیں۔“ — فیاض نے ہونٹ
بھینچتے ہوئے کہا۔

”کوئی بات نہیں۔ ڈیڑی خود ہی چھوٹی رقموں کو بڑی
بنالیں گے۔ وہ ایسے کاموں میں ماہر ہیں۔ آخر تم
اسسٹنٹ سب انسپکٹر ہی تو بھرتی ہوئے تھے۔
ڈیڑی نے تمہیں بڑا بناتے ہوئے سپرنٹنڈنٹ بنادیا۔“

عمران نے خشک ہلچے میں کہا۔
”تم آخر مجھے ہی کیوں بلیک میل کرتے ہو۔ کیا پورے
پاکیشیا میں تمہیں میں ہی نفرت آتا ہوں۔“ — فیاض نے
بڑی طرح جھنجھلاتے ہوئے ہلچے میں کہا۔

”تم نے سلمیٰ بھابھی کو آج تک تنخواہ کے علاوہ کچھ
دیا ہے۔ تنخواہ میں سے بھی اپنے خرچے کے پیسے
کاٹ لیتے ہو۔ پھر تمہاری مختلف بینکوں میں پھلتی
ہوئیں یہ چھوٹی بڑی رقمیں آخر کس کے کام آئیں گی میں
تو سوچ رہا ہوں کہ پاکیشیا میں تمہارا نام پر ایک
بہت بڑا خیراتی ہسپتال کھلوا دوں۔ اتنا بڑا کہ تمہارے
سارے بیک بیلنس خالی ہو جائیں۔ واہ کتنا لطف آئے
گا۔ جب جا رہا پانچ کروڑ روپے سے فیاض خیراتی ہسپتال
کھلے گا۔ آخر وہ بھی تمہارے ہی کام آتے گا۔
ایک روز تمہیں بھی تو ہسپتال کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔
یہاں سے واپسی پر میں ڈیڑی سے اس آئیڈیے پر
ڈسکس کروں گا۔ انہیں واقعی بڑی خوشی ہوگی۔
کہ ان کے ایک ماتحت کے نام پر اتنا بڑا ہسپتال کھل
رہا ہے۔ اس کا افتتاح سلمیٰ بھابھی سے کرواؤں گا۔ کیا
خیال ہے۔“ — عمران نے کہا۔

”اوہ اوہ۔ تم مجھے تلاش کر کے چھوڑ دو گے۔
ایک تو خدا جانے تمہیں پتہ کیسے چل جاتا ہے۔ لاکھ

چھپاؤ لیکن شیطان کی نفروں سے کوئی چیز چھپی ہی نہیں رہتی۔ اور پھر اگر تمہارا خیال ہے کہ میں حرام کھاتا ہوں رشوت لیتا ہوں تو یقین کر دینے میں ایک پلیسہ بھی رشوت کا آج تک نہیں لیا۔ یہ تو بس قانونی پیچیدگیوں اور موٹسگانیوں سے بچنے کے لئے لوگ مجھے تحفہ دے دیتے ہیں۔ فیاض نے رونے والے ہلچے میں کہا۔

”مجھے معلوم ہے۔ اسی لئے تو میں ہسپتال بنوا رہا ہوں جس روز مجھے اطلاع مل گئی کہ تم نے رشوت لے کر منشیات فروشوں کو چھوڑ دیا ہے یا سمگلروں کو نظر انداز کیا ہے اس روز میرا فیصلہ بدل جائے گا۔ اور پھر ہسپتال کی بجائے تمہارا مقبرہ ہی بنے گا۔“

عمران نے خشک ہلچے میں کہا۔

”لاحول دلاقوہ۔۔۔ تم نے مجھے اتنا بے ضمیر سمجھ رکھا ہے۔“ فیاض نے منہ بندتے ہوئے کہا۔

”اس لئے تو ہسپتال کی تجویز سوچی ہے۔ ثواب کا ثواب اور شہرت کی شہرت۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”مجھے ضرورت نہیں ہے اپنے نام پر ہسپتال کھولانے کی۔ سمجھے۔“ فیاض نے تنگ آ کر کہا۔

”چلو سہلی بھابھی کے نام پر کھلوادوں گا۔ تمہارے

بچوں کے نام پر۔ آخر دیکھو تمہاری رقم بنکوں میں پڑی سڑ رہی ہے۔ کسی کے کام ہی آجائے گی۔“ عمران نے کہا۔

”کیا تم واقعی سنجیدہ ہو۔“ فیاض نے اس بار قدرے خوف زدہ ہلچے میں کہا۔ کیونکہ اُسے معلوم تھا کہ اگر عمران واقعی اس بات پر سنجیدہ ہو گیا تو پھر یقیناً اُسے خودکشی ہی کر فی پڑے گی۔

”میرے سنجیدہ نہ سنجیدہ ہونے سے کیا ہوتا ہے۔ میں تو صرف ڈیڑھ سی کے سامنے تجویز رکھ دوں گا۔ اور ساتھ ہی سارے بینک اکاؤنٹس کی تفصیل بھی۔“ اس کے بعد ڈیڑھ سی جانیں اور تم جانو چاہے وہ ہسپتال بنوائیں یا مقبرہ۔ یہ انصر ماتحت کا آپس کا مسئلہ ہے۔“ عمران نے جواب دیا۔

فیاض نے بڑی طرح ہونٹ کاٹتے ہوئے کوٹ کی اندرونی جیب میں ہاتھ ڈال کر بوٹہ نکالا۔ اور پھر اس کے ایک چھوٹے ٹخانے سے چیک بک نکال کر اس نے اس طرح ایک چیک بھاڑا جیسے عمران کے جسم کے مکڑے کو رہا ہو۔ اور قلم نکال کر اس پر رقم بھری اور پھر نیچے دستخط کر کے اس نے چیک عمران کی طرف اچھال دیا۔

”بومرو۔“ مجھے معلوم ہے کہ تم باز نہیں آؤ گے۔“

فیاض نے کاٹ کھانے والے ہلچے میں کہا۔

عمران نے چیک جھپٹا اس پر درج رقم دیکھی۔

"صرف ایک لاکھ - صرف - یعنی کہ صرف" — عمران نے بڑا سامنہ بناتے ہوئے کہا - لیکن اس نے چیک کو جیب میں ڈال لیا۔

"اب مزید بکو اس کی تو سر توڑ دوں گا" — فیاض نے بڑی طرح جھلاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"بے شک توڑ دو - تمہارے سر میں ہے ہی کیا جو توڑنے سے باہر آئے گا" — عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا - اور فیاض ہونٹ کاٹ کر رہ گیا۔

"اب بتاؤ کاغذات سے تم کیا فائدہ اٹھانا چاہتے ہو" فیاض نے کہا۔

"بنک میں دے کر رقم نکلو آؤں گا اور کیا کروں گا"

عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔
"سنو — اب اگر تم نے مجھے کریڈٹ نہ دیا تو میں واقعی تمہیں گولی مار دوں گا" — فیاض نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"کریڈٹ — جتنا مرضی آئے لے لو - میرے بنک میں میرا کھاتہ ہمیشہ ڈیبٹ پر ہی چلتا ہے" — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"اب کہاں جا رہے ہو" — فیاض نے چونک کر کہا۔
"فکر نہ کرو - اس بنک کے کسی بنک میں میرا اکاؤنٹ نہیں ہے - اس لئے تمہارا چیک واپسی پر ہی کیش ہو گا - کچھ اور

انٹرسٹ بڑھ جائے گا - تب تک فی الحال تو میں تمہارا کے لئے کسی تحفے کے انتخاب کے لئے جا رہا ہوں" — عمران نے کہا۔

"میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں" — فیاض نے یقین نہ کرنے والے لہجے میں کہا۔

"وہ کلثوم تمہیں گولی مار دے گی - سمجھے - تم ڈاکٹر عمر ابدال کا اتنا بڑا راز لے کر کوٹھی سے فرار ہونا چاہتے ہو"

عمران نے کہا اور فیاض طویل سانس لے کر رہ گیا - واقعی وہ باہر نہ جاسکتا تھا - ورنہ کلثوم اس کی جان کو آجاتی - عمران نے مسکراتے ہوئے دروازہ کھولا اور گیسٹ روم سے باہر نکل گیا۔

سرخ رنگ کا بڑا سا ہیلی کا پٹر ریت کے سمندر پر خامی
 نیچی پرواز کرتا ہوا آگے بڑھا جا رہا تھا۔ ہیلی کا پٹر کی پائلٹ سیٹ
 کے ساتھ کرنل آرچ آنکھوں پر دو ربین لگائے سائیڈ پر جھکا
 ہوا تھا۔ اس کے گھٹنوں پر ایک نقشہ پھیلا ہوا تھا۔ وہ
 نیچے دیکھتے دیکھتے پھر سر اندر کر کے دو ربین ہٹاتا اور نقشہ
 پر تیز نظریں ڈالتا۔ اس کے بعد پھر دو ربین لگا کر باہر دیکھنا
 شروع کر دیتا۔ ہیلی کا پٹر کسی پھنی شستوں پر جا رہا
 آدمی خاموش بیٹھ ہوئے تھے۔ کرنل آرچ سمیت سب
 افراد کے جسموں پر مصری محکمہ آثار قدیمہ کی مخصوص دریاں
 بقیں۔ ہیلی کا پٹر پر بھی مصری محکمہ آثار قدیمہ کے مخصوص
 نشانات بنے ہوئے تھے۔ کرنل آرچ پائلٹ کو نیچے دیکھتے
 ہوئے دائیں بائیں ہٹنے یا سیدھا اٹھنے کے متعلق مسلسل

ہدایات دے رہا تھا۔ اب وہ مصر کی آبادی والی پٹی سے
 کافی اندر پہنچ چکے تھے۔ اور پھر ایک جگہ پہنچتے ہی کرنل آرچ
 نے بیچ کر پائلٹ کو ہیلی کا پٹر روکنے کا حکم دیا۔ اور
 ہیلی کا پٹر ایک جھٹکے سے اپنی جگہ معلق ہو گیا۔ کرنل آرچ
 جھکا ہوا کافی دیر تک نیچے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے
 پائلٹ کو نیچے اترنے کا حکم دیا۔ اور ہیلی کا پٹر نیچے ریت
 پر جھکتا ہوا ایک ٹیلے کے ساتھ ہموار ریت پر اتر گیا۔
 "پیش ٹرانسمیٹر نکال لاؤ اور گر انک باکس بھی"

کرنل آرچ نے نیچے اترتے ہوئے پیچھے بیٹھے ہوئے
 افراد سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور وہ پیچھے بیٹھے ہوئے
 چاروں افراد ایک ایک کر کے نیچے اتر آئے۔ ان میں
 سے ایک کے ہاتھ میں ایک بڑا سا ٹرانسمیٹر تھا جبکہ دوسرے
 کے ہاتھ میں ایک سرخ رنگ کا باکس تھا۔ کرنل آرچ
 نے ہاتھ میں نقشہ پکڑا ہوا تھا اس نے نقشہ ریت پر سجھا
 دیا۔ اور پھر اس نے ان چاروں افراد کو ہدایات دینی شروع
 کر دیں۔ گر انک باکس کھول کر اس میں سے کیمرہ منا
 چھوٹی ٹی مشین نکال لی گئی اور پھر یہ مشین سیٹنگ کی مدد سے
 ریت پر ٹھکا دی گئی۔ اور ایک آدمی اس مشین پر جھک گیا۔
 جب کہ باقی تینوں افراد مختلف سمتوں پر پھیلتے گئے۔ کرنل
 آرچ نقشہ دیکھ کر مشین والے کو ہدایات دے رہا تھا۔
 تب کہ مشین والا آدمی مشین پر جھکا ہوا ہاتھ سے باقی تینوں

افراد کو آگے پیچھے دائیں بائیں ہٹنے کے لئے کہہ دیا۔ اس طرح ریت پر یہ عجیب و غریب سی پریڈ شروع ہو گئی۔ تقریباً آدھے گھنٹے تک یہ تینوں افراد مسلسل آگے پیچھے دائیں بائیں ہٹتے رہے۔ اور پھر اچانک کرنل آپرچ نے پیچ کر کچھ کہا تو مشین پر جھکے ہوئے آدمی نے بھی سر اٹھا کر ان تینوں کو اپنی اپنی جگہ ساکت ہو جانے کا حکم دے دیا۔
 ”بالکل یہی سپاٹ ہے۔ قطعی یہی سپاٹ ہے۔“
 کرنل آپرچ نے ان تینوں افراد کو دیکھتے ہوئے انتہائی مسرت بھرے لہجے میں کہا۔
 یہ تینوں جس انداز میں کھڑے تھے اس سے ریت پر ایک مثلث سی بن گئی تھی۔
 ”اب چیک کر دو۔“ کرنل آپرچ نے مشین والے سے کہا۔

اور مشین والے نے مشین سینڈ سمیت اٹھائی۔ اور دوڑتا ہوا اس مثلث کے عین درمیان میں پہنچ کر رک گیا۔ اس نے اس بار مشین کا رخ نیچے ریت کی طرف کیا۔ اور پھر مشین کے مختلف بٹن دبائے شروع کر دیئے۔ چند لمحوں بعد جب اس نے ایک بٹن دبایا تو سر کی تیز آواز مشین سے نکلی۔ اور اس کے ساتھ ہی مشین کے پچھلے حصے میں ایک خانہ سا کھل گیا۔ اور جس طرح فوٹو سٹیٹ سے فوٹو ہوا کاغذ خود باہر نکل آتا ہے۔ اس طرح ایک کاغذ

سامشیں سے باہر نکل آیا۔ اس آدمی نے وہ کاغذ پکڑا۔ اور پھر اس پر موجود ٹیڑھی میڑھی لکیروں کو غور سے دیکھنے لگا۔ کرنل آپرچ بھی تیزی سے اس کے قریب پہنچ گیا۔
 ”کیا رزلٹ ہے؟“ کرنل آپرچ نے تیز لہجے میں کہا۔

”وکٹری باس۔ ہرا۔ وکٹری۔“ یہ دیکھتے۔ یہ ہے دائرہ۔“ اس آدمی نے بے اختیار خوشی سے چیختے ہوئے کہا۔

اور کرنل آپرچ کا چہرہ بھی کھل اٹھا۔ اس نے جلدی سے کاغذ اس آدمی سے جھپٹا اور پھر اُسے غور سے دیکھنے لگا۔ سارے کاغذ پر اس طرح کی ٹیڑھی میڑھی اور آدمی ترچھی لکیروں پھیلی ہوئی تھیں جیسے کسی معصوم بچے نے اس پر طبع آزمائی کی ہو۔ لیکن عین درمیان میں ان لکیروں نے ایک پھوٹا سا دائرہ بنا دیا تھا۔

”یس وکٹری۔“ اوہ۔ ویری گڈ۔“ کرنل آپرچ نے بھی خوشی سے اچھلتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ تیزی سے اس جگہ کی طرف دوڑ پڑا جہر وہ بڑا سا ٹرانسمیٹر ریت پر رکھا ہوا تھا۔ جب کہ باقی افراد وہیں اپنی جگہوں پر ہی ساکت کھڑے تھے۔

کرنل آپرچ نے جلدی سے ٹرانسمیٹر کے بٹن دبائے تو ٹرانسمیٹر پر ایک بلب تیزی سے جلنے بجھنے لگا۔ اور

اس کے ساتھ ہی ٹوں ٹوں کی مخصوص آوازیں ابھرنے لگیں۔

"ہیلو ہیلو — زیڈ ون کالنگ ادور" — کرنل آپرچ نے ساتھ ہی تیز ہلچے میں بار بار یہ فقرہ دوبارنا شروع کر دیا۔

"ایس — آپرچ — کیو — ایس — ایجنسی انڈنک ادور" چند لمحوں بعد ہی ایک بھاری سی آواز ٹرانسمیٹر سے بلند ہوئی اور ساتھ ہی تیزی سے جلتا بجھتا بلب بھی مسلسل جلنے لگا۔

"زیڈ ون کالنگ ایس ون ادور" — کرنل آپرچ نے کہا۔

"پیشل کوڈ ادور" — دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"پیشل کوڈ۔ گولڈن سینڈ ادور" — زیڈ ون نے کہا۔

"او۔ کے ادور" — دوسری طرف سے کہا گیا۔

اور اس کے ساتھ ہی مسلسل جلتا ہوا بلب ایک بار پھر پہلے کی طرح تیزی سے جلنے بجھنے لگا اور ساتھ ہی ٹرانسمیٹر سے دوبارہ ٹوں ٹوں کی آوازیں نکلنے لگیں — کرنل آپرچ خاموش ٹرانسمیٹر کے ساتھ اکڑوں بیٹھا رہا۔

"ہیلو ہیلو — ایس ون کالنگ ادور"

چند لمحوں بعد ایک بھاری سی آواز ٹرانسمیٹر سے گونجی اور بلب ایک بار پھر مسلسل جلنے لگا۔

"ایس — زیڈ ون انڈنک ادور"

کرنل آپرچ نے اس بار مؤدبانہ ہلچے میں کہا۔

"کوڈ ادور" — دوسری طرف سے کہا گیا۔

"گولڈن سینڈ ادور" — کرنل آپرچ نے کہا۔

"او۔ کے رپورٹ ادور" — دوسری طرف سے

اُسی طرح سپاٹ ہلچے میں پوچھا گیا۔

"وکٹری باس — ہم نے گولڈن سینڈ کا مرکزی

نقطہ تلاش کر لیا ہے۔ ایس۔ ایس ڈیکٹر نے او۔ کے

کا سگنل دے دیا ہے۔ اس وقت ہم گولڈن سینڈ پر

موجود ہیں ادور" — کرنل آپرچ نے بڑے مسرت

بھرے ہلچے میں کہا۔

"گڈ نیوز زیڈ ون۔ دس از ریل گڈ نیوز ادور"

اس بار ایس ون نے بھی مسرت بھرے ہلچے میں جواب

دیتے ہوئے کہا۔

"تھینک یوس — اب مزید کیا احکامات ہیں۔

ادور" — کرنل آپرچ نے جواب دیا۔

"شہر کی کیا رپورٹ ہے ادور" — ایس ون

نے پوچھا۔

"وہ لوگ مکمل طور پر ڈاج کھا چکے ہیں۔ ان کے حصے میں

فرضی مقبرہ آئے گا ادور" — کرنل آپرچ نے کہا۔

"عمران کے متعلق کیا رپورٹ ہے ادور" — دوسری

طرف سے پوچھا گیا ۔

"وہ واپس جا رہا ہے اور" — کرنل آپرچ نے جواب دیا۔

"اُسے کوئی شک تو نہیں پڑا اور" — ایس دن نے پوچھا۔

"نوسر — ویسے سہریہ عمران کے خاتمے کا بہترین موقع ہے۔ وہ اکیلا ہے۔ سیکرٹ سروس کے بغیر۔ اور نہ صرف ہمارے نظروں میں ہے بلکہ وہ اپنے طور پر مطمئن بھی ہے اور ہماری طرف سے مکمل اندھیرے میں ہے اور" — کرنل آپرچ نے کہا۔

"یعنی تم اس پر حملہ کر کے اُسے اندھیرے سے روشنی میں لانا چاہتے ہو زیڈ ون اور" — ایس دن کا لہجہ یک لخت کرخت ہو گیا۔

"سر۔ میں نے تو اس کے خاتمے کی بات کی ہے اور" — زیڈ ون نے قدرے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

"جو صورت حال تم بتا رہے ہو کیا وہ ہماری نظروں میں نہیں ہے۔ لیکن اگر عمران اس حملے سے بچ نکلا تو پھر تم خود جانتے ہو کہ کیا ہوگا — کیا گولڈن سینڈ پر وینکٹ ہمیشہ کے لئے ختم نہ ہو جائے گا۔ اور میرے خیال میں یہ بات تو تم بھی جانتے ہو گے کہ گولڈن سینڈ پر وینکٹ

اس وقت ہمارے لئے کس قدر اہم ہے اور" ایس دن نے انتہائی تلخ لہجے میں کہا۔

"ییسر — سو ریسر — اور" — زیڈ ون نے معذرت بھرے لہجے میں جواب دیا۔

"آئندہ یہ خیال بھی ذہن میں نہ لانا۔ یہ شاید عمران کی زندگی کا بھی پہلا موقع ہو گا کہ وہ نہ صرف اندھیرے میں ہے بلکہ مکمل طور پر ڈاج کھا چکا ہے — اور ہمیں اس موقع سے فائدہ اٹھانا ہے۔ اس پر قاتلانہ حملے کے اور بہت سے مواقع مل سکتے ہیں لیکن گولڈن سینڈ پر وینکٹ کے لئے یہ موقع دوبارہ نہیں آ سکتا اور" — ایس دن نے کہا۔

"ییسر — میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں سر اور" — زیڈ ون نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"گڈ — اب یہ بتاؤ کہ مصری حکمہ آثار قدیمہ کے متعلق پلاننگ کہاں تک پہنچی ہے اور" — ایس دن نے پوچھا۔

"میں اُسے اُد کے کر کے ہی یہاں آیا تھا۔ ایک ہفتے تک صحرا کی اس پٹی میں کوئی ہیلی کاپٹر یا گاڑی داخل نہ ہو سکے گی۔ یہ طے ہو گیا ہے اور" — زیڈ ون نے جواب دیا۔

"کتنی رقم میں سودا طے ہوا ہے اور" — ایس دن

نے پوچھا۔
"بچا کس لاکھ مصری پاؤنڈ زمین جناب اور۔"

زیڈون نے جواب دیا۔

"گڈ۔ کافی ست سودا کر لیا ہے تم نے۔ اس کے باوجود مداخلت کے خطرے کے بارے میں تم نے کیا پلاننگ کی ہے اور۔" ایس۔ ون نے پوچھا۔

"سر۔ میں نے آر سی مقررٹی ون بیرم اس بیٹی کے گھر د نصب کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس کے بعد اگر کوئی چاہے گا بھی تو داخل نہ ہو سکے گا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ جیسے ہی اس سکیم سے دس کلومیٹر کے فاصلے پر کوئی پہنچے گا ہمیں اطلاع مل جائے گی اور۔"

زیڈون نے جواب دیا۔
"گڈ۔ تمہاری ہی ذمہ دانت مجھے پسند ہے۔ تم ہر پہلو کا خیال رکھتے ہو اور۔" ایس۔ ون نے کہا۔

"تھینک یو سر اور۔" کرنل آپرچ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ میں فوری طور پر گو لڈن سینڈ پر اجیکٹ پر عمل درآمد کے لئے گرین کاسٹ دے دوں اور۔" ایس۔ ون نے کہا۔

"یہ سر۔ میرا بھی یہی مطلب تھا اور۔"

زیڈون نے جواب دیا۔

"اور۔ کے۔ ٹھیک ایک گھنٹے بعد ٹیم پہنچنی شروع ہو جائے گی اور اینڈ آل۔" دوسری طرف سے کہا گیا اور کرنل آپرچ نے بھی ہاتھ بڑھا کر ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ اب اس کے چہرے پر واقعی مسرتوں کے گلاب کھلے ہوئے تھے۔ اس نے اسرائیل کا ایک بہت بڑا پردہ جیکٹ تقریباً مکمل کر لیا تھا کہ قحطی دیر بعد مخصوص آلات سے لیس ٹیم یہاں پہنچ جائے گی۔ اور اس کے بعد اس مدفون مقبرے کی سائیڈ سے نرنگ لگے گی۔ اندر سے تمام نوادرات نکل کر اسرائیل پہنچ جائیں گے۔ اور اس کے بعد وہاں سپیشل پراجیکٹ کی مشنری نصب کر دی جائے گی۔ یہ سارا کام ایک ہفتے میں مکمل ہو جائے گا۔ اور مصر اور دوردراز تک پھیلے

ہوئے مسلمان حکومتوں اور وہاں کے کرداروں باشندوں کو یہ معلوم ہی نہ ہو سکے گا کہ اسرائیل نے اس کی شہ رگ پر چھری رکھ دی ہے۔ اس پراجیکٹ کی مدد سے وہ جب چاہے۔ جہاں چاہے مسلمان ملکوں پر انتہائی خوف ناک ریڈ میزائل فائر کر سکتا ہے۔ اور ریڈ میزائل کا مطلب تھا خوف ناک اور عبرت ناک تباہی۔ اور اس تباہی کا سوچ سوچ کر کرنل آپرچ کا چہرہ کھلا

جا رہا تھا۔ وہ انتہائی متعصب اور کٹر یہودی تھا۔ اس کا
 بس نہ چلتا تھا کہ وہ پوری دنیا میں پھیلے ہوئے مسلمانوں
 کے ایک ایک بچے کو اپنے ہاتھوں سے ذبح کر
 ڈالے۔

حصہ اول ختم شد

جمشید پاکستانی
 بگولڈن سینڈ
 حصہ دوم

چند باتیں

خزیم تارین! سلام مسنون! گولڈن سینڈ کا دوسرا حصہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔
یقین ہے کہ یہ منفرد کہانی آپ کے معیار پر ضرور پورا اترے گی، اس بارے میں آپ کی آرا کا
میں کا۔ چند خطوط ملاحظہ فرمائیے۔

نیچر پورہ سے حافظ محمد نواز قاسم قائد اعظم سکاؤٹ۔ گولڈ میڈلسٹ۔ قومی ایوارڈ یافتہ
میں۔ آپ عمران وغیرہ کو اتنی جاسوسی سکھا چکے ہیں۔ اگر آپ کو خود عملی زندگی میں
امی کرنے کے لئے کہا جائے تو آپ کس حد تک کامیاب ہو سکتے ہیں۔

حافظ محمد نواز قاسم صاحب! اگر عمران کو آپ میاں گرو سمجھتے ہیں تو پھر شاگرد کو
امی کرنے دیجیئے۔ ویسے بھی کہتے ہیں کہ شاگرد استاد سے آگے نکل جاتے ہیں۔ اس
آسا کو اپنا بھرم قائم رکھنا چاہیئے۔ کیا خیال ہے۔

طربال کراچی سے محمد افضل خان لکھتے ہیں۔ آپ نے پیش لفظ میں تارین کے
لہجہ کو جواب دینے کا سلسلہ شروع کر کے بہت اچھا کیا ہے۔ آپ کے جوابات بہت
نعمت سے دہرتے ہیں۔ بہت لطف آتا ہے انہیں پڑھ کر۔ یہ سلسلہ متعل جاری رکھیئے۔
محمد افضل خان صاحب! جوابات کی پسندیدگی کا شکریہ! جوابات کا انحصار تو سوالوں
پر ہے۔ اگر سوال میں چٹخارہ موجود ہوگا تو جواب خود بخود چٹخارے دار بن جائے گا تارین
آنا! اللہ اب چٹخارے پر مشتمل سوالات کرنے میں ماہر ہو گئے ہیں۔

نیچر پورہ سے محترمہ قدسیہ نعمانی لکھتی ہیں۔ آپ کے ناول پڑھنے سے پہلے میں
اس کی طالبہ ہوتی لیکن آپ کے ناول پڑھ کر مجھے سائنس سے بھرپور دلچسپی پیدا ہو گئی اور
اس نے سائنس پڑھنے اور اس میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کا چیلنج قبول کر لیا۔ دن رات

عمران سیریز میں ایک دلچسپ ہنگامہ خیز اور منفرد انداز کی کہانی

مکمل ناول

مصنف لاسٹ وارنگ

مظہر کلیم ایم اے

کافرستان کی نئی ایجنسی پینشل سروسز عمران اور پالیسیا سیکرٹ سروس کے مقابل لائی گئی
تھی اور پھر عمران اور اس کے ساتھیوں کو حقیقتاً گولیوں سے چھانی کر دیا گیا۔
وہ لمحہ — جب پینشل سروسز کے چیف نے عمران اور اس کے ساتھیوں کی لاشوں
کی باقاعدہ چیکنگ کی تھی اور عمران اور اس کے ساتھی واقعی لاشوں میں تبدیل ہو
چکے تھے۔

وہ لمحہ — جب عمران اور اس کے ساتھیوں کے لئے آگے بڑھنا ناممکن بنا دیا گیا۔

وہ لمحہ — جب شاگل نے چھاپہ مار کر پینشل سروسز کی تحویل سے عمران اور اس کے
ساتھیوں کو غائب کر دیا۔ کیوں؟ کیا شاگل اپنے ملک کے خلاف کام کر رہا تھا؟
وہ لمحہ — جب عمران اور اس کے ساتھیوں نے لاشوں میں تبدیل ہو جانے کے
باوجود مشن مکمل کر لیا اور کافرستان کی پینشل سروسز اور سیکرٹ سروس لاشوں کے مقابل
ناکام ہو گئیں۔ کیوں اور کیسے؟

انتہائی دلچسپ ہنگامہ خیز اور منفرد انداز کی کہانی

یوسف برادرز پاک گیٹ ملتان

محنت کر کے اب میں امتحان دے چکی ہوں اور رزلٹ کا انتظار ہے۔ مجھے یقین ہے
میں اعلیٰ نمبروں میں کامیاب ہوں گی۔ آپ کا بھید شکریہ کہ آپ کے نادلوں نے مجھ
سائنس پڑھنے اور چیلنج قبول کرنے کا حوصلہ بخشتا ہے۔

محترمہ قدسیہ نعمانی صاحبہ! مجھے آپ کا خط پڑھ کر بھید مرت ہوتی ہے بہت کم
واقعی اچھے سائنسدانوں کی اشد کی ضرورت ہے اور پھر عمران کی تمام کامیابیوں کا راز یہی ہے
ہے کہ وہ نہ صرف چیلنج قبول کرتا ہے بلکہ اس پر پورا اتر کر بھی دکھاتا ہے۔ میری دعا ہے
کہ آپ آئندہ زندگی میں بے شمار کامیابیاں حاصل کریں۔

ٹنڈوالہ دیار سندھ سے محمد شاکر قریشی لکھتے ہیں۔ آپ ایک مہینے میں صرف
ناول لکھتے ہیں جبکہ ہمارا دل کہتا ہے کہ ہر ماہ آپ کے کم از کم چار ناول تو ضرور پڑھیں کہ
جس طرح جوزف کا چھ پرتوں سے کوٹہ پورا نہیں ہوتا اسی طرح ہمارا بھی دو ناولوں سے
نشہ پورا نہیں ہوتا۔

محمد شاکر قریشی صاحب! آپ کے جذبات کی میں قدر کرتا ہوں۔ لیکن اس کی
ضمانت ہوگی کہ ہر ماہ چار ناول پڑھنے کے بعد آپ آٹھ کا مطالبہ نہ شروع کر دیں گے۔
گلشن راوی لاہور سے زہیر منیر صاحب لکھتے ہیں۔ جس طرح آپ نے کرکٹ کے
موضوع پر شاندار اور لازوال کہانی "فاؤل پلے" لکھی ہے اسی طرح اگر آپ بسنت کے
بارے میں بھی ایک کہانی لکھ دیں تو مزا آجائے جس میں عمران، سیکرٹ سروس اور جرمول
و میاں پتنگوں کا مقابلہ ہو۔ یا پھر عمران اور فریدی کے درمیان مقابلہ دکھا دیجیے۔ بھال لکھتے ہیں
زہیر منیر صاحب! فاؤل پلے کی پسندیدگی کا شکریہ! آپ کا مشورہ عمران تک پہنچ گیا ہے
اور آجکل وہ کاٹ دار دور کے پڑا نے سنوں کی چھان بین میں مصروف ہے جس سے
دعا کیجیے کہ اس مقابلے کے لئے کوئی چیلنج کرنے والا آجائے۔

والسلام۔ منظر کلیم ایم۔ اے

تاریکی میں ریگتی ہوتی کار گھنے درختوں کے
درمیان رک گئی۔ کار کے نہ صرف ہیڈ لیمپس بجھے ہوئے
بلکہ اس کے اندر اور باہر کی تمام چھوٹی روشنیاں
بند تھیں۔ حتیٰ کہ ڈیش بورڈ کے ساتھ کار کے
تمام میٹرز کی روشنیاں بھی بجھی ہوئی تھیں۔ اس لئے
کار بالکل اندھیرے کا ایک جزو بنی ہوئی تھی۔

"تم یہیں کھڑے دو گے فواد۔ میں اکیلا اندر جاؤں گا۔"
ہیڈ سیٹ پر بیٹھے ہوئے عمران نے ساتھ بیٹھے فواد
سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور پھر دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا۔
اس کے جسم پر بھی سیاہ رنگ کا لباس تھا۔ سامنے
دور درہ کو کھٹی تھی جس میں ڈاکٹر عمر ابوال نے مصری
نرجس کے مشہور محقق جان آرنلٹ کی رہائش گاہ بتائی

تھی۔ بظاہر جان آرنلٹ کی رہائش گاہ میں جانے والی موت کو ہارٹ اٹیک قرار دیا گیا۔ اور چونکہ ڈاکٹروں
 کوئی شک نہ تھی۔ لیکن دو باتیں عمران کو مشکوک کر گئی تھیں اس کے علاوہ اور کسی چیز پر نہ جاسکتی تھیں۔
 ایک تو جان آرنلٹ کا اچانک فوت ہو جانا۔ اور دوسری بات عبد المنان آفندی کی یہ بات کہ جان آرنلٹ کو ہی وجہ موت قرار دیا تھا۔ بہر حال عمران کے
 کا بیٹا آرگن بھی ڈان کے ساتھ شامل تھا اور اصل کتبہ بھی ایک نٹاشا کی اس طرح اچانک موت بھی مشکوک تھی۔
 اس نے ہی بینک لاکر سے نکالا تھا۔ اور اس کے بعد جان آرنلٹ کا اس طرح اچانک سیڑھیوں سے
 بعد وہ نظر نہ آ رہا تھا۔ جب کہ یہی بات ڈاکٹر عمر ابدال کی ہلاکت ہو جانا بھی اس کی نظروں میں مشکوک تھا۔ اُسے
 نے بتائی تھی کہ باپ کی وفات کے موقع پر بھی آرگن نے غلطی سے کہا کہ اسرائیل یقیناً اس ساری گیم کے پیچھے
 آیا تھا۔ چنانچہ انہی باتوں کے پیش نظر عمران سوچ رہے تھے۔ اور وہ جانتا تھا کہ اسرائیل جس گیم کے
 جان آرنلٹ کی رہائش گاہ کی تلاشی لینے کا فیصلہ کیا تھا۔ وہ دماغ کیا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اس نے فوری طور پر
 اُسے یقین تھا کہ ڈان نے آرگن سے کتبہ حاصل کر کے جان آرنلٹ کی رہائش گاہ کی تلاشی لینے کا فیصلہ کیا تھا۔ اُسے
 اُسے ختم کر دیا ہو گا۔ لیکن پھر ڈان اپنے ہیڈ کوارٹر میں تھا کہ اگر جان آرنلٹ کی موت کے پیچھے اسرائیلی ایجنٹوں
 سمیت ختم ہو گیا۔ اور کتبہ ڈان کی عورت نٹاشا لے کر کاہتہ ہو گا تو پھر یقیناً اس کی رہائش گاہ کئی بھی نگرانی کی جا
 سامنے آگئی۔ اور اس کے بعد نٹاشا کو بھی ختم کر دیا گیا ہو گی۔ اس لئے اس نے یہ طریقہ اختیار کیا تھا۔ کہ
 عمران نے نٹاشا کو مرنے کے بعد چیک کیا تھا۔ جو ڈاکٹر عمر ابدال کی رہائش گاہ سے نکل کر اپنی نگرانی کو
 بظاہر ساری علامات ہارٹ اٹیک کی تھیں۔ لیکن نٹاشا چیک کرتا ہوا فواد کی رہائش گاہ پر پہنچا اور پھر دماغ سے وہ
 کے ناخنوں کے رنگ نے ایک اور ہی کہانی سنائی تھی۔ فواد کو ساتھ لے کر یہاں آیا تھا۔
 گو عمران نے خاموشی اختیار کر لی تھی۔ لیکن اس کی تیز نظروں سے یہ بات چھپی نہ رہ سکی تھی کہ نٹاشا کو زبردست
 شاک کے ذریعے ختم کیا گیا ہے۔ اور یہ شاک کسی نامعلوم
 ریز کے ذریعے پہنچایا گیا ہے۔ جس کی وجہ سے

سیرج لائٹس کی طرح ادھر ادھر کا جائزہ لے رہی تھیں۔ لیکن اس کی پھٹی جس ابھی تک نہ جا چکی تھی۔ اس کا یہی مطلب ہو سکتا تھا کہ عمران کا خدشہ غلط ہے۔ کوٹھی کی نگہبانی نہ ہو رہی تھی۔ بہر حال عمران نے احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ اور دیوار کے ساتھ ساتھ چلتا ہوا وہ چند لمحوں بعد کوٹھی کے عقب میں پہنچ گیا۔ یہ پرانی سی کوٹھی تھی اور اس کی چار دیواری بھی کچھ زیادہ ادنیٰ نہ تھی۔ عقبی طرف کوٹھی مکمل اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھی۔ عمران چند لمحوں بعد ادھر ادھر کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر وہ اچھلا۔ اور دوسرے لمحے وہ دیوار کے اوپر سے ہوتا ہوا اندر کود گیا۔ دیوار کی جڑ میں وہ دبک گیا۔ وہ اپنے گرنے کے دھماکے کا رد عمل دیکھتا چاہتا تھا۔ خاص طور پر اُسے کتوں کی طرف سے خطرہ تھا۔ لیکن جب کچھ دیر تک کوئی رد عمل نہ ہوا تو وہ اٹھا اور سائیڈ سے ہوتا ہوا عمارت کے سامنے کے رخ پر آ گیا۔ یہاں برآمدے اور پورچ کا بلب جل رہا تھا۔ لیکن کوٹھی اندر اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھی۔ اور پھر عمران کو برآمدے کی سائیڈ میں ایک کمرے کی کھڑکیوں سے روشنی کی لکیریں باہر آتی دکھائی دیں تو وہ دبے پاؤں اس کھڑکی کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے ادبچا ہوا کہ کھڑکی کے شیشوں سے اندر جھانکا۔ اندر چونکہ پردے وغیرہ نہ تھے۔ اور زیمو کا بلب جل رہا تھا۔ اس نے اندر کا پورا منظر اس کے سامنے تھا۔ کمرے کے درمیان

ایک بیڈ پر ایک بوڑھا سا آدمی گہری نیند سو رہا تھا۔ اس نے ایک پرانا سا پیڈسٹل لگا رکھا تھا۔ جس کا شور عمران کو کمرے سے باہر بھی سنائی دے رہا تھا۔ اور عمران کے لبوں پر مسکراہٹ رنگ گئی۔ اب وہ سمجھ گیا تھا۔ کہ اس کے کونے کے دھماکے کی آواز نے اس بوڑھے کی نیند میں خلل کیوں نہیں ڈالا۔ وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھتا ہوا برآمدے میں آیا۔ اور پھر بڑی احتیاط سے اس نے سب سے پہلے کوٹھی کی پچلی منزل کا پینل ٹارچ سے جائزہ لیا۔ لیکن پچلا حصہ شاید مہان خانے کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ اس لئے وہاں سوائے فرنیچر کے اور کچھ نہ تھا۔ سیڑھیاں برآمدے کی دوسری سائیڈ سے اوپر جاتی دکھائی دے رہی تھیں۔ اور ان سیڑھیوں کی بنیاد چونکہ پکڑ دار تھی۔ اس لئے انہیں دیکھتے ہی عمران سمجھ گیا کہ جان آرٹسٹ کم از کم ان سیڑھیوں سے گر کر زخمی تو ضرور ہو سکتے ہیں۔ لیکن ان کی گردن کی ہڈی نہیں ٹوٹ سکتی۔ اگر سیڑھیاں بالکل افقی انداز میں بنی ہوتیں تب تو یہ سوچا جا سکتا تھا کہ اوپر سے گرنے کے بعد آدمی براہ راست سر کے بل نیچے آگے تا اور اس کی گردن کی ہڈی ٹوٹ جاتی۔ لیکن پکڑ دار سیڑھیوں پر گرنے کے بعد وہ کسی صورت بھی اس طرح نہ گر سکتا تھا کہ اس کی گردن کی ہڈی ٹوٹ جاتی۔ جب کہ ڈاکٹر عمر ابدال نے یہی بتایا تھا کہ جان آرٹسٹ نیچے

گھر گھر دن کی بڑی تڑوا بیٹھے تھے۔ عمران سیڑھیاں چڑھتا ہوا
 اوپر پہنچا۔ اوپر کی حالت بچلے حصے سے زیادہ خستہ تھی۔
 اور پھر ایک کمرے میں پہنچ کر عمران نے ایک طویل سانس
 لیا۔ کیونکہ اس کمرے میں موجود فرنیچر تباہ تھا کہ
 یہ کمرہ جان آرلٹ کے کام کرنے کا کمرہ ہے۔ کمرے
 میں ہر طرف پھیلی ہوئی پرانی کتاہیں۔ کاغذات۔
 اور قدیم مصری کتبے۔ مجھے سب کچھ دیکھ کر پہلی نظر میں
 ہی اندازہ ہو جاتا تھا کہ جان آرلٹ اس کمرے میں
 بیٹھتا ہوگا۔ عمران کو چونکہ اب تسلی ہو گئی تھی کہ کوکھی
 کی جگہ اتنی بھی نہیں کی جا رہی۔ اور کوکھی کے اندر بھی سوائے
 اس بوڑھے کے اور کوئی موجود نہ تھا۔ اس لئے عمران
 نے دروازہ بند کر کے لائٹ جلا دی۔ اور اس
 کے بعد اس نے پورے کمرے کی تلاشی کا آغاز کر دیا
 اُسے بظاہر تو کسی خاص چیز ملنے کی توقع نہ تھی اور جس
 طرح اس کوکھی کو خالی چھوڑ دیا گیا تھا۔ اس سے
 تو یہی ظاہر ہوتا تھا کہ یہاں سے کسی کام کی چیز ملنے کی
 توقع ہی عبث ہے۔ لیکن پھر بھی عمران ایک ایک کاغذ کو
 چیک کر رہا تھا۔ اس نے میز کی دراڑیں۔ الماریاں۔
 ان میں رکھی ہوئی کتاہیں۔ سب کچھ چیک کر لیا لیکن کوئی ایسی
 چیز اُسے نہ ملی جس سے وہ کسی خاص نتیجے تک پہنچ سکتا۔
 کہ جان آرلٹ کو کیوں قتل کیا گیا ہے۔ ایک اطمینان

کی تلاشی لیتے لیتے وہ اچانک چونک پڑا۔ الماری کا نچلا خانہ
 دیکھتے ہی اُسے ایک خیال آیا اور اس نے انتہائی
 تیزی سے ساری کتاہیں باہر نکالنی شروع کر دیں۔ اور پھر
 اس نے اس خانے کی سائیڈوں پر ہاتھ مارنا شروع کر دیا۔
 پھر اچانک ہلکی سی کھٹاک کی آواز ابھری اور بند خانہ درمیان
 سے اس طرح کھل گیا جیسے دروازے کے دوپٹ کھلتے
 ہیں۔ اور عمران کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ اندر ایک
 موٹی ٹی فائل رکھی ہوئی تھی۔ عمران نے فائل باہر نکالی۔ اور
 اُسے کھول کر دیکھنے لگا۔ لیکن دوسرے لمحے اس کا منہ
 بن گیا۔ کیونکہ فائل میں موجود کاغذات مصری آثار قدیمہ
 کے مختلف پہلوؤں پر جان آرلٹ کی آراء پر مبنی تھے۔ شاید
 جان آرلٹ کوئی کتاب لکھ رہا تھا۔ لیکن فائل کا آخری صفحہ
 کھولتے ہی عمران جُرمی طرح چونک پڑا۔ کیونکہ آخری
 صفحے کے بعد دو کاغذ تہہ کر کے رکھے ہوئے تھے۔
 عمران نے وہ کاغذ کھولے۔ اور پھر اُسے یوں محسوس ہوا
 جیسے یک لخت سورج اس کی کھوپڑی کے عین اوپر طلوع
 ہو گیا ہو۔ وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی تیز نظریں ان
 کاغذوں پر کسی مقناطیس کی طرح چمپی ہوئی تھیں۔ ایک کاغذ
 تو اسی کتبے کا فوٹو تھا جو کہ تناشا کے ذریعے ملا تھا۔ اور
 دوسرا کاغذ ایک نقشے پر مبنی تھا۔ لیکن وہ نقشہ جو
 منٹوم کے ذریعے ڈاکٹر عمر ابدال کے سیف سے عمران

نے حاصل کیا تھا۔ اور اس نقشے میں خاصا فرق تھا جو عمران کی باریک بین نظروں سے چھپا نہ رہ سکا تھا۔ عمران نے فائل واپس خانے میں رکھی۔ اُسے بند کیا۔ اور پھر کتابوں کو دوبارہ پھرنے لگا۔ وہ کسی کو یہ تاثر نہ دینا چاہتا تھا کہ یہاں کی کسی چیز کو پھیرا گیا ہے۔ اس کے بعد اس نے میز پر رکھا ہوا آئینی شیشہ اٹھایا۔ اور اس کی مدد سے اس کتبے اور نقشے کو غور سے دیکھنے لگا۔ دوسرے لمحے اس کے جسم میں سنسنی کی ایک تیز لہر دوڑتی چلی گئی۔ اس کے ذہن میں ڈاکٹر عمر ابدال والا کتبہ اور نقشہ بھی موجود تھا۔ یہ کتبہ بالکل وہی تھا۔ لیکن اس میں اور اس میں نہ صرت بناوٹ میں معمولی سا فرق تھا۔ لیکن نقشے میں یہ فرق واضح محسوس ہوتا تھا۔ لیکن عمران اس کتبے اور نقشے کو پڑھ نہ سکتا تھا۔ کیونکہ اُسے قدیم ترین مصری زبان پر اتنا عبور نہ تھا اور نہ ہی اس نے کبھی اس موضوع پر کوئی ریسرچ کی تھی۔ بس وہ بین الاقوامی رسائل میں پھیننے والے اس موضوع پر مختلف مضامین پڑھتا رہتا تھا۔ جس سے اُسے اس موضوع سے شدت پڑ تو ضرور تھی لیکن بہر حال وہ مہارت کا دعویٰ نہ کر سکتا تھا۔ لیکن اس کے باوجود فرق بہر حال موجود تھا جو اُسے بھی نظر آرہا تھا۔ اس نے دونوں کا غدتہ کہ کے جیب میں ڈالے اور پھر کمرے سے باہر آگیا۔ لائٹ اس نے بند کر دی۔ اور سیڑھیاں اتر کر بیچے آگیا۔

پیدل فین کا شور اُسی طرح سنائی دے رہا تھا۔ اور بوڑھا ملازم بھی اُسی طرح سو رہا تھا۔ عمران خاموشی سے پائیں باغ میں آیا اور چند لمحوں بعد وہ فواد کی کار تک پہنچ گیا تھا۔ "بڑی دیر لگا دی عمران صاحب۔ میں تو گھبرا گیا تھا۔" فواد نے کہا۔

"انتہائی اہم بات سامنے آئی ہے۔ فوراً واپس چلو۔" عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

اور فواد نے سر ہلاتے ہوئے کار کو واپس موڑ دیا۔ لائٹیں ویسے ہی بند تھیں۔ لیکن کچھ دور آگے جانے کے بعد اس نے لائٹیں جلانے کا کہا۔ اور فواد نے لائٹیں جلا دیں۔ کھوڑی دیر بعد وہ فواد کی رہائش گاہ پر پہنچ گئے تھے۔

"کیا سر کمال عبداللہ کے علاوہ یہاں کوئی ایسا ماہر ہے جو قدیم مصری زبان کو اچھی طرح سمجھ سکے۔" عمران نے پوچھا۔

"کسی ہو سکتے ہیں۔" فواد نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

"کوئی ایک بتاؤ۔ اور ایسا کہ اس کا تعلق سرکار سے نہ ہو۔" عمران نے کہا۔

"اوہ۔ ایسا تو کوئی میرے ذہن میں نہیں ہے۔ میں تو سوچ رہا تھا کہ یونیورسٹی کے پروفیسر ہو سکتے ہیں۔ لیکن

بہر حال وہ بھی حکومت کے ہی ملازم ہیں۔" — خداد نے

”اُدہ اُدہ — بہتہاری اس بات سے میرے ذہن میں ایک نئی بات آئی ہے۔ کھڑو میں بات کرتا ہوں۔“

عمران نے کہا۔ اور اس نے جلدی سے میز پر رکھا ہوا ٹیلی فون اپنی طرف کھسکایا اور رسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے ہی لگا تھا کہ پھر رسیور رکھ دیا۔

”کیا ہوا؟“ فواد نے چونک کر پوچھا۔

”کچھ نہیں۔ میں کلثوم سے بات کرنا چاہتا تھا لیکن پھر مجھے خیال آ گیا کہ اس وقت رات کو کسی لڑکی سے فون پر بات کرنا کچھ مناسب نہیں ہے۔ ٹھیک ہے صبح دیکھا جائے گا۔“ — عمران نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

”آپ یہیں رہیں گے یا“ — فواد نے بھی اٹھتے ہوئے کہا۔

ہوئے کہا۔ "یہ ہیں، یہ ہیں" — فواد نے بھی اٹھتے

”نہیں۔ میں ڈاکٹر عمر ابدال کی رہائش گاہ پر جاؤں گا۔ پہلے والے فوٹو اور نقشے دہیں ہیں۔ اور میں چاہتا ہوں کہ پہلے خود ان کا مکمل اور تفصیلی تجزیہ کر لوں۔“ — عمران نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

اور تھوڑی دیر بعد اس کی کار ایک بار پھر سڑک پر دوڑ رہی تھی۔ عمران ڈاکٹر عمر ابدال کی رہائش گاہ کے پائین باغ

میں ایک دروازے سے باہر آیا تھا۔ اس لئے اس کی
 داپھی بھی اسی دروازے سے ہوئی۔ اس دروازے کو
 شاید پہلے کبھی نہ کھولا گیا تھا۔ اس لئے اس کی
 طرف کسی کی توجہ نہ تھی اور پھر چونکہ یہ دروازہ گیسٹ روم بلاک
 کے قریب تھا اس لئے عمران کسی کی نظروں میں آئے بغیر
 اپنے کمرے میں پہنچ گیا۔ فیاض کے کمرے میں تاریکی
 تھی اس لئے عمران سمجھ گیا کہ وہ حسبِ عادت جلد ہی سو گیا
 ہوگا۔ عمران نے کمرے میں داخل ہو کر دروازہ اندر سے
 لاک کیا۔ اور پھر بریف کیس کی طرف بڑھ گیا۔ فوٹو اس
 میں موجود تھے۔ عمران نے جیب سے جان آزمٹ کے
 کمرے سے برآمد ہونے والے کاغذات نکالے۔ اور
 دونوں کو برابر رکھ کر اس نے ٹیبل لیپ جلا کر ان کا تجزیہ
 کرنا شروع کر دیا۔ ابھی وہ انہیں دیکھ ہی رہا تھا کہ
 دروازے پر دستک ہوئی۔ عمران بے اختیار چونک پڑا۔
 اس نے جلدی سے کاغذ لے کئے اور انہیں جیب
 میں ڈال کر دروازے کی طرف بڑھ آیا۔

کون ہے۔" — عمران نے سخت لہجے میں پوچھا۔
 میں کلثوم ہوں۔" — دروازے کے باہر سے
 کلثوم کی آواز آئی۔ اور عمران نے لاک کھول دیا۔
 "کیا تمہیں نیند نہیں آتی جو اتنی رات گئے منہ اٹھائے
 رہی آتی ہو۔" — عمران کا لہجہ خاصا سخت اور ناخوشگوار۔

تھا۔ اُسے کلثوم کا اس وقت اس کے کمرے میں آنا
خاصا ناگوار گمراہ تھا۔

”ڈیڈی واپس نہیں آئے عمران۔ میں بے حد پریشان
ہوں۔ میں پہلے بھی یہاں جکر لگا گئی ہوں۔ لیکن تم موجود نہ
تھے۔ اب لائٹ جلتی دیکھ کر میں آئی ہوں۔“
کلثوم نے انتہائی خوف زدہ اور سہمے ہوئے لہجے میں
کہا۔

”اُدھ ڈاکٹر عمر ابدال اب تک واپس نہیں آئے
کیا مطلب۔ کہاں گئے ہیں وہ۔“ عمران کلثوم کی
بات سن کر واقعی پریشان ہو گیا۔
اُسی لمحے دور سے پھاٹک کھلتے اور کسی کار کے اندر
آنے کی آواز سنائی دی۔

”اُدھ۔ شاید ڈیڈی آ گئے ہیں۔“ کلثوم نے
چونک کر مسرت بھرے لہجے میں کہا۔ اور پھر تیزی سے
واپس دوڑ گئی۔

عمران بھی تسلی کی غرض سے باہر کو چل پڑا۔ کیونکہ اگر
واقعی ڈاکٹر عمر ابدال واپس نہیں آئے تو جان آزمائش
کی طرح ان کی جان کو بھی خطرہ لاحق ہو سکتا تھا۔ لیکن
جب پورچ میں اُسے کار سے ڈاکٹر عمر ابدال اترتے نظر
آئے تو اس نے اطمینان کا ایک طویل سانس لیا۔ اور
واپس اپنے کمرے کی طرف مڑ گیا۔ ابھی کمرے

میں داخل ہو کر اس نے دروازہ بند ہی کیا تھا کہ اُسے باہر
سے قدموں کی آواز دروازے کی طرف آتی سنائی دی۔
وہ چونک کر رک گیا۔۔۔ قدموں کی آواز سے ہی وہ پہچان
کیا تھا کہ آنے والی کوئی عورت ہے۔

”عمران۔ عمران۔“ دوسرے لمحے دروازے کے
باہر سے کلثوم کی آواز سنائی دی اور عمران نے ایک طویل
سانس لیتے ہوئے دروازہ ایک بار پھر کھول دیا۔
”اب کیا بات ہو گئی۔“ عمران نے انتہائی سخت
لہجے میں کہا۔

”زیادہ غصہ مت دکھایا کر دیجھے۔ سمجھے۔ ڈیڈی کو ایک
کلب میں دیر ہو گئی تھی۔ اور اب وہ اپنی خواب گاہ میں
چلے گئے ہیں۔ کیونکہ انہیں صبح ایک ضروری کام کے
لئے سوینے جانا ہے۔“ کلثوم نے کمرے کے اندر
داخل ہوتے ہوئے غصیلے لہجے میں کہا۔

”پھر کیا تم اس لئے آئی ہو کہ میں تمہیں ٹائم پیس میں
الارم لگا کر دوں۔ تاکہ تمہارے ڈیڈی کو صبح اٹھنے میں
دیر نہ ہو جائے۔“ عمران نے کاٹ کھانے والے
لہجے میں کہا۔ وہ واقعی اس وقت کلثوم کی آمد پر ذہنی طور
پر بھلا گیا تھا۔

”آخر تم یہ کونین کیوں چبا رہے ہو۔ پہلے تو مجھے یہ بتاؤ
کہ تم کہاں غائب ہو گئے تھے۔ ایک بات۔ اور دوسری

بات یہ کہ تم نے فیاض سے ڈیڈی والے کاغذ کیوں لئے ہیں۔" کلثوم نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا اور عمران چونک پڑا۔

"فیاض سے لئے ہیں۔ کس نے کہا ہے۔" عمران نے کہا۔

"کسی نے کیا کہنا تھا۔ میں نے خود دیکھا ہے۔ تم ٹیبل لیپ کے نیچے وہ کاغذ اور ان کے فوٹو رکھے ہوئے تھے۔ یہ کھڑکی دیکھی ہے تم نے۔ اس کا پردہ ہٹا ہوا ہے۔ میں نے پہلے ہی سمجھا تھا کہ تم روشنی بند کرنا بھول کر سو گئے ہو۔ اور اس لئے میں نے ادھر سے دیکھا تھا۔" کلثوم نے کہا۔

اور عمران بے اختیار اپنے سر پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ اس سے واقعی جلدی میں حاکت ہو گئی تھی۔ اس لئے کھڑکی کی طرف توجہ ہی نہ کی تھی۔ اُسی لمحے عمران کے ذہن میں ایک خیال آیا تو وہ مسکرا دیا۔

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم یونیورسٹی کی بڑی عقلمند طالبہ ہو۔" عمران نے کہا۔

"تو کیا ہوا تم میری بات کا جواب دو۔ تم نے فیاض سے وہ کاغذ کیوں لئے ہیں۔ کیا تم نے صرف وہ کاغذ حاصل کرنے کے لئے مجھے چکر دیا تھا کہ ڈیڈی کی جان خطرے میں ہے۔" کلثوم نے سخت ہلچے میں کہا۔ اور عمران

ہنس پڑا۔
"یہ تو ایک اچھی بات ہے کہ عورتوں کو سمجھ دیر بعد آتی ہے۔ ورنہ مرد بے چاروں کی تو زندگی ہی تباہ ہو کر رہ جاتی۔"

عمران نے کہا۔
"ہوں۔ تو تم نے مجھے احمق بنایا تھا۔" کلثوم کا غصہ عروج پر آنے لگا۔

"سوری۔ میں کون ہوتا ہوں بنے بنائے کو بنانے والا۔ یہ سب اللہ میاں کے کام ہیں۔ بہر حال میری اس میں بدینتی شامل نہیں ہے اب چونکہ تم نے وہ کاغذ دیکھ لئے ہیں۔ اس لئے ظاہر ہے تم اب کسی صورت بھی مطمئن نہیں ہو گی۔ ٹھیک ہے۔ ادھر آؤ۔ میں تمہیں ایک خاص بات بتاؤں۔" عمران نے کہا۔ اور دوبارہ میز کی طرف بڑھ گیا۔ جس پر ٹیبل لیپ جل رہا تھا۔ کلثوم خاموشی سے اس کے پیچھے آئے گی۔

عمران نے جیب سے وہ دونوں کاغذ نکالے۔ اور انہیں ٹیبل لیپ کے نیچے رکھ دیا۔
"اب دیکھو انہیں اور مجھے بتاؤ۔ کہ کیا یہ دونوں ایک ہیں۔" عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ اور کلثوم کاغذوں پر جھک گئی۔ حالانکہ عمران کو معلوم تھا کہ کمرے کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ لیکن اس نے جان بوجھ کر اس سے بند نہ کیا تھا۔ کیونکہ رات کے وقت ایک لڑکی کی اس کے کمرے میں موجودگی

کے دوران دروازہ بند کرنا وہ اچھا نہ سمجھتا تھا۔ حالانکہ گواہی کوئی بات نہ تھی لیکن پھر بھی عمران کی بہر حال یہ اپنی سوچ تھی۔
 "ادہ ادہ۔۔۔ ان دونوں نقشوں میں تو زمین آسمان کا فرق ہے۔ کیا مطلب۔ یہ فرق کیسے پیدا ہوا۔"

چند لمحوں بعد کلثوم کی آواز سنائی دی۔ اور عمران مسکرا دیا۔
 اب اُسے کلثوم کی ذہانت پر یقین آ گیا تھا۔

"اور کتبے کے فوٹوؤں میں تمہیں کوئی فرق نظر نہیں آیا۔
 عمران نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔"

"کتبے تو بالکل ایک ہیں۔ ان میں تو مجھے معمولی سا فرق بھی نظر نہیں آیا۔ اور ظاہر ہے انہیں ایک ہونا بھی چاہیے۔ ان میں فرق ہوتا تو ڈیڑی کو بھی پتہ چل جاتا۔ لیکن نقشوں میں بہر حال واضح فرق ہے۔" کلثوم نے جواب دیا۔
 اور عمران ایک بار پھر مسکرا دیا۔

"اطمینان سے بیٹھ جاؤ۔ تم نے مجھے بتایا تھا کہ یہ تمہارا خاص موضوع ہے۔ اس لئے مجھے بتاؤ کہ یہ فرق کس طرح پیدا ہوا۔ اور ان میں اصل کون سا ہے اور جس میں فرق پیدا کیا گیا ہے وہ کون سا ہے۔" عمران نے کرسی گھسیٹ کر اُسے دیتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی دوسری کرسی گھسیٹ کر وہ بیٹھ گیا۔

"اب میں اتنی بھی ماہر نہیں ہوں۔ بہر حال طالب علم ہوں۔ البتہ شاید ڈیڑی بتا سکیں۔ وہ خاصے ماہر ہیں اس موضوع

میں۔" کلثوم نے کہا۔
 "ارے نہیں۔ کسی بھی سرکاری آدمی کے علم میں یہ بات آتے ہی اس آدمی کی جان کو خطرہ لاحق ہو جائے گا۔ چاہے وہ سر کمال عبد اللہ ہی کیوں نہ ہوں۔"

عمران نے کہا۔
 "مجھے تفصیل بتاؤ۔ یہ دونوں تمہیں کیسے ملے کہاں سے ملے۔" کلثوم نے کہا۔

"یہ کاغذ میں نے جان آرٹلٹ کے کمرے کی ایک خفیہ دراز سے حاصل کئے ہیں۔ اور یہ ان کاغذوں کے فوٹو ہیں جو تم نے اپنے ڈیڑی کی خواب گاہ سے لاکر دیئے ہیں۔ تمہارے ڈیڑی اسے اصل بتا رہے ہیں اور ان کے مطابق سر کمال عبد اللہ نے بھی اسے اصل بتایا ہے۔ لیکن میرا خیال ہے۔ اصل یہ جان آرٹلٹ والے کاغذ ہیں۔ اب میری بات غور سے سنو۔

جہاں تک میرا اندازہ ہے مہرری حکومت کو ایک خاص چکر دے کر مطمئن کیا گیا ہے۔ اصل کتبہ ڈاکٹر عمر ابدال کے دفتر سے اٹایا گیا ہے۔ اور پھر جان آرٹلٹ سے اس کے مطابق نقشہ تیار کرایا گیا ہے۔ جان آرٹلٹ چونکہ ایک محقق ہیں اس لئے انہوں نے اپنے طور پر اس کے فوٹو بغیر کسی کو بتائے اپنے پاس رکھ دیئے۔ اس کے بعد اصل کتبے میں ایسی ترامیم کر دی گئیں کہ جو بظاہر

اصل معلوم ہوں۔ لیکن اس سے نقشے میں فرق پڑ جائے۔ اور پھر ان ترمیم سمیت کتبہ کو نٹاشا کے ذریعے یہاں پہنچایا گیا۔ اور بعد ازاں کسی ذریعے سے نٹاشا کو بھی ختم کر دیا گیا۔ ادھر جان آرنلٹ کو بھی ختم کر دیا گیا تاکہ وہ اصل اور ترمیم شدہ میں فرق نہ محسوس کر سکیں۔ اور جہاں تک میرا آئیڈیا ہے انہیں شاید یہ معلوم ہے کہ مہتاب نے ڈیڈمی نے صرف یہ کتبہ دیکھا ضرور تھا لیکن اس پر کام نہ کیا تھا اس لئے ان کی جان نہیں لی گئی۔ بہر حال یہ سارا کام کرنے والوں کے مطابق نتیجہ برآمد ہوا۔ اور اس کتبے میں موجود ترمیم کا کسی کو پتہ نہ چل سکا۔ اور اسے اصل قرار دے کر اس کے مطابق اصل مدفون مقبرے کا نقشہ تیار کر لیا گیا۔ گو یہ نقشہ خاص تکنیکی قسم کا ہے۔ لیکن اس کے باوجود مجھے یقین ہے کہ ان دونوں میں جو فرق مجھے نظر آ رہا ہے اس کے مطابق اصل مدفون مقبرہ ڈاکٹر غمراہ ابدال کے تیار کردہ نقشے سے یقیناً بہت دور ہوگا۔ اس طرح مصری حکومت ترمیم شدہ کتبے سے بنے ہوئے نقشے پر سرکھپاتی رہے گی۔ جب کہ اصل مدفون مقبرہ مجرم تلاش کر کے آسانی سے اس میں موجود ہر چیز حاصل کر لیں گے۔ عمران نے کہا اور کلثوم کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی گئیں

"ادہ ادہ۔۔۔ اس قدر گہری سازش۔ یہ کون لوگ

ہیں۔ میں تو سوچ بھی نہیں سکتی کہ اس قدر گہری سازش بھی ہو سکتی ہے۔ اگر ایسی بات ہے تو ہمیں فوراً اس بات کی اطلاع ڈیڈمی کو دینی چاہیے تاکہ وہ مجرموں کو ان کے مقصد میں کامیاب نہ ہونے دیں۔" کلثوم نے کہا۔

"جان آرنلٹ۔ نٹاشا۔ ڈان۔ اور اس کے ہیڈ کوارٹر کی تباہی۔ یہ سب کچھ تمہیں بھول گیا ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے کہ جو مجرم اس قدر گہرا کھیل کھیل سکتے ہیں۔ وہ اتنی آسانی سے اس سارے کھیل کو اپنے ہاتھ سے نکلنے دیں گے۔ تمہاری بات کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ فوری طور پر تمہارے ڈیڈمی کا خاتمہ کر دیں گے۔ اور ہو سکتا ہے انہیں نیک پڑ جائے کہ میں اور تم بھی اس میں ملوث ہیں تو ہم پر بھی کسی اندھیرے کوٹنے سے گولیوں کی بارش ہو جائے۔" عمران نے کہا اور کلثوم کا چہرہ نہ صرف خوف سے زرد پڑ گیا بلکہ اس کا جسم بھی بڑی طرح کانپنے لگا۔

"ادہ ہاں۔۔۔ تمہاری بات درست ہے۔ میرا تو اس طرف خیال ہی نہ گیا تھا۔ لیکن اب ہو گا کیا۔ کیا وہ یہ نادر ذخیرہ لے جائیں گے اور کوئی کچھ نہ کر سکے گا۔" کلثوم نے کہا۔

"نہیں۔۔۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ اگر مجھے کوئی ایسا آدمی مل

جائے جو مجھے ان دونوں نقشوں کے بارے میں ضروری
 تکنیکی باتیں سمجھا سکے تو میں ان مجرموں کو عین موقع پر پکڑا
 سکتا ہوں۔ جب تک یہ مجرم نہ ننگے ہاتھوں نہ پکڑے
 جائیں گے خطرہ بہر حال تلوار کی طرح مہارے ڈیڑھی
 کے سر پر لگتا رہے گا۔" عمران نے کہا۔
 اور کلثوم اس بار بڑی عقیدت بھری نظروں سے
 عمران کو دیکھنے لگی۔
 "تو کیا تم یہ سارا خطرہ صرف ڈیڑھی کی جان بچانے کے
 لئے مول لے رہے ہو۔" کلثوم نے یقین نہ آنے
 والے لہجے میں کہا۔
 "اور مجھے کیا تکلیف ہے۔ میرا ان نوادرات سے کیا
 تعلق ہے۔ مصری حکومت جانے۔ مجرم جانیں۔ نوادرات
 کی چوریاں اور سمگلنگ تو ہمیشہ سے ہوتی چلی آئی ہے۔
 اور ہمیشہ ہوتی رہے گی۔ میں تو صرف یہ چاہتا ہوں
 کہ انکل کی زندہ گی محفوظ ہو جائے۔" عمران نے
 منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔
 "ادہ۔ تم حقیقتاً ایک عظیم انسان ہو۔ میں ہی احمق ہوں۔
 جو تمہیں غلط سمجھی ہوں۔ تم تو پوچھا کئے جانے کے لائق
 ہو۔" کلثوم نے واقعی انتہائی عقیدت بھرے لہجے
 میں کہا۔
 "ابھی میں مرا نہیں ہوں زندہ ہوں۔ اس لئے پوچھا وغیرہ

سما پر وگرام توفی الحال ملتوی کر دو۔ باقی اگر تمہیں کسی ایسے
 آدمی کے بارے میں معلوم ہو جو اس سلسلے میں میری
 مکمل رہنمائی کر سکے تو ٹھیک ورنہ ابھی بچیوں کی طرح جا کر
 اطمینان سے سو جاؤ۔ اور اچھی اور نیک پرہیزگار کی طرف
 سے تحفہ ملنے کا خواب دیکھو۔" عمران نے مسکراتے
 ہوئے کہا۔ اور اس بار کلثوم بھی ہنس پڑی۔

"پروفیسر طوبی اس مضمون کے ماہر ہیں وہ ہماری یونیورسٹی
 کے اس شعبے کے ہیڈ ہیں۔ اور انتہائی محب وطن اور
 انتہائی اچھے آدمی ہیں۔ ان کی کوشش بھی یہاں سے
 فریب ہی ہے۔ وہ یقیناً اس بارے میں ہماری مکمل
 رہنمائی کریں گے۔ ٹھہرو۔ میں انہیں فون کر لیتی ہوں۔"
 کلثوم نے کہا۔

"ارے اس وقت۔۔۔ پتہ ہے کیا وقت ہوا
 ہے۔" عمران نے چونک کر کہا۔
 "وہ کم سوتے ہیں۔ ان کا زیادہ وقت مطالعے میں

گزرتا ہے۔ اکیلے رہتے ہیں۔ ملازم بھی انہوں نے
 نہیں رکھا ہوا۔ اور ابھی آدھی رات بھی نہیں ہوئی۔"
 کلثوم نے کہا۔ اور تیزی سے ایک سائیڈ پر ر کھے
 ہوئے فون کی طرف بڑھ گئی۔ یہ ایکسٹینشن تھا۔ اس نے
 رسیور اٹھایا اور تیزی سے منبر ڈائل کرنے شروع
 کر دیئے۔

"یس" فوراً ہی دوسری طرف سے رسیور اٹھایا گیا۔

"میں کلثوم عمر ابدال بول رہی ہوں سر" کلثوم نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"ادہ کلثوم بیٹی۔ خیریت۔ اس وقت کیسے فون کیا" دوسری طرف سے حیرت بھرے لہجے میں کہا گیا۔

"سر ایک علمی مسئلہ ہے۔ میرے ایک مہمان پاکستانیہ سے آئے ہیں۔ ان کے ساتھ بات چیت میں یہ مسئلہ سامنے آیا ہے۔ اور آپ میری عادت جانتے ہیں کہ مجھے انتہائی بے چینی لاحق ہو جاتی ہے" کلثوم نے کہا۔

اور دوسری طرف سے پروفیسر طوبی کے بے اختیار ہنسنے کی آواز سنائی دی۔

"علم کے حصول میں یہ بے چینی ایک نعمت خدا داد سے کم نہیں ہے کلثوم بیٹی۔ بہر حال مسئلہ کیا ہے" پروفیسر طوبی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"سر۔ فون پر بتانے دالی نہیں ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں اور میرا مہمان آپ کے پاس آ جائیں۔ سر اگر آپ کو تکلیف نہ ہو" کلثوم نے کہا۔ "تکلیف کیسی بیٹی۔ علم کے لئے تو میں نے اپنی

پوری زندگی وقف کر رکھی ہے۔ آج آؤ۔ میں منتظر ہوں" دوسری طرف سے کہا گیا۔ اور کلثوم نے شکریہ ادا کرتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔

"آؤ۔ ابھی یہ مسئلہ حل ہو جائے گا" کلثوم نے ناسمجھ انداز میں کہا اور کمرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"یہ پروفیسر طوبی خاتون ہیں یا مرد۔ آواز تو مردوں دالی ہے۔ لیکن یہ طوبی کہیں طیبہ ٹائپ نام تو نہیں ہے" عمران نے بھی اٹھتے ہوئے مسکرا کر کہا اور کلثوم ہنسنے لگا۔

مارکس مینس بیٹی۔ "ارے نہیں۔ ان کا نام سید عبدالواحد طوبی ہے۔

لیکن سب انہیں پروفیسر طوبی ہی کہتے ہیں" کلثوم نے کمرے سے باہر آتے ہوئے کہا۔ اور عمران نے سر ہلا دیا۔ پھر عمران اُسے پائیں باغ کے دروازے سے ہی باہر لے آیا۔ اس نے صرف اتنا کہا تھا کہ کہیں مجرم صدر دروازے کی نگہبانی نہ کر رہے ہوں اور کلثوم نے سر ہلا دیا۔

آدمی سے پچاس لاکھ مصری پاؤنڈز میں ایک سو دا
 کہا ہے کہ شعبہ اباہ کے افراد ایک ہفتے تک صحرا کی
 اپنی مخصوص پٹی میں داخل نہ ہوں گے۔" — علی جان
 نے کہا۔

"اوہ — تمہیں کیسے اطلاع ملی" — فواد نے
 بڑی طرح چوہکتے ہوئے پوچھا۔

"پتہ اس طرح چلا باس کہ اس ڈائریکٹر جنرل نیاطی
 کی بیٹی میری دوست ہے۔ آج رات کلب میں جب
 اس سے ملاقات ہوئی تو وہ بے حد خوش نظر آرہی
 تھی۔ اس کے ڈیڈی نے اُسے سپورٹس کار
 کی خریداری کے لئے دس لاکھ مصری پاؤنڈز دیتے
 ہیں۔ وہ کل یہ کار خرید رہی ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے
 وہ سپورٹس کار کا ذکر انتہائی حسرت سے کیا کرتی تھی۔
 اس پر میں چونک پڑا کہ اس کے ڈیڈی کے پاس
 یہ رقم نقد کہاں سے آگئی — مزید ٹیٹو لئے پر اس
 نے بتایا کہ آج صبح ایک آدمی ان کی رہائش گاہ پر آیا۔
 "غیر ملکی تھا اور ڈیڈی اُسے اپنے خاص کمرے میں
 لے گئے۔" — حالانکہ اس کے ڈیڈی کسی کو بھی
 اپنے خاص کمرے میں نہیں لے جاتے۔ حتیٰ کہ گھر والوں
 کو بھی وہاں جانے کی اجازت نہیں ہوتی۔ اس پر وہ
 کوئی — اور پھر اس نے فطری جس سے مجبور

فواد عمران کو چھوڑ کر واپس جیسے ہی اپنی رہائش
 گاہ پر پہنچا۔ ملازم نے اُسے مخصوص فون کی اطلاع دی
 اور فواد تیزی سے تہہ خانے میں پہنچ گیا۔

"یس — ایو بی سپیکنگ" — فواد نے
 سرخ رنگ کے فون کارسیور اٹھاتے ہوئے کہا۔
 "علی جان بول رہا ہوں باس" — دوسری طرف
 سے اس کے خصوصی اسسٹنٹ کی آواز سنائی دی۔
 "یس — کیا بات ہے۔ کیوں کال کی ہے"
 فواد نے سخت لہجے میں کہا۔

"باس۔ مجھے ایک اطلاع ملی ہے۔ میں نے سوچا
 کہ شاید آپ کے لئے یہ اطلاع مفید رہے۔ مصری
 حکومت کے شعبہ اباہ کے ڈائریکٹر جنرل نے ایک

پہنچ گیا۔ فواد نے کار جیسے ہی کلب کے سامنے والے دروازے کے قریب روکی برآمدے میں موجود ایک نوجوان تیزی سے آگے بڑھا۔ اور دروازہ کھول کر سائڈ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ یہ ایک خوب صورت اور سمارٹ مصری نوجوان تھا۔ اس کے بیٹھتے ہی فواد نے کار آگے بڑھا دی۔

"کیا تم نے اس غیر ملکی کا حلیہ معلوم کیا تھا شمامہ سے" فواد نے پوچھا۔

"نہیں باس۔ میں نے اس کی ضرورت ہی نہیں سمجھی ویسے بھی اگر میں پوچھتا تو وہ مشکوک ہو جاتی"۔ نوجوان نے جو علی جان تھا شرمندہ سے ہلچے میں کہا۔

"یہ شمامہ اب گھر پر ہی ہو گی"۔ فواد نے کار ایک سائڈ پر روکتے ہوئے پوچھا۔

"ابھی شاید گھر نہ پہنچی ہو۔ مجھے کہہ رہی تھی کہ اس کی ایک سہیلی کے گھر پر فکشن ہے۔ وہ بس اس سے مل کر پھر گھر جائے گی"۔ علی جان نے کہا۔

"ہو نہ ہو"۔ فواد نے کہا۔ اور کار ایک بار پھر آگے بڑھا دی۔ چند لمحوں بعد ہی اس نے کار ایک پبلک فون بوٹھ کے سامنے روک دی۔

"مہتمن شمامہ کے گھر کا نمبر تو یقیناً معلوم ہو گا" فواد نے کہا۔

"بیس باس۔ بلکہ مجھے تو اس کی اس سہیلی کے گھر کا نمبر بھی معلوم ہے جہاں وہ گئی ہے۔ وہ میری دوست ہے"۔ علی جان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ قاپرہ کی ساری لڑکیاں تمہاری دوست کیسے بن جاتی ہیں۔ کیا کوئی خاص راز ہے"۔ فواد نے کار سے نیچے اترتے ہوئے نہیں کر کہا۔

"راز کیا ہوتا ہے باس۔ بس عورتوں کی ایک مخصوص نفسیات ہے۔ احمقانہ حد تک ان کی تعریف کئے جاؤ۔

ایسی تعریف کہ چاہے وہ بظاہر کتنی ہی احمقانہ کیوں نہ لگتی ہو۔ لیکن اس لڑکی کو یہ احمقانہ نہ لگے گی۔ چاہے اس کی شکل پر بارہ ہی کیوں نہ بچ رہے ہوں لیکن اُسے حسینہ عالم کہہ دو تو وہ خوش ہو جائے گی"۔

علی جان نے بھی کار سے اتر کر کہتے ہوئے کہا۔

"اچھا تم پہلے دماغ فون کرو جہاں شمامہ گئی ہے۔ اور معلوم کرو کہ شمامہ دماغ موجود بنے یا نہیں"۔ فواد نے فون بوٹھ میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

اور علی جان سہلے ہاتھ آگے بڑھا۔ اور پھر تھوڑی دیر بعد اس نے معلوم کر لیا کہ شمامہ ابھی تک وہیں ہے۔

"اب تم نے ایسا کرنا ہے کہ شمامہ کو دماغ سے لے کر کم از کم ایک گھنٹے تک روکے رکھنا ہے۔ میں اس دوران اس احمد تو صی کو اس کی رہائش گاہ سے باہر نکالنے

کی کوشش کرتا ہوں" — فواد نے کہا۔

"کیا مطلب — میں سمجھا نہیں پاس" — علی جان نے موٹی سی بھنوں اچکاتے ہوئے کہا۔

"میں احمد قوصی کو کہوں گا کہ شمامہ کی جان خطرے میں ہے ایسی بات کروں گا کہ وہ بوکھلا کر باہر آ جائے گا۔ لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ شمامہ اس وقت تک گھر نہ پہنچے اور نہ ہی اس سہیلی کے پاس ہو — کیونکہ ہو سکتا ہے کہ احمد قوصی باہر آنے سے پہلے وہاں فون کرے۔ اسے پروگرام کا علم بھی تو ہو سکتا ہے" — فواد نے کہا۔

"ٹھیک ہے پاس۔ پھر آپ مجھے واپس کلب چھوڑ دیں۔ میری کار وہاں موجود ہے۔ میں آپ کو ٹرانسمیٹر پر اشارہ دوں گا۔ اس کے بعد آپ اپنے پروگرام پر عمل شروع کر دیں۔ میں ایک گھنٹہ اسے آسانی سے روک لوں گا" — علی جان نے کہا۔

"اتنا کافی ہے" — فواد نے بوکھ سے باہر آتے ہوئے کہا۔

"آپ کا آگے کیا پروگرام ہوگا" — واپس کاریں بیٹھے ہوئے علی جان نے کہا۔

"بس پچھ گچھ کروں گا۔ لیکن تم نے وہ بارہ پچھ میں نہیں آنا ورنہ وہ مشکوک ہو جائے گی۔ میں تو میک اپ میں ہوں۔ اس لئے میری بات اور ہے" — فواد نے کار کو بیک کرتے

ہوئے کہا۔ اور علی جان نے سر ہلا دیا۔

فواد نے اسے واپس کلب ڈراپ کیا اور پھر کار لے کر اسی فون بوکھ کے قریب پہنچ گیا۔ پھر تقریباً بیس پچیس منٹ بعد کاریں نصب ٹرانسمیٹر میں ٹوں ٹوں کی آوازیں سنائی دیں۔ اور پھر خاموشی طاری ہو گئی — یہ علی جان کی طرف سے مخصوص کاشن تھا۔ اس لئے فواد کار سے اتر ا اور فون بوکھ میں داخل ہو گیا۔ اس نے چونکہ علی جان سے احمد قوصی کے گھر کا نمبر معلوم کر لیا تھا۔ اس لئے اسے نمبر یاد تھے۔ اس نے نمبر دکھائے۔

"یس" — دوسری طرف سے کسی ملازم کی آواز سنائی دی۔

"احمد قوصی سے بات کراؤ" — فواد نے ہلچے کو انتہائی کرخت بناتے ہوئے کہا۔

"کون بول رہا ہے۔ میں احمد قوصی ہوں" — دوسری طرف سے بولنے والے کے ہلچے میں حیرت تھی۔

"احمد قوصی۔ تم نے معاہدے کی خلاف ورزی کی ہے" — فواد نے جان بوجھ کر ہلچے کو اور زیادہ کرخت بناتے ہوئے کہا۔

"کیا — کیا کہہ رہے ہو۔ کیسا معاہدہ۔ کون بات کر رہا ہے" — احمد قوصی کے ہلچے میں شدید حیرت تھی۔

"جو تمہیں سچاس لاکھ مصری پاؤنڈز دے سکتا ہے۔ وہ

متہاری ایک ایک حرکت سے بھی آشنا ہو سکتا ہے احمد قوسی اور معاہدے کی خلاف ورزی کر کے تم نے اپنی موت کو یقینی بنا لیا ہے۔" فواد کے لہجے میں غراہٹ تھی۔
 "اوہ۔۔۔ مگر میں نے تو معاہدے کی کوئی خلاف ورزی نہیں کی۔ تم آرنلڈ تو نہیں ہو۔ کون ہو تم۔" احمد قوسی کے لہجے میں بوکھلاہٹ تھی۔

"آرنلڈ تو ایک مہرہ تھا۔ مسٹر احمد قوسی۔ اُسے چھوڑو۔ تم نے اپنی بیٹی کو دس لاکھ مصری پاؤنڈز دیئے ہیں۔ سپورٹس کار خریدنے کے لئے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا ہے کہ تم نے کس لئے یہ معاہدہ کیا ہے۔ حالانکہ تمہیں کہا گیا تھا کہ اس معاہدے کی بھینک بھی کسی کے کانوں میں نہ پڑے۔" فواد نے تیز لہجے میں کہا۔

"اوہ۔۔۔ لیکن آپ کو کیسے معلوم ہو گیا کہ میں نے اپنی بیٹی کو دس لاکھ مصری پاؤنڈز دیئے ہیں۔ لیکن اس سے معاہدے کی خلاف ورزی کیسے ہو گئی۔ آخر میں نے رقم کو خرچ تو کرنا ہی ہے۔۔۔ باقی کیسا معاہدہ ہوا ہے۔ یہ اُسے کیسے معلوم ہو سکتا ہے۔" احمد قوسی نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اُسے معلوم ہے کہ یہ معاہدہ صحرا کی ایک پٹی کے لئے ہوا ہے۔ جہاں تم ایک ہفتے تک ابا بے کے کسی آدمی کو داخل نہ کرو گے۔" فواد نے کہا۔

"ہرگز نہیں۔ یہ غلط ہے۔ یہ بات سوائے میرے اب میں کسی کو بھی معلوم نہیں ہے۔ اور ابھی تو میں نے دفتر میں بھی ہدایات نہیں دیں کہ صارفین داخلہ بند ہے۔ اُسے کیسے معلوم ہو سکتا ہے۔ آپ کو بالکل غلط اطلاع ملی ہے۔" احمد قوسی نے جوش میں کہہ دیا اور فواد کے لبوں پر کامیابی کی مسکراہٹ بکھر گئی۔
 "تمہیں مکمل یقین ہے کہ اُسے معلوم نہیں ہے۔"

فواد نے کہا۔ "ابا بے میں قسم کھا سکتا ہوں۔" احمد قوسی نے فوراً جواب دیا۔

"او۔۔۔ کے۔ میں بھی صرف یہی معلوم کرنا چاہتا تھا۔ کیونکہ اس نے دس لاکھ مصری پاؤنڈز کی بات کس جگہ کی ہے۔ اس پر ہم چونک پڑے کہ کہیں اُسے اصل مشن کی اطلاع تو نہیں مل گئی۔" فواد نے جان بوجھ کر بات کو سیٹھتے ہوئے کہا۔ کیونکہ اس کا مقصد پورا ہو چکا تھا۔

"جی نہیں۔ آپ قطعاً بے فکر رہیں۔ معاہدہ راز بھی رہے گا اور ہر صورت میں پورا بھی ہو گا۔ کل میں دفتر میں باقاعدہ آرڈرز کر دوں گا کہ ایک ہفتے تک صارفین کی بیٹی میں ابا بے کا کوئی فرد داخل نہ ہو گا۔" میں اسے سرکاری طور پر ریڈ لائن ایڈیا قرار دے دوں گا۔" احمد قوسی نے اس بار مطمئن لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اد۔ کے" — فواد نے کہا اور سیور رکھ کر وہ تیزی سے مڑا اور واپس کار میں آکر بیٹھ گیا۔ کار اس نے تیزی سے آگے بڑھا دی۔ وہ جلد از جلد اس بوٹے سے دور ہو جانا چاہتا تھا — کافی دور جا کر اس نے کار ایک سائیڈ میں روکی اور پھر کار میں فٹ ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کر دیا۔ ٹرانسمیٹر سے ہلکی سی ٹوں ٹوں کی آوازیں بلند ہوئیں اور اس کے ساتھ ہی فواد نے ٹرانسمیٹر دوبارہ آف کر دیا۔ وہ صرف علی جان کو اشارہ دینا چاہتا تھا کہ مشن مکمل ہو گیا ہے۔ وہ اب شتامہ کو فارغ کر دے — اس کے بعد وہ سیدھا اپنی رہائش گاہ پر واپس آ گیا۔ اب اُسے اس آرڈنڈ کی تلاش تھی تاکہ اس کے ذریعے یہ معلوم کیا جاسکے کہ صمدار کی بیٹی کو کیوں ریڈ لائن ایمریا قرار دلایا جا رہا ہے۔ آرڈنڈ کا نام بتا رہا تھا کہ وہ غیر ملکی ہے لیکن وہ کون ہو سکتا ہے اور اس کا تعلق کس پارٹی سے ہے۔ اس کے بارے میں اُسے علم نہ تھا۔ وہ اپنے مخصوص کمرے میں بیٹھا آرڈنڈ کے بارے میں مغز کھینچی کرتا رہا۔ وہ اپنی یادداشت پر مسلسل زور ڈال رہا تھا کہ شاید اس نام کے کسی غیر ملکی کو اگر وہ جانتا ہو تو اُسے چیک کر سکے۔ لیکن جب کافی دیر تک اُسے اس بارے میں کچھ یاد نہ آیا تو اس نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے ٹرانسمیٹر پر فریکوئنسی سیٹ کی اور پھر بٹن دبا دیا۔ ٹرانسمیٹر سے

مخصوص آواز نکلنے لگی۔

"ہیلو ہیلو — ایوبی کا لنگ علی جان ادور"

فواد نے بار بار یہی فقرہ دہرانا شروع کر دیا۔

"یس۔ علی جان انڈنگ ادور" — تھوڑی دیر

بعد دوسری طرف سے علی جان کی آواز سنائی دی۔

"شتامہ کو فارغ کر دیا تم نے ادور" — فواد

نے پوچھا۔

"یس ہنس — آپ کا کاشن ملتے ہی میں نے

اُسے ڈراپ کر دیا تھا۔ کیا احمد قومی باہر آ گیا تھا ادور"

علی جان نے پوچھا۔

"اس کی ضرورت ہی نہیں پڑی۔ میں نے غیر ملکی لہجے

میں بات کی تو چتہ چل گیا کہ یہ معاہدہ صمدار کی بیٹی کے لئے

کہا گیا ہے۔ اور کوئی آرڈنڈ نامی شخص نے احمد قومی

سے مل کر معاہدہ کیا ہے ادور" — فواد نے

جواب دیا۔

"صمدار کی بیٹی تو ریگستان میں کافی اندر ہے باس

ادور" — علی جان نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ اب میں آرڈنڈ کو تلاش کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن چونکہ

اس کے متعلق کسی قسم کے کوائف معلوم نہیں ہیں اس

لئے پریشانی ہو رہی ہے ادور" — فواد نے کہا۔

"— یہاں مصر میں لاکھوں کی تعداد میں غیر ملکی

موجود ہیں۔ اس لئے صرف نام سے تو معلوم نہیں کیا جاسکتا۔ اور دوسری بات یہ بھی کہ ہو سکتا ہے کہ نام بھی فرضی ہو۔ اس لئے میرا خیال ہے کہ ہمیں صمد اکلی پٹی کو چیک کرنا چاہیے۔ تاکہ یہ معلوم کیا جاسکے کہ اس قدر خطرہ رقم صمد اکلی پٹی میں سرکاری آدمیوں کے داخل نہ ہونے کی غرض سے کیوں دی گئی ہے۔ اور وہ بھی صرف ایک ہفتے کے لئے دہاں یقیناً کوئی ایسا کام کیا جانا ہو گا جو مصر کے مفاد میں نہ ہو گا اور۔۔۔۔۔ علی جان نے کہا۔

"بالکل ٹھیک۔ علی جان تم نے واقعی انتہائی ذہانت سے کام لیتے ہوئے تجزیہ کیا ہے۔ ہمیں واقعی آرٹلڈ کے پیچھے وقت ضائع کرنے کی بجائے صمد اکلی پٹی کو خفیہ طور پر چیک کرنا چاہیے۔ لیکن جو تنظیم سرکاری آدمیوں کے داخلے کی بندش کے لئے اس قدر خطرہ رقم خرچ کر رہی ہے۔ وہ شاید ہمارا بھی دہاں داخلہ پسند نہ کرے۔۔۔۔۔ اس لئے ہمیں کوئی ایسی پلاننگ کرنی چاہیے کہ وہ دہاں ہمارے داخلے میں مشکوک نہ ہوں اور۔۔۔۔۔ فواد نے کہا۔

"سبس۔۔۔۔۔ میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔ میرے ذہن میں ایک پلان آیا ہے۔ ہم اگر ایک ہیلی کاپٹر لے کر پہلے لیبیا کے سرحدی شہر طروق چلے جائیں۔ اور پھر طروق سے اس ہیلی کاپٹر کے ذریعے قاہرہ کو پرواڑ کریں۔

اور صمد اکلی پٹی کے ادھر پرواڑ کرتے ہوئے سیوا کے قریب اتر جائیں۔ اور یہ ظاہر کریں کہ ہیلی کاپٹر خراب ہو گیا ہے۔۔۔۔۔ اس کے بعد ہم پیدل دہاں سے چلتے ہوئے البوینی پہنچ جائیں۔ اس طرح ہم صمد اکلی پٹی جو کہ البوینی اور فر فرائ کے درمیان پھیلی ہوئی ہے میں داخل ہو جائیں گے۔۔۔۔۔ اگر ہمیں آگے بڑھنا پڑا تو پھر فر فرائ پہنچ کر ہمیں دہاں سے قاہرہ جانے کے لئے چارٹرڈ ہیلی کاپٹر مل سکتے ہیں۔ اس طرح ہم صمد اکلی پٹی کو چیک کر سکیں گے۔ اگر ہمیں روکا گیا تو ہم یہی بتائیں گے کہ ہیلی کاپٹر خراب ہو جانے کی وجہ سے ہمیں مجبوراً پیدل سفر کرنا پڑا ہے اور۔۔۔۔۔ علی جان نے جواب دیا۔

"گڈ۔۔۔۔۔ تمہاری ذہانت کا واقعی جواب نہیں ہے۔ لیکن یہ بات دیکھ لو کہ سیوا سے البوینی تک تقریباً سو کلومیٹر کا فاصلہ ہے۔ اور پھر البوینی سے فر فرائ تک ساٹھ ستر کلومیٹر کا فاصلہ ہے۔ اب دو آدمی جن کا ہیلی کاپٹر اچانک خراب ہو جائے۔ وہ خوف ناک گرمی میں یہ سفر کیسے کر سکتے ہیں اور۔۔۔۔۔ فواد نے کہا۔

"آپ کی بات درست ہے۔ اس پہلو کی طرف میرا خیال نہ گیا تھا۔ تو پھر ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ہمارا ہیلی کاپٹر عین صمد اکلی پٹی کے قریب ہی خراب ہو جائے۔۔۔۔۔ اس طرح ہمیں زیادہ سے زیادہ فر فرائ تک پہنچنے کے لئے ساتھ

ستر کلو میٹر کا فاصلہ طے کرنا ہو گا اور۔۔۔۔۔ علی جان نے جواب دیا۔

"نہیں۔ یہ بھی بہت فاصلہ ہے۔ اور ہم پیدل اسے کر اس بھی نہ کر سکیں گے۔ اس طرح کرتے ہیں کہ ہم ہیلی کاپٹر کے ذریعے ییبیا اور مصر کے سرحدی شہر سیواسے فرزا جانے کے لئے نکلتے ہیں۔۔۔۔۔ اور ہیلی کاپٹر کے ذریعے ہی ابوینی سے فرزا تک کا جائزہ لے لیں گے اگر ضرورت پڑی تو ہیلی کاپٹر کو اتار بھی جا سکتا ہے۔ اس طرح بے حد آسانی ہو جائے گی۔۔۔۔۔ جہاں تک اس مشن کا تعلق ہے تو ہم مصر کی بجائے ییبیا کے ٹیڈی سروے شعبے کے ارکان بن جائیں گے۔ اس شعبے کے افراد صحرا پر سروے کے لئے اکثر اڑتے رہتے ہیں اور۔۔۔۔۔ فواد نے کہا۔

"پلاننگ تو اعلیٰ ہے ہانس۔ لیکن اگر ہمیں روکا گیا تو پھر ہمارے پاس کاغذات بھی واضح درست اور مکمل ہونے چاہئیں۔۔۔۔۔ اور ہیلی کاپٹر بھی اس شعبے کا اور اس میں موجود مخصوص سامان بھی ہونا چاہیے۔ اس کے بغیر کوئی ہمارا اس شعبے سے تعلق نہ سمجھے گا اور۔۔۔۔۔ علی جان نے جواب دیا۔

"تمہاری بات درست ہے۔ اس سروے ڈیپارٹمنٹ میں میرے دوست موجود ہیں۔ میں زیادہ سے زیادہ دو

تین روز میں اس کا مکمل بندوبست کر کے تمہیں اطلاع دوں گا اور اینڈ آئل۔۔۔۔۔ فواد نے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ اب وہ پوری طرح مطمئن ہو گیا تھا اُسے یقین تھا کہ وہ ایسے انتظامات کرنے میں کامیاب ہو جائے گا چنانچہ وہ اٹھ کر اپنے بیڈ روم کی طرف بڑھ گیا۔ تاکہ بھرپور نیند لے کر کل صبح سے اس کام کا باقاعدہ آغاز کیا جاسکے۔

سے پکا ہوا کھانا انہیں پہنچتا رہتا تھا۔ اور وہ اس کے لئے اس
ہمسائے کو خاص رقم مانا ادا کرتے تھے۔ صفائی کے لئے
مفتے میں ایک روز ایک عورت آتی تھی — باقی چائے
وغیرہ پروفیسر طوبیٰ خود تیار کر لیتے تھے۔ اس لئے انہیں
ملازم کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوتی تھی۔

"آؤ بیٹا۔ میں تمہارا انتظار ہی کر رہا تھا۔" دروازہ
کھولتے ہی پروفیسر طوبیٰ نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"سر۔ خالی انتظار سے تو بیٹا نہیں آسکتا۔ اس کے لئے
تو شادی انتہائی ضروری ہوتی ہے۔" — عمران نے
مسکراتے ہوئے کہا۔

اور کنوٹوم تو بڑی طرح جھینپ گئی جب کہ پروفیسر طوبیٰ نے
بے اختیار تہقہہ لگایا۔
"اوہ۔ تم خاصے خوش مزاج نوجوان ہو۔" — پروفیسر
طوبیٰ نے ہنستے ہوئے کہا اور عمران کی طرف مصافحے
کے لئے ہاتھ بڑھایا۔

'علی عمران۔ ایم۔ ایس۔ سی۔ ڈی۔ ایس۔ سی (آکسن)'
عمران نے باقاعدہ ڈگریوں سمیت اپنا تعارف کرایا۔
"اوہ گڈ۔۔۔ تو تم ڈاکٹر آف سائنس ہو۔ گڈ۔ ویری گڈ۔
کس شعبے میں ڈاکٹریٹ کی ہے تم نے۔" — پروفیسر طوبیٰ
نے بڑے تحسین آمیز لہجے میں سر سے پر تک عمران کو
دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ انہیں لے کر اپنے کمرے کی طرف

پروفیسر طوبیٰ کا خاصی عمر کے تھے۔ ان کے
سر کے بال مکمل طور پر سفید ہو چکے تھے۔ اور اب بھنڈوں
کا زیادہ تر حصہ بھی سفید ہو چکا تھا۔ لیکن ان کے
پہرے سے ذہانت اور علم کی روشنی جھلک رہی تھی۔
آنکھوں پر موٹے شیشوں کی عینک تھی۔ اور جسم پر انہوں
نے سیلینگ گاؤن پہنا ہوا تھا۔ کنوٹوم اور عمران
کا استقبال انہوں نے خود رہائش گاہ کے صدر
دروازے پر کیا تھا۔ کیونکہ ان کے پاس ملازم نہ تھا۔
یہ بات نہ تھی کہ وہ ملازم رکھ نہ سکتے تھے۔ بلکہ پروفیسر طوبیٰ
انتہائی تنہا پسند ہونے کی وجہ سے مکمل تنہائی کے خواہاں
تھے۔ اس لئے انہوں نے ملازم نہ رکھا تھا۔ کھانے
کی انہیں فکر نہ تھی کیونکہ ایک ہمسایہ کے گھر سے باقاعدگی

جا رہے تھے۔

”جی مجھ سے بڑھا نہیں جاتا۔ عجیب الٹا پٹا سا لفظ ہے۔“
عمران نے بڑے مودبانہ لہجے میں کہا۔

”کیا — کیا پڑھا نہیں جاتا“ — پروفیسر طوبی نے
حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

”جی اس شعبے کا نام۔ وہ ڈگری پر تو لکھا ہوا ہے۔ مجھے
تو جب ضرورت پڑتی ہے میں اپنے باورچی آغا سلیمان پاشا
سے پڑھوا لیتا ہوں“ — عمران نے جواب دیا۔

”یعنی تمہیں مضمون کا نام پڑھنا نہیں آتا اور تم نے ڈاکٹرین
کر لیا۔ ویرمی گڈ۔ اور تمہارا باورچی اسے پڑھ لیتا ہے۔
بہت خوب — تم واقعی خوش مزاج نوجوان ہو۔“

پروفیسر طوبی نے دیرے سے ہنستے ہوئے کہا۔ لیکن ان کے
الفاظ میں ہلکا سا طنز بھی شامل تھا۔

”جی۔ اس کا بھی سارا کریڈٹ آغا سلیمان پاشا کو ہی
حاصل ہے۔ وہ مجھے اس لئے مسلسل مونگ کی دال کھلاتا رہتا
ہے تاکہ میں خوش مزاج بن جاؤں — اس نے بحیثیت
باورچی مونگ کی دال پر تحقیق کر کے ڈمی۔ اور۔ کے کی ڈگری
حاصل کی ہوئی ہے اور اس کی تحقیق کے مطابق مونگ کی دال
کھانے سے آدمی خوش مزاج بن جاتا ہے — کیونکہ
مسلسل مونگ کی دال کھانے سے اس کا معدہ خراب رہتا
ہے اور اُسے کھٹی ڈکاریں آتی رہتی ہیں۔ اور معاشرتی تہذیب

سے مطابق چونکہ محفل میں یا کسی کے سامنے ڈکار لینا بد تہذیبی
سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے وہ ان ڈکاروں کو منہسی اور
تہنوں کی آڑ میں چھپانے پر مجبور ہوتا ہے — اور لوگ
اُسے خوش مزاج سمجھ لیتے ہیں“ — عمران نے باقاعدہ
فلسفہ بیان کرتے ہوئے کہا۔

اور پروفیسر طوبی اب کھل کر منہس رہے تھے۔ وہ اس
دقت اپنے کمرے میں پہنچ چکے تھے جہاں جان آرنلٹ کے
کمرے کی طرح ہر طرف کتابیں اور کاغذ ہی بکھرے ہوئے
نظر آ رہے تھے — کلثوم شاید پروفیسر کے ادب کی
خاطا خاموش تھی۔ لیکن وہ پروفیسر کی نظریں بچا کر عمران کو سختی
سے گھورے جا رہی تھی۔

”اچھا۔ مونگ کی دال کا یہ پہلو تو واقعی بہت حیرت انگیز
ہے۔ لیکن یہ ڈمی۔ اور۔ کے کیا ڈگری سے اور کون سی
یونیورسٹی دیتی ہے“ — کرسی پر بیٹھتے ہوئے پروفیسر
طوبی نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

”جی۔ ڈاکٹر آف کچن۔ اور یونیورسٹی یقیناً درلڈ کین یونیورسٹی
ہی ہوگی“ — عمران نے بڑے مودبانہ لہجے میں کہا اور
پروفیسر طوبی تہنہ مار کر منہس پڑے۔

”جی۔ آپ بے شک ڈکار لے لیں۔ ہم بالکل بُرا نہیں
منائیں گے“ — عمران نے ان کے قہقہے کے دوران
بڑے معصوم سے لہجے میں کہا۔ اور پروفیسر طوبی عمران کا یہ

کاٹ دار فقرہ سن کر اس جُبری طرح ہنسنے لگے کہ انہیں ہنسنے اچھو لگ گیا۔

"تم خاموش نہیں رہ سکتے۔ پروفیسر طوبی کا ادب بہر حال قائم رہنا چاہیے۔" آخر کلثوم سے نہ مانگیا تو وہ غصے سے بول پڑی۔

"نہیں کلثوم بیٹی۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ عمران صاحب واقعی خوب صورت باتیں کرتے ہیں۔ سچا نے کتنے عرصے کے بعد مجھے اس طرح ہنسنے کا موقع ملا ہے۔" ورنہ خشک غصے میں سر کھپاتے کھپاتے میں خود بھی خشک ہو گیا تھا۔

پروفیسر طوبی نے ہنسنے ہوئے کہا۔
"جی۔ اگر آپ کہیں تو میں اپنے باورچی کو آن ڈیپوٹیشن بھیج دوں۔ تاکہ وہ آپ کو مکمل طور پر خوش مزاج بنادے۔ آپ کی یہ ساری خشکی دور ہو جائے گی۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پروفیسر طوبی ایک بار پھر ہتھکڑی لگا کر رہ گئے۔
"عمران میں کہہ رہی ہوں کہ اس ختم کرو۔ تم ایک علمی مسئلہ کے سلسلے میں آئے ہیں۔" کلثوم نے غراتے ہوئے کہا۔

"ادہ ہاں۔" کیسا علمی مسئلہ ہے۔" پروفیسر طوبی نے بھی سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"جی۔ مسئلہ یہ ہے۔ میں بتا دوں اگر تم اجازت دو۔" عمران یہ کہتے کہتے رک گیا اور پھر ساتھ بیٹھی کلثوم کی طرف

دیکھ کر پوچھنے لگا۔
"ہاں ہاں بتاؤ۔" کلثوم نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"جی مسئلہ یہ ہے کہ ڈکار صرف کھٹی کیوں ہوتی ہے۔ بیٹھی یا نکلین کیوں نہیں ہوتی۔" عمران نے کہا۔ اور پروفیسر طوبی نے پہلے تو چونک کر عمران کی طرف دیکھا اور ایک بار پھر ہنس پڑے۔

"تم بکو اس سے باز نہیں آؤ گے۔ میں بتاتی ہوں۔" سر۔ ایک قدیم مقبرے سے ایک کتبہ ملا جس میں کسی مدفون مقبرے کا محل وقوع دیا گیا تھا۔ یہ کتبہ ڈیڈی کی تحویل میں تھا۔ کہ اب اسے چوری کر لیا گیا۔ اور ڈیڈی پریشان ہو گئے۔

پاکیشیا سنٹرل انیشی جنس کے ڈائریکٹر جنرل سر رحمان ڈیڈی کے پرانے دوست ہیں۔ ان سے شاید ڈیڈی نے اس پریشانی کا ذکر کیا تو انہوں نے اپنا ایک سپرنٹنڈنٹ فیاض یہاں بھیجا۔ یہ عمران ان کا لڑکا ہے۔ اور بقول سر رحمان کے یہ ویسے تو انتہا درجے کا محقق ہے۔ لیکن

پاکیشیا سیکرٹ سروس کے چیف نے اسے خواہ مخواہ سر پر چڑھا رکھا ہے۔ اور یہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لئے کام کرتا رہتا ہے۔ چنانچہ یہ بھی فیاض صاحب کے ساتھ آگیا اور پھر....." کلثوم نے پوری تفصیل بتانی شروع کر دی۔ اور اس نے اس وقت سانس لیا جب

اس نے کتبے کی داپسی - ناشا کی موت - اور پھر عمران کے جان آرڈنٹ کے کمرے سے نقشہ اور کتبے کے نوڈ حاصل کرنے اور دونوں کے درمیان فرق تک ساری تفصیل نہ بتادی۔

"انتہائی حیرت انگیز واقعات ہیں - وہ دونوں فوٹو اور نقشے" — پروفیسر طبوبی نے تفصیل سننے کے بعد حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

اور عمران نے خاموشی سے جیب سے لفافہ نکال کر پروفیسر طبوبی کی طرف بڑھا دیا۔

پروفیسر طبوبی نے لفافے سے کاغذات نکالے اور انہیں میز پر رکھ کر جلتے ہوئے ٹیبل لیمپ کو ادھر نیچے کیا اور کاغذات پر جھک گئے۔

"ہوں — واقعی فرق موجود ہے" — پروفیسر طبوبی نے کافی دیر بعد سر اٹھاتے ہوئے کہا۔

"جی - بہت بہت شکریہ - بس یہی معنوم کرنا تھا۔ عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ اور پروفیسر طبوبی اس کی بات سن کر چونک پڑے۔

"برخوردار - تم طنز کر رہے ہو شاید - بہر حال یہ انتہائی علمی بات ہے - تم کیا پوچھنا چاہتے ہو" — پروفیسر طبوبی نے اس بار بڑا مانتے ہوئے کہا۔

"ادہ شاید آپ بڑا مان گئے - یہ بات نہیں جناب میرا

مطلب تھا کہ اب یہ فرق کنفرم ہو گیا ہے - کیونکہ میں اس مضمون میں اتھارٹی نہیں ہوں - اس لئے میں مشکوک تھا کہ شاید یہ فرق ہماری سمجھ کا پیر ہو" — عمران نے فوراً ہی بات سنبھالتے ہوئے کہا - کیونکہ اسے خطرہ تھا کہ بوڑھا پروفیسر اگر اکھڑ گیا تو پھر شاید اور کوئی ایسا آدمی نہ ملے جس سے وہ اپنا اصل مقصد حل کر سکے۔

"ادہ سمجھا - خیر کوئی بات نہیں - لیکن کیا تمہارا مسئلہ صرف اتنا تھا" — پروفیسر طبوبی نے کہا۔

"جناب آپ نے دیکھا ہے کہ کتبے کے اس فوٹو اور اس فوٹو کے درمیان صرف تیسری لائن کے چوتھے حرف میں جو تصویر ہی حرف نیچے کی شکل کا ہے اس کی صرف ایک رسی بڑھا دی گئی ہے — یعنی ایک چھوٹی سی لائن اور اس طرح یہ نیچے کی شکل والا حرف جسے اس قدیم زبان میں بڑے ٹیلے کے سمبل کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا — ایک لائن بڑھ جانے کی

وجہ سے دریا کے سمبل والا حرف بن گیا - یعنی اس طرح جو مقبرہ اس پہلے کتبے کے فوٹو کے لحاظ سے بڑے ٹیلے کے قریب تھا وہ دریا کے قریب پہنچ گیا — اور بڑے ٹیلے اور دریا کے اس فرق کی وجہ سے یہ سارا

نقشہ ہی بدل گیا" — عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔ اور اس بار کلثوم کے ساتھ ساتھ پروفیسر طبوبی

کی آنکھیں بھی عینک کے اندر حیرت سے پھیلتی چلی گئیں۔
 "اودہ اودہ۔۔۔۔۔ تم یہ زبان نہ صرف جانتے ہو بلکہ اس
 کی ایسی باریکیوں کا بھی تمہیں علم ہے جس سے بڑے بڑے
 عالم بھی نادائق ہیں۔ کیا تم نے اس مضمون میں ریسرچ
 کی ہے۔" — پروفیسر طوبی کے ہلچے میں شدید
 حیرت تھی۔

"نہیں جناب۔ یہ بات تو مجھے مس کلتوم نے سمجھائی تھی"
 عمران نے جان بوجھ کر کلتوم پر بات ڈال دی۔
 "اودہ نہیں پروفیسر۔ میں تو یہ فرق سن ہی چلی بار رہی ہوں۔
 مجھے تو فرق صرف نقشے میں نظر آیا تھا۔ کتبے کے فوٹو تو
 مجھے ایک جیسے لگے تھے۔ اس قدر باریک فرق تو
 شاید قیامت تک میری سمجھ میں نہ آتا۔" کلتوم نے
 فوراً ہی کہا۔

"ہونہ۔۔۔۔۔ انتہائی حیرت انگیز نوجوان ہو تم۔ مجھے
 واقعی حیرت ہو رہی ہے کہ اس عمر میں اگر اس مضمون میں
 تمہاری یہ قابلیت ہے تو پھر یقیناً تم اس مضمون میں بین الاقوامی
 اتھارٹی تسلیم کر لئے جاؤ گے۔ یہ فرق تو میری بھی نظر
 پر نہیں چڑھا۔ میں بھی صرف نقشے کے فرق کو دیکھ رہا تھا۔"
 پروفیسر طوبی نے تحسین آمیز نظروں سے عمران کو دیکھتے
 ہوئے کہا۔

"جی۔ آپ کی مہربانی ہے۔ بہر حال میں صرف یہ پوچھنا

چاہتا تھا کہ یہ بڑے ٹیلے والا جو نقشہ ہے یہ صحرائے اعظم
 کے کس حصے کا ہے۔ کیونکہ اس میں یہ شمال کی طرف
 جو نشان ہے۔ جہاں تک میں سمجھا ہوں یہ نشان ابو الہول
 کے مقبرے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔" — عمران
 نے نقشے پر انگلی رکھتے ہوئے کہا۔
 "بالکل تمہاری ریڈنگ حیرت انگیز حد تک درست ہے۔"

پروفیسر طوبی نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔
 "لیکن جناب اگر یہ واقعی ابو الہول کے مقبرے کا نشان
 ہے تو پھر یہ مشرق میں جو نشان ہے یہ کسی بلند و بالا مینار
 کا نشان ہے۔ لیکن میرے خیال میں قدیم مصری مینار
 نہ بناتے تھے اور نہ ہی ایسا کوئی مینار صحرائے اعظم میں بھی
 دریافت کیا گیا ہے۔" — عمران نے باقاعدہ بحث
 کرتے ہوئے کہا۔

"اودہ۔ واقعی تمہاری بات درست ہے۔ میں نے اس پر
 غور نہ کیا تھا۔" — پروفیسر طوبی نے دوبارہ نقشے پر
 جھکتے ہوئے کہا۔

اور کلتوم اس طرح حیرت بھرے انداز میں عمران کو دیکھ
 رہی تھی جیسے اُسے یقین نہ آ رہا ہو کہ عمران واقعی کوئی انسان
 ہے یا کوئی مافوق الفطرت قسم کی کوئی شے ہے۔ اس
 کے تصور میں بھی نہ تھا کہ عمران اس دقیق مضمون پر اتنی
 گہری نظر رکھتا ہو گا کہ پروفیسر طوبی جیسا عالم آدمی بھی اس

کے سامنے طفل مکتب نظر آنے لگے گا۔

”بالکل متہاری بات درست ہے۔ اس لئے یقیناً یہ ابو الہول کا نشان نہیں ہو سکتا۔ یہ نقشہ کس نے بنایا ہے۔ جان آرلٹ نے یا سر کمال عبداللہ نے“

پروفیسر طوبی نے کہا۔

”جی۔ یہ جان آرلٹ والا نقشہ ہے۔“ — عمران نے جواب دیا۔

”ہو نہ ہو۔ پھر یہ ابو الہول کا نشان نہیں ہے۔ یہ آرمینیا کا نشان ہے۔ کیونکہ جان آرلٹ کی ایک کتاب میں اس نشان پر میں نے ان کی باقاعدہ ریسرچ پڑھی تھی۔ وہ اسے ابو الہول کا نشان تسلیم نہیں کرتے بلکہ وہ اسے آرمینیا کا نشان قرار دیتے ہیں۔ آرمینیا جانتے ہو قدیم مصری زبان میں کسے کہا جاتا تھا۔“ — پروفیسر طوبی نے کہا۔

”جی یہ لفظ قدیم مصری زبان میں دیوتاؤں کی عبادت گاہ تھا۔“ — عمران نے کہا۔ اور پروفیسر طوبی نے اثبات میں سر ہلادیا۔

”گٹھ ذاتی تم اس مضمون کے ماہر ہو۔ اب اگر اسے آرمینیا تسلیم کر لیا جائے تو پھر یہ نشان مینار کی بجائے کنویں کا بن جاتا ہے اور تم نے دیکھا کہ جان آرلٹ نے اس نشان کے نیچے اور ہلکی سی لکیریں بھی ڈال دی ہیں۔ یہ ظاہر کرتی ہیں انہوں نے اسے کنویں کے نشان کے طور پر ظاہر کیا ہے۔“ — پروفیسر طوبی نے کہا۔

”اوہ یس۔ بالکل آپ نے قطعاً صحیح اندازہ لگایا ہے۔“

ان لکیروں کے بعد تو آپ کا تجزیہ بالکل منطقی ہو جاتا ہے۔ لیکن اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ جگہ کون سی ہے۔ عمران نے کہا۔

”اب تو یہ جگہ واضح ہو گئی ہے۔ یہ صحرائے اعظم کے اس حصے کا نقشہ ہے جسے آج کل صحارا کی پٹی کہا جاتا ہے“

پروفیسر طوبی نے جواب دیا۔

”صحارا کی پٹی — اوہ۔ کیا آپ موجودہ نقشہ سامنے رکھ کر مجھے سمجھا سکتے ہیں کہ یہ صحارا کی پٹی کہاں سے شروع ہوتی ہے اور کہاں ختم ہوتی ہے۔“ — عمران نے کہا۔

”لوں۔ بالکل۔ ٹھہرو۔ میں نقشہ نکالتا ہوں۔“ — پروفیسر طوبی نے کہا۔ اور پھر اٹھ کر انہوں نے الماری سے ایک نقشہ نکالا۔ یہ شمالی افریقہ کا نقشہ تھا۔ جس میں بحیرہ قزم۔ بحیرہ روم اور بحر اوقیانوس کا درمیانی حصہ دکھایا گیا تھا۔ اور اس میں مصر۔ سوڈان۔ لیبیا۔ تیونس۔ الجزائر۔ مراکش۔ نائیجر۔ مالی اور ماریطانیہ کے ملکوں کو ظاہر کیا گیا تھا۔

”دیکھو یہ ہے مصر۔ اور اس کے ساتھ یہ لیبیا“

پروفیسر طوبی نے پنسل سے نشان لگاتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔“ — عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”لیبیا اور مصر کی سرحدی پٹی کے ساتھ یہ علاقہ سیوا

کہلاتا ہے۔ اور اس کے ساتھ بحیرہ قلزم والی طرف ذرا
ہٹ کر البوینی ہے۔ اور یہ اس کے نیچے علاقہ ہے۔ فرزا
جسے مصر فرزا کہتے ہیں۔ صمد کی پٹی۔ البوینی اور
مصر فرزا کے درمیانی علاقے کو کہتے ہیں۔ یہ تقریباً ساٹھ
ستر کلومیٹر کی پٹی ہے۔ اور یہ پورا علاقہ انتہائی ہولناک قسم
کا ریگستان ہے۔ یہاں ریت کے طوفان بھی بہت
اچھٹے ہیں اور پانی کے چشتے بھی نہیں ہیں۔ البتہ یہ فرزا
میں آبادی خاصی ہے۔ اور یہاں حکومت مصر نے خاصی
ڈویلپمنٹ کی ہے۔ یہاں پانی کے بہت سے چشتے
بھی سائنسی طور پر تلاش کئے گئے ہیں اس لئے فرزا
اب خاصا بڑا شہر بن گیا ہے۔ پر و فیسر طوبی نے
جواب دیا۔

"لیکن آپ نے جان آرڈنٹ کے نقشے سے کیسے اندازہ
لگا لیا کہ یہ صمد کی پٹی کا نقشہ ہے۔" عمران نے
پوچھا۔

"آرمینیا کا نشان فرزا کو ظاہر کرتا ہے۔ کیونکہ یہاں
قدیم مصر کی ایک عظیم الشان عبادت گاہ کا سراغ ملتا ہے۔
اور یہ کنویں والا نشان البوینی کا ہے۔ کیونکہ فرزا
کے بعد چشمہ صرف البوینی میں ہی دریافت ہوا ہے اور
یہ انتہائی قدیم زمانے سے چلا آ رہا ہے۔ اور یہ ہے
نشان علاقہ مولی کا۔ یہاں ایک قدیم مقبرہ پہلے

سے دریافت ہو چکا ہے۔ اس طرح حدود اربعہ کے لحاظ
سے یہ نقشہ یقیناً صمد کی پٹی کا ہے۔" پر و فیسر طوبی
نے کہا۔

اور عمران نے مسرت بھرے انداز میں سر ہلا دیا۔
واقعی پر و فیسر طوبی نے اس کا ایک بہت بڑا مسئلہ حل
کر دیا تھا۔

"اور اس نقشے کے مطابق یہ مدفن مقبرہ یہاں دکھایا
گیا ہے۔" عمران نے نقشے کے درمیان ایک
گول دائرے پر انگلی رکھتے ہوئے کہا۔
"ہاں بالکل۔ اس کتبے کے نوٹوں سے واقعی یہ جگہ بنتی
ہے۔" پر و فیسر طوبی نے کہا۔

"لیکن ساٹھ ستر کلومیٹر کا علاقہ تو بہت وسیع علاقہ ہے۔
اتنے بڑے علاقے سے مدفن مقبرہ کیسے تلاش کیا جاسکتا
ہے۔ اتنے بڑے علاقے کی کھدائی تو ممکن نہیں
ہے۔" عمران نے کہا۔

"تم نے بتایا ہے کہ تم نے سائنس میں ڈاکٹریٹ کی
ہے۔" پر و فیسر طوبی نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"ہاں۔ ڈگری پر تو یہی لکھا ہوا ہے۔" عمران نے
مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو پھر فزکس کے نئے شعبے سالڈ سٹیٹ فزکس سے
بھی تو تم واقف ہو گے۔" پر و فیسر طوبی نے کہا۔

"ادہ ہاں۔ اب میں سمجھ گیا۔ اسے سالڈ سٹیٹ نیوکلیئر ٹریک ڈیکٹر کی مدد سے آسانی سے دریافت کیا جاسکتا ہے۔ — ادہ۔ دیر ہی گڑ۔ اب بات سمجھ میں آگئی۔"

عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پروفیسر طوبی امکا دستے۔

تگہ — اب مجھے یقین آ گیا ہے کہ تم نے واقعی سائنس میں ڈاکٹریٹ کی ہے۔ ورنہ فرانس کے اس شعبے سے تم اس طرح گہری واقفیت نہ رکھتے۔ یہ بات ایک بار ایک علمی کانفرنس میں زیر بحث آئی تھی۔ اور اس میں اس شعبے کے بڑے معروف سکالر مسٹر جی۔ ای۔ سی ٹرائیو نے بھی شرکت کی تھی۔ اور انہوں نے اس قدیم مقبروں کو تلاش کرنے کے لئے سالڈسٹیٹ ڈیکٹر کی وضاحت کی تھی۔ تب سے مجھے یاد ہے کہ اس طریقے سے کتنا ہی بڑا علاقہ کیوں نہ ہو۔ آسانی سے مدفون مقبرے کو تلاش کیا جاسکتا ہے۔ لیکن یہ بھی تبادلوں کہ یہ ڈیکٹر ابھی مصری حکومت کے پاس نہیں ہیں۔ البتہ اعلیٰ سطح پر ایجوکیمیا سے ان کے حصول کی بات چیت ہو رہی ہے۔ — پروفیسر طوبیٰ نے کہا۔

”آپ کو کیسے علم ہوا کہ یہ ایک بری میا کے پاس ہیں۔“
عمران نے جو تک کہ لہجھا۔

”ان کے حصول کی بات چیت کے لئے جو سرکاری وفد

ہمیں بھی اس میں شامل تھا۔ لیکن یہ بات حجت یہودی
نے ختم کرادی۔ کیونکہ اسرائیل ویسے تو مصر کا حلیف
لیکن بہر حال وہ مسلمانوں کا سخت دشمن ہے۔
لئے وہ مصر کو اس جدید ترین شعبے میں ترقی کرتا دیکھ کر
بے برداشت کر سکتا ہے۔ پروفیسر طوبی نے

اب دیا۔ اس کا مطلب ہے کہ اسرائیل کے پاس لازماً یہ ٹیکٹر موجود ہوں گے۔ کیونکہ صحرائے سینا میں بھی قدیم مصری تہذیب کے آثار مدفون ہیں۔ ————— عمران نے پونٹ پہنچتے ہوئے کہا۔

بائبل میں لکھا ہے کہ "اور وہ اسے استعمال بھی کرتے ہیں۔"
 اسرائیل کی دولت مندی کا ایک راز یہ بھی ہے کہ وہ
 ان قدیم خزانوں کو دریافت کر کے انہیں ورلڈ مارکیٹ میں
 فروخت کر کے بھاری رقم حاصل کرتا ہے اور وہ اس
 رقم کو... اسلحہ کی خریداری کے لئے استعمال کرتا ہے"
 یونیسکو نے جواب دیا۔

پروفیسر طوبی نے جواب دیا۔
 ”اوہ۔ یقیناً یہ جناب۔ اب ساری بات واضح ہو گئی۔
 بہر حال آپ کو بے وقت تکلیف دمی جس کے لئے میں
 معذرت خواہ ہوں۔“ ————— عمران نے ایک طویل سانس
 لے کر کاغذات سمیٹتے ہوئے کہا۔

اے نہیں۔۔۔ بلکہ مجھے مسرت ہے کہ میری تم

فیصلہ کر لیا۔ اس کا پردہ گرام تو یہی تھا کہ فواد کی مدد سے پردہ گرام بنائے گا۔ لیکن دوسرے روز جب اس نے فواد کو فون کیا تو اس کے ملازم نے بتایا کہ فواد کسی ضروری کام کے لئے فوری طور پر ملک سے باہر گیا ہے۔ اور کہہ گیا ہے کہ وہ ایک دو روز بعد لوٹے گا۔ چنانچہ عمران کو اس کے بغیر ہی پردہ گرام بنانا پڑا۔ کیونکہ ایس ایس ڈیکٹر سے مدفون مقبرہ بہت ہی کم وقت میں تلاش کیا جاسکتا تھا۔ اس لئے عمران دو تین دن مزید نہیں رک سکتا تھا۔ اُسے مدفون مقبرے سے زیادہ اس بات سے دلچسپی تھی کہ آخر اسرائیل اس مقبرے سے کیا کام لینا چاہتا ہے۔ جس کے لئے اس نے اس قدر پیچیدہ سازش کی ہے۔ ویسے آجبر سے ملنے والی فائل کے بعد اُسے یقین ہو گیا تھا کہ مصر میں اسرائیلی ایجنٹوں کی غاصبی تعداد سرگرم عمل ہے۔ اس طرح یقیناً اس کی یہاں آمد کی خبر بھی اسرائیل کے خفیہ حلقوں تک پہنچ گئی ہوگی۔ لیکن اب تک کوئی ایسی بات نہ ہوئی تھی جس سے عمران یہ سمجھتا کہ یہاں اس کی موجودگی کو مارا گیا گیا ہے۔ لیکن پھر بھی احتیاطاً اس نے اپنا فیاض کا اور کلثوم کا میک اپ کر لیا تھا۔ کلثوم جھاڑ کے کانٹے کی طرح اس کے پیچھے پڑ گئی تھی کہ وہ عمران کے ساتھ ہی اس مدفون مقبرے کی تلاش میں جائے گی۔ پہلے تو عمران نے اُسے ٹانے کی کوشش کی لیکن پھر اس نے

اپنا ارادہ بدل لیا۔ اور کلثوم کو ساتھ لے جانے کا فیصلہ کیا۔ کیونکہ کلثوم بہر حال ڈاکٹر عبدال کی بیٹی تھی۔ اور اس حیثیت سے اُسے سارا مصری محکمہ آثار قدیمہ جانتا تھا اور واقعی ہوا بھی ایسا ہی۔ کلثوم کی وجہ سے انہیں چیک پوسٹ پر نہ روکا گیا۔ اور وہ اعلیٰ نمان سے صحرائیں داخل ہو گئے۔ صحرائیں کافی اندر آنے کے بعد چیکنگ پوسٹ والا پکڑ ختم ہو گیا تو عمران نے کلثوم کے چہرے پر میک اپ کر دیا۔ تاکہ اگر اسرائیلی ایجنٹوں سے کہیں بھی واسطہ پڑ جائے تو وہ کلثوم کو پہچان کر ان کے متعلق نہ باخبر ہو جائیں۔ عمران نے بھاگ دوڑ کر کے ایسے کاغذات بنوائے تھے جن سے وہ بین الاقوامی سیاح ظاہر ہوتے تھے۔ بڑی سی جیب کے اندر موجود پتیلیوں میں عمران نے صحرائیں استعمال ہونے والا تقریباً سارا سامان بھرا ہوا تھا۔ اس نے خاص طور پر ان گولیوں کی خاصی بڑی تعداد ساتھ لے لی تھی۔ جنہیں چونے سے پیاس بجھ جاتی تھی۔ اس کے باوجود پانی کی چھانگیں بھی کافی تعداد میں موجود تھیں۔ عمران نے صمد کی بیٹی میں جلد از جلد داخل ہونے کے لئے دریا تے نیل کے کنارے پر موجود شہر ایوت کا انتخاب کیا تھا۔ وہاں سے صمد کی بیٹی کافی قریب ہو جاتی تھی۔ جیب اور دوسرا سامان اس نے کارگو کے ذریعے پہلے ایوت پہنچایا اور خود وہ جہاز کے ذریعے

ایوت پہنچ گئے اور پھر دہلی سے وہ صحرائیں داخل ہوئے
شیخ رنگ عمران کے ہاتھوں میں تھا۔ اور اس وقت وہ
صحرائیں تقریباً تیس چالیس کلومیٹر کا فاصلہ طے کر چکے تھے۔
رات کا وقت تھا اس لئے وہ بڑے اطمینان سے
آگے بڑھے جا رہے تھے۔ عمران کے ساتھ والی
سیٹ پر کلثوم بیٹھی ہوئی تھی جب کہ پچھلی سیٹ پر فیاض بیٹھا
تھا۔

"اگر جیب خراب ہو گئی تو" فیاض نے ارد گرد
پھیلے ہوئے ہلیمیت ناک صحرا کو دیکھتے ہوئے قدرے
سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تو پھر تم صحرائیں پکارتے پھر دو گے۔ یلی۔ یلی۔ ادہ
سور می۔ سلمی۔ سلمی۔ جب کہ مجھے اپنی فکر نہیں ہے۔
میرے پاس اصلی نہ سہی نقلی یلی تو بہر حال موجود ہے۔
عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ سلمی کون ہے" کلثوم نے ہنستے ہوئے
پوچھا۔ وہ اپنی بات جان بوجھ کر نظر انداز کر گئی تھی۔

"فیاض اس کا نصف بدتر ہے۔" عمران نے
کہا۔ اور کلثوم تہقیر مار کر ہنس پڑی۔

"اچھا۔ سمجھ گئی۔ سلمی فیاض صاحب کی بیگم کا نام ہے"
کلثوم نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تم غلط سمجھی ہو" عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"کیوں محاورہ تو یہی ہے کہ بیوی کو مرد کا نصف بہتر کہا
جاتا ہے۔ اس طرح شوہر واقعی بیوی کا نصف بدتر ہو
گیا۔" کلثوم نے کہا۔

"محاورہ تو اپنی جگہ درست ہے۔ لیکن سلمی کو فیاض کی
بیگم کہنے کی بجائے اگر تم فیاض کو سلمی کی بیگم کہو تو پھر
محاورہ بالکل درست ہو جاتا ہے۔" عمران نے کہا۔
اور کلثوم کے تہقیر سے جیب گونج اٹھی۔

"بکواس مت کرو۔ تم ہی اسے شہ دے دے
کہ سر چڑھا لیتے ہو" فیاض نے ہونٹ ہینچتے
ہوئے کہا۔

"جب سر جی رن دے بنا ہوا ہو تو پھر کیا رکاوٹ ہو سکتی
ہے۔" عمران نے مسکراتے ہوئے فیاض کے
آدھے سے زیادہ گئے سر پہ چوٹ کرتے ہوئے کہا۔

"اچھا چھوڑو۔ یہ بتاؤ کہ تم آخر اتنا خرچ کیوں کر رہے ہو۔
حالانکہ وہ مدفون مقبرہ تم اکیلے تلاش نہیں کر سکتے۔ اور

تلاش بھی کر لو تو اس میں سے کچھ نکال نہیں سکتے۔ کیونکہ
قانون کے مطابق مدفون مقبروں سے تھکنے والا ایک تنکا بھی
حکومت مصر کی ملکیت ہوتا ہے۔" کلثوم نے کہا۔

"میں مقبرے سے کچھ نکالنے تھوڑا جا رہا ہوں"

عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"تو پھر" کلثوم نے حیرت بھرے انداز میں چونک

کہ پوچھا۔

"میں تو اس میں کچھ رکھنے جا رہا ہوں" — عمران نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

"رکھنے جا رہے ہو — کیا مطلب — کیا رکھنے جا رہے ہو" — کلثوم کے لہجے میں واقعی بے پناہ حیرت تھی۔

"مجھے اطلاع ملی ہے کہ دہاں موجود غوطہ شدہ مہمی اپنی زندگی میں اس قدر غصہ ور تھی کہ مرنے کے بعد بھی اس کا

غصہ ختم نہیں ہوا — اس لئے وہ غصے کی آگ میں جل کر راکھ ہو گئی۔ اب تم خود سوچو۔ جب یہ مقبرہ موجودہ دنیا کے

سامنے آئے گا اور وہاں مہمی موجود ہی نہ ہو گی۔ تو قدیم مصری بادشاہوں کی کتنی بے عزتی ہو گی — اور مجھے چونکہ

قدیم بادشاہوں سے بڑی ہمدردی ہے۔ اس لئے میں نے سوچا کہ چلو کیا یاد کریں گے قدیم مصری بادشاہ — عمران

نے کہا اور پھر خاموش ہو گیا۔

"بات کیا ہوئی" — کلثوم نے آنکھیں نکالتے ہوئے پوچھا۔

"ابھی تو کوئی بات نہیں ہوئی۔ وہ مانتی ہی نہیں۔ دیکھو کوشش جا رہی ہے۔ مان ہی جائے گی" — عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"کس کی بات کہ رہے ہو۔ کیا صحرا میں آکر تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے" — کلثوم اور زیادہ الجھ گئی۔

"جو مانتی نہیں۔ اب دیکھو جبراً تو میں شادی کر نہیں سکتا۔

شریف آدمی ہوں۔ اس لئے تو صحرائیں لے آیا ہوں۔ کیونکہ عشق اور صحرا میرے خیال میں لازم ملزوم کی حیثیت

رکھتے ہیں — مجنوں اور لیلیٰ کا عشق سستی پنوں کا عشق عمران اور کلثوم کا عشق وغیرہ وغیرہ" — عمران نے کہا اور

اس کے ساتھ ہی اس نے تیزی سے اپنا جسم دوسری طرف کو سیکڑ لیا اور کلثوم کا گھومتا ہوا ہاتھ سٹیرنگ سے

جاکھڑا لیا۔

"ارے ارے۔ صحرائیں ہاتھ پیروں کی بجائے صرف زبان ملائی جاتی ہے۔ یہاں تو بس پکارا جاتا ہے جیسے مجنوں لیلیٰ کو پکارتا رہا — حالانکہ اگر اس کے ہاتھ پیروں میں

ذرا بھی حرکت ہوتی تو لیلیٰ کو اٹھا کر لے جاتا۔ اب خود سوچو یہاں صحرائیں کوئی پولیس کے پہرے تو نہیں لگے ہوئے"

عمران نے کہا۔ اور کلثوم اس بار بے اختیار ہنس پڑی۔

"تم واقعی شیطان ہو کچے شیطان۔ مجال ہے جو باز آجاؤ۔ لیکن یہ سستی پنوں کیا ہیں۔ میں نے تو پہلے یہ نام

کبھی نہیں سنے۔" — کلثوم نے لاچارگی کے ساتھ انداز میں ہنستے ہوئے کہا۔

"یہ بھی لیلیٰ مجنوں کی قبیل کے لوگ تھے بے چارے۔ لیکن تم فکر نہ کرو۔ تمہیں میں اس قبیل کے انجام سے دوچار نہیں ہونے دوں گا" — عمران نے مسکراتے

ہوتے کہا۔
 "اچھا میں سمجھ گئی۔ بہر حال تم کہہ رہے تھے کہ تم کچھ رکھنے جا رہے ہو مقبرے میں۔" کلثوم نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ میرا فیصلہ اب بھی وہی ہے۔ لیکن اب جنس بدل گئی ہے۔" — عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔
 "جنس بدل گئی۔ یہ آخر تم اچانک بہکی بہکی باتیں کیوں شروع کر دیتے ہو۔" کلثوم نے بڑی طرح جھلٹاتے ہوئے ہلچے میں کہا۔

"ہاں۔ پہلے میرا خیال تھا کہ ملکہ سلامت کی مٹی مقبرہ میں رکھ دوں گا۔ لیکن اب ملکہ کی بجائے غلام کی مٹی رکھی جائے گی۔ پیچھے مڑ کر دیکھو۔" — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور کلثوم نے تیزی سے مڑ کر پیچھے دیکھا۔

"ارے یہ فیاض صاحب تو گہری نیند سو رہے ہیں۔ اس لئے خاموشی تھی۔" کلثوم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اب معلوم ہو گیا کہ جنس کیوں بدل گئی ہے۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور کلثوم بے اختیار قہقہہ مار کر ہنس پڑی۔
 "اچھا تو تم مجھے اس مقبرے میں رکھنے کی بات کہہ

رہے تھے۔ تم ابھی مجھے جانتے نہیں۔ میری بجائے وہاں تم پڑے نظر آتے۔ میں نے باقاعدہ مارشل آرٹ سیکھا ہوا ہے۔ بلیک بلیٹ ہوں۔" کلثوم نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ادہ۔ پھر زندہ کیسے پھر رہی ہو۔ لیکن ادہ۔ ارے۔ ہو سکتا ہے۔ تم روح ہو۔ ارے باپ ارے۔ اس قدر خوفناک صحرائیں روح کے ساتھ۔" — عمران نے کانپتے ہوئے ہلچے میں کہا۔
 "پھر وہی پہلی باتیں۔ سیدھی طرح کہو اس نہیں کر سکتے تم۔" کلثوم ایک بار پھر جھنجھائی۔

"کمال ہے۔ بلیک بلیٹ کے بعد تو کوئی زندہ بچ ہی نہیں سکتا۔ سنا ہے ڈاکٹر اس وقت بلیک بلیٹ سے علیحدہ کرتے ہیں جب جسم ٹرپ ٹرپ کر ٹھنڈا پڑ جاتا ہے۔" — عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"اچھا۔ تو تمہارا مطلب بلیک بلیٹ سے پھانسی کا پھندا تھا۔" کلثوم نے اس طرح طویل سانس لیتے ہوئے کہا جیسے اس نے بڑی مشکل سے کسی دلدل میں سے نایاب موتی تلاش کیا ہو۔

"تو اور کیا۔ بلیک وارنٹ۔ بلیک بلیٹ یہ سب اسی کام تو آتی ہیں۔" — عمران نے کہا۔
 "میں مارشل آرٹ کی بلیک بلیٹ کی بات کہہ رہی ہوں۔"

کشتوم نے ہونٹ بیچتے ہوئے کہا۔

”مارشل لا ہو یا سنول لا۔ بلیک تو بلیک ہی ہے۔“

عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

اور کلثوم ایک بار پھر اس طرح ہنسی جیسے مجبوراً ہنس رہی ہو۔ بھجلا ہٹ کے بعد جب اُسے خیال آ جاتا کہ عمران سے باتوں میں جتنا ممکن نہیں تو وہ لاچارگی سے ہنس پڑتی۔ ظاہر ہے اس کے سوا وہ اور کمر بھی کیا سکتی تھی۔

اور پھر اس سے پہلے کہ کوئی مزید بات ہوتی اچانک سامنے صحرا کے اونچے ٹیلے کے پیچھے سے سرخ رنگ کا ایک بڑا سا ہیلی کاپٹر نمودار ہوا۔ اور پھر وہ جیپ کے اوپر اس طرح منڈلانے لگا جیسے اُسے رکنے کا اشارہ کر رہا ہو۔ ہیلی کاپٹر پر صحرائی چیمکنگ پولیس ابابہ کا مخصوص نشان موجود تھا۔ اور عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے جیپ روک دی۔

"لو بھئی آگئے یہ بڑے بابا، کیا اولاد ابابہ"

عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے جیپ کو روکتے ہوئے کہا۔

اس کی جہیپ رکھتے ہی جہیپ سے کچھ فاصلے پر
ہیلی کا بیڑہ ریت پہ اتر گیا اور پھر دو باوردی مصری نوجوان
ہاتھوں میں مشین گنیں اٹھائے نیچے اترے اور انتہائی

مقاطعات انہیں جہیپ کی طرف بڑھے۔ ایک مصری تو ایک طرف

اس نکیا برب کہ دوسرا جیب کے قریب پہنچ گیا۔

”جی فرمائیے۔ کیا میگزین ختم ہو گیا ہے آپ کی

مگنوں کا۔ لیکن سورہی ہم تو سیاح ہیں۔ ہمارے پاس

تھریروں والا میگزین تو ہو سکتا ہے یہ گنوں والا نہیں۔

وہیے ایک بات ہے۔۔۔۔۔ تم وہ تصویریں دیکھ لو۔ تو تمہیں

یہ گنیں بھول جائیں۔ بڑا خوف ناک السلحہ ہے وہ بھی۔ بغیر

آواز نکالے دیکھنے والے کو ڈھیر کر دیتا ہے۔ دکھاؤں

عمران کی زبان اس قدر تیز رفتاری سے چل پڑی کہ نوجوان

ایک لفظ بھی جواب میں نہ بول سکا۔

”زیادہ کمبواس کی ضرورت نہیں۔ جیپ سے باہر آ جاؤ

تم لوگ ہم چپک کریں گے۔۔۔ نوجوان نے عمران

لکے خاموش ہوتے ہی انتہائی سخت لہجے میں کہا۔ اس

کی تیز نظروں نے جیب کے اندر کا جائزہ لے لیا تھا۔

"تم کیاح ہیں منسٹر سار خبیث اور ہمارے پاس

نہ صرف کاغذات ہیں بلکہ ڈاکٹر عمر ابدال کا مخصوص

اجازت نامہ بھی ہے۔۔۔۔۔ جانتے ہو ڈاکٹر عمر ابدال

کو" — عمران سے پہلے ہی کلثوم نے چیخ کر کہا اور

عمران ہونٹ بھینچ کر رہ گیا۔ کیونکہ وہ یہاں ڈاکٹر عمر

اہل کلام سنا منے نہ لانا چاہتا تھا۔ لیکن ظاہر ہے اب

کلمہ م کو وہ کیسے سمجھتا -

"سب کچھ ہم چیک کر لیں گے۔ پہلے تم باہر آؤ۔ اور یہ جو سو رہا ہے اسے بھی باہر نکالو۔" نوجوان نے انتہائی کوفت لہجے میں کہا۔
 "اٹھیلی بہتر ہے۔ باہر ہی نکل پڑیں۔" عمران نے منہ بناتے ہوئے کلثوم سے کہا۔
 "کیا مطلب۔ کیا تم مجھے اٹھیلی کہہ رہے ہو۔ یہ کیا چیز ہے۔" کلثوم اس سچوٹن میں بھی غصہ دکھانے سے باز نہ آ سکی۔

"اٹھیلی نہیں جانتیں۔ حیرت ہے۔ انتہائی مفروضہ کو کہتے ہیں۔ وہ ایک شاعر نے کہا ہے کہ ہماری جان پر بنی ہوئی ہے اور تمہیں اٹھیلیاں سوچ رہی ہیں۔ اٹھیلیاں اٹھیلی کی جمع ہی ہوگی۔ اور شاعر کی کم سنجی کہ ایک تو مانتی نہیں اس نے اتنی ساری اٹھیلیاں اکٹھی کر لیں۔ عمران نے باقاعدہ بحث کرتے ہوئے کہا۔

"تم باہر آتے ہو یا پھر۔" نوجوان نے اس بار غصے سے تیختے ہوئے کہا۔

"یا پھر میں اٹھیلیاں شروع کر دوں ہی کہنا چاہتی ہو تم۔" عمران نے کہا۔ اور دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا۔

ادھر کلثوم نے تیچھے مڑ کر ہاتھ بڑھایا اور سیٹ پر سونے ہوئے فیاض کو بُری طرح جھنجھوڑ دیا۔

"کیا ہے۔ کیا ہے۔" فیاض نے بڑبڑا کر کہا۔ اور چونکہ وہ اچانک گہری نیند سے جاگا تھا اس لئے غار ہے اس نے اردو ہی بولنی تھی۔

"باہر نکلو۔ ابابہ چیک کر رہی ہے۔" کلثوم نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔ اور پھر خود بھی اچھل کر نیچے اتر گئی۔

"ابابہ تو کیا اس صحرائیں لڑکیاں چینگ کر رہی ہیں۔" فیاض نے حیرت بھرے انداز میں کہا اور پھر دروازہ کھول کر وہ بھی نیچے اتر آیا۔ وہ شاید ابابہ کسی لڑکی کا نام سمجھا تھا۔

عمران اور کلثوم بڑے مطمئن انداز میں ایک طرف کھڑے تھے۔ چنانچہ فیاض بھی حیرت بھرے انداز میں ادھر ادھر دیکھتا ہوا ان کے قریب جا کھڑا ہوا۔

"کہاں ہے وہ ابابہ۔ یہاں تو مجھے نظر نہیں آ رہی۔" فیاض نے حیرت بھرے انداز میں ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔ اور عمران اس کی بات سن کر ہنس پڑا۔

"یہاں صحرائی چینگ پولیس کو ابابہ کہتے ہیں۔ یہ کسی لڑکی کا نام نہیں ہے۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

وہ مشین گن بردار جو ایک طرف کھڑا تھا۔ اس نے اپنی مشین گن کا رخ ان کی طرف کر لیا تھا جب کہ جیب

کے قریب موجود نوجوان ان کے نیچے اترتے ہی اچھل کر جیپ میں داخل ہو گیا تھا۔ ہیلی کا پیٹر عمران اور اس کے ساتھیوں کے دائیں ہاتھ پر تھا۔ البتہ عمران کی توجہ جیپ کی طرف ہی تھی۔ کیونکہ اس نے سیڈوں کے نیچے مخصوص خفیہ خانوں میں خاصا جدید اسلحہ بھرا ہوا تھا۔ اس لئے اُسے دراصل اس اسلحے کی فکر تھی۔

اُسی لمحے ہیلی کا پیٹر سے ایک نوجوان نے سر ہار نکالا۔ اور دوسرے لمحے اس کے ہاتھوں میں ایک چوٹی نال کی گن کی جھلک دکھائی دی اور پھر چپک کی آواز کے ساتھ ہی گن کے سرے سے نارنجی رنگ کا شعلہ سا نکلا اور عمران۔ کلثوم اور فیاض تینوں کو یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے اچانک انہیں اٹھا کر ریت پر پرتخ دیا ہو۔ وہ واقعی اس طرح اچھل کر پہلو کے بل ریت پر گرے تھے۔ اور نیچے گرتے ہی عمران نے یک لخت اٹھنے کی کوشش کی۔ لیکن دوسرے لمحے اس کے ذہن پر اس قدر تیزی سے سیاہ پردہ کھ گیا کہ اُسے اپنے آپ کو سنبھالنے کی ایک لمحے کے لئے بھی مہلت نہ ملی۔

فواد رات کو تو یہی پروگرام بنا کر سویا تھا کہ پہلے وہ بیٹھا جا کر اپنے دوستوں کی مدد سے ہڈیوں کو سروس کر کے اپنے والے شے سے مخصوص ہیلی کا پیٹر اور کاغذات اور متعلقہ سامان وغیرہ ارنیج کر کے واپس آئے گا۔ اور پھر یہاں سے عمران اور علی جان کو ساتھ لے کر واپس جائے گا۔ اور پھر وہاں سے وہ صدار کی پٹی کی جینٹل کے لئے چل پڑیں گے۔ لیکن صبح جب اس نے پہلے فون پر یبیا میں اپنے ایک دوست کو فون کیا تاکہ اس سلسلہ میں وہ کوئی پیشگی انتظام کر سکے۔ تو اس کے دوست نے سارا ہی مسئلہ حل کر دیا۔ اس نے بتایا کہ ایک ہیلی کا پیٹر کل صبح مشن پر جا رہا ہے۔ لیکن اس میں صرف دو آدمیوں کی گنجائش ممکن ہے۔

اگر وہ آجائے تو فوری طور پر یہ کام ہو سکتا ہے۔ ورنہ دوسری صورت میں مشن پر جانے کے لئے ہیڈ کوارٹر سے باقاعدہ اجازت نامہ حاصل کرنا پڑے گا۔ تو فواد نے فوری طور پر اپنا پر وگرام بدل دیا۔ اس نے عمران سے بات کرنے کی بجائے پہلے خود اس صدار کی پیٹی کی چیکنگ کا پر وگرام بنایا۔ کیونکہ اطلاع قطعی مبہم سی تھی۔ صرف اتنی کہ ابابہ کے چیف کو پچاس لاکھ مصری پونڈ نہ غیر ملکیوں نے دیئے ہیں۔ کہ اس کی فورس کا کوئی آدمی ایک ہفتے تک صدار کی پیٹی میں داخل نہ ہو گا۔ لیکن کیوں۔ اور اس کیوں کا مطلب معلوم کرنے کے لئے وہ اس پیٹی کو چیک کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے اس نے سوچا کہ پہلے وجہ معلوم کرے۔ اگر کوئی ایسی بات سامنے آئی جسے عمران تک پہنچانے کی ضرورت محسوس ہوئی تو وہ پہنچا دے گا۔ ورنہ دوسری صورت میں وہ براہ راست ایجنٹ کو کبھی رپورٹ کر سکتا تھا۔ چنانچہ اس نے ملازم سے یہی کہا کہ اگر عمران صاحب کا فون آئے تو انہیں بتا دیا جائے کہ وہ ایک ضروری کام سے دو تین روز کے لئے ملک سے باہر جا رہا ہے۔ اُسے یقین تھا کہ دو تین روز میں وہ چیکنگ مکمل کر کے واپس آجائے گا۔ اس کے بعد اس نے علی جان کو بلایا اور اُسے ساتھ لے کر وہ ایک تیز رفتار چارٹرڈ

طیارے کے ذریعے لیبیا پہنچ گیا۔ وہاں واقعی سروے مشن تیار تھا۔ اور چونکہ فواد کا دوست خود اس مشن کا انچارج تھا۔ اور اس کے ساتھ اس کے اسٹنٹ نے جانا تھا۔ اس لئے فواد کے اصرار پر اس نے مشن کا فواد کے حوالے کر دیا۔ کیونکہ مشن میں کوئی خاص بات نہ تھی۔ عام روٹین کا مشن تھا۔ انہوں نے صحرا پر واز کرنے کے بعد واپس آکر ہیڈ کوارٹر کو صرف ہی رپورٹ دینی تھی کہ کہیں ٹڈی دل کے انڈے تو نظر نہیں آئے۔ ایسے مشن ہر ہفتے انجام دیتے جاتے تھے اس لئے یہ روٹین کا مسئلہ تھا۔ اس لئے اس نے یہی سوچا تھا کہ فواد سے ملنے والی بھاری رقم کو بامقصد سے جانے نہ دے۔ جب فواد واپس آئے گا تو وہ ہیڈ کوارٹر ہی رپورٹ دے دے گا کہ مشن خالی رہا۔ کہیں ٹڈیاں یا ان کے انڈے نظر نہیں آئے۔ فواد نے اُسے بتایا تھا کہ وہ ایک انتہائی اہم کام کے لئے صحرائیں جانا چاہتا ہے۔ اور چونکہ وہ یہ کام ابابہ کی نظروں سے بچ کر کرنا چاہتا ہے۔ اس لئے سروے مہلی کا بیڑ کی ضرورت ہے۔ فواد نے اپنے دوست کے اصرار کے باوجود اُسے اصل بات کی ہوا بھی نہ گھننے دی تھی۔ بس اس نے ہنر بڑے نوٹ اُسے دے دیتے تھے کہ وہ بس

عیش کرے۔ ان نوٹوں کے بعد اس کے دوست بھی اصرار ختم کر دیا تھا۔ اور فواد علی جان کو ساتھ میلی کا پیٹر اڑاتا ہوا صحرا کی طرف چل پڑا تھا۔ اس کے پاس ایک بریف کیس تھا۔ چنانچہ صحرائیں دوڑا ہو کر اس نے میلی کا پیٹر ایک طرف رد کا اور پھر اس بریف کیس میں موجود ماسک میک اپ سامان کی مدد سے ان دونوں نے جیلے تبدیل کر لئے۔ فواد اپنے وہ جلد ہی سرحدی قبضے سیوا کو کر اس کرتے ہوئے اب فواد اپنے دوست کے جیلے میں تھا۔ جب کہ علی جانی کی سرحد سے مصر کی سرحد میں داخل ہو گئے۔ اب اس کے اسسٹنٹ کے میک اپ میں آگیا۔ فواد نے میلی کا پیٹر کا رخ براہ راست البوینی کی طرف کے دوست کا نام علی پاشا تھا۔ اس لئے فواد دیا تھا۔ کیونکہ سرحدی ڈیپارٹمنٹ کے آدمی بھی اب علی پاشا بن چکا تھا۔ لیکن علی پاشا کے اسسٹنٹ نے کی وجہ سے اب انہیں کسی خطرے کا اندیشہ باقی کا نام احمد علی تھا۔ اس لئے علی جان نے اپنا وہی نام رکھا۔

برقرار رکھا۔ فواد نے کاغذات علی پاشا سے میلی کا پیٹر جیسے ہی البوینی سے دس بارہ کلومیٹر کے لئے تھے۔ اس لئے اب وہ پوری طرح مطمئن فاصلے پر پہنچا جا چکا تھا۔ ٹرانسمیٹر کی بتی جل اٹھی اور ساتھ تھا۔ میلی کا پیٹر انتہائی تیز رفتاری سے صحرا پر اڑا جا رہا تھا اور کمرخت آواز ابھری۔ رہا تھا۔ چونکہ یہ میلی کا پیٹر بالکل جدید اور "میلو میلو" پائلٹ شناخت کر آؤ۔ اور میلی خاصا تیز رفتار تھا۔ اس لئے فاصلہ واقعی انتہائی کم تھا۔ فواد نے دو۔ فوراً۔ ورنہ ہتھارتے تیزی سے طے ہو رہا تھا۔

"آخر وہاں ہو کیا رہا ہو گا باس۔ آپ نے کچھ انداز لگایا ہے۔" اور فواد اور علی جان نے حیرت بھرے انداز میں ایک دوسرے کو دیکھا۔ اور فواد نے رفتار آہستہ کہہ۔

نہیں۔ میں نے اندازہ لگانے کی بجائے کوشش کی ہے۔ لیکن کچھ اندازہ نہیں لگا سکا۔ کوئی بات سمجھ نہیں آتی۔ بہر حال وہاں پہنچ کر ہی کچھ اندازہ فواد نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اور

بھی اس نے میلی کا پیٹر ایک طرف رد کا اور پھر اس بریف کیس میں موجود ماسک میک اپ سامان کی مدد سے ان دونوں نے جیلے تبدیل کر لئے۔ فواد اپنے وہ جلد ہی سرحدی قبضے سیوا کو کر اس کرتے ہوئے اب فواد اپنے دوست کے جیلے میں تھا۔ جب کہ علی جانی کی سرحد سے مصر کی سرحد میں داخل ہو گئے۔ اب اس کے اسسٹنٹ کے میک اپ میں آگیا۔ فواد نے میلی کا پیٹر کا رخ براہ راست البوینی کی طرف کے دوست کا نام علی پاشا تھا۔ اس لئے فواد دیا تھا۔ کیونکہ سرحدی ڈیپارٹمنٹ کے آدمی بھی اب علی پاشا بن چکا تھا۔ لیکن علی پاشا کے اسسٹنٹ نے کی وجہ سے اب انہیں کسی خطرے کا اندیشہ باقی کا نام احمد علی تھا۔ اس لئے علی جان نے اپنا وہی نام رکھا۔

کہہ لی۔
"کون شناخت مانگ رہا ہے۔ تمہیں ہیلی کا پٹر
سروے ڈیپارٹمنٹ کا مونیٹرنگ نام نظر نہیں آ رہا اور
فواد نے انتہائی سخت لہجے میں جواب دیتے ہوئے
کہا۔

"ابابہ سیکنڈ چیف کمال بول رہا ہوں۔ رفتار اور
آہستہ کہو۔ اور"۔ دوسری طرف سے بولنے
والے نے تیز لہجے میں کہا۔ اور فواد اور علی جان
دونوں اس کی بات سن کر بڑی طرح چونک پڑے۔
کیونکہ ابابہ کو روکنے کے لئے تو ان غیر ملکیوں نے
ابابہ کے چیف کو اتنی بھاری رقم ادا کی تھی۔ اور
ابابہ کے نہ صرف آدمی دیاں موجود تھے بلکہ ان کا
سیکنڈ چیف بھی موجود تھا۔ بات کچھ اور الجھ گئی تھی۔
اس لئے فواد نے رفتار اور بھی آہستہ کہہ لی۔ اب
ہیلی کا پٹر انتہائی دھیمی رفتار سے چل رہا تھا۔

"میں علی پاشا بول رہا ہوں۔ سروے انسپکٹر میرے
ساتھ میرا اسسٹنٹ احمد علی ہے۔ ہم ٹیڈی دل کے
سروے پر نکلے ہوئے ہیں اور"۔ فواد نے
جواب دیا۔

"سنو علی پاشا۔ ہیلی کا پٹر کو فوراً اپنے اتار دو۔ دوسری
حکومت اس علاقے میں ایک اہم ترین مشن سرانجام

دے رہی ہے۔ اس لئے مکمل چکنگ کے بعد ہی
تمہیں آگے بڑھنے کی اجازت دی جائے گی۔ فوراً
ہیلی کا پٹر کو اتار دو۔ میں خود آ رہا ہوں۔ اور اگر تم
نے حکم کی تعمیل نہ کی تو ہمیں یہ بھی حکم ہے کہ ہم تمہارے
ہیلی کا پٹر کو میزائل سے ہٹ کر دیں۔ فوراً اتار دو اور
دوسری طرف سے سیکنڈ چیف کمال کی گھر جیتی ہوئی
آواز سنائی دی۔

"ٹھیک ہے۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ آپ بیشک
اپنی تسلی کر لیں۔ مہری حکومت سے تعاون کرنا ہماری ڈیوٹی
میں شامل ہے۔ میں ہیلی کا پٹر اتار رہا ہوں اور
فواد نے ہونٹ بیچھتے ہوئے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی
اس نے ہیلی کا پٹر کو فضا میں معلق کیا۔ اور اس کے
بعد اس نے اُسے ایک اوپن سے ٹیلے کی سائینڈیں
اتار دیا۔

"ٹھیک ہے تم نے عقلمندی سے کام لیا ہے۔ میں
آ رہا ہوں چکنگ کے لئے اور اینڈ آف"۔ دوسری
طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی ٹرانسمیٹر آف
ہو گیا۔

"یہ کیا بات ہوئی۔ یہاں تو نہ صرف ابابہ بلکہ اس کا
سیکنڈ چیف بھی موجود ہے۔ حالانکہ ابابہ کو معاہدے کے
مطابق یہاں نہیں ہونا چاہیے تھا"۔ ٹرانسمیٹر آف

ہوتے ہی علی جان نے کہا۔
 "یہی بات میری سمجھ میں نہیں آرہی۔ اس کا مطلب ہے
 کوئی انتہائی گہرا کھیل کھیلا جا رہا ہے۔" فواد نے
 ہونٹ چباتے ہوئے جواب دیا۔
 "لیکن ابابہ کی یہاں موجودگی کے بعد کسی غیر ملکی کے کھیل
 کھیلنے کی کیا گنجائش باقی رہ سکتی ہے۔" علی جان
 نے کہا۔

اُسی لمحے ایک ٹیلے کے پیچھے سے ابابہ کا مخصوص
 ہیلی کاپٹر نمودار ہوا۔ اور پھر وہ ان کے ہیلی کاپٹر کے
 قریب آکر ریت پر اتر گیا۔ فواد اور علی جان ہیلی کاپٹر
 کو آتا دیکھ کر پہلے ہی اپنے ہیلی کاپٹر سے نیچے اتر آئے
 فواد نے کاغذات کا مخصوص بیگ ہاتھ میں پکڑا ہوا تھا۔
 ابابہ کے ہیلی کاپٹر سے چار مسلح افراد نیچے اترے۔ ان
 کے جہموں پر ابابہ کی مخصوص یونیفارمز تھیں۔ اور
 ہاتھوں میں مشین گنیں۔ وہ پھیل کر آگے بڑھے اور دوسرے
 لمحے انہوں نے ان دونوں کو چاروں طرف سے اس
 طرح گھیر لیا جیسے وہ مجرم ہوں جب کہ ایک لمبا ترنگا
 آدمی تیزی سے آگے بڑھا۔ اس کی یونیفارم پر
 موجود نشانہ بتا رہے تھے کہ وہ واقعی سیکنڈ چیف ہے۔
 "آپ لوگ ادھر ہو جائیں۔ ہم پہلے ہیلی کاپٹر کی تلاشی
 لیں گے۔" سیکنڈ چیف نے کمرخت ہاتھ میں

کہا۔ اور فواد اور علی جان خاموشی سے اس کے اشارے
 کے مطابق اپنے ہیلی کاپٹر سے کچھ دور ہٹ کر کھڑے
 ہو گئے۔ اور سیکنڈ چیف خود اچھل کر ہیلی کاپٹر
 میں داخل ہو گیا۔ فواد اور علی جان خاموش کھڑے رہے۔
 مین مشین گنیں ابھی تک ان کی طرف اٹھی ہوئی تھیں۔ سیکنڈ
 چیف ہتھوڑی دیر بعد نیچے اتر ا اور تیزی سے ان کی طرف
 آیا۔

"کاغذات دکھائیں۔" سیکنڈ چیف نے کہا۔
 اور فواد نے خاموشی سے ہاتھ میں پکڑا ہوا بیگ اس کی
 طرف بڑھا دیا۔

سیکنڈ چیف نے بیگ کھول کر اس میں سے کاغذات
 نکالے اور انہیں غور سے دیکھنے لگا۔ چند لمحوں تک دیکھنے
 کے بعد اس نے کاغذات واپس بیگ میں ڈالے اور
 بیگ فواد کے ہاتھ میں دے دیا۔

"آپ واقعی درست لوگ ہیں لیکن آپ آگے نہیں جا
 سکتے۔ آپ کو اپنا مشن ملتوی کرنا ہوگا۔" سیکنڈ چیف
 نے اس بار نرم لہجے میں کہا۔

"وہ کیوں؟" فواد نے حیرت بھرے لہجے میں
 کہا۔

"کیونکہ ایک اہم ترین خفیہ سرکاری مشن کے لئے یہ
 سارا علاقہ ہر ایک کے لئے ممنوعہ قرار دے دیا گیا ہے۔

اور ایسا صرف ایک ہفتے کے لئے کیا گیا ہے۔ آپ ہفتے بعد الہمینان سے اپنا مشن مکمل کر سکتے ہیں۔" سیکنڈ چیف نے کہا۔

لیکن اس سے پہلے کہ فواد کوئی جواب دیتا۔ ہیلی کاپٹر سے ایک آدمی نیچے اترا۔

"باس۔ آپ ٹکی ایمر جنسی کال ہے۔" اس نے زور سے آواز دے کر کہا۔

"اوہ اچھا۔ آپ لوگ ابھی رکیں۔ ہو سکتا ہے آپ کو کلینر مل جائے۔ میں بات کر کے آتا ہوں۔"

سیکنڈ چیف نے فواد اور علی جان سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور پھر تیزی سے دوڑتا ہوا ہیلی کاپٹر کی طرف بڑھ گیا۔ فواد

نے ہنٹ پھینچ لئے۔ بات تو اس معاہدے میں بس ایک ہفتے کی تھی۔ لیکن کام معاہدے کے بالکل

برعکس ہو رہا تھا۔ معاہدہ تو اس بات کا ہوا تھا کہ ایک ہفتے تک ابا بہ یہاں نہ آئے گی۔ اور یہاں ایک ہفتے

کے لئے ابا بہ ہی پکٹنگ کر رہی تھی۔ مقوڑی دیر بعد سیکنڈ چیف دوبارہ ہیلی کاپٹر سے

نیچے اترا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ان کے قریب آیا۔ "میں نے بات کر لی ہے۔ لیکن حکام نہیں مانے آپ

کو واپس جانا ہوگا۔ ابا ڈٹ ٹرن۔" سیکنڈ چیف نے کہخت لہجے میں کہا۔ اور اس کا ایک ہاتھ یونیفارم

کی جیب میں تھا۔

"لیکن آپ میری بات تو نہیں۔" فواد نے کچھ کہنا چاہا۔ "ٹانس۔" سیکنڈ چیف نے چیخ کر کہا۔ اور ساتھ

ہی اس نے جیب سے ہاتھ نکالا اور دوسرے لمحے فواد اور علی جان کے قدموں میں ہلکا سا دھکا دیا۔ اور سفید رنگ

کا دھواں ایک لمخت اوپر کو اٹھ کر ان کی ناک سے ٹکرایا۔ اور اس سے پہلے کہ فواد اور علی جان دونوں ہی کچھ سمجھتے۔

ان کے ذہن تاریک ہوتے گئے اور وہ کٹے ہوئے شہتیروں کی طرح ریت پر گر گئے۔

ایچانک مشین کے کونے میں ایک چھوٹا سا بلب جل اٹھا۔
اور ساتھ ہی ٹرانسمیٹر جیسی ٹوں ٹوں کی آواز نکلتی گئی۔ کرنل
آرچ نے چونک کر ادھر دیکھا۔ اور پھر ہاتھ بٹھا کر ایک بٹن
دبا دیا۔

"ہیلو ہیلو — چیکنگ ونگ اے سے روز میر بول
رہا ہوں اور" — بٹن دبتے ہی ایک آواز سنائی

دی۔ "یس۔ کرنل آرچ اسٹنڈنگ یو فرام گولڈن سینڈ ہیڈ
کو آرڈر اور" — کرنل آرچ نے جواب دیا۔
"باس ایک جیب کو چیک کیا گیا ہے وہ گولڈن سینڈ
کی طرف بڑھ رہی ہے اور" — دوسری طرف
سے کہا گیا۔

"جیب گولڈن سینڈ کی طرف بڑھ رہی ہے۔ کون ہے
اس جیب میں اور" — کرنل آرچ نے تیز لہجے
میں پوچھا۔

"باس۔ یہ جیب السیوت سے صحرائیں داخل ہوتی
ہے۔ اس لئے ہم نے السیوت چیکنگ پوسٹ سے
معلوم کیا ہے تو پتہ چلا ہے کہ دو غیر ملکی سیاح اس جیب
میں سوار ہیں۔ اور ان کے ساتھ ڈاکٹر عمر ابدال کی
بیٹی کلثوم ہے۔ کلثوم کی وجہ سے چیکنگ پوسٹ پر نہ
روکا گیا ہے اور نہ چیک کیا گیا ہے اور" — دوسری

کٹری کے بنے ہوئے بڑے سے کمرے
کے درمیان ایک بڑی سی میز کے پیچھے کرنل آرچ بیٹھا ہوا
تھا۔ میز پر ایک بڑی سی مشین رکھی ہوئی تھی۔ جس
کے ایک کونے میں ایک چھوٹی سی سکرین تھی۔ جس پر
ریت میں سرنگ کھودنے والی مشین کام کرتی صاف دکھائی
دے رہی تھی۔ اور اس مشین کے گرد چاروں
طرف نیچے نصب تھے۔ اور وہاں بہت سے لوگ
مختلف کاموں میں مصروف تھے۔ کئی چھوٹی چھوٹی مشینیں
ادھر ادھر نصب تھیں جن پر باقاعدگی سے کام ہو رہا تھا۔
ایک طرف ایک دیوہیکل بند باڈمی کا ٹرک کھڑا تھا۔ ٹرک
کے اوپر پیلے رنگ کی پٹیوں والا کپڑا بٹا ہوا صاف دکھائی
دے رہا تھا۔

طرف سے کہا گیا۔

"ڈاکٹر عمر ابدال کی بیٹی کلثوم ان کے ساتھ ہے۔
ادہ - ادہ - پھر یقیناً یہ غیر ملکی عمران اور اس کا ساتھی
ہوگا۔ کلثوم کے ساتھ وہی ہو سکتے ہیں۔ ادہ
ویہی بیڈ۔ اُسے گولڈن سینڈ کے متعلق کیسے علم ہوا اور
کرنل آپرچ نے بُری طرح چیختے ہوئے کہا۔

"عمران اور اس کے ساتھی۔۔۔ یہ کون ہیں باس
اور۔۔۔" دوسری طرف سے روز میر نے حیرت
بھرے لہجے میں پوچھا۔

"ادہ - تم انہیں نہیں جانتے۔ ادہ - اگر واقعی یہ وہی
ہیں تو یہ انتہائی بُری خبر ہے اور۔۔۔" کرنل آپرچ
نے انتہائی پریشان لہجے میں جواب دیا۔

"اگر ایسی بات ہے باس تو اس جیپ کو راکٹ
لانچر کے ذریعے نہ اڑا دیا جائے اور۔۔۔" روز میر
نے کہا۔

"احق ہو گئے ہو۔ میں نے صرف خدشہ ظاہر کیا ہے۔
ہو سکتا ہے یہ بات نہ ہو۔ اور یہ لوگ واقعی ڈاکٹر عمر
ابدال کے کوئی اور بھانپوں۔ اور صحرا کی سیاحت کے
لئے نکلے ہوں۔۔۔ ایسوت چیک پوسٹ والوں کو
ان کے صحرائیں جانے کا علم ہے۔ ایسی صورت میں
اگر انہیں تباہ کر دیا گیا تو کلثوم اور ان کے واپس نہ

جانے کی صورت میں ڈاکٹر عمر ابدال فوری طور پر سرکاری
مشینری کو ان کی تلاش پر لگا دے گا۔ اور اس کے بعد
ہمارے سارا منصوبہ سامنے آ جائے گا۔ ہاں اگر یہ
عمران اور اس کے ساتھی ہوئے تو پھر انہیں لازماً ہلاک
کرنا پڑے گا اور کلثوم کو اس وقت تک قید میں رکھنا ہو
گا جب تک کہ ہمارا مشن مکمل نہیں ہو جاتا۔ اس
لئے تم ایسا کرو فوری طور پر انہیں روک لو۔ اور پھر انتہائی
مخاطبہ انداز میں انہیں ریزنگن سے بے ہوش کر کے
جیپ کو اپنے ونگ میں روک لو۔ جب کہ ان تینوں کو
یہاں میرے پاس بھجوا دو اور۔۔۔" کرنل آپرچ نے
نیز تیز لہجے میں کہا۔

"یس باس۔ جیسے آپ کا حکم باس اور۔"

دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

"سنو روز میر۔۔۔ اگر یہ واقعی عمران ہے تو پھر یہ
بات سن لو کہ یہ دنیا کا سب سے خطرناک چالاک اور
عیار آدمی ہے۔ اس لئے تم خود اس مشن پر جاؤ گے۔
اور مشن انتہائی احتیاط سے مکمل کر دو گے۔ تمہاری
ذرا سی لاپرواہی غفلت یا بے احتیاطی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ
عمران الٹا تم لوگوں پر ہی قابو پا لے گا۔ اور پھر مشن بھی
اس کے سامنے آ جائے گا۔۔۔ میں چونکہ بہت دور
ہوں اس لئے خود نہیں آ سکتا اور۔۔۔" کرنل آپرچ

نے تیز لہجے میں کہا۔

"آپ بے فکر رہیں باس۔ میں انتہائی احتیاط سے کام کروں گا اور"۔ روز میر نے جواب دیا۔
 "کام مکمل ہوتے ہی مجھے فوری رپورٹ دینا اور اینڈ آل"۔ کرنل آپرچ نے کہا اور ہاتھ بڑھا کر ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ اب اس کے چہرے پر شدید پریشانی کے آثار مکمل طور پر نمایاں ہو گئے تھے۔ کیونکہ اُسے عمران کے متعلق سپیشل ایجنسی سے مکمل تفصیلات ملی ہوئی تھیں۔ وہ جانتا تھا کہ عمران اپنی حیرت انگیز صلاحیتوں سے کسی بھی لمحے سچویشن بدل دینے کی قدرت رکھتا ہے۔ اس لئے وہ واقعی پریشان تھا۔ اس پریشانی کے عالم میں اس نے اٹھ کر کمرے میں ٹہلنا شروع کر دیا۔ وہ بار بار مٹھیاں بھینچتا اور پھر کھول لیتا۔ اس کے چہرے کے زاویے مسلسل بدل رہے تھے۔ اور پھر اس طرح ٹہلتے ٹہلتے اُسے پندرہ منٹ گزر گئے۔ اور جیسے جیسے وقت گزرتا جا رہا تھا اس کی پریشانی کا گراف اونچا ہوتا جا رہا تھا۔ اور اب تو چہرے پر دہشت کے آثار نمایاں ہونے لگ گئے تھے۔ اُسی لمحے ٹرانسمیٹر ایک بار پھر بول پڑا۔
 تو کرنل آپرچ اس طرح ٹرانسمیٹر کی طرف بھینٹا جیسے بھوکا عذاب اپنے تشکار پر چھپتا ہے۔ اس نے جلدی سے

ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

"ہیلو۔۔۔ روز میر کا لنگ اور"۔ ٹرانسمیٹر آن ہوتے ہی روز میر کی آواز سنائی دی۔ اور اس کے لہجے کے اطمینان کا کرنل آپرچ پر فوری اور گہرا اثر ہوا۔ اور وہ تیزی سے نارمل ہوتا گیا۔

"یس۔۔۔ کیا رپورٹ ہے روز میر اور"۔ کرنل آپرچ نے پوچھا خاص حد تک نارمل ہو جانے کے باوجود وہ لہجے میں موجود اضطراب کو نہ چھپا سکا۔
 "باس۔ ہم نے انہیں ریزنگن سے آسانی سے بے ہوش کر لیا ہے اور"۔ دوسری طرف سے روز میر نے جواب دیا۔

"کیسے۔۔۔ پوری تفصیل بتاؤ اور"۔ کرنل آپرچ نے ایسے لہجے میں کہا جیسے اُسے روز میر کی بات پر یقین نہ آرہا ہو۔

جواب میں روز میر نے جیب کو روکنے۔ ان لوگوں کو باہر نکالنے اور پھر اچانک ریزنگن کا ہیلی کاپٹر سے فائر کرنے اور ان کے بے ہوش ہو جانے کی پوری تفصیل بتا دی۔

"اوہ۔ وی بی گڈ روز میر وی بی گڈ۔ اگم یہ واقعی وی عمران ہے تو سمجھ لو تم نے دنیا کا سب سے بڑا کارنامہ انجام دے لیا ہے۔ انہیں فوری طور پر

"ہیلو۔ ولسن کالنگ باس فرام ونگ تھری اور
ایک اور بھاری آواز سنائی دی۔ اور کرنل آپج نے
بے اختیار اطمینان کا ایک طویل سانس لیا۔
"یس۔ کرنل آپج فرام گولڈن سینڈ ہیڈ کو آرڈر اور"
کرنل آپج نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"سر۔ ونگ تھری نے السیوت کی طرف سے آنے
والے ایک ہیلی کاپٹر کو مارک کیا۔ یہ ہیلی کاپٹر لیڈیا
سے پرواز کرتا ہوا آ رہا تھا۔ یہ ٹیڈی دل کا۔
سرورے ڈیپارٹمنٹ کا ہیلی کاپٹر ہے جو معمول کی پرواز
پر آ رہا تھا۔ لیکن چونکہ آپ کی طرف سے یہ آیات بے حد
سخت تھیں۔ اس لئے میرے حکم پر ٹیڈی تھری نے
اُسے روکا اور پھر اس کی چیکنگ کی۔ چیکنگ کے
دوران تمام کاغذات بھی درست پائے گئے۔ لیکن
ونگ تھرائل مشین نے ایک حیرت انگیز رپورٹ دی۔
کہ ہیلی کاپٹر اتارنے کے بعد پائلٹ اور اس کے
اسسٹنٹ کے درمیان جو گفتگو ہوئی۔ اس سے پتہ چلتا
ہے کہ انہیں صمد اکئی پیٹی کا ابا بہ سے معاہدے کا علم
ہے۔ کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ معاہدہ تو یہ
تھا کہ ایک ہفتے تک صمد اکئی پیٹی میں ابا بہ داخل نہ ہو
گی لیکن یہاں تو اس معاہدے کے الٹ کام ہو رہا
ہے۔ اس رپورٹ کے ملتے ہی میں نے ٹیڈی تھری

کو کال کر کے ان دونوں کو بے ہوش کر کے ونگ ہیڈ
کو آرڈر لانے کے احکامات دے دیئے۔ چنانچہ
ٹیڈی تھری نے انہیں بے ہوش کر دیا۔ انہیں
ونگ ہیڈ کو آرڈر لایا گیا۔ دہاں ایک اور حیرت انگیز
انکشاف ہوا کہ دونوں ہی میک اپ میں تھے۔ اور
ہیلی کاپٹر کے ایک خفیہ خانے سے ایک بریف کیس
بھی دستیاب ہوا ہے۔ جس میں میک اپ کے
سامان کے ساتھ ساتھ انتہائی جدید قسم کا اسلحہ اور کال
یکچر وغیرہ بھی موجود ہیں۔ اور۔۔۔۔۔ ولسن نے
پوری تفصیل سے بتایا۔

"اور۔۔۔۔۔ یہ آخر ہو کیا رہا ہے۔ ونگ دن کی طرف
سے بھی ادھر آتے ہوئے لوگ پکڑے گئے ہیں اور
اب ونگ تھری سے بھی یہ لوگ داخل ہو رہے تھے۔
یہ کون لوگ ہیں۔ ٹھیک ہے تم ان دونوں کو میرے
ہیڈ کو آرڈر بھیج دو۔ میں خود انہیں چیک کرتا ہوں اور۔"
کرنل آپج نے کہا۔

"اور۔ کے سر اور۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے
کہا گیا۔

اور کرنل آپج نے اور اینڈ آل کہہ کر ٹرانسمیٹر
آف کر دیا۔ اس کے پہرے پر ایک بار پھر پریشانی
کے آثار نمایاں ہو گئے تھے۔ اس نے فون پر

راجہ کو دوبارہ کال کیا۔ اور اُسے دنگ تھری سے آنے والے دونوں افراد کے بارے میں بھی وہی ہدایات دیں جو وہ پہلے کلثوم اور اس کے ساتھیوں کے متعلق دے چکا تھا۔ فون کا بٹن آف کم کے وہ اٹھا۔ اور کیبن کی ایک ویوار کے ساتھ موجود لوہے کی مضبوط الماری کو کھولا اور اس کے اندر پڑے ہوئے ایک خاصے بڑے اور جدید قسم کے ٹرانسمیٹر کو اٹھا کہ اس نے اُسے باہر نکالا۔ اور پھر اُسے لاکر اس نے میز کے ایک خالی کونے میں رکھ دیا۔ اس کے بعد اس نے میز پر موجود مشین کی سائیڈ سے ایک تار کھینچی اور اُسے اس ٹرانسمیٹر کے ساتھ فٹ کم کے اس نے ٹرانسمیٹر کے مختلف بٹن دبانے شروع کر دیئے۔ ٹرانسمیٹر کا بلب تیزی سے جلنے لگا۔

"ہیلو ہیلو۔۔۔ کرنل آپرچ فرام ہیڈ کوارٹر کالنگ اور۔۔۔" کرنل آپرچ نے بار بار یہی فقرہ دہرانا شروع کر دیا۔

"یس۔۔۔ آپریشنل پوائنٹ گولڈن سینڈ پر وجیکٹ اور۔۔۔" چند لمحوں بعد ایک چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔

"کیا پوزیشن ہے ٹھوکتی۔۔۔ مقبرے تک راستہ بن گیا ہے یا نہیں اور۔۔۔" کرنل آپرچ نے سخت

لہجے میں پوچھا۔
 "ہم بس ایک گھنٹہ بعد مقبرے میں داخل ہو جائیں گے۔ اس کے بعد وہاں سے سامان نکالنے کا کام شروع ہو جائے گا اور۔۔۔" دوسری طرف سے کہا گیا۔
 "ٹھوکتی۔ کام کی رفتار اور تیز کر دو۔ چند لوگوں کو شاید ہمارے اس منصوبے کی بھند پڑ گئی ہے۔ گو ہم نے ان لوگوں کو گرفتار کر لیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود ہم محتاط رہنا چاہتے ہیں اور۔۔۔" کرنل آپرچ نے کہا۔

"یس باس۔۔۔ لیکن کام کی رفتار اس سے زیادہ تیز نہیں ہو سکتی۔ یہ ٹیکنیکل کام ہے۔ ذرا سی لاپرواہی سے پورا منصوبہ ختم ہو سکتا ہے۔ اور جب کہ آپ کو معلوم ہے کہ ریڈ میزائل بھی یہاں موجود ہیں۔ پھر مقبرہ کے سامان کو بھی انتہائی حفاظت سے پیک کر کے نکالنا ہوگا۔ راستے کو پختہ بنانا ہوگا تاکہ آئندہ یہ راستہ باقاعدگی سے کام آتا رہے۔ کیونکہ فی الحال تو صرف ریت میں سرنگ لگائی جا رہی ہے اور ایمرجنسی بلاکس رکھ کر راستہ قائم کیا جا رہا ہے۔ پھر مقبرے کی اندرونی سچویشن کے مطابق ریڈ میزائل پر وجیکٹ کی پلاننگ چاک آؤٹ کی جائے گی۔ اس کے بعد مقبرے کی چھت اور اس کے فرش کو ماہرین ایڈجسٹ کریں گے۔ اس کے بعد وہاں پر وجیکٹ

مشینری کی فڈنگ شروع ہوگی اور آخر میں فائنل چیکنگ کے بعد ہی پروجیکٹ مکمل ہوگا۔ گو یہ کام کم از کم ایک ماہ کا ہے۔ لیکن اعلیٰ حکام کے احکامات کے مطابق ہم نے زیادہ سے زیادہ ماہرین بھی یہاں لگائے ہیں۔ اور کام بھی مسلسل چومیں گھنٹے کیا جا رہا ہے تاکہ یہ سارا کام ایک ہفتے میں مکمل ہو جائے۔ اب اس سے زیادہ پیسہ ممکن ہی نہیں۔ ورنہ ہو سکتا ہے اصل پروجیکٹ کو ہی نقصان پہنچ جائے اور ٹھوکتی نے پوری تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

"تم نے اتنی لمبی تقریر کر دی جیسے مجھے ان ساری تفصیلات کا علم نہیں ہے اور"۔ کرنل آپرچ نے ہونٹ بیچتے ہوئے جواب دیا۔

"سو رہی باس۔ دراصل میرا مقصد صرف اتنا بتانا تھا کہ جس طرح آپ انتظامی کام کی باریکیاں جانتے ہیں اسی طرح یہ سائنسی کام بھی انتہائی باریکیاں رکھتا ہے اور"۔ ٹھوکتی نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ تم بے فکر ہو کر کام جاری رکھو۔ باقی میں سنبھال لوں گا اور"۔ کرنل آپرچ نے سخت لہجے میں کہا۔

"یہیں اور"۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

اور کرنل آپرچ نے اور اینڈ آف کہہ کر ٹرانسمیٹر آف کیا اور پھر اس کی فریکوئنسی دوبارہ ایڈجسٹ کرنے لگا۔

فریکوئنسی ایڈجسٹ کرنے کے بعد اس نے ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کیا تو بلب ایک بار پھر تیزی سے جلنے بجھنے لگا۔

"ہیلو ہیلو"۔ کرنل آپرچ کا لنگ اور"۔ کرنل آپرچ نے بار بار فقرہ دوہرایا۔

"یہیں"۔ براڈ اسٹنڈنگ فرام آر۔ سی۔ تھرٹی ون بیرم ہیڈ کوارٹر اور"۔ چند لمحوں بعد ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔

"براڈ آر۔ سی تھرٹی ون کی کیا پوزیشن ہے اور"۔ کرنل آپرچ نے کہا۔

"بالکل اور"۔ کے ہے باس۔ مکمل طور پر او۔ کے اور"۔ براڈ نے جواب دیا۔

"اُسے بالکل او۔ کے رکھنا۔ ایسا نہ ہو کہ کہیں کیچ ہو رہی ہو۔ ایسی صورت میں کوئی دشمن پروجیکٹ ایریا میں داخل ہو جائے اور"۔ کرنل آپرچ نے کہا۔

"سر۔ ایسا تو ممکن ہی نہیں ہے۔ دشمن تو ایک طرف کبھی بھی اندر داخل نہیں ہو سکتی۔ اور ویسے بھی یہاں دشمن کا کیا کام اور"۔ براڈ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"دشمن ہر جگہ پہنچ سکتا ہے۔ اگر دشمن کے پہنچنے کا اندیشہ نہ ہو تو پھر آر۔ سی تھرٹی ون کو یہاں نصب کرنے کا کیا فائدہ اور"۔ کرنل آپرچ نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

"اوہ سر۔ درست ہے سر۔ بہر حال آپ قطعی بے فکر

"تمہیں ہوش آگیا عمران" — اُسی لمحے عمران کو کیبن کے ایک کونے سے آواز سنائی دی۔ اور اس نے چونک کر اس کونے کی طرف دیکھا۔ اور پھر ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔ — کیبن کے اس کونے میں ایک مائیک اور اس کے اوپر مخصوص ٹیلی آئی صاف نصب ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔

"ہوش کمال ہے۔ اگر تم اسے ہوش کہتے ہو کہ ہاتھ اور پیر بندھے ہوئے ہوں۔ تو پھر بے ہوشی تو آزادی کا نام ہوگا" — عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ "گڈ" — اس کا مطلب ہے۔ کاسمک رین کا اثر ختم ہو گیا ہے۔ لیکن تمہارے ساتھی ابھی تک ہوش میں نہیں آئے۔ — اُسی آواز نے دوبارہ کہا۔ "ساتھی" — عمران نے چونک کر کہا۔ اور پھر اس نے تیزی سے دائیں بائیں دیکھا۔ لیکن اس کے دائیں بائیں کا فرش خالی تھا۔

"تمہارے عقب میں تمہارے ساتھی موجود ہیں، اُسی آواز نے کہا۔ اور عمران بیٹھے بیٹھے ذرا سا گھومتا گیا۔ اور دوسرے لمحے اس کے حلقے سے ایک طویل سانس نکل گیا۔ — اس کے عقب میں واقعی اس کے ساتھی موجود تھے۔ فیاض اور کلثوم۔ اور دوسرے لمحے عمران ایک اور بات پر بھی چونک پڑا۔ کیونکہ فیاض اور کلثوم دونوں

کامیک اپ صاف کر دیا گیا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ اس کامیک اپ بھی صاف ہو چکا ہوگا۔ اُسی لمحے فیاض اور کلثوم دونوں کے جسموں میں حرکت سی محسوس ہوئی۔ اور پھر دونوں نے ہی یکے بعد دیگرے کہا ہتے ہوتے آنکھیں کھول دیں۔ — وہ دونوں بھی عمران کی طرح بندھے ہوئے تھے۔

"ہم کہاں ہیں" — فیاض نے اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں جہاں سے ہم کو بھی ہماری خبر نہیں ملتی" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور فیاض نے چونک کر عمران کی طرف دیکھا اور پھر اس نے بھی عمران کی طرح اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش شروع کر دی۔

"یہ مجھے کس نے باندھ دیا ہے" — کلثوم کے ہاتھ میں حیرت سے زیادہ خوف کی جھلکیاں تھیں۔

"کسی عورت زدہ نے ہی باندھا ہوگا۔ اُسے عورتوں پر یقیناً اعتبار نہ رہا ہوگا" — عمران نے مسکراتے جواب دیا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ کلثوم اس کی بات کا جواب دیتی۔ اچانک گھر گراہٹ کی آواز کے ساتھ ہی اس کے عقب میں دروازہ کھلا۔ — اور عمران بیٹھے ہی

دوبارہ گھوم گیا۔ واقعی سامنے والی لکڑی کی دیوار کا ایک حصہ کسی دروازے کی طرح کھل رہا تھا اور پھر دو مسلح افراد اندر داخل ہوئے۔ ان کے ہاتھوں میں مشین گنیں تھیں۔ وہ تیزی سے سائیڈ پر کھڑے ہو گئے۔ اور پھر دروازے سے دو آدمی اندر داخل ہوئے۔ انہوں نے اپنے کاندھوں پر ایک ایک بے ہوش آدمی کو اٹھایا ہوا تھا۔ ان بے ہوش افراد کے ہاتھ اور پیر بھی بندھے ہوئے تھے۔ انہیں بھی فرش پر لٹا دیا گیا۔ اور پھر وہ چاروں ہی واپس چلے گئے۔ اور دروازہ بند ہو گیا۔ اب دیوار میں درز تک نظر نہیں آ رہی تھی۔ عمران نے ان میں سے ایک آدمی کو دیکھ کر بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔ کیونکہ یہ فواد تھا۔ جب کہ دوسرے آدمی سے وہ ذاتی طور پر واقف نہ تھا۔ لیکن ظاہر ہے وہ فواد کا ساتھی ہی ہو گا۔

"تم اسے غور سے دیکھ رہے ہو عمران یہ بھی یقیناً تمہارے ہی ساتھی ہوں گے۔" وہی آواز دوبارہ سنائی دی۔

"اگر تم سامنے آ جاؤ تو میں تمہیں بھی غور سے دیکھنے کے لئے تیار ہوں۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں بھی سامنے آ جاؤں گا لیکن تمہاری موت بن کر"

دوسری طرف سے چلتے ہوئے جواب دیا گیا اور اس کے ساتھ ہی کھاک کی آواز ابھری اور عمران سمجھ گیا کہ یہیں کا رابطہ ختم ہو گیا۔ اس کا مطلب ہے کہ ٹیلی آئی کا بھی رابطہ یقیناً منقطع ہو گیا ہو گا۔ چنانچہ اس نے جلدی سے اپنے بندھے ہوئے ہاتھوں کی انگلیوں کو موڑ کر مخصوص انداز میں جھٹکے دینے شروع کر دیئے تاکہ انگلیوں کے ناخنوں میں موجود بلیڈ باہر آجائیں۔ اور پھر اس نے انگلیوں کو موڑ کر کلائی پر بندھی ہوئی رسیوں کو ان بلیڈوں سے کاٹنے کی کوشش شروع کر دی۔ لیکن چند لمحوں کی کوشش کے بعد اُسے معلوم ہو گیا کہ ایسا ممکن نہیں ہے۔ رسیاں بالکل کلائیوں کے ساتھ باندھنے کی بجائے کافی اوپر کے باندھے گئی تھیں۔ اور باندھنے والوں نے اُسے واقعی ایسے انداز سے باندھا تھا کہ وہ کھل بھی نہ سکتی تھیں۔

"عمران۔۔۔ یہ ہم کہاں آ گئے ہیں۔" فیاض کی سہمی ہوئی آواز سنائی دی۔

"خاموش رہو۔ نام لینے کی ضرورت نہیں ہے۔" عمران نے اُسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔ اور پھر فیاض کی دوبارہ آواز نہ سنائی دی۔

فواد اور اس کا ساتھی ابھی تک بے ہوش پر پڑے

ہوئے تھے۔ ان کے چہرے بتا رہے تھے کہ انہیں بھی کسی گیس کی مدد سے بے ہوش کیا گیا ہے۔ اُسی لمحے دروازہ کھلنے کی آواز ایک بار پھر سنائی دی اور پہلے کی طرح دو مسلح آدمی اندر داخل ہوئے۔ اور سائینڈوں پر آکر رک گئے۔ اس کے بعد دو آدمی اندر داخل ہوئے اور عمران انہیں دیکھ کر چونک پڑا۔ کیونکہ ان میں سے ایک نے جو خاصا لمبا ترنگا اور مختمد جسم کا مالک تھا پہلے پر سرخ رنگ کی نقاب پہن رکھی تھی۔ آنکھوں میں گہرے رنگ کے شیشوں کا چشمہ لگا ہوا تھا۔ اس کے جسم پر سوٹ تھا۔ اس کا سا کٹتی بڑے موڈ بانہ انداز میں اس کے پیچھے چل رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں مشین پٹل تھا۔

نقاب پوش قدم بڑھاتا ہوا اندر آیا اور پھر عمران سے کچھ فاصلے پر آکر رک گیا۔

"تم مجھے بتاؤ گے عمران کہ تم اس طرف کیوں آ رہے تھے۔" نقاب پوش نے کمرخت لہجے میں کہا۔ یہ وہی آواز تھی جو پہلے مائیک سے نکل رہی تھی۔

"میں نے وعدہ کیا تھا کہ تمہیں غور سے دیکھوں گا لیکن کیا تم اتنے بد صورت ہو کہ تمہیں نقاب پہننا پڑ گیا ہے" عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"جو میں نے پوچھا ہے اس کا جواب دو"

نقاب پوش نے انتہائی کمرخت لہجے میں کہا۔

"میں تو صرف صحرا کی سیاحت کے لئے نکلا تھا۔ لیکن اب مجھے کیا معلوم تھا کہ آج کل کے زمانے میں بھی صحرائی قزاق موجود ہیں۔" عمران نے معصوم سے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہوں۔۔۔ اس کا مطلب ہے کہ تم سیدھے طریقے سے کچھ نہیں بتاؤ گے۔" نقاب پوش نے غراتے ہوئے کہا۔

"تم سیدھے طریقے سے پوچھو گے تو بتاؤں گا۔ تم نقاب چہرے پر چڑھا کر آگئے پوچھنے۔ یہ کوئی طریقہ ہے۔ بھلے آدمی یہ نقاب اتار دو۔ اپنا تعارف کرو اس کے بعد پوچھو۔ کیا پوچھنا ہے۔ ویسے تم میرا نام جانتے ہو۔ اس سے تو میں ہی سوچ سکتا ہوں کہ تمہارا میرا تعارف پہلے سے ہے۔" عمران نے اس بار سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔۔۔ ایسا نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو پھر تم اب تک زندہ نہ رہتے۔ میرا نام کرنل آپرچ ہے۔" اس نقاب پوش نے انتہائی کمرخت لہجے میں کہا اور ساتھ ہی اس نے ہاتھ اٹھا کر اپنا نقاب بھی اتار کر ایک طرف پھینک دیا۔ البتہ عینک اس کی آنکھوں پر موجود تھی۔

"لیکن تمہارا بھرہ تو مستطیل ہے۔ میں نے ایسی آپرچ یعنی شراب آج تک نہیں دیکھی جو مستطیل شکل کی ہو۔" عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ کیونکہ وہ واقعی اس شکل سے واقف نہ تھا۔

"تمہاری زبان واقعی ضرورت سے زیادہ ہی چلتی ہے۔ بہر حال اب تعارف ہو گیا۔ اب تم بتا دو یہ تمہارے مفاد میں بہتر رہے گا۔" کرنل آپرچ نے کرفت لہجے میں کہا۔

"کمال ہے۔ یعنی تمہیں سارے آداب مجھے ہی سکھانے پڑیں گے۔ تعارف کے بعد چائے پلائی جاتی ہے۔ اس کے بعد بات چیت کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"راجہ" کرنل آپرچ نے تیزی سے مڑ کر اپنے پیچھے کھڑے ہوئے نوجوان سے مخاطب ہو کر کہا۔ جس کے ہاتھ میں مشینی پستول تھا۔

"یس باس" راجہ نے انتہائی مودبانہ لہجے میں کہا۔

"اس لڑکی کلثوم کو گھسیٹ کر آگے لے آؤ۔ اور پھر عمران کے سامنے اس کے جسم میں پستول کا پورا میگزین خالی کر دو۔" کرنل آپرچ نے شکمانہ لہجے میں کہا۔

"یس باس" راجہ نے کہا اور تیز تیز قدم اٹھاتا کلثوم کی طرف بڑھ گیا۔ کلثوم اسے اپنی طرف آتا دیکھ کر بڑی طرح چیخنے لگی۔ بین آرجہ سے گھسیٹتا ہوا سامنے لے آیا۔

"میں بتاتی ہوں میں بتاتی ہوں۔ مجھے مت مارو۔ میں بتاتی ہوں۔" کلثوم نے بڑی طرح چیختے ہوئے کہا۔ اور کرنل آپرچ نے ہاتھ اٹھا کر راجہ کو روک دیا جو اب اپنا پستول سیدھا کر رہا تھا۔

"اگر تم سب کچھ بتا دو کلثوم تو میرا وعدہ کہ تمہیں زندہ رکھا جائے گا۔ کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ تم ڈاکٹر عمر ابدال کی لڑکی ہو۔ اور تمہارا کوئی براہ راست تعلق عمران سے نہیں ہے۔" کرنل آپرچ نے قد سے نرم لہجے میں کہا۔

"ہم صدار کی بیٹی کو چیک کرنے آ رہے تھے۔ ہمیں پروفیسر طوبی نے بتایا تھا کہ یہ نقشہ صدار کی بیٹی کا ہے۔" کلثوم نے چیخ کر کہا۔

اور عمران نے ہونٹ پھینچ لئے۔ اس نے پہلے بھی کلثوم کو کچھ بتانے سے منع نہ کیا تھا۔ کیونکہ وہ خود بھی جاننا چاہتا تھا کہ یہ لوگ کون ہیں۔ ویسے اُسے اس بات کا تو یقین ہو گیا تھا کہ کرنل آپرچ کا تعلق یقیناً اسرائیل سے ہی ہے۔

دباتا۔ عمران — فرش پر بیٹھے بیٹھے یک لخت اچھلا اور دوسرے لمحے اس کی سیدھی ٹانگیں نیزوں کی طرح پوری قوت سے کرنل آرچ کے پیٹ پر پڑیں — اور کرنل آرچ یک لخت چیتا ہوا اچھل کر منہ کے بل عمران کے ادبہ آگرا اور عمران نے بجلی کی سی تیزی سے گھٹنے پیٹے اور ایک بار پھر کرنل آرچ چیتا ہوا الٹ کر عمران کے سر کے پیچھے فرش پر جاگرا — اور اس کے ساتھ ہی کمرے میں دو در چنچیں بھی بلند ہوئیں اور ساتھ ہی کلثوم کی چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔

”خبردار مشین گن میرے ہاتھ میں ہے“

ادھر کرنل آرچ جیسے ہی الٹ کر عمران کے عقب میں گمرا سو پر فیاض اس طرح اچھل کر اس کے سینے پر پوری قوت سے آبیٹھا — جیسے مینڈک پھدک کر کسی چٹان پر چڑھ بیٹھتا ہے۔

کرنل آرچ نے تیزی سے کمرہ ڈھکی لیکن ساتھ ہی کمرہ مشین گن کی ریٹ ریٹ اور ایک انسانی چیخ سے گونج اٹھا — اُسی لمحے دوسری چیخ سنائی دی اور یہ چیخ کلثوم کی تھی۔ کلثوم نے واقعی انتہائی حیرت انگیز کارنامہ سر انجام دیا تھا۔ جیسے ہی عمران نے اچھل کر کرنل آرچ پر حملہ کیا تھا۔ کلثوم جو ایک مشین گن بردار کے قریب تھی یک لخت اچھلی اور وہ اس طرح اڑتی

ہوئی مشین گن بردار سے جا ٹکرائی تھی۔ جیسے توپ کا گولہ کسی دیوار سے جا ٹکراتا ہے۔ اور وہ مشین گن بردار چیخ کر جیسے ہی نیچے گر اکلثوم نے یک لخت اچھل کر اپنے دونوں ہاتھ جنم کے نیچے سے نکل کر اپنے مڑے ہوئے بازوؤں میں ہی مشین گن چھپٹ لی — اُسی لمحے کرنل آرچ کا سا تھکی راہر اس سے مشین گن پھینکنے کے لئے جھپٹا ہی تھا کہ دوسرے مشین گن بردار نے بوکھلا ہٹ میں فائر کھول دیا — لیکن عین اُسی لمحے راہر کلثوم سے مشین گن پھینکنے کے چکر میں مشین گن اور کلثوم کے درمیان آگیا۔ اور گولیوں نے اس کی پشت چھلنی کر دی۔ اور راہر کلثوم کے اوپر ہی گر اٹھا — لیکن اس سے پہلے کہ مشین گن بردار اپنی مشین گن کو گھماتا۔ عمران بجلی کی سی تیزی سے اچھل کر اس سے جا ٹکرایا۔ اور وہ بھی چیتا ہوا نیچے گرا۔ اور مشین گن اس کے ہاتھوں سے نکل گئی۔

کرنل آرچ نے کمرہ ڈھکی کر اپنے آپ کو فیاض کے وزن سے آزاد کیا اور اچھل کر تیزی سے اس مشین گن کی طرف دوڑا — جو عمران کا دھکا لگنے سے اس کے ہاتھوں سے نکل گیا تھا۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ مشین گن کی طرف پہنچتا۔ اچانک راتے میں پڑ گیا۔ بونے فواد کی بندھی ہوئی ٹانگیں یک لخت فضا میں اڑنے لگیں — اور دوڑتا ہوا کرنل آرچ چیتا ہوا منہ کے بل

فرش پر جاگرا۔ اُسی لمحے عمران نے بھی ایک سخت اچھل کر اپنے بازو ٹانگوں کے نیچے سے نکالے اور انتہائی پھرتی سے فرش پر بیٹھے۔ بیٹھے مشین گن بھیٹ لی۔ ادھر کلثوم اور پہلے مشین گن بردار کے درمیان مسلسل کشمکش ہو رہی تھی۔ کلثوم بھی مڑے ہوئے بازوؤں سمیت مشین گن سے چٹی ہوئی تھی۔ اور وہ آدمی بھی اُسے چھیننے کی کوشش کر رہا تھا۔ کلثوم چونکہ فرش پر مڑے ہوئے بازوؤں سمیت لیٹی ہوئی تھی اس لئے وہ آدمی بھی جھکا ہوا تھا۔ اور پھر اس نے ایک جھٹکے سے مشین گن کلثوم کے ہاتھوں سے چھینی۔ اور اس پر ہی فائر کھولنے لگا تھا۔ کہ عمران کے ہتھے چڑھنے والی مشین گن بول پڑی۔ اور چونکہ اس کا رخ اس وقت اُسی آدمی کی طرف تھا اس لئے وہ گولیوں کی زد میں آگیا۔ اور چیخا ہوا ادھر عام سے مشین گن سمیت کلثوم کے ادھر ہی گرا۔ عمران نے تیزی سے گھوم کر دوسرا شکار کر نل آرچ کو کہنا چاہا۔ لیکن پھر اس نے تیزی سے ٹریگر سے انگلی ہٹالی۔ کیونکہ فواد اچھل کر نل آرچ پر حملہ کر رہا تھا۔ اور اگر عمران اپنے آپ پر کنٹرول رکھنے میں کامیاب نہ ہو جاتا تو یقیناً فواد کا جسم گولیوں سے چھلنی ہو جاتا۔ لیکن اس کے ٹریگر سے انگلی ہٹنے کا فائدہ کہ نل آرچ کو پہنچ گیا۔ وہ کسی پرندے کی طرح اچھلا۔ اور تقریباً ہوا میں اڑتا

ہوا کیبن کے کھلے دروازے سے باہر جاگرا۔ عمران نے اپنی طرف سے تیزی سے گھوم کر مشین گن کا رخ دروازے کی طرف کرنا چاہا۔ لیکن پھر اُسے دوسرا مشین گن بردار نظر آگیا جو شاید عمران کے ٹھکانے کے بعد نیچے گمر کہ سر پر ضرب کھا بیٹھا تھا۔ اس لئے فوری طور پر نہ اٹھ سکا تھا۔ بلکہ بار بار اپنے سر کو جھٹک رہا تھا۔

"خبردار۔ درندہ گولیوں سے بھون ڈالوں گا۔" عمران نے تیزی سے گھوم کر اس آدمی کی طرف مشین گن کی نال کرتے ہوئے کہا۔ اور اس آدمی نے بے اختیار دونوں ہاتھ اٹھا لئے۔

"جلدی کر۔" میرے ایک ساتھی کے ہاتھ کھولو۔ جلدی درندہ۔ عمران نے غراتے ہوئے کہا۔ اور وہ آدمی بجلی کی سی تیزی سے قریب موجود فواد پر جھک گیا۔ لیکن پہلے تو اس کے جسم اور مشین گن کے درمیان بہر حال فاصلہ تھا۔ لیکن پھر اس کے آگے بڑھ کر جھکنے کے بعد یہ فاصلہ بھی ختم ہو گیا تھا اور مشین گن کی نال اس آدمی کی پسلیوں میں گئی۔ اینچ تک گھس گئی تھی۔ "جلدی کر۔" عمران نے غراتے ہوئے کہا۔ اور پھر چند لمحوں بعد ہی فواد کے ہاتھ آزاد ہو گئے۔

"اب تم اپنے ہاتھ اٹھا لو۔" عمران نے کہا۔ اور اس آدمی نے جلدی سے اپنے دونوں ہاتھ بلند کر

لئے۔ اور سیدھا کھڑا ہو گیا۔ فواد نے بجلی کی سی تیزی سے اپنے پیر کھولے اور پھر اس نے دوڑ کر وہ مشینی پستل اٹھالیا۔

"کلتوم کے ہاتھ کھولو جلدی" — عمران نے چیخ کر فواد سے کہا۔ اور فواد کلتوم کی طرف دوڑ پڑا۔ جو ابھی مڑے ہوئے بازوؤں کے ساتھ فرش پر لیٹی ہوئی تھی۔ چند لمحوں میں کلتوم کے بازو آزاد ہو گئے۔ اور اس نے جلدی سے اپنے پیر کھولنے شروع کر دیئے۔

"پستول کلتوم کو دے کہ یہاں آؤ۔ اور میرے ہاتھ کھولو۔ کلتوم تم پستول سے اسے کوہر کر دو" — عمران نے چیخ کر کہا۔ اور کلتوم جس نے واقعی انتہائی پھرتی سے اپنی ٹانگیں کھول لی تھیں۔ فواد کے ہاتھوں سے پستول پھینکا اور پھر انتہائی تیز رفتاری سے اس نے آگے بڑھ کر پستول اس آدمی کی پشت سے لگا دیا۔ جب کہ فواد عمران پر جھک گیا۔ اور پھر اس نے واقعی عمران کے ہاتھوں کی بندشیں کھولنے میں انتہائی تیز رفتاری کا مظاہرہ کیا۔ عمران نے اپنے ہاتھ آزاد ہونے ہی خود ہی اپنے پیروں کی بندشیں کھولیں جب کہ فواد اس دوران سو پر فیاض کی طرف بڑھ گیا تھا۔

"اسے کوہر کھنا کلتوم۔ میں ذرا باہر دیکھ آؤں"

عمران نے آزاد ہوتے ہی مشین گن اٹھائی اور کھلے دروازے

کی طرف دوڑ لگا دی۔ لیکن باہر نکلتے ہی اسے ایک سخت سائیڈ میں ہونا پڑا۔ کیونکہ دروازے کے سامنے کچھ دور ریت کے ٹیلوں کے درمیان اسے چھ مسلح آدمی بے تحاشا دوڑتے ہوئے کیبن کی طرف آتے دکھائی دے گئے تھے۔

عمران سائیڈ میں ہوتے ہی ایک لمحے کے لئے رکا اور دوسرے لمحے جب وہ آدمی دوڑتے ہوئے ایک ٹیلے کی اوٹ میں ہوئے عمران نے کسی جنگی خرگوش کی طرح کیبن کی سائیڈ سے اس کے عقب میں دوڑ لگا دی۔

کیبن کی عقبی طرف ریت کے ٹیلے ہی تھے۔ عمران دوڑتا ہوا کچھ پیچھے گیا اور پھر وہ تیزی سے مڑا اور اس نے دوبارہ کیبن کی پشت کی طرف دوڑ لگا دی۔ قریب پہنچ کر اس نے کسی ہائی جپر کی طرح پھلانگ لگائی اور پھر فضا میں اڑتا ہوا وہ کیبن کی چھت کے اوپر جاگرا۔ کیبن نشی چھت زیادہ بلند نہ تھی۔ اس لئے عمران زوردار جھپ کی وجہ سے اوپر پہنچ جانے میں کامیاب ہو گیا۔ چھت چونکہ کڑھی سے بنی ہوئی تھی۔ اس لئے کڑھی کی پلیوں کے درمیان درزیں تھیں۔ عمران نے منہ درز سے لگایا۔

"میں چھت سے عمران بول رہا ہوں۔ اس آدمی سمیت سب دروازے سے ہٹ جائیں" — عمران نے تیز لہجے میں کہا اور پھر کسی پھپکی کی طرح رینگتا ہوا وہ کیبن کے دروازے کی طرف بڑھتا گیا۔ ابھی وہ کنارے تک نہ

پہنچا تھا۔ کہ سامنے کے رخ سے بے تحاشا فائرنگ کی آوازیں سنائی دیں۔ گولیاں کیبن کے کھلے دروازے کے اندر جا رہی تھیں۔ اور عمران جو چھت سے چپکا ہوا تھا اور زیادہ چپک گیا۔ لیکن اب وہ سامنے کے ٹیلوں کو بخوبی دیکھ رہا تھا۔ فائرنگ دو ٹیلوں کی آڑ سے ہو رہی تھی۔ جو کیبن کے بالکل سامنے تھے۔ چند لمحے بے تحاشا گولیاں برستی رہیں پھر خاموشی چھا گئی۔ اُسی لمحے ایک ٹیلے کی اوٹ سے تین آدمی نکلے اور کیبن کی سائیڈ سے ہو کر کیبن کی طرف دوڑنے لگے۔ جب کہ دوسرے ٹیلے کی آڑ میں فائرنگ کرنے والے موجود تھے۔ ان تینوں کے ہاتھوں میں بھی مشین گنیں تھیں۔ پھر جیسے ہی وہ کیبن کے قریب پہنچے عمران نے ٹریگر دبا دیا۔ اور تڑتڑاہٹ کی زوردار آواز کے ساتھ ہی وہ تینوں اچھل کر نیچے گرے۔ اور عمران بجلی کی سی تیزی سے پہلے کھسک گیا۔ اور وہ ایک لمحے اس کی زندگی بچا گیا۔ کیونکہ عین اُسی لمحے دوسرے ٹیلے کی آڑ سے اس پر فائر کھولا گیا۔ لیکن گولیاں کیبن کے کنارے سے ٹکرا کر فضا میں بند ہو گئیں۔ عمران اور زیادہ تیزی سے پیچھے کھسکتا گیا۔ اور پھر اس نے کیبن کے عقب میں ریت پر چھلانگ لگا دی۔ اب گولیاں کیبن کی چھت کے بالکل قریب سے ہو کر گزری رہی تھیں۔ لیکن عمران نیچے آچکا تھا اس لئے

مخوف تھا۔ وہ بچوں کے بل نیچے گرا۔ اور پھر ٹھکے ٹھکے انداز میں دوڑتا ہوا کیبن کی سائیڈ سے آگے آنے کی بجائے عقبی طرف ہی ایک ریت کے ٹیلے کی طرف دوڑ پڑا۔ ٹیلے کی آڑ میں پہنچتے ہی اس کے قدموں میں جیسے مشین منٹ ہو گئی۔ وہ ایک ٹیلے کے پیچھے سے بھاگ کر دوسرے ٹیلے سے نکل کر تیسرے ٹیلے تک دوڑتا ہوا کیبن کے کافی فاصلے پر سائیڈ میں ایک ٹیلے کی اوٹ میں رک گیا۔ اب چھت پر ہونے والی فائرنگ تو بند ہو چکی تھی۔ لیکن ٹیلے کے پیچھے سے کوئی آدمی نہ نکلا تھا۔ البتہ ان تین آدمیوں کی لاشیں عمران کے بالکل سامنے پڑی ہوئی تھیں۔ عمران کو صرف یہ خطرہ تھا کہ کہیں فیاض یا کلثوم خاموشی چھا جانے کی وجہ سے کھلے دروازے میں نہ آجائیں۔ کیبن کے اندر مسلسل خاموشی طاری تھی۔ عمران نے مزید چند لمحے توقف کرنے کے بعد ٹیلوں کی آڑ لیتے ہوئے اس ٹیلے کے عقب میں جانے کا فیصلہ کیا جس کے پیچھے فائر کرنے والے چھپے ہوئے تھے۔ لیکن ابھی وہ اٹھنے ہی والا تھا کہ ایک لخت ٹھٹھک گیا۔ کیونکہ اُسے اپنے عقب میں سربراہٹ کی آواز سنائی دی تھی۔ اور پھر جیسے ہی اُسے اس سربراہٹ کا یقین ہوا وہ سانپ کی سی تیزی سے پلٹا اور اس نے مشین گن کا رخ اپنے عقب میں کچھ فاصلے پر موجود ٹیلے کی طرف کیا۔ اُسی لمحے ٹیلے سے ایک سربراہٹ

ہوا۔ اور عمران نے ڈرگمہ دبا دیا۔ تڑتڑاہٹ کی تیز آواز کے ساتھ ہی ابھرنے والا سر یک لحنت غائب ہو گیا۔ اور عمران تیزی سے ٹیلے کی سائیڈ میں کھسکتا گیا۔ اور پھر چند مزید لمحوں تک اس ٹیلے کے پیچھے سے کوئی برآمد نہ ہوا تو وہ اٹھ کر بجلی کی سی تیزی سے اس ٹیلے کی طرف دوڑ پڑا۔ گو اس نے ایسا کرتے ہوئے سو فی صد رسک لیا تھا۔ لیکن ظاہر ہے اس کے سوا اس کے پاس اور کوئی چارہ کار ہی نہ رہا تھا۔ لیکن اس ٹیلے کی سائیڈ میں پہنچ کر وہ ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔ دہاں ایک آدمی کی لاش پڑی ہوئی تھی جس کی کھوپڑی گولیوں سے ریزہ ریزہ ہو چکی تھی۔ عمران اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ کیونکہ اب اُسے یاد آ گیا تھا۔ کہ دوسرے ٹیلے کی آڑ سے چھت پر ایک ہی گن سے فائرنگ ہوتی رہی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ اس ٹیلے کی آڑ میں صرف ایک آدمی تھا۔ جب کہ باقی تین دوسرے ٹیلے کی آڑ میں تھے۔ ویسے عمران اپنے اس طرح زندہ بچ جانے پر خود ہی حیران ہوا تھا۔ اگر اس آدمی سے ذرا سی لپرواہی نہ ہو جاتی اور وہ ٹیلے پر چڑھتے ہوئے جلدی نہ کرتا تو شاید اس کے جلدی سے گرنے والی ریت کی سرسراہٹ عمران کے کانوں تک نہ پہنچتی اور اس کا نتیجہ بھی ہوتا کہ وہ آدمی بے خبری میں عمران کی پشت کو گولیوں سے پھلنی کھاتا۔ عمران ایک لمحہ کھڑا ادھر ادھر دیکھتا رہا۔

اور پھر تیزی سے نیچے اتر کر کیبن کی طرف دوڑ پڑا۔ "باہر آ جاؤ۔ اب خطرہ ختم ہو گیا ہے۔" عمران نے کیبن کے قریب جا کر چیختے ہوئے کہا۔ اور دوسرے لمحے پہلے وہ کرنل آپرچ کا ساتھی کیبن سے باہر نکلا اور اس کے پیچھے فواد۔ اس کے بعد کلثوم اور پھر فیاض اور فواد کا ساتھی باہر آ گئے۔

"یہ قابو میں رہ گیا تھا۔" عمران نے کرنل آپرچ کے ساتھی کو زندہ دیکھ کر حیرت بھرے ہلچے میں کہا۔ "میں نے اسے بازوؤں میں جکڑا ہوا تھا۔" فواد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اسے ادھر ٹیلوں کے پیچھے لے آؤ۔ اب یہ ساری بات بتائے گا۔ ورنہ میں نے ایک تجربہ کرنا ہے کہ اگر زندہ آدمی کو ریت میں دفن کر دیا جائے تو وہ کس طرح تڑپ تڑپ کر جان دیتا ہے۔" عمران نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔ "میں سب کچھ بتا دوں گا۔ مجھے کچھ نہ کہو۔" اس آدمی نے انتہائی خوف زدہ انداز میں چیختے ہوئے کہا۔ "زیادہ بہتر تو یہی ہے کہ تم انکار کر دیتا کہ میرا تجربہ مکمل ہو سکے۔" عمران نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

"میں بتاتا ہوں پلے میں بتاتا ہوں۔" اس آدمی نے اور زیادہ خوفزدہ لہجے میں کہا۔ اب عمران کے سارے ساتھیوں کے ہاتھوں میں

مشین گئیں تھیں۔ کیونکہ انہوں نے وہ تین مشین گئیں بھی اٹھا لی تھیں جو سائیڈ پر پڑی ہوئی لاشوں کے ساتھ ریت پر موجود تھیں۔

”جلدی بتاؤ ساری سچوٹن یہاں کی۔ اور صما را کی بیٹی کی سب بتا دو جلدی۔“ — عمران نے ٹیلے کی آڑ میں اُتے ہی سخت ہلچے میں کہا۔

”یہ گولڈن سینڈ کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ یہ کیبن بلیک کیبن کہلاتا ہے۔ یہاں سے ایک کلومیٹر کے فاصلے پر شمال کی طرف ہیڈ کوارٹر ہے۔ وہاں دو کیبن ہیں ایک میں کرنل آپرچ رہتا ہے جب کہ دوسرے میں ضروری اسلحہ ہے۔ اس کیبن سے جنوب کی طرف ایک اور کیبن ہے جو راجہ کا ہیڈ کوارٹر تھا۔ وہاں راجہ سمیت ہم دونوں ہی مسلح آدمی تھے۔ ہمہیں ہیلی کاپٹر کے ذریعے جنگ اے سے مٹھتی نے بھیجا تھا۔ جنگ اے یہاں سے بیس کلومیٹر دور ہے۔ وہاں مٹھتی اور اس کے ساتھی ابا بے کی وردیوں میں موجود ہیں وہاں چھ بڑے بڑے خیمے ہیں۔ ان کے پاس ایک ہیلی کاپٹر اور بیس آدمی ہیں۔ یہ دونوں آدمی جنگ تھری سے دلن نے بھیجے تھے۔ جنگ تھری پر اجیکٹ ایرے کی دوسری طرف بیس کلومیٹر دور ہے۔ کرنل آپرچ کے ہیڈ کوارٹر کے بعد پر اجیکٹ ایرے کے باہر دس کلومیٹر

راؤنڈ میں آر۔ سی تھری: بیس سکیم کا حلقہ قائم ہے جس میں ایک مکھی بھی داخل نہیں ہو سکتی۔ نہ ہی فضا سے اور نہ ہی زمین کی طرف سے۔ مٹھتی کا ہیڈ کوارٹر اس آر۔ سی تھری ون کے حلقے کے اندر ہے۔ اس آدمی نے تیز تیز لہجے میں خود ہی سب کچھ بتانا شروع کر دیا۔

”فواد۔ تم اپنے ساتھی سمیت سائیڈوں کے اونچے ٹیلوں پر چڑھ کر پہرہ دو۔ ہو سکتا ہے کوئی اور ٹیم بھی کرنل آپرچ نے روانہ کی ہو۔“ — عمران نے کہا۔ اور فواد اور اس کا ساتھی سر ہلاتے ہوئے تیزی سے مخالف سمتوں میں دوڑ پڑے۔

”یہ پر وجیکٹ کیا ہے“ — عمران نے ہونٹ بھیجتے ہوئے کہا۔

”مجھے نہیں معلوم۔“ اسے گولڈن سینڈ پر وجیکٹ کہتے ہیں۔ میرا تعلق تو صرف قاہرہ گروپ سے ہے۔ میرا کم صرف یہاں راجہ کے ساتھ مل کر پہرہ دینا تھا تاکہ ادھر سے کرنل آپرچ کے ہیڈ کوارٹر کی طرف کوئی نہ پہنچ سکے۔ دیے وہاں بڑی بڑی مشینیں موجود ہیں۔ اور راجہ نے بتایا ہے کہ وہاں ریڈ میزائل ہیں۔“ — اس آدمی نے جواب دیا۔

”اوہ۔“ — ریڈ میزائل۔“ — عمران نے چونک

کہہا اور پھر سر بلا دیا ساتھ ہی اس نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی مشین گن کا ٹریگر دبا دیا۔ تو تو اہٹ کی آوازوں کے ساتھ ہی وہ آدمی بڑی طرح چختا ہوا پشت کے بل ریت پر گرا۔ اور صرف چند لمحے ترپتے کے بعد ساکت ہو گیا۔ کلٹوم نے تیزی سے منہ پھر لیا تھا۔
 "آؤ اب ہمیں کرنل آرچ کے ہیڈ کوارٹر پر حملہ کرنا ہے جلدی کرو۔" عمران نے تیز ہلچے میں کہا۔ اور دوبارہ کیبن کی طرف دوڑ پڑا۔

میں آ۔ سی۔ تھرٹی ون کے اندر آنا چاہتا ہوں۔
 "فوری حلقہ بند کرو۔ اور۔" کرنل آرچ نے حلق کے بل پیچھے ہوئے کہا۔
 "لیکن سر۔ اس کے لئے تو پورا حلقہ بند کرنا ہوگا اور۔" دوسری طرف سے براڈ نے سہمے ہوئے ہلچے میں کہا۔

"میں تمہیں حکم دے رہا ہوں۔ بند کرو۔ اٹ اذ ایمر ٹی۔" کرنل آرچ نے ایک بار پھر جھجھکتے ہوئے کہا۔
 "ٹھیک ہے سر۔ میں بند کر رہا ہوں اور۔" دوسری طرف سے کہا گیا۔

اور کرنل آرچ نے اور اینڈ آل کہا اور پھر اس نے ٹرانسمیٹر بند کیا اور اُسے اٹھا کر دوڑتا ہوا کیبن سے

باہر آگیا۔ اس نے اس ٹرانسمیٹر کو کچھ دور جا کر ریت پر رکھ دیا۔ اور خود واپس دوڑتا ہوا اپنے کیبن کے ساتھ بنے ہوئے دوسرے کیبن کی طرف بڑھ گیا۔ اس کیبن کا دروازہ بند تھا۔ لیکن کنٹرل آرچ نے بجلی کی سی تیزی سے اسے کھولا اور کیبن میں داخل ہو گیا۔ چند لمحوں بعد وہ جب کیبن سے باہر آیا تو اس کے ہاتھوں میں دو کیپسول نما سلنڈر تھے۔ اس نے سلنڈر نیچے رکھ کر کیبن کا دروازہ بند کیا اور پھر سلنڈر اٹھائے وہ اس طرف کو دوڑ پڑا جبکہ ٹرانسمیٹر رکھا ہوا تھا۔ قریب پہنچ کر اس نے سلنڈر کو ریت پر رکھا۔ اور پھر دونوں کیپسول کی طرف دیکھنے لگا جیسے ان کا جائزہ لے رہا ہو۔ پھر اس نے سلنڈر دوبارہ اٹھائے اور دوڑتا ہوا واپس طرف کو بڑھ گیا۔ کچھ فاصلے پر جا کر وہ ایک جگہ رکھا اور اس نے سلنڈر ریت پر رکھے اور انتہائی تیز رفتار سے دونوں ہاتھوں سے ریت مٹانے لگا۔ نرم ریت تیزی سے ہٹتی گئی۔ اور جب کچھ کھڈہ سا بن گیا تو کنٹرل آرچ نے ایک سلنڈر اٹھا کر اس میں اس طرح رکھا کہ اس کا رخ اس کیبن کی طرف تھا جس سے اس نے سلنڈر اٹھائے تھے۔ جب اُسے پوری طرح تسلی ہو گئی کہ سلنڈر کا زادیہ درست ہے تو اس نے انتہائی تیز رفتار سے اس پر ریت ڈالنی شروع کر دی۔ چند لمحوں

میں ہی سلنڈر ریت میں دفن ہو گیا۔ ریت برابر کے اس نے ذرا سا ہٹ کر ایک اور جگہ سے ریت مٹانی شروع کر دی۔ اور پھر اس گڑھے میں دوسرا سلنڈر اس نے اس طرح رکھا کہ اس کا رخ اس دوسرے کیبن کی طرف تھا جس میں سے وہ ٹرانسمیٹر اٹھا کر نکلا تھا۔ یہاں بھی ریت کو برابر کرنے کے بعد وہ تیزی سے دوڑتا ہوا ٹرانسمیٹر کی طرف بڑھا۔ اس نے ٹرانسمیٹر اٹھا کر کاغذ پر رکھا اور پھر اس نے صحرا کے اندر کی طرف دوڑ لگا دی۔ اونچے نیچے پھلانگتا ہوا وہ تیزی سے دوڑتا چلا جا رہا تھا۔ مسلسل دوڑنے کی وجہ سے وہ ہاتھیں لگا تو اس نے رفتار آہستہ کر لی۔ لیکن دوڑنا بند نہ کیا۔ چند لمحوں بعد جب وہ ایک ٹیلے کے پیچھے سے نکلا تو اس نے سامنے دو آدمیوں کو کھڑے دیکھا۔ ان کے ہاتھوں میں مشین گنیں تھیں۔ یہ آر۔ سی تقریبن دن کے انچارج براد کے گروپ کے آدمی تھے۔ اور شاید براد نے انہیں اس لئے بھیجا تھا کہ کنٹرل آرچ جب وہاں پہنچے تو وہ اُسے لے کر واپس آسکیں۔

"سنو۔ بڑے کیبن میں جاؤ اور وہاں میز پر بیٹھی مشین رکھی ہوئی ہے۔ وہ اٹھا کر لے آؤ۔ جلدی کرو۔ تم دونوں مل کر اُسے آسانی سے اٹھا لو گے۔" کنٹرل آرچ نے ان کے قریب پہنچ کر ہانپتے ہوئے پہلے

ہاتھ سے پھینچ لئے تھے۔ اس طرح فیاض کا منہ کھل گیا تھا۔ اور اس کے کھلے منہ پر رکھی ہوئی عمران کی کلائی سے خون تیزی سے نکل کر اس کے حلق میں گم رہا تھا۔ چند لمحوں بعد اس نے یہی عمل کلثوم کے ساتھ دہرایا۔ اور پھر اٹھ کر تیزی سے فواد کی طرف بڑھ گیا۔ لیکن اس سارے عمل میں اس کا کافی خون نکل گیا تھا۔ اس لئے اس کے ذہن پر ایک بار پھر اندھیرے سے چھانے لگے تھے لیکن وہ اپنی بے پناہ قوت برداشت سے اپنے آپ پر کنٹرول رکھے ہوئے تھا۔ فواد کے حلق میں کافی سارا خون اندھیلنے کے بعد وہ بے دم سا ہو کر ریت پر فواد کے ساتھ ہی ڈھیر ہو گیا۔ اُسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے جسم سے سارا خون نچڑ گیا ہو۔ شاید عام حالات میں اتنا خون نکلنے کی وہ پرواہ تک نہ کرتا۔ لیکن اس وقت اس کی اپنی جسمانی حالت ایسی تھی کہ وہ واقعی انتہائی حد تک نڈھال ہو گیا تھا۔ اس نے خون اگلتی ہوئی کلائی کو موڑ کر ریت کے اندر دبا دیا۔ اور خود لمبے لمبے سانس لیتا ہوا وہیں پڑا رہا۔ چند لمحوں بعد اُسے کمرانوں کی آوازیں سنائی دیں۔ اور ان آوازوں نے جیسے اس کے جسم کے لئے ٹانگ کا کام دیا۔ وہ سبکی کی سی تیزی سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ ریت کے دباؤ کی وجہ سے خون نکلنا رک گیا تھا۔ اور زخم پر ریت کی تہہ چمٹی ہوئی تھی۔ شاید

ریت کی وجہ سے ہی اُسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس زخم میں کسی نے سرخ مریچیں چھڑک دی ہوں۔ لیکن وہ اس سی پرواہ کئے بغیر فواد کی طرف مڑا۔ فواد کی آنکھیں کھلی ہوئی نہیں اور وہ آہستہ آہستہ کمرہ رہا تھا۔ گو فواد کی آنکھوں میں روشنی انتہائی مدہم تھی۔ لیکن بہر حال عمران کے گرم گرم خون نے اُسے موت کی دادی سے باہر کھینچ لیا تھا۔ عمران مڑ کر کلثوم اور فیاض کی طرف بڑھ گیا۔ وہ دونوں بھی ہوش میں آ چکے تھے۔ لیکن وہیں پڑے کمرہ رہے تھے۔ عمران نے فیاض کی نبض دیکھی اور پھر مسکرا دیا۔ فیاض بھی خطرے کی حد سے باہر آ چکا تھا اور کلثوم کے چہرے کا رنگ بھی اب بدل گیا تھا۔

”یہ تو بڑے خوشخوار ثابت ہوئے ہیں“۔ عمران نے ان کے قریب ہی ریت پر لیٹتے ہوئے بڑبڑا کر کہا۔ لیکن اس کے چہرے پر ایسی مسرت اور چمک ابھرائی تھی۔ جیسے اس نے ان تینوں کو موت کے منہ سے واپس کھینچ کر بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہو۔ اور بات بھی ایسی ہی تھی۔ یہ تو عمران کا ہی دل گردہ تھا کہ اس حالت میں اس نے اپنا خون ان کے حلق میں ڈال کر انہیں موت کے منہ سے نکالنے کے لئے اپنی زندگی داؤ پر لگا دی تھی۔ عمران واقعی خاصا نڈھال ہو چکا تھا۔ اس لئے وہ ریت پر لیٹ گیا۔ اب چونکہ اُسے تسلی ہو گئی تھی کہ وہ تینوں موت

کے منہ سے نکل آئے ہیں۔ اس لئے وہ اطمینان سے لیٹ گیا تھا۔ فواد کا ساتھی علی جان البتہ ہلاک ہو گیا تھا اور عمران کو اس کا بے حد افسوس تھا۔ وہ دراصل کیبن میں سب سے آخر میں داخل ہوا تھا۔ اور جو چیز بھی کیبن سے آ کر کھرائی تھی وہ شاید براہ راست علی جان سے آکر آئی تھی۔ اس لئے اس کے جسم کے ٹکڑے اڑ گئے تھے۔ عمران تو الماری اپنے اوپر گرنے کی وجہ سے آگ سے بچ نکلا تھا۔ جب کہ باقی کیبن کے چلتے ہوئے ٹکڑوں کی زد میں آکر موت کا شکار ہو چکے تھے۔

"آخر کھو۔ اوہ۔ یہ کیا بد مزہ سی چیز منہ میں آگئی۔" اچانک کلثوم کی آواز سنائی دی اور عمران چونک کر اٹھ بیٹھا۔ اور دوسرے لمحے یہی حالت فواد اور فیاض کی بھی ہوئی۔ وہ بھی بڑے بڑے منہ بنا کر کھو کھو گئے۔

"اوہ۔ یہ تو خون ہے۔ لیکن اس قدر بد مزہ۔ اوہ" فیاض نے کھو کھو کتے ہوئے کہا۔ اور عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

"کمال ہے۔ خون بھی پیتے ہو۔ اور اُسے بد مزہ بھی کہتے ہو۔ عجیب خوشخوار ہو"۔ عمران نے ہنستے ہوئے کہا۔ اور وہ سب چونک کر عمران کو دیکھنے لگے۔ وہ مسلسل کھو کھو کتے بھی جا رہے تھے۔

"کیا مطلب۔۔۔ یہ خون کہاں سے آگیا"۔ کلثوم

نے کہا۔
"کیا کروں۔ خون دے کر تمہیں پالنا پڑتا ہے" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور ساتھ ہی اس نے مختصر لفظوں میں اس کے ہوش آنے سے اب تک کے تمام حالات انہیں بتا دیئے تاکہ وہ سچویشن کو صحیح طور پر سمجھ سکیں۔ اور کلثوم سمیت فیاض اور فواد تینوں کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی چلی گئیں۔

"اوہ اوہ۔ تو تم نے اپنا خون پلا کر ہمیں موت کے منہ سے نکالا ہے۔ جب کہ تمہاری اپنی حالت بھی ہم جیسی ہے" کلثوم نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ میں نے سوچا کہ موقع اچھا ہے۔ گندہ خون نکل ہی جائے جسم سے تو اچھا ہے"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور فواد اور کلثوم تو بے اختیار ہنس پڑے۔ جب کہ فیاض کا منہ اور زیادہ بگڑ گیا۔

"تمہارے سارے جسم کا خون گندہ ہے۔ اوہ۔ میری تو طبیعت ہی خراب ہو رہی ہے۔ تو بہ۔ اس قدر بد مزہ خون۔ کھو۔ کھو۔" فیاض نے کھو کھو کتے ہوئے کہا۔

"تم واقعی عظیم انسان ہو"۔ کلثوم نے تیزی سے آگے بڑھ کر عمران کے پیر کیپٹ نے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"ارے ارے۔ بس اس سے زیادہ خون میرے

جسم میں نہیں ہے۔ بس جو مل گیا اُسے غنیمت سمجھو۔
 عمران نے جلدی سے اپنے پر سمیٹتے ہوئے کہا۔ اور
 کلثوم مسکرا دی۔ فواد بھی بڑی عقیدت بھری نظروں سے
 عمران کو دیکھ رہا تھا۔

"مجھے افسوس ہے فواد کہ تمہارا ساتھی علی جان شہید ہو
 گیا ہے۔" — عمران نے موضوع بدلتے ہوئے کہا۔
 "اوہ۔ وہ بہت عقلمند اور اچھا دوست تھا۔ کاش وہ
 زندہ بچ جاتا۔" — فواد نے رد مانے سے ہلچے میں
 کہا۔ اور اس کی آواز نے واقعی ماحول بدل دیا۔
 "یہ ہوا کیا تھا۔" — کلثوم نے کہا۔

"وہ لوگ شاید ہمارے انتظار میں تھے۔ انہیں معلوم تھا
 کہ ہم ان کی تلاش میں سیدھے کینبز میں آئیں گے۔
 اور انہوں نے ہمارا پہلے سے ہی بندوبست کر رکھا تھا۔
 اور ایک جان کی قربانی بہر حال انہوں نے لے ہی لی۔"
 عمران نے اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ اور پھر سر گھما
 کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ لیکن ہر طرف ریت ہی ریت تھی۔
 ریت کے ٹیلے تھے۔ ریت کے علاوہ وہاں زندگی کے
 کوئی آثار نہ تھے۔ — اچانک ایک ٹیلے کی طرف دیکھتے
 ہوئے عمران بڑی طرح چونک پڑا۔ اور پھر تیزی سے چلتا
 ہوا اس ٹیلے کی طرف بڑھ گیا۔ یہ ٹیلا اس جگہ سے اندر
 کی طرف کچھ دور تھا۔

کہاں جا رہے ہو۔" — کلثوم نے حیرت بھرے انداز
 میں پوچھا۔ لیکن عمران نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں
 رہیں رکنے کے لئے کہا۔ اور خود مسلسل آگے بڑھتا گیا۔
 ٹیلے کے قریب پہنچ کر وہ رک گیا۔ اور اس طرح آگے
 دیکھنے لگا جیسے وہ کسی شیشے کے پار دیکھ رہا ہو۔ لیکن بظاہر
 وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ بس وہی عام سی ریت تھی۔ اور ریت
 کے ٹیلے تھے جو حد نظر تک پھیلے ہوئے تھے۔ عمران وہاں
 ریت پر لیٹ گیا۔ اور اس نے ریت کے ساتھ چہرہ
 لاکر اوپر کی طرف دیکھنا شروع کر دیا۔ اور دوسرے ٹیلے
 اس کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تیر گئی۔ اس نے ہوا کی
 لہروں میں ہلکے نیلے رنگ کی کبھی کبھی اڑتی ہوئی چنگاریاں
 واضح طور پر چپک کر لی تھیں۔ — اس طرح ریت پر لیٹ
 کر اگر ذرا اوپر کی طرف دیکھا جائے تو گرم ہوا کی لہروں کو
 آسانی سے دیکھا جاسکتا تھا۔ اور ان لہروں میں کبھی کبھی
 ہلکے نیلے رنگ کی اڑتی ہوئی چنگاریوں کا مطلب وہ اچھی
 طرح سمجھتا تھا کہ یہ آر۔سی۔ تھرٹی ون بیرم ریز کی مخصوص
 نشانی ہے۔ — اس کا مطلب ہے کہ اس ٹیلے کے
 پیچھے آر۔سی۔ تھرٹی ون بیرم سرکل قائم ہے اور اگر وہ
 غفلت میں آگے بڑھ جاتے تو اس سرکل کو کراس کرتے
 وقت ان کے جسم یک لخت جل کر راکھ ہو جاتے۔ ایسے
 جیسے ان کے جموں پر طاقتور آسمانی بجلی گر گئی ہو۔ وہ تیزی

سے اٹھا اور واپس آگیا۔

"اب ہم نے فوری طور پر آر۔سی۔ تھری ڈن بیرم سرکل پر مشینری کے ذریعے اوپر سے مخصوص قسم کی رینز کو کہ اس کو نہا ہے۔ در نہ ہو سکتا ہے کہ نل آرچ کو ہائے نل ڈالی جاتی ہیں۔ انہیں ایکوم چاک رینز کہتے ہیں۔ زندہ ہونے کی اطلاع مل جائے۔ اور اس کھلی جگہ پر وہ عام میں انہیں آر۔سی کہا جاتا ہے۔ آر۔سی ہمیں انتہائی آسانی سے موت کے گھاٹ اتار سکتا ہے۔ بیرم کے ملنے سے یہ مخصوص رینز پیدا ہوتی ہیں۔ اور عمران نے واپس آکر اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا: "رٹی ڈن ان کی طاقت ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ

"یہ کیا بلا ہے۔" کلثوم نے حیران ہو کر پوچھا۔ "مانی بجلی کی طاقت سے اکتیس درجہ زیادہ طاقتور ہیں۔ اور عمران نے اسے اس کی تھوڑی سی تفصیل بتا دی۔ "ادہ۔ یہ تو انتہائی خطرناک ہے۔ اب اسے کمر اس کیسے کریں گے۔" کلثوم نے خوفزدہ ہوتے ہوئے سان ہے کوئی ٹینک بھی کمر اس کے لئے لگے تو پلک جھپکنے کہا۔ "فناض کے چہرے پر بھی خوف کی پرچھائیاں دیکھنے لگی تھیں۔ جب کہ فواد خاموش تھا۔

"اس کا ایک ہی حل ہے۔ اور وہ یہ کہ ہم گہرائی میں ریت کو کھود کر سرنگ سی بنائیں اور نیچے سے اسے کمر اس کریں۔ کیونکہ ان رینز کی اونچائی تو سطح سے ایک میل تک ہوتی ہے لیکن گہرائی صرف ایک فٹ تک ہوتی ہے۔"

"یہ رینز کس چیز سے نکلتی ہیں۔" فواد نے پوچھا۔

"یہ اچھا سوال ہے۔ اس کا سائنسی طریقہ بڑا عجیب ہے۔

جہاں یہ رینز پیدا کرنا ہوتی ہیں وہاں مخصوص قسم کا مادہ زمین کے ساتھ ہو کر ایک سرکل میں ایک خصوصی مشین کے ذریعے

ن دیا جاتا ہے۔ اور اس کے بعد اس مادے پر بڑی

مشینری کے ذریعے اوپر سے مخصوص قسم کی رینز

نہا جاتی ہیں۔ انہیں ایکوم چاک رینز کہتے ہیں۔

عام میں انہیں آر۔سی کہا جاتا ہے۔ آر۔سی

بیرم کے ملنے سے یہ مخصوص رینز پیدا ہوتی ہیں۔ اور

اس کی طاقت ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ

مانی بجلی کی طاقت سے اکتیس درجہ زیادہ طاقتور ہیں۔

اور عمران نے اسے اس کی تھوڑی سی تفصیل بتا دی۔

"ادہ۔ یہ تو انتہائی خطرناک ہے۔ اب اسے کمر اس

کیسے کریں گے۔" کلثوم نے خوفزدہ ہوتے ہوئے سان ہے کوئی ٹینک بھی کمر اس کے لئے لگے تو پلک جھپکنے

کہا۔ "فناض کے چہرے پر بھی خوف کی پرچھائیاں دیکھنے لگی تھیں۔ جب کہ فواد خاموش تھا۔

"اس کا ایک ہی حل ہے۔ اور وہ یہ کہ ہم گہرائی میں ریت کو کھود کر سرنگ سی بنائیں اور نیچے سے اسے

کمر اس کریں۔ کیونکہ ان رینز کی اونچائی تو سطح سے ایک میل تک ہوتی ہے لیکن گہرائی صرف ایک فٹ تک ہوتی ہے۔"

"یہ رینز کس چیز سے نکلتی ہیں۔" فواد نے پوچھا۔

"یہ اچھا سوال ہے۔ اس کا سائنسی طریقہ بڑا عجیب ہے۔

جہاں یہ رینز پیدا کرنا ہوتی ہیں وہاں مخصوص قسم کا مادہ زمین کے ساتھ ہو کر ایک سرکل میں ایک خصوصی مشین کے ذریعے

ن دیا جاتا ہے۔ اور اس کے بعد اس مادے پر بڑی

مشینری کے ذریعے اوپر سے مخصوص قسم کی رینز

نہا جاتی ہیں۔ انہیں ایکوم چاک رینز کہتے ہیں۔

"اسرائیل — اودہ - خدا کی پناہ - یہ تو انتہائی خطرناک لوگ ہیں۔" کلثوم اسرائیل کا نام سنتے ہی بے اختیار دو قدم پیچھے ہٹ گئی۔

"ٹھیک ہے۔ تم یہاں بیٹھ کر جل تو جلال تو کا چلہ نکالو۔ میں ذرا ان سے دودھ پلاؤں گا کہ لوں۔" — عمران نے بڑا سا منہ بنا تے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ تیزی سے بلے کی طرف واپس مڑ گیا۔

"نہیں۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اگر تم ہماری زندگیاں بچانے کے لئے اپنا خون ہمیں پلا سکتے ہو تو ہم تمہیں اکیلا موت کے منہ میں کیسے جانے دے سکتے ہیں۔" کلثوم نے بڑے با اعتماد لہجے میں کہا۔

"واہ۔ اسے کہتے ہیں خون کی تاثیر۔ چند قطروں نے بزدلوں کو بہادر بنا دیا ہے۔" — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر اس نے بلے میں سے ایک لکڑی اٹھائی جس کا کچھ حصہ آگ میں جلنے سے بچ گیا تھا اور اس لکڑی کو لے کر وہ تیزی سے واپس اس ٹیلے کی طرف بڑھ گیا۔ ٹیلے کے قریب جا کر اس نے لکڑی کو پوری قوت سے آگے کی طرف پھینکا۔ دوسرے لمحے فضا میں ہی ایک شعلہ سا چمکا اور لکڑی راکھ بن کر ہوا میں ہی غائب ہو گئی۔

"اودہ اودہ۔ اس قدر خطرناک۔ اودہ۔ اگر اس کا پتہ نہ چلتا تو ہمارا بھی یہی حشر ہوتا۔" کلثوم نے ایک بار پھر خود فرود

ہوتے ہوئے کہا۔

"عمران صاحب۔ میرے خیال میں کہ نل آریج یقیناً اس سرکل کے اندر ہو گا۔ اور ہو سکتا ہے کہ وہ ان کیمپز کے بالکل قریب ہو۔ اس لئے ہم اندر داخل ہوتے ہی اس کی نظروں میں نہ آجائیں گے۔" فواد نے کہا۔

"ہاں۔ تمہاری بات درست ہے۔ وہ مقبرہ تو یہاں سے کافی دور ہے۔ ایسا کرتے ہیں کہ چکر کاٹ کر ذرا فاصلے سے اندر داخل ہوتے ہیں۔" — عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ جنوب کی طرف مڑ کر چلنے لگا۔ باقی ساتھیوں نے اس کی پیروی کی اور پھر کافی دور جا کر عمران دگ گیا۔

"بس کافی ہے۔ اب ہم اندر داخل ہو جائیں۔ کیونکہ اب پیاس بہت بڑھنے لگ گئی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ آریسی تقریبن دن کی بجائے پیاس سے ہی مر جائیں۔" — عمران نے کہا اور پھر ایک جگہ بیٹھ کر اس نے دونوں ہاتھوں سے ریت کو کھودنا شروع کر دیا۔ باقی ساتھی بھی ساتھ ہی شامل ہو گئے۔ اور تقریباً دیر بعد ہی انہوں نے کافی گہرا گڑھا کھود لیا۔ یہ گڑھا تقریباً چار فٹ گہرا تھا۔ عمران نے انہیں اشارہ کیا اور وہ سب اس گڑھے میں اتر آئے۔

"اب غور سے میری بات سن لو۔ ہمارے پاس سرنگ بنانے والی مشینری تو موجود نہیں ہے۔ اس لئے لازماً

ہمیں ریت کو نکال کر آگے بڑھنا ہو گا اور ریت میں بیرم مادہ لازمًا ملا ہوا ہو گا۔ لیکن یہ مادہ اس وقت تک خطرناک نہیں ہوتا جب تک آر۔سی ریزن ان پر نہ پڑیں۔ اس لئے میں سب سے آگے بڑھوں گا۔ اور جیسے ہی وہ مخصوص پائٹ آئے گا میں نیچے سے اس مادہ بھری ریت کو کھود کر باہر بھینکوں گا آپ اس دوران بے حس و حرکت پڑے رہیں تاکہ آپ اس مادے اور آر۔سی ریزن کی زد میں نہ آسکیں۔

عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں انہیں سمجھایا۔ اور پھر ان کے سر ہلانے پر عمران نے انتہائی احتیاط سے ریت کو آگے سے کھودنا شروع کر دیا۔ آہستہ آہستہ وہ سرکل کی طرف بڑھتا جا رہا تھا۔ لیکن عین سرکل کے قریب پہنچ کر وہ رک گیا۔ ایک لمحے تک سوچتا رہا۔ پھر اس نے اپنی قمیض اتاری اور اُسے ماتھ اور بازو پر لپیٹ کر اس نے انتہائی احتیاط سے سطح سے کافی نیچے ریت میں ماتھ کو اس طرح آگے گھیسرنا شروع کر دیا جیسے وہ کوئی ڈنڈا ریت میں ٹھونک رہا ہو۔ تیزی سے ماتھ اندر ڈال کر اس نے ایک زوردار جھٹکے سے اُسے واپس کھینچ لیا۔ دوسرے لمحے اوپر کی ریت ذرا کافی نیچے بیٹھ گئی۔ عمران نے اب اور زیادہ نیچے ماتھ ڈال کر اُسی طرح واپس کھینچا۔ قمیض لپیٹی ہونے کی وجہ سے کافی مقدار میں ریت باہر کو نکل آئی اور اوپر کی سطح اور زیادہ

نیچے گر گئی۔ اس بار عمران نے اور زیادہ نیچے ماتھ کر کے واپس کھینچا تو ریت اور زیادہ بیٹھ گئی۔ اب ریت کی سطح سے نیچے جہاں ریت موجود تھی تقریباً ڈیڑھ فٹ کا خلا پیدا ہو گیا تھا تو عمران نے آہستہ آہستہ ایک ایک اینچ کر کے ماتھ کو اس خلا میں ریت کی سطح کے ساتھ ساتھ آگے کرنا شروع کر دیا۔ باقی سب افراد سانس روکے ہوئے تھے۔ کیونکہ انہیں بھی علم تھا کہ اگر ریزن کی رینج میں عمران کا ماتھ ہوا تو پبلک جھپکنے میں عمران کا پورا بازو جل کر راکھ ہو جائے گا اور دنیا کی کوئی طاقت اس کے بازو کو جلنے سے نہ بچا سکے گی۔ عمران نے خود بھی سانس روکا ہوا تھا۔ کیونکہ یہ سراسر سو فیصد رسک تھا۔ لیکن عمران کی طبیعت ہی ایسی تھی کہ وہ ایسے رسک لینے میں ذرا بھی نہ ہچکچاتا تھا۔ اور شاید اسی لئے کامیابی ہمیشہ اس کے قدم چومتی تھی۔ ماتھ آہستہ آہستہ آگے بڑھتا گیا اور جب عمران کے اندازے کے مطابق اس کا ماتھ سرکل رینج کو کر اس کر گیا اور جلا نہیں تو اس نے اطمینان کا ایک طویل سانس لیا اور ماتھ کو دبا کر اس نے تیزی سے واپس کھینچا اور کافی ساری ریت باہر کو کھینچ لی۔ اب سطح اور نیچے ہو گئی تھی۔ اب چونکہ ریت کی سطح خطرے کے پوائنٹ سے کافی نیچے چلی گئی تھی۔ اس لئے عمران نے اب اطمینان سے دونوں ہاتھوں سے ریت نکال نکال کر ایک طرف ڈھیر

کہ فی ثرود کہ دی۔ اس کے ساتھ اس کی ہدایت کے مطابق
اس کے عقب میں بے حس و حرکت لیٹے ہوئے تھے۔
اور دیکھتے ہی دیکھتے عمران نے وہاں اتنا خلا پیدا کر لیا کہ
وہ آسانی سے رینگ کر دوسری طرف جاسکتا تھا۔ اور پھر
وہ واقعی اطمینان سے آر۔ سی تھری ڈن بیرم جیسے خطرناک
تیرن اور مشکل سرکل کو کہ اس کے دوسری طرف پہنچ گیا۔
"اب ایک ایک کہ کے آؤ۔ لیکن اپنے ہم کو خوب
سمیٹ کر۔"۔ عمران نے دوسری طرف پہنچتے ہی گڑے
سے باہر نکلے ہوئے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی کلمہ اے
جہم کو سمیٹے آہستہ آہستہ آگے کی طرف رینگنے لگی۔ وہ
بظاہر یہ ایک عجیب و غریب منظر تھا کہ وہ تین چار فٹ کے
فاصلے پر ایک دوسرے کے آمنے سامنے موجود تھے۔
اور درمیان میں کوئی ایسی چیز نظر نہ آرہی تھی جس کے لئے
سمجھا جائے کہ وہ اس قدر احتیاط کر رہے ہیں لیکن ان
سب کو معلوم تھا کہ درمیان میں نظر نہ آنے والی انتہائی
خوف ناک موت کی دیوار موجود ہے۔ یہ واقعی اس قدر
خوف ناک حربہ تھا کہ اگر عمران کو پہلے کیبن سے اغوا ہونے
والے اس آدمی نے آر۔ سی تھری ڈن بیرم کے متعلق نہ
بتایا ہوتا تو یقیناً عمران اپنے ساتھیوں سمیت اس وقت جل
کر راکھ ہو چکا ہوتا۔ اور حقیقتاً اب اُسے احساس ہو رہا
تھا کہ اس نے اپنے اس دشمن کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا۔

انتہائی سفاکی سے گولی مار دی ہے۔ اور شاید زندگی میں
بار عمران کو اپنے اقدام پر پچھتاوا سا محسوس ہو رہا تھا۔
وہ جانتا تھا کہ اس آدمی کا مزید زندہ رہنا خود ان سب
زندگیوں کے خاتمے کا باعث بن جاتا۔ لیکن کچھ بھی
اس وقت عمران کو بہر حال اس آدمی کو گولی مارنے
پچھتاوے کا احساس ہو رہا تھا۔
نکستوم صبح سلامت اس موت کے سرکل کو کہ اس کو آئی۔
پھر اس کے بعد فیاض اور آخرین فواد بھی جب اس
پہنچ گیا تو عمران سمیت سب نے اطمینان کا ایک گہرا
انس لیا۔ ان سب کو واقعی ایسے محسوس ہو رہا تھا
یہ وہ حقیقی معنوں میں پل صراط کو پار کر آئے ہوں۔
"اب بکھر کر آگے بڑھو۔ ہو سکتا ہے انہیں ہماری اس
کراٹنگ کی خبر ہو گئی ہو۔ اور سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے
کہ ہمارے پاس اسلحہ بھی نہیں ہے۔" عمران نے
کہا۔ اور وہ سب سر ہلاتے ہوئے تیزی سے ادھر
دھر بکھر کر ٹیلوں کی اوٹ لیتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔
نکستوم کو عمران نے اپنے ساتھ ہی رکھا تھا۔ وہ سب
تیزی سے آگے بڑھ رہے تھے کہ اچانک عمران کو ایک
ٹیلے کے پیچھے حرکت سی محسوس ہوئی اور دوسرے لمحے
عمران کے حلق سے ریت پر اچھلنے والے زرد دھڑے جیسی
بڑا آواز نکلی۔ یہ خطرے کا مخصوص سائرن تھا۔ اس لئے سب

لوگ یہ آواز سنتے ہی تیزی سے ٹیلوں کے پیچھے دب گئے۔
 "تم یہیں رکو۔ میں ان کے عقب میں جانے کی کوشش
 کرتا ہوں۔" — عمران نے کلثوم سے سرگوشیاں انداز
 میں کہا۔ اور پھر سانپ کی سی تیزی سے ریت پر ریگتا ہوا
 سائڈ میں بڑھ کر ایک ٹیلے کی اوٹ میں غائب ہو گیا۔
 لیکن اس کے بعد کلثوم کو کسی ٹیلے کی اوٹ سے کوئی
 آدمی نظر نہ آیا۔ تو وہ خاموش پڑی رہی۔ پھر اسی حالت میں
 اُسے دس منٹ گزر گئے۔ فواد اور فیاض بھی اُسے سائڈ
 کے ٹیلوں میں دبے ہوئے صاف دکھائی دے رہے
 تھے۔ — اور پھر جیسے اعصاب پر دھماکہ ہوتا ہے اس طرح
 کلثوم کے اعصاب پر چبھتی ہوئی آواز نے دھماکہ پیدا کر
 دیا۔

"خبردار ہاتھ اٹھا کہ کھڑے ہو جاؤ۔ ورنہ گولیوں سے چھلنی
 کر دیتے جاؤ گے۔" — کلثوم کو اپنے عقب سے آواز
 سنائی دی۔ اور وہ بے اختیار پیچھے مڑی۔ اور دوسرے
 لمحے ایک طویل سانس لیتے ہوئے وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔
 ان کے عقب میں چار افراد مشین گنوں سے مسلح اس طرح
 کھڑے تھے جیسے زمین سے اچانک نمودار ہو گئے ہوں۔
 ظاہر ہے مشین گنوں کا رخ انہی کی طرف تھا۔ — فواد
 اور فیاض کو بھی حکم کی تعمیل کرنی پڑی۔ کیونکہ وہ مجبور تھے
 ان کے پاس اسلحہ بھی نہ تھا۔ اور مشین گنوں اور ان کے

درمیان فاصلہ اتنا تھا کہ وہ ان لوگوں پر پھلانگ بھی نہ لگا سکتے
 تھے۔

"ارے بھائی چل تو رہا ہوں۔ آخر ریت پر چل رہا ہوں۔
 سیکنگ تو نہیں کر رہا۔" — اُسی لمحے کچھ فاصلے پر ایک
 ٹیلے کی اوٹ سے عمران کی آواز سنائی دی۔ اور وہ
 سب چونک کر ادھر دیکھنے لگے دوسرے لمحے عمران
 سر پر ہاتھ رکھے ٹیلے کی اوٹ سے نمودار ہوا۔ اس کے
 پیچھے مشین گنوں سے مسلح دو افراد تھے اور کلثوم نے
 بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔

عمران اور اس کے ساتھیوں کو ایک جگہ اکٹھا کیا گیا اور
 پھر انہیں سردیوں پر ہاتھ رکھے آگے بڑھنے کا حکم ملا۔
 "یاد رہاں لے جا رہے ہو داناں پانی بھی ہے۔ میرا تو
 پیاس کے مارے دم نکلا جا رہا ہے۔" — عمران نے
 مڑ کر کہا۔

"خاموشی سے چلے چلو۔ ورنہ میں خون میں نہلا دوں گا۔"

ایک مشین گن بردار نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔ اور
 عمران منہ بنا کر آگے بڑھ گیا۔ انہیں واقعی انتہائی مہارت
 سے گھیرا گیا تھا۔

"یہ لوگ نہ صرف خاصے چلے ہوئے ہیں بلکہ ان کی حالت
 بھی خراب ہے۔ پھر بھی یہ آہستہ آہستہ سرکل کر اس کم آتے ہیں۔"
 ایک مشین گن بردار نے دوسرے سے مخاطبہ کر کہا۔

"ہم دل جلے ہیں بھائی۔ اور جن کے دل جلے ہوئے ہوں انہیں جہموں کے جلنے کی کیا پرواہ ہو سکتی ہے" عمران نے مڑے بغیر کہا۔

"ابھی تم دل سمیت سارے جل جاؤ گے۔ نکلہ نہ کر دو" ایک مشین گن بردار نے ہنستے ہوئے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"جب دل ہی جل گیا تو بھائی پھر جی کر کیا کریں گے" عمران نے باقاعدہ گانا گانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"میں آخری بار کہہ رہا ہوں کہ خاموش رہو ورنہ....." ایک مشین گن بردار نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"یار یہی زبان تو جلنے سے بچ گئی ہے۔ تم اسے بھی جلا نا چاہتے ہو۔" دیے کرنل آریج ہے تو بخیریت۔ میں نے تو سنا تھا کہ کرنل آریج کی محراب کچھ ٹیڑھی ہو گئی ہے۔

عمران بھلا کہاں خاموش رہنے والا تھا۔

"تم خاموش رہو۔ خواہ خواہ کی بکواس سے فائدہ۔ اپنے ساتھ

ہمارا بھی بیڑہ غرق کراؤ گے۔" اس بار ساتھ چلتی

ہوئی کلنٹون نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"تم نکلہ نہ کر دو۔ یہ ریت کا سمندر ہے۔ یہاں بیڑے

غرق نہیں ہو سکتے۔ البتہ دفن ضرور ہو سکتے ہیں۔ اور دفن

ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ کبھی نہ کبھی کوئی یارٹی اس

مہ فون خزانے کو نکالنے کے لئے آہی جائے گی۔"

عمران نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔

لیکن اس کی بات کا کسی نے جواب نہ دیا۔ اور پھر تھوڑا آگے جانے کے بعد انہیں دور سے ریت پر موجود ایک بڑا کین اور اس کے گرد نصب نیچے نظر آنے لگے۔

اور عمران غور سے اس کین اور خیموں کو دیکھنے لگا۔ اس کے ذہن میں ایک نئی پلاننگ مرتب ہونی شروع ہو گئی تھی۔

بکرا ڈکین سے نکل کر بے تحاشا دوڑتا ہوا ایک
نیچے تک پہنچا اور پھر اس کا پردہ مٹا کر وہ اس طرح اندر
گیا جیسے وہ کسی قیامت سے بچنے کے لئے بھاگ رہا
ہو۔ اس کا سانس چڑھا ہوا تھا۔ آنکھیں جوش سے
پھٹی پڑ رہی تھیں۔ اوپر چہرے کا ایک ایک عضو پھٹک رہا
تھا۔

"کرنل آپرچ کرنل آپرچ" — براڈ نے خیمے میں گہری
میںد سوئے ہوئے کرنل آپرچ کو بڑی طرح جھنجھوٹتے
ہوئے کہا۔

"کیا بات ہے۔ کیا ہے" — کرنل آپرچ نے
بوکھلائے ہوئے انداز میں اٹھتے ہوئے کہا۔

"وہ پکڑے گئے" — میں نے انہیں پکڑ لیا ہے۔ وہ

بے بس ہو گئے ہیں" — براڈ نے بڑی طرح پیچھے ہٹے

کہا۔
"کون پکڑے گئے۔ کن کی بات کر رہے ہو۔ کیا تمہارا دماغ
نوزاب نہیں ہو گیا" — کرنل آپرچ نے بڑی طرح بوکھلاتے
ہوئے کہا۔

"وہ وہ جنہیں آپ عمران اور اس کے ساتھی کہہ رہے تھے۔
براڈ نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"عمران اور اس کے ساتھی۔ کیا مطلب۔ کیا تم واقعی پاگل
ہو گئے ہو۔ عمران اور اس کے ساتھی تو باہر کیبن میں ہی ہلاک
ہو گئے تھے" — اب کرنل آپرچ کے لہجے میں بھی حیرت
کا عنصر غالب آ گیا تھا۔

"وہ ہلاک نہیں ہوئے تھے۔ صرف معمولی سے جل ضرور گئے
تھے۔ اور وہ آرسی سرکل بھی کر اس کے آئے تھے۔ لیکن دیو
مشین نے ان کی موجودگی کی نشاندہی کر دی۔ اور میں نے
انہیں پکڑ لیا" — براڈ نے دونوں ہاتھ پر جوش انداز میں
رگڑتے ہوئے کہا۔

"کیا کہہ رہے ہو نانس۔ مجھے احمق بنانے آگئے ہو۔
آر۔ سی سرکل کون کر اس کر سکتا ہے۔ کیا اب یہ بات بھی تمہیں
سمجھانی پڑے گی۔ تمہیں آخر ہوا کیا۔ میں تو تمہیں اچھا بھلا
چھوڑ کر آیا تھا" — کرنل آپرچ اب اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔
"میں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ وہ زندہ سلامت ہیں۔ ایک

عورت اور تین مرد - وہ سرکل بھی کر اس کر آئے پھر بھی زندہ سلامت ہیں - آپ کو یقین نہیں آ رہا - آئیے - خود دیکھ لیجئے مجھے معلوم تھا کہ آپ یقین نہیں کریں گے - اس لئے میں نے انہیں وہیں گولی نہیں ماری - بلکہ یہاں لاکر قید کر دیا ہے - براڈ نے تیز تیز ہلچے میں کہا -

"اوہ - کہاں ہیں وہ" - کرنل آپرچ اب واقعی بوکھلا گیا تھا - وہ تو اس لئے اطمینان کی گہری نیند سو رہا تھا کہ اس کے مطابق عمران اور اس کے ساتھیوں کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو گیا تھا - لیکن اب ہوا ڈ کہہ رہا تھا کہ وہ نہ صرف زندہ ہیں بلکہ آرسی سرکل بھی کر اس کر آئے ہیں اور تب بھی زندہ ہیں - یہ ساری باتیں واقعی یقین نہ آنے والی تھیں - "آئیے میرے ساتھ آئیے" - براڈ نے کہا - اور تیزی سے خیمے سے باہر نکل گیا -

کرنل آپرچ بھی بچی کی سی تیزی سے اس کے پیچھے خیمے سے باہر آیا - اوردہ دوڑتے ہوئے کیبن کی دوسری سائیڈ پر موجود ایک بڑے سے سرخ رنگ کے خیمے کی طرف دوڑ پڑے - جس کے باہر چھ مشین گنوں سے مسلح افراد بڑے چوکے انداز میں کھڑے تھے - یہ مخصوص قسم کا خیمہ تھا جسے باہر سے اس طرح بند کیا جاسکتا تھا کہ اندر سے اسے کسی صورت بھی نہ کھولا جاسکتا تھا -

خیمے کے باہر کھڑے ہوئے مسلح افراد ان دونوں کو دوڑ

کرنل آپرچ کی طرف آتے دیکھ کر اٹن شن ہو گئے - "کھالو - انہیں باہر نکالو تاکہ کرنل آپرچ کو یقین آجائے" - براڈ نے دور سے ہی چیخ کر کہا -

اور ایک مسلح محافظ نے جلدی سے خیمے کا باہر سے لگا ہوا بند کھولنا شروع کر دیا - بند کھلتے ہی اس نے پردہ ہٹایا - اور مشین گن سیدھی لئے وہ اندر داخل ہو گیا -

"اوہ - اگر یہ واقعی زندہ ہیں تو پھر تم نے انتہائی خطرناک کام کیا ہے - انہیں فوراً گولی مار دینی تھی" - کرنل آپرچ نے چیختے ہوئے کہا - اُسی لمحے خیمے میں داخل ہونے والا مسلح آدمی بوکھلائے ہوئے انداز میں باہر نکل آیا -

"خیمہ خالی ہے - وہ اندر نہیں ہیں" - اس نے باہر نکلے ہی چیخ کر کہا - اور اس کی بات کا اثر باقی مسلح افراد کے ساتھ ساتھ براڈ اور کرنل آپرچ پر اس طرح ہوا جیسے ان کے سروں پر بم پھٹ گئے ہوں -

"خیمہ خالی ہے - کیا مطلب - وہ کہاں گئے" - براڈ نے حیرت سے چیختے ہوئے کہا - اور پھر وہ خود خیمے کی طرف دوڑ پڑا - باقی مسلح افراد بھی دوڑ کر اس کے پیچھے داخل ہوئے - اور کرنل آپرچ بھی بوکھلائے ہوئے انداز میں اندر داخل ہوا - لیکن خیمہ واقعی خالی تھا دباں عمران اور اس کے ساتھی تو کجا کوئی کیڑا چمک موجود نہ تھا -

"یہ کہاں گئے - کیا یہ جن بھوت تھے جو غائب ہو گئے - کہاں

گئے۔ "براداشت سیرت سے بُری طرح ناپختہ لگا۔
 "ادہ باس۔ یہ ریت ہٹی ہوئی ہے۔ وہ لوگ سائیڈ نیچے
 میں ہیں۔" اچانک ایک مسلح آدمی نے چیخ کر ایک طرف
 اشارہ کیا اور وہ سب بولکھلائے ہوئے انداز میں نیچے سے
 باہر نکل کر اس طرف کے ملحقہ نیچے کی طرف دوڑ پڑے۔
 لیکن یہ نیچہ بھی خالی تھا۔ اور پھر وہ سب بُری طرح بولکھلائے
 ہوئے انداز میں باہر آ گئے۔

"ادہ ادہ۔ انہیں تلاش کر دو۔ سارے علاقے کو گھر
 لو۔ جہاں وہ نظر آئیں انہیں گولی مار دو۔" براد نے بُری
 طرح چیختے ہوئے کہا۔ اور اس کے مسلح ساتھی تیزی سے
 ادھر ادھر دوڑتے چلے گئے۔

"کیا تم صبح کہہ رہے ہو۔ کیا واقعی وہ زندہ ہیں۔ کیا تم سب
 نے کوئی خواب تو نہیں دیکھا۔" کرنل آپرچ نے ہونٹ
 بھینچتے ہوئے کہا۔

"ادہ ادہ۔ آپ کو یقین کیوں نہیں آیا۔ ادہ۔ آپ دیکھیں
 وہ ابھی کپڑے جاتیں گے۔ ادہ۔ دیو مشین۔ ادہ۔ مجھے دیو
 مشین پر چیک کرنا چاہیے۔" براد نے کہا۔ اور پھر
 بے تحاشا انداز میں وہ کیبن کی طرف دوڑ پڑا۔ کرنل آپرچ بھی
 اس کے پیچھے دوڑا۔

لیکن اس سے پہلے کہ وہ کیبن میں آ گئے پیچھے دوڑتے
 ہوئے داخل ہوتے اچانک مشین گن کی تیز آواز کے ساتھ

ی براد کے حلق سے بھیا نک پیچ نکلی۔ اور وہ ریت پر گر کر
 ی طرح تڑپنے لگا۔ کرنل آپرچ بجلی کی سی تیزی سے نیچے گر ا۔
 اس نے سائیڈ ہولسٹر سے ریوالور باہر کھینچ لیا۔ لیکن اُسی
 لمحے ایک بار پھر مشین گن تڑپڑائی۔ اور کرنل آپرچ کے
 من سے ایک چیخ نکلی اور اس کے ہاتھ سے ریوالور نکل کر
 گر گیا۔ ریت میں گر کر غائب ہو گیا۔ اُسی لمحے نیچوں اور کیبن کی
 سائیڈوں سے بھی مشین گنوں کے تڑپڑانے اور انسانی چیخوں کی

آوازیں سنائی دیں۔ اور پھر سکوت چھا گیا۔
 "اب اٹھ کر کھڑے ہو جاؤ کرنل آپرچ۔" اچانک عمران
 کی آواز سنائی دی۔ اور کرنل آپرچ بولکھلائے ہوئے انداز
 میں اٹھ کھڑا ہوا۔

عمران اس سرخ نیچے کے دوسری طرف والے نیچے کے
 دروازے میں مشین گن بنگھالے کھڑا تھا۔ جب کہ اس کے
 ساتھی دیگر نیچوں کے پیچھے سے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔
 کرنل آپرچ نے ہونٹ بھینچتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا
 لئے۔ وہ اس طرح عمران اور اس کے ساتھیوں کو دیکھ رہا تھا۔
 جیسے اُسے ابھی تک اپنی آنکھوں پر یقین نہ آ رہا ہو۔

"فواد۔ کرنل آپرچ کو ٹائی کر دو۔" عمران نے
 مشین گن سمیت اس کے قریب آتے ہوئے کہا۔ اور فواد
 نے بجلی کی سی تیزی سے آگے بڑھ کر پوری قوت سے مشین
 گن کا دستہ کرنل آپرچ کی کھوپڑی پر جما دیا۔ کرنل آپرچ لٹکھڑا

کہ نیچے گرا ہی تھا کہ فواد نے جھپٹ کر اُسے اٹھایا۔ اور دوسرے لمحے وہ اس کے بازو پشت پر کر کے انہیں رسی سے باندھ رہا تھا۔ فواد نے واقعی انتہائی برق رفتاری سے کام کیا تھا۔ رسی پہلے ہی اس کی کمر کے گرد موجود تھی۔ بس کافی ہے۔ اب اسے اٹھا کر کھڑا کر دو۔ اور خود جا کر مزید ادھر ادھر تلاش کر دو۔ شاید کوئی آدمی چھپا ہوا ہو۔ عمران نے سخت ہلچے میں کہا۔

اور فواد سر ہلاتا ہوا ریت پر پڑی اپنی مشین گن اٹھا کر دوڑ پڑا۔ کلثوم اور فیاض دونوں عمران سے ذرا ہٹ کر خاموش ہو گئے۔ کھڑے تھے۔

"کرنل آپج۔ تمہارا تعلق تو اسرائیل کی پیشل ایجنسی سے ہے۔ اور تم اس ایجنسی کے چیف ایجنٹ ہو۔ لیکن میرا خیال ہے۔ اور تم اس ایجنسی کے چیف ایجنٹ ہو۔ لیکن میرا خیال ہے۔

ہے۔ اب اسرائیل میں عقلمندوں کا قحط پڑ گیا ہے جو انہوں نے تم جیسے احمق کو چیف ایجنٹ بنا دیا ہے۔" عمران نے بڑے طنز پر لہجے میں کہا۔

"مجھے دراصل براڈ کی بات پر یقین نہ آ رہا تھا۔ اس میں مار کھا گیا۔ ورنہ کرنل آپج ہزار آنکھیں دکھتا ہے۔ کرنل آپج نے ہونٹ چباتے ہوئے جواب دیا۔

"مطلب یہ ہوا کہ تمہاری ہزار کی ہزار آنکھیں اندھی ہیں۔ تم ایک معمولی سی بات پر بھی غور نہ کر سکے۔ ہم نے جان بوجھ کر خیمے کی دائیں طرف کے پردے کے نیچے ریت بٹائی۔ طرح اُسے بتانا شروع کر دیا جیسے وہ کرنل آپج کو کوئی

دلچسپ کہانی سنارہا ہو۔

"تم مجھے بتاؤ کہ تم زندہ کیسے بچے اور آہ۔۔۔ سی سترکل تم نے کیسے کراس کیا۔۔۔ کرنل آرچ نے کہا۔

"وہ بھی بتا دوں گا۔ یہ کہانی تو تمہیں اس لئے سنارہا ہوں تاکہ تمہیں بتاسکوں کہ سپیشل ایجنسی میں واقعی احمق بھرتی ہو گئے ہیں۔ اس طرح ایک دوسرے سے جوڑ کر خیمے لگانے کی ضرورت تھی۔ خیمے اگر یہ اس طرح جڑے ہوئے نہ ہوتے تو پھر واقعی اس بلاجم بڑی طرح پھنس گئے تھے۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ اس براڈ کی حماقت تھی۔ کاش مجھے پہلے اس بات کا خیال آجاتا کہ تم زندہ بھی بچ سکتے ہو تو پھر میں دیکھتا کہ تم کیسے یہاں تک پہنچ سکتے ہو۔۔۔ کرنل آرچ نے کہا "اوہ واقعی مجھے خیال نہیں آیا ورنہ میں تمہیں ٹیلی فون کر دیتا۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اُسی لمحے فواد دوڑتا ہوا آیا اور عمران نے سوالیہ نظروں سے اُسے دیکھا۔

"اور کوئی نہیں ہے۔ میں نے تمام خیمے چیک کر لئے ہیں۔ فواد نے کہا۔ اور عمران کے چہرے پر اطمینان کی جھلکیاں ابھر آئیں۔

"گڈ۔ میں اس اطلاع کے انتظار میں کرنل آرچ سے گپ شپ کر رہا تھا۔ کیونکہ اگر ایک بھی آدمی زندہ موجود ہوتا تو ہم سب

ایک لمحے میں موت کے گھاٹ اتر سکتے تھے۔ ہاں اب کرنل آرچ تم مجھے کم سے کم لفظوں میں یہ بتا دو کہ یہ سارا کھیل کیا ہے۔۔۔ تم لوگ اس مدفون مقبرے کو کس مقصد کے لئے استعمال کرنا چاہتے ہو۔۔۔ عمران نے یک لخت سنجیدہ

ہوتے ہوئے کہا۔ "کیسا مدفون مقبرہ۔۔۔ کرنل آرچ نے بھنویں اچکاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ اگر کوئی مدفون مقبرہ نہیں ہے تو ابھی بنا دیتا ہوں۔ بس ایک ٹریگر دبانے کی دیر ہے۔ تم ریت کے نیچے اور مدفون مقبرہ موجود۔۔۔ عمران نے ٹھیک لہجے میں کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے واقعی ٹریگر دبا دیا۔ دوسرے لمحے گولیاں بارش کی طرح کرنل آرچ کے جسم سے ٹکرائیں اور کرنل آرچ چیخ کر نیچے گرے اور ایک لمحے سے بھی کم عرصے میں ساکت ہو گیا۔

"تم بڑی بے دردی سے انسانوں کو قتل کر دیتے ہو۔ کلثوم نے گہراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"یہ انسان نہیں ہیں بلکہ انسانیت کے لئے زہریلے سانپ ہیں مس کلثوم عمر ابدال۔۔۔ عمران نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"تم نے خواہ مخواہ اسے مار دیا۔ اس پر ثررد کہہ کے بھی اس سے پوچھ گچھ کی جاسکتی تھی۔۔۔ فیاض نے

منہ بناتے ہوئے کہا۔

"یہ منیات کا عام سمگر نہیں ہے۔ پیشل ایجنسی کا چیف ایجنٹ ہے۔ اس نے جس لہجے میں مجھے جواب دیا تھا۔ وہی لہجہ بتا رہا تھا کہ یہ کچھ نہیں بتائے گا۔ چاہے اس کی ایک ایک بوٹی کیوں نہ علیحدہ کر دی جائے۔" — عمران نے کہا اور پھر مشین گن ایک طرف پھینک کر وہ کیبیں کی طرف بڑھ گیا۔ جس کے کھلے دروازے سے بے پناہ شور باہر آتا سنا دے لے رہا تھا۔ اس کے باقی ساتھی بھی اس کے پیچھے چلنے لگے تو عمران رک گیا۔

"خود اور فیاض۔ ہم دونوں ادھر ادھر رک کر پہرہ دو گے۔ اور انتہائی خبردار رہنا۔ کسی بھی وقت کچھ ہو سکتا ہے۔" عمران نے انتہائی خشک لہجے میں کہا۔ اور پھر مڑ کر کیبیں کی طرف بڑھ گیا۔ چونکہ اس نے کلثوم کو کوئی ہدایت نہ کی تھی۔ اس لئے کلثوم اس کے پیچھے چلتی ہوئی کیبیں کی طرف بڑھ گئی۔

"اف اللہ۔ کس قدر شور ہے۔" کلثوم نے کیبیں کے اندر داخل ہوتے ہی بے اختیار کانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ مشین گن اس نے کان دھ سے لٹکائی ہوئی تھی۔ لیکن عمران اطمینان سے شیشے کے کیبیں کی طرف بڑھ گیا۔ کیبیں میں پہنچ کر اس کی نظریں وہاں میز پر موجود مشینوں پر پڑیں تو وہ انہیں غور سے دیکھنے لگا۔ کلثوم بھی

اس دوران اندر آچکی تھی۔

"دروازہ بند کر دو۔" عمران نے مڑ کر کہا۔ اور ساتھ ہی اشارہ بھی کر دیا۔ کلثوم نے دروازہ بند کر دیا۔ اور دروازہ بند ہوتے ہی شور یک لمخت ختم ہو گیا۔

عمران کرسی پر بیٹھ کر غور سے اس مشین کی کو دیکھنے لگا۔ اور پھر اس کی نظریں اس مشین پر جم گئیں جو کنٹرل آپریشن اپنے ساتھ اپنے کیبیں سے لے آیا تھا۔ وہ کافی دیر تک اُسے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر اس کے مختلف بٹن پر ایس کر کے شروع کر دیئے۔ چند لمحوں بعد ہی اس پر موجود سکرینیں روشن ہو گئیں اور عمران ان سکرینوں پر ابھرتے ہوئے منظر دیکھ کر بے اختیار چونک پڑا۔ مناظر میں سحر کا ایک منظر نظر آ رہا تھا۔ جہاں خیمے نصب تھے۔ اور بیت میں سرنگ بنانے والی مشینیں موجود تھیں۔ ایک طرف بہت سے لوگ ایک بڑے ٹرک میں سے سرخ رنگ کے بڑے بڑے میزائل ان لوڈ کر رہے تھے۔ جب کہ دوسرے ہی ایک دوسرے ٹرک میں بڑے بڑے گتے کے پکیٹ رکھے جا رہے تھے۔ ایک سائیڈ پر ایک مشین کے ذریعے ایک کافی لمبی چوڑی مشین کو ریت کے اندر ایک بڑے سے سوراخ میں بڑی احتیاط سے لے جایا جا رہا تھا۔ عمران غور سے اس ساری کارروائی کو دیکھتا رہا۔

"اڈہ - تو یہ ہے ان کا پراجیکٹ - یہ یہاں ریڈ میزائل کا اڈہ بنا رہے ہیں" — عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"ریڈ میزائل کا اڈہ — کیا مطلب" — کلٹوم نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"تم کچھ دیر خاموش رہو تو بہتر ہے" — عمران نے سخت لہجے میں کلٹوم سے کہا۔ اور پھر اس نے مشین کی سائیڈ میں موجود لانگ رینج ٹرانسمیٹر کی طرف مارتے بڑھایا۔ اور اس کا بٹن آن کر دیا۔ اس پر پہلے سے ایک فریکوئنسی ایڈجسٹ تھی اور عمران نے اس فریکوئنسی کو بچ نہ کیا تھا۔ ٹرانسمیٹر کا بٹن آن ہوتے ہی بلب تیزی سے جلنے لگا۔

"ہیلو ہیلو — کون کال کر رہا ہے اڈہ" — اچانک ٹرانسمیٹر سے ایک تیز آواز ابھری۔

"کرنل آپریشننگ اڈہ" — عمران نے کرنل آپریشن کے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ اور اس کے پیچھے کھڑی ہوئی کلٹوم چونک کر عمران کو دیکھنے لگی۔ جیسے اتنے یقین نہ آ رہا تھا کہ یہ عمران کی آواز ہے یا واقعی مردہ کرنل آپریشن بول پڑا ہے۔

"اڈہ کرنل آپریشن - دراصل ٹرانسمیٹر آن کر کے آپ خود پہلے کال کرتے ہیں۔ اس لئے مجھے حیرت ہوئی تھی کہ کال

آپ کی طرف سے ہی ہے۔ لیکن آپ بول نہیں رہے تھے اڈہ" — دوسری طرف سے کہا گیا۔

"میں کچھ سوچ رہا تھا۔ کیا رپورٹ ہے اڈہ" — عمران نے گول مول سا جواب دیا۔ کیونکہ اُسے معلوم نہ تھا کہ وہ کس سے بات کر رہا ہے اور بات کرنے والا کہاں سے بول رہا ہے۔

"اڈہ — کام انتہائی تیزی سے مکمل ہو رہا ہے۔ اور سر پہلے تو میرا خیال تھا کہ گولڈن سینڈ پراجیکٹ ہفتے سے پہلے مکمل نہ ہو سکے گا — لیکن — اب صرف کل کا کام باقی ہے۔ مقبرے میں سے کچھ زیادہ سامان نہیں نکلا۔ اور دوسری بات یہ ہوئی کہ مقبرے کی پچھلی تہہ اس قدر پختہ ہے کہ ریڈ میزائل — آپریشننگ مشینری آسانی سے اس پر فٹ ہو سکتی ہے۔ ورنہ پہلے ہی خیال تھا کہ اس کا باقاعدہ فونڈیشن تیار کرنا پڑے گا جس میں دو روز لگ جانے لگے تھے — آپ بے شک چیف باکس کو رپورٹ دے دیں کہ زیادہ سے زیادہ چھتیس گھنٹوں کے اندر یہ آپریشن مکمل ہو جائے گا تاکہ وہ ماہرین کو فوراً یہاں بھجوا دیں اڈہ" — دوسری طرف سے کہا گیا اور عمران نے ہونٹ پھینچ لئے۔ کیونکہ اب اُسے معلوم ہو گیا تھا کہ بولنے والا اُسی جگہ سے بول رہا ہے۔ جہاں کے مناظر اُسے دوسری مشین کی سکرینوں پر نظر آ رہے تھے۔ اور اس

کے ساتھ ہی اس کا اندازہ بھی سو فیصد درست نکلا تھا۔ کہ اس مہ فون مقبرے میں اسرائیل ریڈ میزائل کا خوف ناک اڈہ تعمیر کر رہا ہے۔

”اگر ایسی بات ہے تو پھر فالتو آدمیوں کو واپس نہ بھیج دیا جائے اور“۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

”کیا ضرورت ہے سر۔ جب ماہرین یہاں کا مستقل چارج سنبھال لیں گے تو پھر ہم سب اکٹھے ہی یہاں سے چل دیں گے۔ ورنہ ٹرانسپورٹ طیاروں کو دو تین چکر کاٹنے پڑیں گے۔ اور ہو سکتا ہے کہ یہ طیارے مصری رادار پر چیک کر لئے جائیں اور“۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

”متہارمی بات درست ہے۔ لیکن جب تک میں خود برا جیکٹ کی تکمیل کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لوں۔ میں چیف باس کو رپورٹ کیسے دے سکتا ہوں اور“۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

”ادہ کمل آرچ۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ آپ مجھے اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں کس قدر ذمہ دار آدمی ہوں۔ اب آپ کو ٹھوٹھی کی ذمہ داری پر بھی شک گزرنے لگا ہے اور“۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے بولنے والے نے جوقیقنا ٹھوٹھی تھا انتہائی ناخوشگوار ہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”یہ بات نہیں۔ یہ پیشیل ایجنسی کا اصول ہے۔ تم جانتے ہو کہ ہمیں ہر صورت میں اصول پر چلنا پڑتا ہے اور“۔

عمران نے سخت ہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ادہ اصول ٹھیک ہے۔ جناب اصول کی بات ٹھیک ہے جناب اور“۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

”ادرسنو۔ میں خود چونکہ اہم پوائنٹ پر ہوں اس لئے خود نہیں آ سکتا بلکہ اپنے چار ایجنٹ بھیج رہا ہوں۔ یہ واپسی پر مجھے رپورٹ دیں گے اور ان کی رپورٹ پر میں چیف باس کو رپورٹ دوں گا۔ اور یہ بھی بتا دوں کہ خاص مقصد کے لئے ان کی شناخت چھپائی گئی ہے۔ ان میں سے

دوسرا ایشیائی میک اپ میں اور ایک عورت اور ایک مرد مصری میک اپ میں ہیں۔ یہ چاروں پیشیل ایجنسی سے متعلق

ہے۔ چونکہ شناخت کا مسئلہ درپیش ہوگا۔ اس لئے بہتر ہے کہ ہم کوڈ استعمال کریں۔ میرے آدمی کوڈ استعمال کریں گے آل زیدو۔ اور متہارمے آدمی اس کے جواب میں کوڈ استعمال کریں گے فلی زیدو۔ تم سمجھ گئے اور“۔

عمران نے کہا

”بالکل ٹھیک ہے جناب۔ میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں اور“۔

دوسری طرف سے کہا گیا۔ اور عمران نے ادور اینڈ آل کہہ کر ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔ اور ایک بار پھر اس سکرین کو دیکھنے لگا۔ پھر ایک طویل سانس لے کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"آؤ کلثوم۔ اب ہم ان کے گولڈن سینڈ پر وجیکٹ کو بدل گولڈ میں بدل دیں" — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اس ساری مشینری کا کیا ہو گا۔ کیا یہ یونہی چلتی رہے گی۔“ — کٹنوم نے چونک کر کہا۔

”لوں۔ یہ ہمارے فائدے میں ہے۔ اس طرح فوری طور پر باہر سے کوئی اندر داخل نہ ہو سکے گا۔ ویسے بھی یہ تمام آئیوٹیفک مشینری ہے۔ جب ہم مشن مکمل کر لیں گے تو پھر اسے بند کر دیں گے۔ اور اس کے بعد ڈاکٹر عمر ابدال کو دعوت و لیٹھ میں بلا لیں گے۔ کیا خیال ہے۔“

”ہمیں کیا ضرورت ہے اس صحرا میں دعوت کرنے کی۔ ہم واپسی پر قاہرہ کے سب سے بڑے ہوٹل میں دعوت نہیں کر سکتے۔“ اس بار کلثوم نے بڑے شرمیلے سے ہجھیں کہا، اور تیزی سے بیرونی دروازے کی طرف مڑ گئی۔ اور عمران بے اختیار اپنے سر پر ہاتھ پھرنے لگا۔ کلثوم کا یہ فقرہ تیار ہاتھ کہ اب مذاق سنگین صورت اختیار کر گیا ہے۔ کلثوم اب عمران سے شادی پر تیار ہو گئی ہے۔ اور عمران جانتا تھا کہ کلثوم جس طرح کی جذباتی لڑکی ہے۔ اس نے جھاڑ کا کانٹا بن جانا ہے۔ لیکن ظاہر ہے عمران تو بس مذاق کی حد تک ہی جاسکتا تھا۔ اس سے آگے کی سرحد

بارگاہ نے کی حسرت تو جو لیا کی بھی پوری نہ ہوئی تھی۔ کلثوم بھلا
نفس قضاہ شمار میں تھی۔

کیسے سے باہر نکل کر عمران نے اپنے ساتھیوں کو بڑی
 تفصیل سے ہدایات دیں۔ اور پھر ایک خیمے سے انہیں
 لباس بھی فراہم ہو گئے۔ اور مخصوص قسم کا اسلحہ بھی۔ ایک طرف
 ریت پر چلنے والی ایک طاقتور جہیپ بھی موجود تھی۔ چنانچہ
 تھوڑی دیر بعد وہ تیار ہو کر اس جہیپ پر بیٹھے اور جہیپ تیز رفتاری
 سے صحرائیں اس طرف کو بڑھنے لگی جبکہ عمران کے اندازے
 کے مطابق مدفون مقبرہ ہو سکتا تھا۔ — عمران اور اس
 کے ساتھی ذہنی طور پر پوری طرح مطمئن تھے کہ اب اس مشن
 کی تکمیل میں انہیں کوئی مشکل پیش نہ آئے گی لیکن تقدیر شاید
 ان کے اس اطمینان پر طنز نہ انداز میں مسکرا رہی تھی۔

نہیں آ رہا۔ لیکن بات ہی ایسی ہے کہ یقین کرنا ہی پڑتا ہے۔
 کوئی نے اچھے ہوئے بلجے میں کہا۔ اس کا اندازہ ایسا تھا جیسے
 وہ خود اپنے آپ پر واضح نہ ہو رہا ہو۔

"کیسی الجھن باس۔" — داکر نے چونک کر پوچھا۔ اس
 کے چہرے پر قدرے حیرت کے آثار تھے۔ کیونکہ وہ اچھی
 طرح جانتا تھا کہ ٹھوکتی اسرائیل کا انتہائی اہم اور قابل سائنسدان
 ہے۔ لیکن اس وقت وہ اس طرح بات کر رہا تھا جیسے اس
 کا ذہن مادف ہو رہا ہو۔

داکر۔ تمہیں معلوم ہے کہ گولڈن سینڈ پر وجیکٹ کو اسرائیل
 کی پیشیل ایجنسی ہینڈل کر رہی ہے۔ اور کرنل آریج جو کہ پیشیل
 بجٹی کا چیف ایجنٹ ہے۔ یہاں کا مقامی انچارج ہے۔ ابھی
 کرنل آریج کی کال آئی ہے۔ اس میں اس نے کہا ہے
 کہ وہ خود یہاں آکر چیک کرنا چاہتا ہے۔ حالانکہ کرنل آریج
 کو اچھی طرح معلوم ہے کہ موجودہ پلاننگ میں یہ بات خاص
 طور پر طے کی گئی تھی کہ کرنل آریج یا اس کا کوئی آدمی آپریشن
 رینج میں نہ داخل ہو گا نہ مداخلت کرے گا۔ آپریشن کا
 مکمل چارج میرے پاس ہے اور کرنل آریج اور اس کے
 ساتھی صرف حفاظتی انتظامات کے انچارج ہوں گے۔ کرنل
 آریج کو اس بات کا بخوبی علم ہے۔ اس لئے میرا اور کرنل آریج
 کا رابطہ صرف ٹرانسمیٹر پر ہی ہے۔ البتہ کرنل آریج کو ایسی
 شہنشاہی مہیا کی گئی تھی کہ وہ اس کی مدد سے آپریشن کے مختلف

کیسز میں بیٹھے ہوئے لیے ترنگے ٹھوکتی کے
 چہرے پر شدید پریشانی کے آثار نمایاں تھے۔ اس کے
 سامنے ایک بڑی میز پر مستطیل سی مشین موجود تھی جس پر
 گولڈن سینڈ پر وجیکٹ پر ہونے والی تمام کارروائی اُسے
 سکریں پر نظر آ رہی تھی۔ اور اس مشین کے ذریعے وہ
 سب لوگوں کو اس کیبن میں بیٹھے بیٹھے یہ ایات جاری کرتا
 رہتا تھا۔ یہ کیبن ایک لحاظ سے گولڈن سینڈ پر وجیکٹ کا
 کنٹرول آفس تھا۔ ٹھوکتی کے ساتھ ہی اس کا اسٹنٹ
 داکر بیٹھا ہوا ایک دوسری مشین کو سنبھالے ہوئے تھا۔
 "باس۔ آپ کچھ زیادہ ہی پریشان دکھائی دے رہے
 ہیں۔" — داکر نے ٹھوکتی سے مخاطب ہو کر کہا۔
 "داکر۔ میں سخت الجھن میں ہوں۔ مجھے اپنے ذہن پر یقین

پہلوؤں کو انتظامی نقطہ نظر سے چیک کر سکے۔ لیکن اب کرنل آپرچ کہہ رہا ہے کہ وہ خود یہاں آنا چاہتا ہے۔ اور اس کے لئے اس نے خود اصول کی بات کی ہے۔ بس اسی بات نے میرے ذہن میں بھونچال پیدا کر دیا ہے۔ میں ابھی طرح جانتا ہوں کہ کرنل آپرچ کم از کم ایسی بات نہیں کہہ سکتا۔ ٹھوکتی نے کہا۔

”اودہ تو آپ کا مطلب ہے کہ یہ کال کرنل آپرچ کی نہیں تھی۔“
 ”اگر نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔“
 ”نہیں۔ یہی تو مسئلہ ہے کہ کال کرنل آپرچ کی ہی تھی۔ کیونکہ میں اس کا لہجہ اور اس کے بات کرنے کے انداز سے بخوبی واقف ہوں۔ لیکن کرنل آپرچ ایسی بات ہرگز نہیں کر سکتا۔ اور مزید چونکا دینے والی بات یہ ہوئی کہ کرنل آپرچ خود نہیں آ رہا بلکہ وہ اپنے آدمی بھیج رہا ہے۔ اور یہ آدمی ایشیائی اور مصری بیگ اپ میں ہیں۔ اور ان میں ایک عورت بھی ہے۔ حالانکہ مجھے معلوم ہے کہ اس پورے مشن میں کہیں بھی کسی جگہ بھی کوئی عورت موجود نہیں ہے۔“ ٹھوکتی نے کہا۔

”اودہ باس۔ پھر یقیناً کوئی اہم چکر ہے۔ میرا خیال ہے آپ اس سلسلے میں براہ راست پیشل ایجنسی کے چیف باس سے بات کر لیں۔“ واکر نے کہا۔

”ہاں۔ یہ ٹھیک ہے۔ تمہارا مشورہ درست ہے۔“
 ٹھوکتی نے اس طرح کہا جیسے وہ خود بھی اسی پہلو پر سوچ رہا تھا۔

بہن شاید وہ پوری طرح فیصلہ نہ کر پا رہا تھا۔ لیکن واکر کے کہنے پر اس نے فوری فیصلہ کر لیا اور پھر وہ ٹرانسمیٹر پر جھک گیا۔ اس نے جلدی سے فریکوئنسی ایڈجسٹ کرنا شروع کر دی۔ اور پھر اس نے بٹن دبا دیا۔

”ہیلو ہیلو ٹھوکتی کالنگ فرام گولڈن سینڈ پروجیکٹ آپریشنل پوائنٹ اور۔“ ٹھوکتی نے بار بار یہ فقرہ دوہرانا شروع کر دیا۔

”یس۔ ایچ۔ کیو۔ ایس۔ ایجنسی اسٹنڈنگ اور۔“
 چند لمحوں بعد ایک بھاری سی آواز ٹرانسمیٹر سے بلند ہوئی۔
 ”ٹھوکتی کالنگ۔ فار چیف باس آف ایس ایجنسی۔ اٹ اڈ
 ایمر جنسی اور۔“ ٹھوکتی نے تیز لہجے میں کہا۔
 ”پیشل کوڈ اور۔“ دوسری طرف سے پوچھا گیا۔
 ”میں ہنگامی کال کر رہا ہوں۔ گولڈن سینڈ پروجیکٹ کے آپریشنل پوائنٹ سے۔ ایجنسار ج ٹھوکتی۔ اٹ اڈ ٹاپ ایمر جنسی اور۔“ ٹھوکتی نے تیز تیز لہجے میں کہا کیونکہ اُسے کسی پیشل کوڈ کا علم نہ تھا۔

”یس۔ ایس۔ دن اسٹنڈنگ یو۔ کیا بات ہے ٹھوکتی۔ تم نے براہ راست ہیڈ کوارٹر کال کیوں کی ہے اور۔“
 چند لمحوں کی خاموشی کے بعد ایک اور بھاری آواز ٹرانسمیٹر پر گونجی۔

”میں چیف باس آف پیشل ایجنسی سے بات کرنا چاہتا ہوں۔“

اٹ انڈیاپ ایمرجنسی۔ پلیزان سے فوراً بات کر آئیں اور۔
 ٹھوکتی نے جھپٹلائے ہوئے ہلچے میں کہا۔
 "میں چیف باس ہی بول رہا ہوں۔ میرا کوڈ نام ایس۔ دن
 ہے اور۔" اسی بھاری آواز نے کہا۔

"ادہ باس۔ ایک انتہائی الجھن درپیش ہے۔ پلیز پہلے میری
 بات سن لیں۔۔۔۔۔" ٹھوکتی نے کہا اور پھر اس نے
 کرنل آپرچ کی کال اور اپنی الجھن پوری تفصیل سے بیان کر دی۔
 "ادہ ادہ۔ یہ واقعی حیران کن بات ہے۔ اور یہ
 ایشیائی اور مصری آپریشنل پوائنٹ پر پہنچ تو نہیں گئے اور۔"
 چیف باس نے چیختے ہوئے پوچھا۔

"نہیں باس۔ ویسے بھی وہ آر۔ سی تھرٹی دن بیرم کہ اس
 کہ کے ہی یہاں پہنچیں گے۔ کیونکہ کرنل آپرچ کا کمپ تو آر سی
 سرکل سے باہر ہے اور۔" ٹھوکتی نے جواب دیا۔
 "ادہ ٹھوکتی۔ تم نے اچھا کیا کہ مجھ سے براہ راست بات کر
 لی۔ مجھے شک پڑ رہا ہے کہ معاملہ بے حد گہرے ہے۔ ان
 ایشیائی اور مصری مسئلے نے بات کو واقعی الجھا دیا ہے۔ تم
 فوری طور پر اپنے آدمیوں کو حکم دے دو کہ وہ آپریشنل پوائنٹ
 کو چاروں طرف سے گھیر لیں۔ اور اگر میری دوسری کال
 تک یہ لوگ پہنچ جائیں تو انہیں ہر صورت میں آپریشنل پوائنٹ
 سے دور روک دیا جائے۔ میں ابھی مکمل چیکنگ کر کے تمہیں
 براہ راست کال کرتا ہوں۔ تمہاری سپیشل فریکوئنسی کیا ہے اور۔"

چیف باس نے کہا۔

اور جواب میں ٹھوکتی نے اپنی مخصوص فریکوئنسی بتادی اور
 اس کے ساتھ ہی رابطہ آف ہو گیا۔

ٹھوکتی نے جلد ہی سے ٹرانسمیٹر آف کیا اور میز پر رکھے
 ہوئے سرخ رنگ کے وائرلیس فون کا رسیور اٹھا لیا۔
 "میں باس۔ ٹیک وڈ اٹنڈنک۔" رسیور

اٹھائے ہی دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

"ٹیک وڈ۔ تم ایسا کر دو کہ فوراً اپنے سارے آدمیوں کو
 مسلح کر کے آپریشنل پوائنٹ سے کم از کم چار کلومیٹر کے
 فاصلے پر چاروں طرف تعینات کر دو۔ چار افراد آپریشنل
 پوائنٹ کی طرف آرہے ہیں۔ ان میں ایک عورت

اور تین مرد ہیں۔ ان میں سے دو ایشیائی اور دو مصری ہیں
 یہ لوگ نجانے کس طرف سے آئیں اور کس چیز پر آئیں یا کس
 دقت پہنچیں۔ کچھ کہا نہیں جاسکتا۔ لیکن تم نے انتہائی سخت

پکڑنا شروع کر دیا ہے۔ تم نے انہیں اس طرح روکنا ہے
 کہ انہیں کوئی شک نہ پڑے۔ کیونکہ ابھی یہ طے ہونا ہے
 کہ یہ ہمارے اپنے آدمی ہیں یا کوئی دشمن ہیں۔ تم انہیں روک
 کر یہ کہہ دینا کہ باس ٹھوکتی خود آرہے ہیں اور وہ آپ کو
 خود اپنے ساتھ لے جائیں گے۔ اس کے بعد جو بھی

عورت حال ہوتی میں خود دیاں پہنچ کر دافعہ کر دوں گا۔ لیکن ان
 کی آمد کی فوری اطلاع زیر و ٹرانسمیٹر پر تم نے دینی ہے۔ ویسے

اپنے آدمیوں کو بتا دینا کہ آنے والے کو ڈال زبرد کہیں گے اور تمہارے جو آدمی بھی ان سے ٹکرائیں وہ جواب میں قتل زبرد کہیں گے۔ لیکن تم نے انہیں ہر صورت میں وہیں روکنا ہے آگے نہیں آنے دینا۔ لیکن انداز ایسا رکھنا کہ وہ کوئی بات محسوس نہ کر سکیں۔ میرا خیال ہے تم میرا مطلب سمجھ گئے ہو گے۔" ٹھوٹھتی نے تیز لہجے میں کہا۔

"میں سمجھ گیا ہوں باس۔ آپ لے نکر رہیں۔ میں ایسا ہی کروں گا۔" دوسری طرف سے کہا گیا۔ اور ٹھوٹھتی نے اُدھر کے کہہ کر سیور رکھ دیا۔

"کوئی گٹھ بڑھے ضرور۔ چیف باس بھی ایشیائی اور مصری میک اپ کی بات پر بھی چونکا ہے۔" سیور رکھ کر ٹھوٹھتی نے واکر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"میرا خیال ہے وہ اب کرنل آریج سے براہ راست بات کر لے گا۔ اس کے بعد ہی کوئی بات سامنے آئے گی بہر حال ہم نے تو اپنا فرض پورا کر دیا ہے۔ اس طرح ہم پر کوئی ذمہ داری نہ آسکے گی۔" واکر نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"ادھر واکر۔ براڈ سے کیوں نہ بات کی جائے۔ کرنل آریج نے لازماً اُسے کہا ہو گا کہ وہ آر سی تھرٹی ون بیرم ریز کا میرکل ختم کر دے۔ تب ہی اس کے آدمی یہاں پہنچ سکیں گے۔ حالانکہ بذات خود یہ بات پلاننگ کے خلاف ہے۔" ٹھوٹھتی

ہوا تھا کہ آر سی تھرٹی ون بیرم سرکل مشن مکمل ہونے تک کسی صورت بھی ختم نہ کیا جائے گا۔" ٹھوٹھتی نے تیز لہجے میں کہا۔

لیکن اس سے پہلے کہ واکر اس کی بات کا کوئی جواب دیتا اچانک ٹرانسمیٹر سے ٹوں ٹوں کی تیز آوازیں بلند ہونے لگیں۔ اور ٹھوٹھتی اور واکر دونوں چونک پڑے۔ ٹھوٹھتی نے جلدی سے ہاتھ بڑھا کر ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

"ہیلو ہیلو۔۔۔۔۔ ایس ون کالنگ فرام اریج۔ کیو۔ ایس ایجنسی اور۔۔۔۔۔ ٹرانسمیٹر آن ہوتے ہی چیف باس کی تیز آواز سنائی دی۔

"ایس۔۔۔۔۔ ٹھوٹھتی اسٹنڈنگ اور۔۔۔۔۔ ٹھوٹھتی نے فوراً ہی مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"ٹھوٹھتی۔ کرنل آریج سے تمہاری بات کس وقت ہوئی ہے۔ میرا مطلب ہے۔ مجھے کال کرنے سے کتنی دیر پہلے اور۔۔۔۔۔ چیف باس نے تیز لہجے میں کہا۔

"سر۔۔۔۔۔ آپ کو کال کرنے سے زیادہ سے زیادہ پانچ دس منٹ پہلے بات ہوئی ہو گی اور۔۔۔۔۔ ٹھوٹھتی نے

تیرت بھرے لہجے میں کہا۔ جیسے اُسے چیف باس کی یہ بات پوچھنے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہ آتی ہو۔

"ادھر ادھر۔ ویری بیڈ۔۔۔۔۔ ٹھوٹھتی۔ کرنل آریج مرچکا ہے اور براڈ بھی زندہ نہیں ہے۔ ہمارے ہیڈ کوارٹر میں ایسا

انتظام موجود ہے کہ ہمارے ایجنٹ جیسے ہی مرتے ہیں۔ یہاں موجود ایک مشین میں یہ بات محفوظ ہو جاتی ہے۔ ہمارے تمام ایجنٹوں کے جسموں میں پیشل ٹرانسمیٹر موجود ہوتے ہیں۔ جو کہ انسانی خون کی روانی سے کام کرتے ہیں۔ جیسے ہی کوئی ایجنٹ مرتا ہے یہ ٹرانسمیٹر کام کرنا بند کر دیتا ہے۔ اس طرح مشین میں یہ بات نوٹ ہو جاتی ہے۔ میں نے کرنل آپرچ کو کال کیا لیکن وہاں سے کوئی جواب نہ ملا۔ پھر میں نے اپنے ایجنٹ براڈ کو کال کیا۔ کیونکہ وہی آر۔سی تھریڈون بیرم سرکل کا انچارج ہے۔ لیکن اس کی طرف سے کال اسٹنڈ نہ کی گئی۔ تو میں نے فوراً ہی طور پر اس مشین سے رابطہ قائم کیا۔ تب معلوم ہوا ہے کہ کرنل آپرچ اور براڈ دونوں ہلاک ہو چکے ہیں۔ اور جو وقت مشین نے نوٹ کیا ہے اس کے مطابق تمہاری کال سے یہ وقت دس بارہ منٹ پہلے کا ہی بنتا ہے۔ اور خاص بات یہ ہے کہ براڈ کے مرنے کا وقت کرنل آپرچ کی موت سے پہلے کا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ پہلے براڈ کو مارا گیا ہے اور بعد میں کرنل آپرچ کو۔ حالانکہ نظر یہ بات انتہائی عجیب ہے۔ کیونکہ کرنل آپرچ آر۔سی تھریڈون بیرم سے باہر ہے۔ اور براڈ آر۔سی تھریڈون بیرم کے اندر ہے اور دوسری خاص بات یہ ہے کہ آر۔سی تھریڈون بیرم باقاعدہ کام کر رہی ہے۔ ہماری مشین نے اُسے چیک کیا ہے اور۔۔۔ دوسری طرف سے

چیف باس کا اپنا لہجہ بے حد الجھا ہوا تھا۔
 "نظاً ہر تو یہ سب کچھ ناممکن لگ رہا ہے باس۔ پہلے براڈ کو وہ کیسے مار سکتے ہیں۔ اگر وہ مارے تو پہلے کرنل آپرچ کو مارے۔ پھر کسی طرح آر۔سی تھریڈون بیرم کو اس کے وہ براڈ تک پہنچے اور پھر اُسے ختم کرتے۔ اور جب کہ آر۔سی تھریڈون بیرم کام بھی کر رہی ہے تو پھر ایسا ہونا ناممکن ہے عجیب الجھا ہوا مسئلہ ہے اور۔۔۔ ٹھوکتی نے کہا۔
 "ہاں۔ بہر حال اس میں کوئی نہ کوئی چکر ہے۔ اور سنو۔ میرا حکم اب یہ ہے کہ یہ ایشیائی اور مصری میک اپ میں جو لوگ بھی ملیں انہیں آپریشن پوائنٹ سے پہلے ہی ختم کر دو اور اگر یہ لوگ وہ ہیں جن کا مجھے اندازہ ہے تو پھر یہ دنیا کے سب سے خطرناک لوگ ہیں۔ ان کے لئے کچھ بھی ناممکن نہیں۔ بہر حال یہ جو بھی ہیں ان کی موت ہر صورت میں ضروری ہے۔ چاہے یہ پیشل ایجنسی کے ہی کیوں نہ ہوں اور۔
 چیف باس نے تیز اور حکمانہ لہجے میں کہا۔
 "جیسا آپ کا حکم باس۔ ویسے اگر آپ چاہیں تو ہم انہیں آسانی سے گرفتار کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد ان سے پوچھ کچھ کے ذریعے صورت حال معلوم کی جاسکتی ہے اور۔
 ٹھوکتی نے کہا۔

"نہیں۔ میں کسی قسم کا کوئی رسک ہرگز نہیں لے سکتا۔ تم انہیں ختم کر دو۔ اور سنو۔ اس کے لئے تم ہیلی کاپٹر استعمال

کہہ دو۔ ان پر اچانک اور مسلسل بمباری کر دو۔ ان کے ٹکڑے اڑا دو۔ کسی قسم کی پوچھ گچھ کے چکر میں نہ پڑنا۔ اور مجھے فوراً رپورٹ دو میں منتظر رہوں گا اور۔۔۔ چیف باس نے کہا۔

"نیس باس۔ ٹھیک ہے۔ آپ بے فکر رہیں۔ آپ کے حکم کی حرف بحرف تعمیل ہوگی اور۔۔۔" مٹوہتی نے کہا۔ اور پھر دوسری طرف سے رابطہ ختم ہوتے ہی اس نے ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

"یہ تو واقعی انتہائی پیچیدہ مسئلہ بن گیا ہے۔ مجھے خود اس مشن پر جانا ہوگا۔ واکر۔ تم میری عدم موجودگی میں کنٹرول سنبھالو گے۔ اور اگر ٹیک وڈ کی کال آئے تو اسے کہہ دینا میں خود اس کے پاس پہنچ رہا ہوں۔۔۔" مٹوہتی نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

لیکن اس سے پہلے کہ وہ بیرونی دروازے کی طرف بڑھتا۔ ٹرانسمیٹر سے ایک بار پھر ٹوں ٹوں کی آوازیں سنائی دیں۔ اور مٹوہتی تیزی سے مرکز کے ٹرانسمیٹر کی طرف جھپٹا۔ اس نے میٹر دیکھا تو فریکوئنسی شارٹ ریج کی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ یہ کال لازماً ٹیک وڈ کی طرف سے کی جا رہی ہے۔ اس نے جلدی سے ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کر دیا۔

"ہیلو ہیلو۔۔۔ ٹیک وڈ کا لنک اور۔۔۔" ٹرانسمیٹر آن ہوتے ہی ٹیک وڈ کی آواز سنائی دی۔

"نیس مٹوہتی اسٹنڈنگ۔ کیا بات ہے اور۔۔۔" مٹوہتی نے تیز لہجے میں کہا۔

"باس۔ ایک جیپ آر سی کنٹرولنگ پوائنٹ کی طرف سے آپریشنل پوائنٹ کی طرف آرہی ہے۔ جیپ آر۔ سی کنٹرول والوں کی ہے۔ اس پر ان کا مخصوص نشان موجود ہے۔ ابھی یہ دو کلومیٹر دور ہے۔ کیا یہی ہماری مطلوبہ جیپ ہے۔ میں نے اس لئے پوچھنا مناسب سمجھا کہ آر۔ سی کی طرف سے کوئی اور لوگ بھی تو آ سکتے ہیں اور۔۔۔" ٹیک وڈ نے کہا۔

"ادہ ادہ۔۔۔ اسے روکو۔ اس پوائنٹ پر تہہ مارے کتنے آدمی ہیں اور۔۔۔" مٹوہتی نے چیتھے ہوئے کہہ کر۔

"میرے سمیت چار آدمی ہیں باس۔ باقی تو دوسرے پوائنٹس پر ہیں۔ آپ نے خود ہی تو کہا تھا کہ چاروں طرف پکٹنگ کرنی ہے اور۔۔۔" ٹیک وڈ نے پریشان سے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ادہ۔۔۔ تم انہیں میری پہلی ہدایات کے مطابق روکو۔ اور سنو۔ میں خود پہلی کا پٹر پر آرہا ہوں میرے آنے تک انہیں کسی قسم کا شبہ نہ ہونے دینا اور۔۔۔" مٹوہتی نے کہا۔

"نیس باس اور۔۔۔" ٹیک وڈ نے کہا۔ اور مٹوہتی

نے اور اینڈ آل کہہ کر ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

" اتنی جلدی یہ یہاں پہنچ گئے ہیں۔ جب کہ آر۔ سی تھرٹی ون بھی کام کر رہی ہے۔ اس کا مطلب ہے یہ واقعی انتہائی خطرناک لوگ ہیں۔ واکر خیال رکھنا۔ " مٹھتی نے کہا۔ اور پھر واکر کے سر ہلانے پر وہ دوڑتا ہوا کیبن کے دروازے سے باہر نکل گیا۔

عمر اس نے جیسے ہی جیب ایک ٹیلے کی سائیڈ سے باہر نکالی۔ وہ چونک پڑا۔ کیونکہ تقریباً دو کلو میٹر کے فاصلے پر ایک سرخ رنگ کی جیب کھڑی تھی۔ اور اس کے ساتھ ہی تیز سرخ رنگ کی یونیفارم پہنے ہوئے انتہائی جدید ساخت کی مشین گینس ہاتھوں میں اٹھائے چارہ افراد کھڑے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک آدمی جو خالی ہاتھ تھا۔ اس نے آنکھوں سے دور بین لگائی ہوئی تھی اور پھر اس آدمی نے دور بین ہٹائی اور تیزی سے جیب کے اندر چلا گیا۔

" پوری طرح ہوشیار رہنا۔ یہ کھیل کا آخری راؤنڈ ہے۔ " عمران نے پیچھے مڑے بغیر اپنے ساتھیوں سے کہا۔

" اب کیسا راؤنڈ۔ اب تو سب کچھ طے ہو گیا ہے۔ "

سائیڈ سیٹ پر بیٹھی ہوئی کلثوم نے حیرت بھرے لہجے

میں کہا۔

"بعض اوقات نوراکشتی بھی اصل مقابلے میں بدل جاتی ہے۔"

عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔
"نوراکشتی — یہ کیا ہوتی ہے —" کلثوم نے

حیرت بھرے لہجے میں کہا۔
"دو پہلوان کشتی کرنے سے پہلے مار جیت طے کر لیتے ہیں۔ اور پھر دیکھنے والوں کے لئے کشتی کا باقاعدہ ڈرامہ پیش کیا جاتا ہے۔ لیکن انجام دہی ہوتا ہے جو پہلے سے طے شدہ ہو۔ اگر یہ مثال اچھی نہ لگے تو دوسری مثال دے دیتا ہوں۔ جس طرح میاں بیوی میں نوراکشتی ہوتی ہے۔

مہمانوں اور رشتہ داروں کے سامنے۔ کہ شوہر صاحب گال پھلاتے ہوئے بڑے رعب دبدبے سے بول رہے ہوتے ہیں اور بیگم سر جھکاتے سہمی ہوئی کانپ رہی ہوتی ہے۔ لیکن جیسے ہی مہمان اور رشتہ دار گئے کہ داروں کی ایکٹنگ ایک لخت بدل گئی اور پھر شوہر سر جھکاتے برتن صاف کر رہا ہوتا ہے اور بیگم صوفے پر بیٹھی فلمی رسالہ پڑھ رہی ہوتی ہے۔ اور ساتھ ہی شوہر کی پچھلی سات نسلوں کو بھی کو سا جا رہا ہوتا ہے کہ دیکھو کیسی نسل ہے۔ برتن صاف کرنے ہی نہیں آتے۔ مرد بنے پھرتے ہیں۔" — عمران کی زبان چل پڑی اور کلثوم اس بار کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"مجھے یقین نہیں آتا کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔" کلثوم نے ہنسنے ہوئے کہا۔

"یقین نہ آئے تو اپنے بھائی جان سو پرفیاض سے پوچھ لو۔ اس کے ہاتھوں پر راکھ کے دھبے موجود اور سر سے بال غائب ہیں۔" — عمران نے کہا اور کلثوم ایک بار پھر ہنسنے لگی۔

"بگو اس مدت کردہ تم نے مجھے خواہ مخواہ بور کر رکھا ہے۔ نہ کسی چیز کا سر نظر آتا ہے نہ پیر۔ بس احمقوں کی طرح تمہارے ساتھ ساتھ دوڑتا پھر رہا ہوں۔ اوپر سے تم ایسی باتیں بھی کہہ رہے ہو۔" — فیاض نے انتہائی جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ وہ واقعی مرجانے کی حد تک بور دکھائی دے رہا تھا۔

"شادی کے بعد پیر نظر آنے بند ہو جاتے ہیں۔ صرف جوتیاں ہی نظر آتی ہیں اور رہا سر تو وہ سر کی بجائے طبلہ بن جاتا ہے۔ اس لئے سر اور پیر اگر تمہیں نظر نہیں آ رہے تو اس میں میرا کیا قصور۔ اور ایک اور بات بھی بتا دوں۔ قدرت کا اصول ہے کہ جتنی شوگر اتنی مٹھاس۔ جتنی شوگر تم نے چیک کے ذریعے ہم پہنچائی ہے اتنی ہی مٹھاس بھی ہو گئی۔ اس لئے فی الحال تو بس احمقوں کی طرح دوڑتے ہی رہو۔" — عمران نے کہا۔ اور اس بار کلثوم اور فواد دونوں مسکرا دیئے۔

"چیک — کیسا چیک" — کلثوم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"فیاض صاحب بنگلہ اکاؤمی کے بڑے قائل ہیں۔ انہیں اگر سگریٹ بھی خریدنا ہوتا ہے۔ میرا مطلب سگریٹ سے ہے۔ سگریٹ کے پکیٹ سے نہیں۔ یہ تب بھی دکاندار کو چیک دیتے ہیں۔ اس طرح گھر میں مہمان آگئے ہیں۔ چائے بن گئی لیکن چینی کم پڑ گئی۔ فیاض صاحب نے فوراً چیک بک نکالی اور ایک ایک چمچہ چینی کی قیمت کے برابر چیک کاٹ کاٹ کر مہمانوں کو دیتے گئے۔" — عمران کی زبان ایک بار پھر جلی پڑی۔ اور اس بار کلثوم اور فواد کے تہقہوں سے تو جیب گونج اٹھی۔ لیکن فیاض بھی بے اختیار ہنسنے پر مجبور ہو گیا۔

"متہیں بس بکواس کہنے کے سوا اور آتا ہی کیا ہے۔" فیاض نے جھینپے ہوئے لہجے میں کہا۔
"چیک لینا مجھے آتا ہے۔ بشرطیکہ وہ کیش بھی ہو جائے۔" عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ یہ لوگ ہمیں رکنے کا اشارہ کر رہے ہیں۔" اسی لمحے کلثوم نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔
"اچھا۔ پھر ٹھیک ہے۔ میں تو سمجھا تھا کہ شاید صحرائیں بھی ٹریفک کنٹرول ہونے لگا ہے۔ اور یہ ہمیں باقاعدہ ہاتھ کے اشارے سے گزرنے کا کاشن دیں گے۔ لیکن یہ بھی تو ہو

سکتا ہے کہ یہ کاغذات چیک کرنے کے لئے یہاں کھڑے ہوں اور پھر مجھے کاغذات کے اندر ایک رنگین کاغذ رکھ کر دکھانا پڑ جائے گا۔" — عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔
ان کی جیب اب ان لوگوں سے تھوڑے فاصلے پر تھی۔

"رنگین کاغذ" — کلثوم نے کہا۔
"ہاں۔ ہمارے ہاں کرنسی نوٹ کو رنگین کاغذ کہتے ہیں۔ کیونکہ اس کاغذ کے دم سے تو دنیا کی رنگینی قائم ہے۔" عمران نے جواب دیا۔ اور کلثوم مسکرا دی۔ اُسی لمحے جیب ان چار مسلح افراد کے قریب جا کر رک گئی۔

"کوڈ" — اس آدمی نے جو خالی ہاتھ تھاتیزی سے عمران کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ جب کہ باقی افراد جیب کے گرد گھیرا ڈال کر کھڑے ہو گئے۔

"آل زیرو" — عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ لیکن ظاہر ہے لہجہ سنجیدہ تھا۔

"فل زیرو" — اس آدمی نے قدرے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔

"چلو بات ایک ہی ہے۔ حرفوں کی تبدیلی ہے۔ کیا آپ یہاں ہمارے استقبال کے لئے تشریف لائے ہیں یا ہماری رہنمائی کے لئے؟" — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہم فی الحال آپ کو یہاں روکنے کے لئے آئے ہیں۔"

کیونکہ یہ باس کا حکم ہے۔ وہ خود یہاں آکر آپ کو ساتھ لے جائیں گے۔ اس آدمی نے خشک ہلچے میں جواب دیا۔

”اچھا۔ پھر تو واقعی ہمارا آدمی آئی۔ پی استقبال ہو رہا ہے۔ لیکن ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ کہ جو ابھی چوہتی جماعت میں پڑھ رہا ہو۔ وہ باس کیسے بن سکتا ہے زیادہ سے زیادہ مانیٹر کا عہدہ تو اُسے دیا جاسکتا ہے۔“

عمران اپنی عادت سے مجبور تھا اس لئے وہ مذاق کے بغیر نہ رہ سکا۔

”چوہتی کیا مطلب۔“ اس آدمی نے بڑی طرح چونکتے ہوئے کہا۔

”مجھے اس نے ہی کہا تھا کہ چوہتی سپیکنگ ظاہر ہے وہ یہ کہنا چاہتا تھا کہ سٹوڈنٹ آف فورٹھ کلاس سپیکنگ۔ لیکن چوہتی جماعت والے کے لئے اتنی گاڑھی انگریزی بولنا تو بڑا مسک ہے۔ اس لئے اس نے صرف اتنا کہہ دیا کہ چوہتی سپیکنگ۔“

عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”ادہ۔ باس نے ٹوہتی کہا ہوگا۔ ان کا نام ٹوہتی ہے۔“

اس آدمی نے اس بار ناخوشگوار ہلچے میں کہا۔

”ٹوہتی۔ یہ بھی کیا نام ہوا۔ اس سے تو اچھا تھا کہ ٹم ٹم رکھ لیتا یا پھر صرف ٹاہتی۔ کیا خیال ہے۔“

عمران نے کہا۔ اور وہ آدمی تیزی سے پیچھے ہٹا۔

آپ چاروں باہر آجائیں۔ اب آپ کو یہ جیب یہیں چھوڑنی کی۔ باہر آجائیں۔ اس آدمی نے اس بار انتہائی ہشگوار ہلچے میں کہا۔

”یار ناراض کیوں ہوتے ہو۔ تمہیں اپنے باس کا نام اتنا یادہ پسند ہے تو ٹھیک ہے۔ بے شک یہی کہتے رہو۔“

عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”میں آخری بار کہہ رہا ہوں کہ باہر آ جاؤ۔ ورنہ میں فائرنگ کا حکم دے دوں گا۔“ اس آدمی نے انتہائی کدخت ہلچے میں کہا اور عمران چونک کر ایک لمحے تک اُسے غور سے جھک رہا پھر ایک طویل سانس لے کر وہ جیب سے باہر نکل آیا۔ اس کے باہر آتے ہی باقی بھی باہر آ گئے۔

”آپ ادھر اسلحہ لے کر نہیں جاسکتے۔ اس لئے آپ کو تلاشی دینی ہوگی۔“ اس آدمی نے سخت ہلچے میں کہا۔

”مردوں کی تلاشی والی بات تو ٹھیک ہے۔ لیکن ایک عورت کی تلاشی تو عورت ہی لے سکتی ہے۔ میرا مطلب ہے خانہ تلاشی۔ شاید اسی کو کہتے ہیں کہ عورت کی عورت تلاشی لے۔“

عمران کی زبان ایک بار پھر پٹری سے اترنے لگی۔

”ان کی تلاشی کی ضرورت نہیں۔ صرف آپ کی تلاشی ہی کافی ہے۔“

بیکران کی تلاشی کو۔ اس نے اپنے ایک ساتھی سے مخاطب ہو کر کہا۔

اور وہ آدمی ہلاتا ہوا تیزی سے عمران اور اس کے

مخاطب ہو کہ کہا۔

ساتھیوں کی پشت کی طرف آگیا۔ اور پھر اس نے واقعی بڑے باہر انداز میں عمران - فواد اور فیاض کی تلاشی لی۔ لیکن ظاہر ہے ان کے پاس کوئی اسلحہ موجود نہ تھا۔ اسلحہ تو انہوں نے اپنی تپانچوں میں چھپایا ہوا تھا تاکہ اُسے عین وقت پر نکال سکیں۔ عمران نے اپنے اور اپنے ساتھیوں کے پاس اسلحہ اس لئے نہ رکھا تھا کہ کسی ٹھوٹھی یا اس کے کوئی ساتھی ان کی حیثیت سے مشکوک نہ ہو جائے۔ ظاہر ہے وہ یہاں پیشل ایجنسی کے چیف ایجنٹ کرنل آبرج کے نمائندے بن کر آئے تھے دشمن بن کر نہیں۔ اس لئے اسلحہ ساتھ رکھنے کا کوئی جواز نہ تھا۔

"یہ خالی ہیں باس"۔ جیک نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ اب جا کر اس جیب کی تلاشی لو"۔ اس

باس نے تیز لہجے میں کہا۔

لیکن اس سے پہلے کہ جیک جیب کی طرف مڑتا اچانک دور سے سرخ رنگ کا ایک چھوٹا لیکن خاص تیز رفتار ہیلی کاپٹر نمودار ہوا۔

"اوہ۔ رک جاؤ۔ باس خود آرہے ہیں"۔ اس آدمی نے جیک سے کہا اور جیک رک کر کھڑا ہو گیا۔

ہیلی کاپٹر ان سے ذرا فاصلے پر پہنچ کر نیچے ریت پر اتر گیا۔ اور پھر ہیلی کاپٹر سے ایک لمبا ترنگا آدمی باہر نکل آیا وہ تیز قدم اٹھاتا ان کی طرف بڑھتا آیا۔

"کوڈ پوچھ لیا ہے"۔ آنے والے نے پہلے آدمی

باب۔ باب۔ باس۔ یہ صاحب انتہائی الٹی سیدھی بن کر رہے تھے۔ آپ کا مذاق اڑا رہے تھے۔ اس لئے نے سوچا کہ شاید یہ فیصح آدمی نہ ہوں"۔ اس آدمی نے جس کا نام آنے والے نے ٹیک وڈ پکارا تھا سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ٹائٹنس"۔ مجھے افسوس ہے جناب کہ آپ کو تکلیف ہوئی۔ جیب میں بیٹھ کر چلیں۔ میں ہیلی کاپٹر کے ذریعے آپ کی رہنمائی کروں گا"۔ آنے والے نے جو یقیناً ٹھوٹھی تھا۔ عمران اور اس کے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ عمران اس کی بات کا جواب دیتا۔ تیز می سے واپس اپنے ہیلی کاپٹر کی طرف بڑھ گیا۔ عمران نے کندھے اچکاتے اور واپس اپنی جیب کی طرف بڑھ گیا۔ "ٹیک وڈ۔ آپ یہیں ڈیوٹی دیں گے۔ ان صاحبان کی واپسی تک"۔ ہیلی کاپٹر کے قریب پہنچ کر ٹھوٹھی نے مڑ کر دیکھی آواز میں اپنے ساتھیوں سے کہا اور پھر اچھل کر ہیلی کاپٹر

میں سوار ہو گیا۔

عمران ایک طویل سانس لیتا ہوا سیڑنگ پر بیٹھ گیا۔ اور پھر باقی ساتھیوں کے بیٹھنے کا انتظار کرنے لگا۔ لیکن اس کی پیشانی پر سوچ کی گہری لکیریں نمایاں ہو گئی تھیں۔ ٹیک وڈ اور ٹھوکتی دونوں کا اندازہ اور رویہ عام حالات سے ہٹ کر تھا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ عمران نے چیک کیا تھا کہ ان کی آنکھیں اور ان کے چہرے ان کی گفتگو کا ساتھ نہ دے رہے تھے۔ لیکن بظاہر کوئی ایسی بات بھی نہ تھی۔ اس لئے عمران نے یہی فیصلہ کیا کہ فی الحال وہی کیا جائے جیسے یہ لوگ کہہ رہے ہیں۔ تاکہ اصل پر وجیکٹ تک تو پہنچا جاسکے۔ ساتھیوں کے بیٹھتے ہی اس نے کار آگے بڑھا دی۔ ٹھوکتی کا ہیلی کاپٹر فضائیں بلند ہو چکا تھا اور اب ان کے اوپر ہی فضائیں معلق تھا۔ عمران کی جیب کے حرکت میں آتے ہی ہیلی کاپٹر بھی اسی طرف کو بڑھنے لگا جدھر سے آیا تھا۔ ہیلی کاپٹر ان سے آگے آگے اڑا جا رہا تھا۔ اور اب ٹیک وڈ اور اس کے ساتھی کافی پیچھے رہ گئے تھے لیکن ابھی تک وہ پر وجیکٹ یاٹ نظر نہ آیا تھا بلکہ ہر طرف پھیلا ہوا ریت کا صحرا ہی نظر آ رہا تھا۔ سورج اب ڈھلنے کے قریب ہو گیا تھا۔ اس لئے گرمی کی شدت خاصی کم ہو گئی تھی۔ لیکن چونکہ جیب ایر کنڈیشنڈ تھی اس لئے انہیں گرمی کا صحیح معنوں میں احساس صرف اتنی دیر ہی ہوا تھا جتنی دیر وہ جیب سے باہر کھلی فضائیں رہے

تھے۔ ہیلی کاپٹر تیزی سے آگے بڑھتے بڑھتے ایک سخت گھوما۔ اور پھر اس سے پہلے کہ عمران اور اس کے ساتھی کچھ سمجھتے ایک سخت ہیلی کاپٹر سے ناہنجی رنگ کا شعلہ نکلا۔ اور بجلی کی سی تیزی سے وہ سیدھا جیب سے آگرایا۔ اور جیسے ہی ناہنجی رنگ کا شعلہ جیب سے نکلایا جیب کا انجن یکلخت بند ہو گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی عمران اور اس کے ساتھیوں کو یوں محسوس ہوا جیسے ان کے جسموں کو کسی نے جادو کی چھڑی لگا کر پتھر کا بنا دیا ہو۔ وہ سب اُسی انداز میں بیٹھے رہ گئے۔ جس انداز میں شعلہ جیب سے نکلواتے دقت وہ بیٹھے ہوئے تھے۔ جیب ذرا سا آگے بڑھ کر خود بخود رک گئی۔ اور اس کے ساتھ ہی ہیلی کاپٹر وہیں جیب سے آگے فضائیں معلق ہو گیا۔ عمران اور اس کے ساتھی جیب میں بے حس و حرکت بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک سخت جیب کے ڈیش بورڈ میں فٹ ٹرانسمیٹر سے ٹوں ٹوں کی آوازیں نکلتی لگیں۔ لیکن ظاہر ہے عمران اور اس کے ساتھی یہ آواز صرف سن سکتے تھے وہ حرکت نہ کر سکتے تھے اور نہ بول سکتے تھے۔

"ہیلو ہیلو۔۔۔ ٹھوکتی کا لنگ اور۔۔۔ دوسرے لئے ٹرانسمیٹر سے ٹھوکتی کی آواز سنائی دی۔

"یس۔۔۔ ٹیک وڈ انڈنگ اور۔۔۔ چند لمحوں بعد ٹیک وڈ کی آواز ابھری۔

"ٹیک وڈ۔ میں نے ان آدمیوں کی جیب کو ٹی ریز سے بند

کر دیا ہے۔ اور ان ریز کی وجہ سے یہ بے حس و حرکت ہو گئے ہیں۔ پہلے میرا ارادہ تو یہی تھا کہ انہیں بیچ صحرا میں لے جا کر بم مار کر اڑا دوں۔ لیکن تم نے بتایا ہے کہ ان کے پاس کوئی اسلحہ وغیرہ نہیں ہے تو اس لئے میں نے ارادہ بدل دیا ہے۔ اب میں ان سے پوچھ گچھ کروں گا۔ کیونکہ انتہائی اہم باتیں الجھ گئی ہیں۔ انہیں ہلاک تو کسی وقت بھی کیا جاسکتا ہے۔ تم ایسا کہہ دو کہ اپنی جیپ لے کر یہاں آ جاؤ۔ اور پھر انہیں اپنی جیپ میں لا کر پوائنٹ ون پر لے چلو۔ میں ان کی جیپ تباہ کر کے پہنچ جاؤں گا اور۔۔۔ ٹوٹھکی کی آواز سنانی دہی۔
 ”ٹھیک ہے باس۔ جیسے آپ کا حکم ہو۔ لیکن جیپ کو تباہ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ جیپ تو بہر حال ہمارا ہی ہے اور۔۔۔ ٹیک ڈو نے کہا۔
 ”نہیں۔ پیشل ایجنسی کے چیف باس کو مطمئن کرنے کے لئے یہ ضروری ہے۔ میں اس کے سامنے جھوٹ نہیں بولنا چاہتا۔ کل اگر یہ بات سامنے آگئی کہ یہاں کوئی جیپ تباہ نہیں ہوئی تو وہ برہم بھی ہو سکتا ہے۔ میں اسے کہہ دوں گا کہ جیپ تباہ ہو چکی ہے اور ان آدمیوں کے جھموں کے پرزے اڑ گئے ہیں۔ وہ تحقیق بھی کہ لے گا تو بہر حال یہ بات تو درست ہی ہوگی کہ جیپ تباہ ہو چکی ہے۔ اور ان آدمیوں نے بہر حال مرنا تو ہے۔ یہاں نہ سہی پروجیکٹ پوائنٹ پر ہی سہی۔ میں ان سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ آر سی بھرتی دن

بیرم سرکل کو باوجود اس کے چالو ہونے کے کیسے کر اس کو
آئے ہیں۔ کیونکہ چیف باس نے بتایا ہے کہ انہوں نے
کرنل آرچ اور آر۔ سی اپنارچ براڈ دونوں کو قتل کر دیا ہے۔
اور حیرت انگیز بات یہ ہے کہ براڈ پہلے قتل ہوا ہے اور
کرنل آرچ بعد میں۔ حالانکہ کرنل آرچ آر۔ سی تھرنی دن
بیرم سے باہر تھا اور براڈ اندر۔ بس یہی الجھن میں سلجھانا
چاہتا ہوں۔ اور سنو۔ تمہیں تفصیل اس لئے بتا رہا ہوں
تاکہ تمہیں پتہ چل جائے کہ میں کیا چاہتا ہوں۔ ہو سکتا ہے
پیشل ایجنسی کا چیف خود یہاں آجائے تو تم نے ان سے
یہی کہنا ہے کہ انہیں جیپ سمیت ہی اڑا دیا گیا تھا اور "موت
موتی نے کہا۔

”اوہ باس۔ آپ بے فکر رہیں۔ انہیں پتہ ہی نہ چل سکے گا۔ ہم انہیں ریڈ کیبن میں رکھیں گے۔ آپ کو تو علم ہے کہ اس کیبن میں صرف میں یا میرے ساتھی ہی جا سکتے ہیں اور کوئی آدمی داخل نہیں ہو سکتا اور“ ٹیک وڈ نے جواب دیا۔

جواب دیا۔
 "اوہ۔ یہ بھی ٹھیک ہے۔ ویسے بھی دماغ ان کے فکر کرنے
 کرنے کا سامان بھی دافر تہ ا دیں موجود ہے۔ اد۔ کے اب
 تم حل پڑو اور اینڈ آل۔" مٹو مٹی نے کہا اور اس کے
 ساتھ ہی ٹرانسمیٹر خود بخود خاموش ہو گیا۔

”ادہ - میں بھی اُسی کے متعلق پوچھنا چاہتا تھا۔ وہ ابھی تک واپس نہیں آیا اور“ — چیف باس نے سخت ہلچے میں پوچھا۔

”نہیں جناب - ابھی ان کی واپسی نہیں ہوئی۔ دیے وہ ہیلی کا پٹر پر گئے ہیں۔ انہیں واپس تو آجانا چاہیئے اور“ — ڈاکر نے جواب دیا۔

”ہیلی کا پٹر پر۔ ادہ - پھر تو اس کی واپسی ہو جانی چاہیئے۔ سنو مسٹر ڈاکر - کیا تم معلوم کر سکتے ہو کہ اس وقت اس مشن کی کیا پوزیشن ہے۔ کیونکہ یہ لوگ انتہائی خطرناک ہیں انہوں نے نہ صرف کرنل آپرچ اور برادر کو ختم کر دیا ہے بلکہ اب میں نے جو چیکنگ کی ہے۔ اس کے مطابق راجر اور اس کے ساتھی بھی ختم ہو چکے ہیں۔ اور میرا شک اب یقین میں بدل گیا ہے۔ کیونکہ جنگ اے کے اپنارچ روز میر سے میری بات ہوئی ہے۔ اس نے کرنل آپرچ کے کہنے پر ایک عورت اور تین مردوں کو بے ہوش کر کے راجر کے پاس پہنچایا تھا۔ اور کرنل آپرچ نے شک ظاہر کیا تھا کہ یہ عمران اور اس کے ساتھی ہو سکتے ہیں۔ اور بعد میں جو حالات پیش آئے ہیں اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ اس قسم کی کارروائی سوائے عمران کے اور کوئی نہیں کر سکتا۔ اور عمران جس آدمی کا نام ہے۔ وہ دنیا کا سب سے خطرناک انسان ہے۔ وہ انتہائی مایوس کن پجوشن میں بھی اپنے مفاد کا راستہ نکال لیتا ہے۔

واکر اپنی مشین پر جھکا ہوا تھا کہ ایک سخت سیٹی پر موجود ٹرانسمیٹر سے مخصوص آواز سنائی دی تو وہ چونک پڑا۔ اس نے جلد ہی سے ہاتھ بڑھا کر ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کر دیا۔

”ہیلو ہیلو۔ ایس دن کا لنگ اور۔“ ٹرانسمیٹر سے پیشل ایجنسی کے چیف باس کی سخت آواز سنائی دی۔

”ایس۔“ میں ڈاکر بول رہا ہوں کنٹرول آفس سے۔ میں باس ٹھوکتی کا اسٹنٹ ہوں اور۔“ ڈاکر نے انتہائی مودبانہ ہلچے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ٹھوکتی کہاں ہے اور۔“ دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

”وہ مشن پر گئے ہوئے ہیں جناب۔ اُسی مشن پر جس کا حکم آپ نے دیا تھا اور۔“ ڈاکر نے جواب دیا۔

اس لئے مجھے بے حد تشویش ہے۔ اگر یہ لوگ زندہ سلامت پر و جیکٹ تک پہنچ گئے تو پھر یہ وجیکٹ شدید ترین خطرے میں ہوگا اور۔۔۔ چیف باس نے کہا۔ اور واکر نے محسوس کیا کہ چیف باس ذہنی طور پر بے حد الجھا ہوا ہے۔
 "ٹھیک ہے سر۔ میں جا کر معلوم کرتا ہوں اور۔"

"کہاں جا کر معلوم کرو گے اور۔" چیف باس نے چونک کر پوچھا۔
 "سر۔ باس ٹھوکتی نے پہلے ان لوگوں کو روکنے کے لئے ریڈ سیکشن کے باس ٹیک وڈ کو بھیجا تھا۔ ان کے دفتر سے معلوم ہو سکتا ہے اور۔" واکر نے کہا۔
 "پوائنٹ سے۔ دور ہے ان کا دفتر اور۔" چیف باس نے چونک کر پوچھا۔

"زیادہ دور نہیں ہے۔ ریڈ سیکشن کے ذمے یہاں کا جنرل حفاظتی انتظام ہے۔ اس لئے ان کے کیمز ذرا مہٹ کر بنائے گئے ہیں۔ ہم انہیں ریڈ کیمز کہتے ہیں اور۔"

واکر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔
 "او۔ کے۔ جلد ہی جا کر معلوم کرو اور پھر مجھے بتاؤ ٹرانسمیٹر آن رہے گا۔ اس وقت تک اور۔" چیف باس نے کہا۔

اور واکر یں سر کہہ کر اٹھا اور تیزی سے بیردنی دروازے

کی طرف بڑھ گیا۔ کیمز سے باہر نکل کر وہ تیزی سے مین پوائنٹ کی طرف بڑھنے لگا جہاں اصل کام ہو رہا تھا۔ دلوں کام کرنے والوں نے واکر کو دیکھ کر سر ہلائے اور واکر سر ہلا کر ان کے سلام کا جواب دیتا ہوا آگے بڑھتا گیا۔ اس وقت مین پوائنٹ پر مخصوص ٹرک میں سے ریڈ میزائل ان لوڈ کئے جا رہے تھے۔ تاکہ انہیں آپریشن کے لئے صحیح طور پر چارج کیا جاسکے۔ مقبرے کے اندر ریڈ میزائل آپریشن مشینری فٹ کی جا رہی تھی۔ اس لئے باہر صرف تھوڑے سے لوگ تھے جو ریڈ میزائلوں پر ہی کام کر رہے تھے باقی سب افراد اندر تھے۔ واکر تیز قدم اٹھاتا ہوا مین پوائنٹ سے گزر کر جیسے ہی ریڈ کیمز کی طرف گھوما وہ یککٹ لٹھک کر رگ گیا۔ کیونکہ ریڈ کیمز کی سائیڈ میں ٹھوکتی کا مخصوص گن شپ ہیلی کاپٹر کھڑا تھا۔ ریڈ کیمز کے باہر ریڈ سیکشن کی جیب کھڑی تھی۔ اور ٹھوکتی اور ریڈ سیکشن کا انچارج ٹیک وڈ جیب کے ساتھ موجود تھے جب کہ ریڈ سیکشن کے آدمی جیب میں سے بے ہوش افراد کو نکال کر ریڈ کیمز میں لے جا رہے تھے۔

"یہ کیا ہو رہا ہے۔" واکر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ اور دوسرے لمحے اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلنے لگیں کیونکہ اس نے ایک ریڈ سیکشن کے آدمی کو جیب سے ایک نوجوان لڑکی کو نکال کر کاندھے پر ڈالتے ہوئے

دیکھ لیا تھا۔ یہ لڑکی مصری تھی۔ اور اب بات داکر کی سمجھ میں آگئی تھی۔ یہ وہی لوگ تھے۔ عمران اور اس کے ساتھی ٹھوٹھی نے یقیناً انہیں ختم نہیں کیا تھا بلکہ وہ انہیں بے ہوش کر کے ریڈ کیبن میں منتقل کر رہا تھا۔ ایک لمحے کے لئے داکر کو خیال آیا کہ وہ آگے بڑھ کر ٹھوٹھی سے بات کر لے اور اُسے سپیشل ایجنسی کے چیف باس کے متعلق بتائے لیکن اس سے پہلے کہ وہ آگے بڑھتا ٹھوٹھی اور ٹیک ڈو دونوں کیبن کے اندر داخل ہوئے۔ ریڈ کیبن کے آدمی بھی اندر ہی تھے اور کیبن کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ جیپ دیے ہی باہر کھڑی تھی۔

"اوہ۔ چیف باس کہہ رہے تھے کہ یہ لوگ انتہائی خطرناک ہیں۔ ان کا فوری خاتمہ بے حد ضروری ہے۔ تو پھر ٹھوٹھی اور ٹیک ڈو کیا کر رہے ہیں۔" داکر نے کہا۔ اور اُسی لمحے اس کے ذہن میں ایک خیال بجلی کی طرح کوندا۔ وہ آگے جانے کی بجائے تیزی سے مڑا اور پھر بے ستارشا دوڑتا ہوا واپس اپنے کیبن کی طرف دوڑا۔ ریڈ میزائلوں پر کام کرنے والے افراد حیرت سے داکر کو اس طرح دوڑتے ہوئے دیکھنے لگے۔ لیکن داکر نے ان کی پرواہ نہ کی اور تھوڑی دیر میں وہ کیبن میں پہنچ گیا۔

"ہیلو۔ ہیلو۔" میں داکر بول رہا ہوں اور "داکر نے ٹرانسمیٹر کا بٹن پریس کرتے ہوئے ہانپتے

ہوئے بلجے میں کہا۔

"اوہ۔ کیا بات ہے۔ تم پریشان ہو۔ جلد ہی بتاؤ اور۔" دوسری طرف سے ایس۔ ون نے بُری طرح چوک کر پوچھا۔ "باس ٹھوٹھی۔ ان افراد کو بے ہوش کر کے لے آیا ہے۔ اور انہیں ریڈ کیبن میں رکھا گیا ہے۔ باس ٹھوٹھی اور ریڈ کیبن کا انچارج ٹیک ڈو اپنے ساتھیوں کے ساتھ اندر ہیں۔ اور انہوں نے کیبن کا دروازہ بند کر رکھا ہے اور۔" داکر نے تیز تیز بلجے میں کہا۔

"بے ہوش کر کے لے آیا ہے۔ اور کیبن میں رکھا ہے۔" اوہ۔ اس نے دیر میں سیریس۔ میں نے ٹھوٹھی کو حکم دیا تھا۔ کہ انہیں ختم کر دیا جائے۔ پھر ٹھوٹھی نے ایسا کیوں کیا۔ فوری میری بات کر اور ٹھوٹھی سے۔ اور سنو۔ تمہارے پاس اسلحہ موجود ہے اور۔" چیف باس نے بات کرتے کرتے یکلخت پوچھا۔

"اسلحہ۔ اوہ۔ یس۔" مشین پستول میری میز کی دراز میں ہے۔ مگر کیوں۔ اور۔" داکر نے حیرت بھرے بلجے میں پوچھا۔

"وہ پستول اپنی جیب میں رکھو۔ ہو سکتا ہے ٹھوٹھی ان سے مل گیا ہو۔ اس عمران سے کچھ بعید نہیں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جسے تم ٹھوٹھی سمجھ رہے ہو وہ دراصل عمران ہو۔ اس کے میک اپ میں عمران کے لئے سب کچھ ممکن ہے۔ اس لئے تم

تیار رہنا۔ جیسے ہی میں ریڈ کال کے الفاظ کہوں تم نے فوراً اس ٹھوکتی پر فائر کھول دینا ہے۔ اس کی موت کے بعد تم پر وجیکٹ کے انچارج ہو گے۔ تم مجھے ٹھوکتی سے زیادہ ہوشیار معلوم ہوتے ہو اور۔۔۔ چیف باس نے چیتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ٹینک ہے سر۔ میں سمجھ گیا سر۔ آپ بے فکر رہیں سر اور۔۔۔" واکر نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اس کا دل چیف باس کی بات سن کر بیویوں اچھلنے لگا تھا۔ ٹھوکتی اس کی ترقی کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ تھا۔ ٹھوکتی کے خاتمے کے بعد وہ نہ صرف یہاں انچارج بن سکتا تھا بلکہ اسرائیل کی جیس لیبارٹری میں وہ اور ٹھوکتی کام کرتے تھے وہاں بھی وہ ٹھوکتی کی جگہ لے سکتا تھا۔

"ملاؤ تم فوراً بغیر کوئی وقت ضائع کئے اور۔۔۔" چیف باس نے چیتے ہوئے کہا۔

"یہاں ریڈ کیبن کے ساتھ میٹنگ دائر لیس فون موجود ہے۔

اور۔۔۔" واکر نے جواب دیا۔

"ادہ۔ پھر فون ریسیور ٹرانسمیٹر کے ساتھ رکھو۔ میں خود ٹھوکتی سے بات کر دوں گا۔ تم البتہ ٹرانسمیٹر آپریٹ کرتے رہنا اور۔۔۔" چیف باس نے تیز لہجے میں کہا۔

"ییس باس اور۔۔۔" واکر نے کہا۔ اور پھر اس نے میز پر پڑا ہوا سرخ رنگ کے فون کا ریسیور اٹھالیا۔

"ہیلو واکر کا لنگ باس ٹھوکتی۔۔۔" واکر نے ریسیور ہلاتے ہی تیز لہجے میں کہا۔ کیونکہ دوسری طرف سے ریسیور ہلاتے جانے کی آواز اس نے سن لی تھی۔

"ادہ واکر۔ تم بات کر رہے ہو۔ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں ریڈ کیبن میں ہوں۔۔۔" دوسری طرف سے ٹھوکتی کی حیرت بری آواز سنائی دی۔

"باس۔ پیش ایجنسی کے چیف باس ایس۔ ون آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں وہ ٹرانسمیٹر سے بات کر رہے ہیں۔ میں فون ٹرانسمیٹر کے ساتھ رکھ دیتا ہوں۔ میں ٹرانسمیٹر کنٹرول کرتا رہوں گا۔۔۔" واکر نے ٹھوکتی کی بات کا جواب گول کرتے ہوئے کہا اور جلد ہی سے ریسیور ٹرانسمیٹر کے ساتھ رکھ کر اس نے ہٹ دبا دیا۔

"ہیلو چیف باس۔ بات کریں اور۔۔۔" واکر نے کہا۔ "ہیلو ٹھوکتی۔۔۔ میں ایس۔ ون بول رہا ہوں۔ تم کیا کر رہے ہو اور۔۔۔" ٹرانسمیٹر سے چیف باس کی چیتے ہوئی آواز سنائی دی۔

دوسری طرف سے ٹھوکتی نے سجانے کیا بات کی۔ واکر کو اس کی بات واضح طور پر سنائی نہ دی تھی۔ کیونکہ ریسیور اس نے ٹرانسمیٹر کے مائیک کے ساتھ چپکایا ہوا تھا۔ البتہ ریسیور سے بھنبھنا ہٹ کی سی آواز سنائی دے رہی تھی۔ جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ ٹھوکتی جواب میں کوئی لمبی بات کر رہا ہے۔ جب یہ بھنبھنا ہٹ

خاموش ہوئی تو داکر نے اور کہہ کر بیٹن دبا دیا۔

"داکر۔ ٹھوکتی جو کچھ کہہ رہا ہے۔ مجھے واضح طور پر سمجھ میں نہیں آ رہا۔ تم فون پر ٹھوکتی سے کہو کہ وہ فوراً کیبن میں آ کر مجھ سے بات کرے اور۔۔۔ دوسری طرف سے چیف باس کی چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔

"یس باس اور۔۔۔ داکر نے کہا۔ اور پھر اس نے رسیور اٹھا کر کان سے لگایا اور اس نے چیف باس کی بات لفظ بلفظ دہرا دی۔

"ٹھیک ہے۔ میں دیں آ رہا ہوں۔۔۔ دوسری طرف سے ٹھوکتی نے جواب دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا اور داکر نے رسیور رکھ دیا۔

"ہیلو باس۔ ٹھوکتی یہیں آ رہا ہے اور۔۔۔ داکر نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں منتظر ہوں۔ بہر حال تم ریڈ کال کے کاشن کے منتظر رہو گے۔ ہو سکتا ہے اس کی ضرورت نہ پڑے لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پڑ جائے۔ اس لئے خیال رکھنا اور۔۔۔ چیف باس نے کہا۔

"یس باس اور۔۔۔ داکر نے جواب دیا۔

اور پھر چند لمحوں بعد ہی کیبن سے باہر جیپ رکنے کی آواز سنائی دی۔ اور دوسرے لمحے ٹھوکتی کیبن میں داخل ہوا۔ اس کا چہرہ سستا ہوا تھا اور آنکھوں سے حیرت اور خوف کے آثار نمایاں

تھے۔ "تم نے بتایا ہے چیف کو کہ میں ریڈ کیبن میں ہوں۔ تمہیں بسے پتہ چلا۔۔۔ ٹھوکتی نے اندر داخل ہوتے ہی انتہائی گرجت لہجے میں داکر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہیلو چیف باس۔ باس ٹھوکتی آگئے ہیں۔ بات کیجئے اور۔۔۔ داکر نے ٹھوکتی کی بات کا جواب دینے کی بجائے ٹرانسمیٹر کا بیٹن دبا کر کہنا شروع کر دیا۔ وہ دانستہ ٹھوکتی کی اس بات کا جواب نہ دینا چاہتا تھا۔

"ہیلو ٹھوکتی۔ میں نے جو مشن تمہارے ذمہ لگایا تھا۔ اس کا کیا ہوا۔ اور تم مجھے رپورٹ دینے کی بجائے ادھر ریڈ کیبن میں کیوں چلے گئے تھے اور۔۔۔ چیف باس کا لہجہ بے حد گرجت تھا۔

اور داکر چیف باس کی بات سے ہی سمجھ گیا کہ چیف باس ٹھوکتی پر خود یہ بات ظاہر نہیں کرنا چاہتا کہ اُسے معلوم ہے کہ آنے والوں کو بے ہوش کر کے ریڈ کیبن میں لایا گیا ہے وہ شاید خود ٹھوکتی کے منہ سے یہ بات سننا چاہتا تھا۔

"باس۔ میں نے مشن مکمل کر دیا ہے۔ ان افراد کی جیپ بریس نے راکٹ مار کر جیپ کے پیرچھے اڑا دیئے ہیں اس وقت بھی وہ جیپ صحرائیں بکھری ہوئی پڑی ہے۔ میں ریڈ کیبن میں ضروری انتظامات کے لئے ہدایات دینے گیا تھا اور۔۔۔ ٹھوکتی نے جواب دیا۔ اس کے ہونٹ بھینچے

ہوئے تھے۔

"ویری گڈ۔۔۔ اور ان افراد کا کیا ہوا۔ کیا وہ ختم ہو گئے
ادور۔۔۔ چیف باس نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔
"یس باس۔ وہ جیب میں ہی تھے کہ میں نے راکٹ مار
دیا۔ وہ باہر ہی نہیں نکل سکے۔ ان کی لاشوں کے ٹکڑے اڑ
گئے۔ راکٹ لگنے سے جیب کو آگ لگ گئی۔ اور جیب کے
ساتھ ساتھ ان کی لاشوں کے ٹکڑے بھی جل کر راکھ ہو گئے
ہیں ادور۔۔۔ ٹوٹتی نے جواب دیا۔

ادور داکر کا ہاتھ جلدی سے جیب میں رینگ گیا۔ اس
نے مشین پستول پہلے ہی دراز سے نکال کر جیب میں رکھ
لیا تھا۔ اور اس کی آنکھوں میں چمک ابھر آئی تھی۔ کیونکہ وہ
جانتا تھا کہ ٹوٹتی جھوٹ بول رہا ہے۔ اس نے خود
اپنی آنکھوں سے ان بے ہوش افراد کو کیبن میں لے جلتے
دیکھا تھا اور یہی بات اس نے چیف باس کو بھی بتا دی تھی۔
"گڈ۔ کیا تمہیں مکمل یقین ہے کہ تم جو کچھ کہہ رہے ہو
وہ درست ہے ادور۔۔۔ چیف باس کے لہجے میں
ہلکی سی کڑنگی ابھر آئی۔

"یس باس۔۔۔ میں پوری ذمہ داری سے کہہ رہا ہوں
اگر آپ حکم فرمائیں تو میں ان لاشوں کے ٹکڑے ہیڈ کوارٹر بھیجا
دوں ادور۔۔۔ ٹوٹتی نے جواب دیا۔

"نہیں۔۔۔ اس کی ضرورت نہیں ہے۔ تم اگر کہہ رہے

ہو تو درست ہی کہہ رہے ہو گے۔ ظاہر ہے تم ایک ذمہ دار
آدمی ہو۔ اور ذمہ دار آدمی کے لئے ریڈ کال انتہائی ضروری
ہوتی ہے ادور۔۔۔ چیف باس نے سپاٹ لہجے میں
کہا۔

"ریڈ کال کا کیا مطلب باس ادور۔۔۔ ٹوٹتی نے
حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

لیکن اس سے پہلے کہ چیف باس اس کی بات کا جواب
دیتا۔ داکر نے بجلی کی سی تیزی سے جیب سے مشین پستول نکالا
اور دوسرے لمحے گولیاں چلنے کی تڑتڑاہٹ کے ساتھ ہی
ٹوٹتی کے حلق سے بھیانک پیچ نکلی اور وہ ایک دھماکے
سے نیچے فرش پر گر گیا۔۔۔ مشین پستول سے نکلنے
والی گولیوں نے اس کا پہلو چھلنی کر دیا تھا اور پھر جیسے ہی وہ
پشت کے بل نیچے گر داکر نے باقی گولیاں اس کے
سینے میں اتار دیں۔ ٹوٹتی کی آنکھوں سے چند لمحوں میں ہی
زندگی غائب ہو گئی۔۔۔ لیکن اس کی آنکھوں میں شدید حیرت
کا تاثر جیسے جم کر رہ گیا تھا۔ شاید وہ یہ پوچھنا چاہتا تھا کہ داکر
نے اس پر گولیاں کیوں چلائی ہیں۔

"میں نے حکم کی تعمیل کر دی ہے باس ادور۔
داکر نے خستہ لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ اب تم گولڈن سینڈ۔۔۔ کے انچارج ہو۔
ٹوٹتی جھوٹ بول رہا تھا۔ اس لئے یقیناً یہ عمران اور اس

کے ساتھیوں سے مل کر غدار ہی کر رہا ہے۔ اب تم سیدھے ریڈ کیبن میں جاؤ اور جا کر عمران اور اس کے ساتھیوں کے جسم بغیر ایک لفظ کہے پھلنی کر دو۔ اس کے بعد مجھے آکر رپورٹ دو اور۔۔۔ چیف باس نے کہا۔

"سر۔ ریڈ سیکشن کے ایجنڈا راج ٹیک وڈ کو میں یہاں بلواتا ہوں۔ آپ خود اس پر یہ بات واضح کر دیں کہ ٹھوکتی کو آپ کے حکم پر گولی ماری گئی ہے اور اب میں ٹھوکتی کی جگہ ایجنڈا راج ہوں۔ کیونکہ وہ ٹھوکتی کا خاص آدمی ہے۔ اور پھر اس نے مجھ پر اعتبار نہیں کرنا اور یہاں کا تمام حفاظتی انتظامات کا ایجنڈا راج وہی ہے اور۔۔۔" واکر نے کہا۔

"ٹیک ہے۔ بلاؤ اُسے فوراً۔ جلدی کر دو۔ ایک ایک لمحہ خطرناک ہے اور۔۔۔ چیف باس نے پیچھے ہونے کہا۔ اور واکر نے جلدی سے سرخ رنگ کے فون کا رسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو۔ ٹیک وڈ۔ میں واکر بول رہا ہوں کنٹرول روم سے۔ پیشل ایجنسی کے چیف باس ٹرانسمیٹر پر تم سے انتہائی ضروری بات کرنا چاہتے ہیں۔ فوراً یہاں آؤ فوراً۔۔۔" واکر کا لہجہ نہ چاہتے ہوئے بھی خود بخود ٹھکانا ہو گیا تھا۔

"یہ تم بول کس لہجے میں رہے ہو۔ باس ٹھوکتی کہاں ہے" دوسری طرف سے ٹیک وڈ کا کمرخت لہجہ سنائی دیا وہ شاید ضرورت سے کچھ زیادہ ہی زور پرچہ واقع ہوا تھا۔

"تم فوراً یہاں پہنچو۔ دیر تمہارے حق میں نقصان دہ بھی ثابت ہو سکتی ہے۔" واکر نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ اور پھر اس نے جھک کر ٹھوکتی کی لاش کو ٹانگ سے پکڑ کر ٹھیسٹا اور اُسے لے جا کر ایک بڑی الماری کے پیچھے اس طرح رکھ دیا کہ کیبن میں داخل ہوتے ہی اس پر نظر نہ پڑ سکے کیونکہ وہ جانتا تھا کہ ٹیک وڈ انتہائی غصیلی طبیعت کا آدمی ہے۔ اس نے ٹھوکتی کی لاش دیکھتے ہی بغیر سوچے بسھے واکر پر فائبر کھول دینا ہے۔

تقریباً دس منٹ بعد ٹیک وڈ اندر داخل ہوا۔ اس کا چہرہ مشت ہوا تھا اور آنکھوں سے شدید الجھن کے آثار نمایاں تھے۔ "ادہ۔ ٹھوکتی یہاں نہیں ہے۔ کہاں ہے۔" ٹیک وڈ نے اندر داخل ہوتے ہی حیرت بھرے انداز میں ادھر ادھر دیکھا۔ اور دوسرے لمحے اس نے زور زور سے سانس لیا۔ اور پھر وہ بڑی طرح چونک پڑا۔ اس نے بجلی کی سی تیزی سے سائیڈ ہولسٹر سے ریو اور نکال لیا۔

"یہاں بارود کی تیز بو ہے۔ فائبرنگ ہوتی ہے۔ جلدی بناؤ۔" لیا بات ہے۔ ٹیک وڈ نے انتہائی تیز اور کمرخت لہجے میں کہا۔

"ہیلو چیف باس۔ میں واکر بول رہا ہوں۔ ریڈ سیکشن کا ایجنڈا راج ٹیک وڈ آپ کی کال کے جواب میں یہاں پہنچ گیا ہے۔ بات کیجئے اور۔۔۔" واکر نے اس کی بات کا جواب دینے

کی بجائے ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کر کے بات کرنے فی شروع کر دی۔
 "ہیلو ٹیک وڈ۔ میں پیشل ایجنسی کا چیف باس ایس۔ ون
 بول رہا ہوں اور۔۔۔ دوسرے لمحے ایس۔ ون کی نگہانہ
 اور گو سنجدار آواز سنائی دی۔

"اوہ۔ ایس باس۔ حکم باس اور۔۔۔ ٹیک وڈ نے
 جلدی سے آگے بڑھ کر کہا۔ کیونکہ اس کا تعلق بھی اسرائیل
 کی ایک خفیہ تنظیم سے تھا۔ اور وہ دہاں سے یہاں تعینات
 کیا گیا تھا۔ اس لئے وہ ایس۔ ون کی آواز بھی پہچانتا تھا اور
 اس کے اختیارات کا بھی اُسے علم تھا۔ اس لئے ایس۔ ون
 کی آواز سنتے ہی وہ فوراً مودب ہو گیا تھا۔
 "ٹیک وڈ، ٹھوکتی جن لوگوں کو بے ہوش کر کے ریڈیو میں
 لے آیا تھا۔ وہ اس وقت کس پوزیشن میں ہیں اور۔۔۔
 چیف باس نے پوچھا۔

"وہ بندھے ہوئے ہیں۔۔۔ لیکن ہوش میں ہیں۔ باس
 ٹھوکتی ان سے پوچھ گچھ کرنے ہی والے تھے کہ آپ کی طرف
 سے کال آگئی اور وہ یہاں آگئے اور۔۔۔ ٹیک وڈ نے
 جواب دیا۔

"ٹھوکتی انہیں بے ہوش کر کے کیوں لایا تھا جب کہ میں نے
 اُسے حکم دیا تھا کہ ان لوگوں کو دیکھتے ہی ختم کر دیا جائے اور۔۔۔
 چیف باس نے پوچھا۔

"پہلے باس کا یہی ارادہ تھا۔ لیکن پھر انہوں نے ارادہ بدل

دیا۔ وہ ان سے پوچھ گچھ کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے
 ہیلی کاپٹر سے ان کی جیب پر ٹی۔ ریز فائر کر کے جیب بھی
 روک لی اور انہیں بے حس و حرکت کر دیا۔ باس کا خیال
 تھا کہ ان سے پوچھ گچھ کر کے انہیں ختم کر دیا جائے گا اور۔۔۔
 ٹیک وڈ نے جواب دیا۔ وہ چیف باس کے سامنے
 آتے ہی ٹھوکتی کی ساری ہدایات بھول گیا تھا۔

"ہوں۔۔۔ ٹھوکتی نے میری حکم عدولی کی ہے۔ اس
 لئے میں نے اُسے موت کی سزا سنائی ہے۔ واکر
 نے میرے حکم پر اُسے گولیوں سے اڑا دیا ہے۔ اور
 سنو۔ اب واکر کو میں نے اس پر وجہ کیٹ کا ایجاد بنا دیا
 ہے۔ اس لئے اب تم نے واکر کے احکامات
 کی تعمیل کرنی ہے۔ اور اب تم اور واکر فوراً واپس جاؤ
 اور بغیر کوئی لمحہ ضائع کئے ان بندھے ہوئے افراد کو گولیوں
 سے پھینکی کر دو۔ پھر مجھے رپورٹ دو۔ اور اینڈ آل۔"

چیف باس نے سخت لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی
 ٹرانسمیٹر آف ہو گیا۔

"اوہ ٹھوکتی ختم ہو گیا۔ لیکن اس کی لاش۔۔۔ ٹرانسمیٹر
 آف ہوتے ہی ٹیک وڈ نے حیرت بھرے انداز میں ادھر
 ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

"وہ اس الماری کے پیچھے پڑی ہے۔ پہلے ان لوگوں کا
 خاتمہ انتہائی ضروری ہے۔ چلو جلدی واپس۔۔۔ واکر

نے اس بار انتہائی تشکما نہ لہجے میں کہا۔ کیونکہ اب وہ واقعی
ٹوٹتی کی جگہ باس بن چکا تھا۔

”یس باس آئیے“ — ٹیک وڈ نے اس طرح
دانت بھینچتے ہوئے کہا جیسے وہ دل ہی دل میں وا کر کوہزاروں
گالیاں دے رہا ہو۔ لیکن چیف باس کی وجہ سے مجبور ہو۔
وا کر بھی اس کی کیفیت کو اچھی طرح سمجھتا تھا۔ لیکن بہر حال وہ
باس تھا۔ اس لئے اس نے پرواہ کئے بغیر بیرونی
دروازے کی طرف قدم بڑھا دیئے۔ باہر ٹیک وڈ کی جیب
موجود تھی۔ وا کر سائیڈ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اور اس نے ٹیک
وڈ کو سیٹرنگ سنبھالنے کا اشارہ کیا۔ ٹیک وڈ نے سیٹرنگ
سنبھالا۔ اور دوسرے لمحے جیب تیزی سے دوڑتی ہوئی
مین پوائنٹ کی طرف بڑھی اور پھر مین پوائنٹ کے اس کے
وہ گھومی اور ریڈ کیبن کی طرف بڑھتی گئی۔ جس کا دروازہ ابھی تک
بند تھا۔

”سنو۔ میں پہلے اندر جاؤں گا۔ اور ان لوگوں کو گولیاں بھی
میں ہی ماروں گا۔ سمجھ۔ تم نے کوئی مداخلت نہیں کرنی۔ سوائے
اس کے کہ میں تمہیں کسی بات کا حکم دوں۔ اور یہ سن لو کہ اگر
تم نے معمولی سی حکم عدولی کی تو مجھے اختیار ہے کہ میں تمہیں
گولیوں سے پھلنی کر دوں“ — کیبن کی طرف بڑھتے ہوئے
وا کر نے انتہائی کمرخت لہجے میں کہا۔

”یس باس“ — ٹیک وڈ نے ہونٹ کاٹتے ہوئے

جواب دیا۔ اس کا چہرہ غصے کی شدت سے ٹماٹر کی طرح سرخ
ہو گیا تھا لیکن وہ جانتا تھا کہ وا کر نے ذرا سا موقع ملتے ہی
واقعی اُسے مار ڈالنا ہے۔ اس لئے وہ اپنے آپ پر جبر
کرنے پر مجبور تھا۔ جیب جیسے ہی کیبن کے دروازے
کے سامنے رکی۔ وا کر اچھل کر نیچے اترا اور پھر ہاتھ میں شیشی
پستول پکڑے وہ اس طرح اکڑتا ہوا دروازے کی طرف
بڑھا جیسے وہ کوئی عظیم سپہ سالار ہو۔ جو فتح کئے ہوئے
ملک میں قتل عام کرنے کا فیصلہ کر کے اس مفتوحہ مملکت
میں داخل ہو رہا ہو۔ ٹیک وڈ اس کے پیچھے تھا۔ وا کر نے
لات مار کر دروازہ کھولا اور پھر اچھل کر اندر داخل ہوا۔ ٹیک وڈ
بھی اس کے پیچھے ہی اندر داخل ہوا۔

کیبن کی ایک سائیڈ پر تو میز اور کرسی موجود تھی لیکن باقی کیبن خالی تھا۔ البتہ کیبن کی دیواروں کے ساتھ انتہائی جدید قسم کا اسلحہ لٹک رہا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے یہ کیبن خاص طور پر جدید اسلحہ کی نمائش گاہ کے طور پر سجایا گیا ہو۔ عمران اور اس کے ساتھیوں کو کیبن کے فرش پر لٹا دیا گیا۔ سب سے آخر میں کلثوم کو اندر لایا گیا۔ اس کے ساتھ ہی ٹیک وڈ اور ٹوہٹی اندر داخل ہوئے۔ سرخ وردیوں میں ملبوس تین مسلح آدمی دروازے کے ساتھ ہی موجود بانہ انداز میں کھڑے ہو گئے۔

”دروازہ بند کرو۔ ہو سکتا ہے کوئی گزرتا ہو اور جھانک لے“ ٹوہٹی نے مرکز ٹیک وڈ سے کہا۔ اور ٹیک وڈ نے اپنے ساتھی کو اشارہ کیا۔ اور اس نے آگے بڑھ کر دروازہ بند کر دیا۔

”ان کو پہلے اچھی طرح باندھ دو۔ اور پھر انہیں انٹی ٹی ریز انجکشن لگاؤ۔ تاکہ میں ان سے جلد ہی سے پوچھ سچھ کر سکوں“ ٹوہٹی نے ٹیک وڈ سے کہا۔

اور ٹیک وڈ تیزی سے کیبن کے اس کونے کی طرف بڑھ گیا۔ جہاں میز کرسی موجود تھی۔ کرسی کے ساتھ رکھی ہوئی الماری اس نے کھولی اور اس میں سے رسی کا ایک ہنڈل اور ایک ڈبہ اٹھایا اور دایس لوٹ آیا۔ عمران فرش پر اس اینکل سے پڑا تھا کہ اُسے میز کرسی والا کونا اور دروازہ دونوں بیک وقت نظر آ سکتے تھے۔

عمران نے اور اس کے ساتھیوں کو ان کی جیب سے اتار کر ٹیک وڈ اور اس کے آدمیوں نے آٹے کے تھیلوں کی طرح اپنی جیب کے پچھلے حصے میں ایک دوسرے کے اوپر ڈھیر کر دیا۔ جب کہ کلثوم کے ساتھ عورت ہونے کے ناطے اتنی رعایت کی گئی تھی۔ کہ اُسے ایک سائیڈ پر لٹایا گیا تھا۔ پھر ٹیک وڈ اور اس کے ساتھی جیب میں سوار ہوئے اور جیب تیزی سے آگے کی طرف دوڑنے لگی۔ ابھی جیب تھوڑی ہی دور گئی ہو گی کہ عمران کے کانوں میں دور سے ایک زوردار دھماکے کی آواز پڑی۔ اور وہ سمجھ گیا کہ ان کی جیب کو تباہ کیا گیا ہے۔ جیب مسلسل دوڑتے دوڑتے آخر کار رک گئی اور پھر عمران اور اس کے ساتھیوں کو جیب سے نکال کر ایک کافی وسیع کیبن میں لایا گیا۔ اس

"انہیں ابھی طرح باندھ دو" ٹیک وڈ نے رسی کا بنڈل اپنے ساتھی کی طرف اچھالتے ہوئے کہا۔

اور اس آدمی نے رسی کا بنڈل جھپٹا۔ اور پھر وہ عمران اور اس کے ساتھیوں کی طرف بڑھ آیا۔ اس نے انہیں سینے کے بل اٹاکیا۔ ان کے دونوں بازو ان کی پشت پر کم کے باندھے۔ اور پھر انہیں سیدھا کم کے ان کے سر پر بھی باندھ دیتے۔ رسی کا بنڈل کافی بڑا تھا۔ اس لئے ایک ہی رسی سے اس نے ان چاروں کو باندھ دیا تھا۔ اب وہ چاروں ایک قطار میں فرش پر بندھے ہوئے پشت کے بل پڑے تھے۔ لیکن ان کے جسم اُسی طرح بے حس و حرکت تھے۔

پھر ٹیک وڈ نے ڈبہ کھول کر اس میں سے ایک سرخ نکالی۔ سرخ سرخ رنگ کے محلول سے بھری ہوئی تھی اور اس کی سوئی پر مخصوص انداز کی کیپ چڑھی ہوئی تھی۔ ٹیک وڈ نے کیپ ایک جھٹکے سے ہٹائی اور جھک کر وہ عمران کے پہلو میں اکڑوں بیٹھا اور پھر سوئی اس نے اس کے بازو میں گھونپ دی۔ اور تقریباً ایک سی سی محلول اس کے بازو میں انجکٹ کرنے کے بعد اس نے سوئی باہر نکالی اور پھر یہی عمل اس نے باہری باری سوپر فیاض۔ فواد اور کلثوم کے ساتھ دہرایا۔ اور ایک بار پھر ڈبہ۔ اور سرخ اٹھائے وہ الماری کی طرف بڑھ گیا۔

ٹھوکتی ان کے پردوں کی طرف کچھ ہٹ کر خاموش کھڑا تھا۔ ٹیک وڈ بھی واپس آکر اس کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔

"ابھی انہیں صبح ہونے میں چند منٹ لگیں گے۔"

ٹیک وڈ نے کہا۔ اور ٹھوکتی نے سر ہلا دیا۔

"تم ذرا باہر کا چکر لگا آؤ۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی آدمی اچانک اندر آجائے۔" ٹھوکتی نے کہا۔

"ان میں سے ایک کو باہر کھڑا کر دیتے ہیں۔" ٹیک وڈ نے کہا۔

"نہیں۔ یہ اندر ٹھیک ہیں۔ باہر ان میں کسی کا متقل کھڑا ہونا بھی مشکوک بات ہوگی۔ بس تم باہر کا چکر لگا آؤ۔ تاکہ مجھے پوری تسلی ہو جائے۔" ٹھوکتی نے کہا۔

اور ٹیک وڈ سر ہلاتا ہوا دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے دروازہ کھولا اور باہر نکل گیا۔ اُسی لمحے میز پر پڑے ہوئے ٹیلی فون کی گھنٹی زور سے بج اٹھی۔ ٹھوکتی چونک بڑا۔ دوسرے لمحے وہ تیزی سے میز کی طرف بڑھا۔ اس نے جلدی سے سیور اٹھایا ہی تھا کہ دوسری طرف سے داکر کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو۔ داکر کا لنگ باکس ٹھوکتی۔" داکر کی آواز سنائی دی۔ اور ٹھوکتی داکر کے منہ سے اپنا نام سن کر حیران رہ گیا۔ "ادہ داکر۔ تم بات کر رہے ہو۔ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں ریڈ کیبن میں ہوں۔" ٹھوکتی نے انتہائی حیرت بھرے

ہجے میں کہا ۔

اُسی لمحے ٹیک دڈ بھی دروازہ کھول کر اندر آ گیا ۔ وہ بھی ٹھوکتی کوفن پر بات کرتے دیکھ کر چونک پڑا ۔

اور واکر نے اس کی بات کا جواب دینے کی بجائے اُسے بتایا کہ پیشل ایجنسی کے چیف باس اس سے بات کرنا چاہتے ہیں ۔ اور اس کے بعد ٹرانسمیٹر سے نکلتی ہوئی چیف باس کی مخصوص آواز ٹھوکتی کو سنائی دی ۔ چیف باس اس سے پوچھ رہا تھا کہ وہ کیا کر رہا ہے ۔ جواب میں ٹھوکتی نے اُسے بتانا شروع کیا کہ کس طرح اس نے ان لوگوں کو ٹریپ کیا ۔ اور پھر کس طرح اس نے راکٹ مار کہ جیپ تباہ کر دی ۔ لیکن پھر واکر کی آواز سنائی دی کہ چیف باس کا حکم ہے کہ وہ فوراً کنٹرول روم میں آجائے اور براہ راست ٹرانسمیٹر پر باس سے بات کرے ۔

"یہ واکر کو کیسے معلوم ہوا کہ میں یہاں ہوں" ۔ ٹھوکتی نے رسیور رکھ کر واپس مڑتے ہوئے کہا ۔

"ہو سکتا ہے اس نے اندازہ لگایا ہو" ۔ ٹیک دڈ نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا ۔

"اوہ ۔ ادھر یہ بھی حرکت میں آگئے ہیں ۔ تم ان کا خیال رکھنا ۔ میں ابھی چیف باس کو مطمئن کر کے واپس آتا ہوں ۔ اور پھر میں دیکھتا ہوں کہ یہ لوگ کس طرح بولتے ہیں" ۔ ٹھوکتی نے کہا اور تیزی سے کیبن کے دروازے کی طرف بڑھ گیا ۔

عمران اور اس کے ساتھیوں کے جسم اب پوری طرح حرکت میں آ چکے تھے ۔ لیکن انہیں رسی سے اس طرح باندھا گیا تھا کہ اول تو وہ حرکت ہی نہ کر سکتے تھے ۔ اور اگر حرکت کرتے بھی یہی تو پھر ان سب کو بیک وقت حرکت کرنی پڑتی ۔ کیونکہ انہیں ایک ہی رسی سے باندھا گیا تھا ۔ اس لئے وہ علیحدہ علیحدہ حرکت کرنے سے بھی محذور تھے ۔

عمران نے البتہ جسم کے حرکت میں آتے ہی اپنے ناخنوں کے بلیڈوں کو آزمانے کی کوشش شروع کر دی تھی ۔ کیونکہ وہ اس وقت فیصلہ کن پوزیشن میں تھے ۔ اگر وہ سچوٹن پر کنٹرول کر لیتے تو یقیناً وہ اسرائیل کا یہ اہم ترین پراجیکٹ ختم کر سکتے تھے ۔ اور اگر وہ کنٹرول نہ کر سکتے تو پھر موت کا کنٹرول ان پر ہو جانا یقینی تھا ۔ لیکن باوجود کوشش کے عمران کی انگلیاں مڑ کر کلائی پر بندھی ہوئی رسی تک نہ پہنچ پا رہی تھیں ۔ اور جب تک انگلیوں کے سرے رسی تک نہ پہنچتے وہ رسی کاٹ نہ سکتا تھا ۔ زیادہ واضح حرکت جی وہ نہ کر سکتا تھا ۔ کیونکہ ٹیک دڈ اور اس کے تین مسلح آدمی بالکل ان کے سروں پر کھڑے تھے ۔

"باس ٹھوکتی نے تمہیں یہاں لاکر خواہ مخواہ وقت ضائع کیا ہے" ۔ ٹھوکتی کے جانے کے بعد ٹیک دڈ نے منہ بناتے ہوئے کہا ۔

"وقت ضائع نہیں کیا وقت کا صحیح فائدہ اٹھایا ہے ۔ اسرائیل اس کی کیا حیثیت ہے جب کہ مصر میں اُسے بہت بڑی عزت دی جاتے گی ۔ اور وہ یقیناً چوکتی پاس کر کے پانچویں میں

چڑھ جائے گا۔" عمران نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا اور ٹیک وڈ عمران کی بات سن کر بری طرح چونک پڑا۔ اس کے بہرے پر شدید حیرت کے آثار ابھرائے تھے۔

"کبواس مت کر دو۔ باس ٹوہتی اسرائیل سے غدار می نہیں کر سکتا۔ وہ پچھلی چار پشتوں سے یہودی ہے۔" ٹیک وڈ نے سخت لہجے میں کہا۔

"اس لئے تو کہہ رہا ہوں کہ اب وہ چوتھی پاس کر کے پانچویں چڑھ جائے گا۔ بہر حال اُسے واپس آنے دو پھر دیکھیں یہاں کیا تماشا ہوتا ہے۔" عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"اگر ٹوہتی نے غدار می کی ہے تو پھر سب سے پہلے میں خود اپنے ہاتھوں سے اس کا سینہ گولیوں سے پھلنی کر دوں گا۔" ٹیک وڈ نے غراتے ہوئے جواب دیا۔

"جناب یہ عمران خواہ مخواہ کبواس کر رہا ہے۔ اس نے مجھے بھی اپنے ساتھ پھنسا لیا ہے۔ آپ نے جو کچھ پوچھنا ہے مجھ سے پوچھ لیں۔ میں آپ کو سب کچھ بتانے کے لئے تیار ہوں۔" اچانک فیاض نے ردینے والے لہجے میں کہا۔ اور ٹیک وڈ چونک کر فیاض کی طرف دیکھنے لگا۔

"کیا تم اس کے ساتھی نہیں ہو۔" ٹیک وڈ نے چونک کر کہا۔

"جی۔ ساتھی تھا۔ اب نہیں ہوں۔ میں پرانی آگ میں جلنا نہیں

پاتا۔ یہ تو اس کلنوم کی خاطر میری دہشت کی کوشش کر رہا ہے۔ مجھے کیا ضرورت پڑی ہے۔ خواہ مخواہ کا عذاب بھیننے کی۔ مجھے

میری حکومت سے کیا ہمدردی ہو سکتی ہے۔ ویسے بھی مجھے اس سارے چکر کا علم نہ تھا۔ مجھے تو عمران یہ کہہ کر ساتھ لیا تھا کہ کلنوم کا باپ ڈاکٹر عمر ابدال اس کے باپ کا دوست ہے۔ اور کلنوم اور عمران کا رشتہ طے کرنا ہے۔ میں

بات نہ آکر دیکھوں کہ یہ رشتہ اچھا ہے یا نہیں۔ میری بد قسمتی کہ اس کا باپ میرے ٹھکے کا ڈائریکٹر جنرل ہے۔" فیاض نے ردینے والے لہجے میں کہا۔ اس کا لہجہ بتا رہا تھا کہ وہ خوف کی تیزی سے حد پر پہنچ چکا ہے۔

"کس ٹھکے کی بات کر رہے ہو۔" ٹیک وڈ نے چونک کر پوچھا۔

"پاکیشیا کی سنٹرل انٹیلی جنس کا۔ اس کا باپ سر رحمان پاکیشیا کی سنٹرل انٹیلی جنس ہیورڈ کا ڈائریکٹر جنرل ہے۔ اور میں اس ٹھکے میں چیف سپرنٹنڈنٹ ہوں۔" فیاض نے جواب دیا۔ "اوہ۔ تم پاکستانی سنٹرل انٹیلی جنس کے چیف سپرنٹنڈنٹ ہو۔ اوہو۔ بڑی اہم پوسٹ ہے پھر تو یقیناً تمہیں سنٹرل انٹیلی جنس کے متعلق تفصیلی معلومات حاصل ہوں گی۔" ٹیک وڈ نے مزید پوچھتے ہوئے کہا۔

"بالکل جناب۔ مکمل معلومات۔ سارا کام تو میں ہی کرتا ہوں۔ سر رحمان تو بس دفتریں دیکھتے میری رپورٹیں ہی پڑھتے رہتے

ہیں۔" فیاض نے بڑے فخرانہ لہجے میں کہا۔
 "دیر ہی گڈ۔۔۔ یہ تو واقعی اسرائیل کے لئے قیمتی موقع ہے۔ اور اس کا ساتھی سر ملاتا ہوا اس کو نے کی طرف بڑھ گیا۔ جس
 ادہ مہارے ذریعے پاکیشیا کے انتہائی قیمتی راز حاصل کئے ہیں میزکسی اور الماری پڑی تھی۔
 جا سکتے ہیں۔" ٹیک وڈ نے بڑے پر جوش انداز میں "تمہیں شرم آنی چاہیے۔ بزدل آدمی۔" اُسی لمحے
 کہا۔

"جناب آپ میری جان بخش دیں۔ میں آپ کے ساتھ مکمل تعاون کے لئے تیار ہوں۔ انہیں بے شک گولی مار دیں لکھ کیا ضرورت ہے خواہ مخواہ تم لوگوں کی خاطر جان دینے
 مجھے بس صرف اپنی جان سے غرض ہے۔" فیاض نے کسی۔۔۔ فیاض نے رد کھا سا جواب دیتے ہوئے کہا۔
 انتہائی عاجزانہ لہجے میں کہا۔
 "گڈ۔ اگر تم ہمارے ساتھ تعاون کر دو گے تو نہ صرف ایک اور رسی کا بنڈل نکالا اور واپس مرکہ فیاض کی طرف
 مہارمی جان بخش دی جائے گی بلکہ اسرائیل میں تمہیں انتہائی اُسی لمحے میز پر رکھے ہوئے ٹیلی فون کی گھنٹی
 اعلیٰ عہدہ بھی دیا جائے گا۔" ٹیک وڈ شاید ضرورت پڑی تھی۔

سے زیادہ ہی جذباتی آدمی تھا۔
 "مجھے کوئی عہدہ نہیں چاہیے جناب۔ صرف آپ میری جان بخش دیں۔ اور جناب مجھے ان سے علیحدہ رکھیں۔ یہ انتہائی خطرناک لوگ ہیں۔ انہوں نے لازماً مرنے سے پہلے
 مجھے بھی مار ڈالنا ہے۔" فیاض نے جبری طرح ہتھ پٹے لگائے۔
 ہوئے لہجے میں کہا۔

"ادہ ہاں۔ باس ٹوٹتی بھی کہہ رہے تھے کہ یہ عمران اور بیرونی دروازے کی طرف بڑھتا گیا۔ اس وقت اس کا
 انتہائی خطرناک آدمی ہے۔" ٹیک وڈ نے کہا۔ اور پھر ہتھی فیاض کے ہاتھوں اور پیروں سے بندھی ہوئی رسی
 اس نے ایک ساتھی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اسے علیحدہ کر کے باندھ دو۔" ٹیک وڈ نے کہا۔
 اور اس کا ساتھی سر ملاتا ہوا اس کو نے کی طرف بڑھ گیا۔ جس

جا سکتے ہیں۔" ٹیک وڈ نے بڑے پر جوش انداز میں "تمہیں شرم آنی چاہیے۔ بزدل آدمی۔" اُسی لمحے
 کہا۔
 "جناب آپ میری جان بخش دیں۔ میں آپ کے ساتھ مکمل تعاون کے لئے تیار ہوں۔ انہیں بے شک گولی مار دیں لکھ کیا ضرورت ہے خواہ مخواہ تم لوگوں کی خاطر جان دینے
 مجھے بس صرف اپنی جان سے غرض ہے۔" فیاض نے کسی۔۔۔ فیاض نے رد کھا سا جواب دیتے ہوئے کہا۔
 انتہائی عاجزانہ لہجے میں کہا۔
 "گڈ۔ اگر تم ہمارے ساتھ تعاون کر دو گے تو نہ صرف ایک اور رسی کا بنڈل نکالا اور واپس مرکہ فیاض کی طرف
 مہارمی جان بخش دی جائے گی بلکہ اسرائیل میں تمہیں انتہائی اُسی لمحے میز پر رکھے ہوئے ٹیلی فون کی گھنٹی
 اعلیٰ عہدہ بھی دیا جائے گا۔" ٹیک وڈ شاید ضرورت پڑی تھی۔

سے زیادہ ہی جذباتی آدمی تھا۔
 "مجھے کوئی عہدہ نہیں چاہیے جناب۔ صرف آپ میری جان بخش دیں۔ اور جناب مجھے ان سے علیحدہ رکھیں۔ یہ انتہائی خطرناک لوگ ہیں۔ انہوں نے لازماً مرنے سے پہلے
 مجھے بھی مار ڈالنا ہے۔" فیاض نے جبری طرح ہتھ پٹے لگائے۔
 ہوئے لہجے میں کہا۔

"ادہ ہاں۔ باس ٹوٹتی بھی کہہ رہے تھے کہ یہ عمران اور بیرونی دروازے کی طرف بڑھتا گیا۔ اس وقت اس کا
 انتہائی خطرناک آدمی ہے۔" ٹیک وڈ نے کہا۔ اور پھر ہتھی فیاض کے ہاتھوں اور پیروں سے بندھی ہوئی رسی
 اس نے ایک ساتھی سے مخاطب ہو کر کہا۔

طرف دیکھا تک نہیں۔ اس کا چہرہ بتا رہا تھا کہ وہ شدید غصے میں ہے۔ اور دوسرے لمحے وہ دروازہ ایک جھکے سے کھول کر باہر نکل گیا۔ اور اپنے پیچھے بے پناہ غصیلے انداز میں دروازہ بند کر کے گیا تھا۔

"باس بے پناہ غصے میں لگتا ہے۔" دروازے کے ساتھ کھڑے اس کے ایک ساتھی نے دوسرے سے مخاطب ہو کر کہا۔
 "ہاں" دوسرے ساتھی نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

فیاض کو کھولنے والے نے پہلے اس کی ٹانگوں کی رسی کھولی۔ کیونکہ فیاض بند ہونے والوں کی قطار میں سب سے آخر میں تھا۔ اس لئے اس کا اختتام اس کے پیروں کے بند ہونے پر ہوا تھا۔ اس لئے سب سے پہلے اس کی ٹانگیں کھولی گئیں اور پھر اس آدمی نے فیاض کو اٹھا کر اس کے بازو کھولنے شروع کر دیئے۔ اس کا دوسرا ہنڈل اس نے ایک سائیڈ پر رکھا ہوا تھا۔ جیسے ہی اس نے فیاض کے ہاتھ کھولے۔

"پلیز پلیز۔ ذرا مجھے کلاٹیاں مسل لینے دو۔ پھر باندھ دینا بڑی شدید غارش ہو رہی ہے۔" فیاض نے اسی طرح پشت کے بل لیٹے لیٹے کہا۔ اس کا ہجہ بے حد سہما ہوا تھا۔

"مسل لینے دو ٹامی اسے کلاٹیاں۔ یہ اسرائیل کا جہد رد ہے۔" دروازے کے ساتھ کھڑے ہوئے آدمی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ مسل لو۔" فیاض پر جھکے ہوئے آدمی نے سیدھے ہوتے ہوئے کہا۔ اور فیاض الٹ کر پہلے سیدھا ہوا اور پھر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے کلاٹیاں مسلنی شروع کر دیں۔ اور پھر اس نے پیروں کی وہ جگہ مسلنی شروع کر دی جہاں رسیاں باندھی گئی تھیں۔ ٹامی اس کے سر پر کھڑا تھا۔

"بب۔ بب۔ بہت بہت شکریہ۔ میں ان سے ایک طرف ہٹ جاتا ہوں۔ پھر جس طرح جی چاہے باندھ لینا میں نے بہر حال فیصلہ کر لیا ہے کہ ہر حالت میں اسرائیل کا ساتھ دوں گا۔" فیاض نے کہا اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔
 "ٹھیک ہے۔ ادھر میز والے کو نے کی طرف چلو کیونکہ ابھی باس مٹھتی اور ٹیک ڈو نے آکر ان پر گولیوں کی بارش کر دی ہے۔ کہیں تم بھی ساتھ ہی رینج میں نہ آ جاؤ۔" ٹامی نے کہا۔

اور فیاض سر ہلاتا ہوا اس کو نے کی طرف مڑا۔ لیکن پھر جیسے بجلی چمکتی ہے۔ اس طرح فیاض کا بنسم گھوما اور دوسرے لمحے ٹامی بڑی طرح چیخا ہوا اچھل کر دروازے کے قریب کھڑے اپنے ساتھیوں کی طرف اڑتا ہوا گیا۔ فیاض نے

دافقی حیرت انگیز مہارت اور بہادری کا ثبوت دیا تھا۔ ٹامی جس انداز میں چیتا ہوا دروازے کی طرف اچھل کر گیا تھا۔ دروازے کے دونوں اطراف میں کھڑے ہوئے مسلح آدمی لاشعوری طور پر اس سے ہونے والے ٹکراؤ سے بچنے کے لئے تیزی سے ادھر ادھر ہوئے۔ اور اُسی لمحے فیاض نے چھلانگ لگائی اور وہ عمران اور اس کے ساتھیوں کو پھلانگتے ہوئے عین اس وقت دروازے کے قریب سے بیٹے ہوئے آدمی سے جا ٹکرایا۔ لیکن اس آدمی نے بجلی کی سی تیزی سے اپنا گھٹنا آگے کیا۔ اور فیاض چیتا ہوا نیچے گر ا۔ لیکن اس کی ٹانگوں کی ضرب اس آدمی کے گھٹنوں پر لگ چکی تھی۔ اس لئے وہ بھی بے اختیار نیچے گرتے ہوئے فیاض کے اوپر آگرا۔ اور اُسی لمحے مشین گن کی ریٹ ریٹ سنائی دی۔ اور ساتھ ہی کمرہ انسانی بیچ سے گونج اٹھا۔ لیکن یہ بیچ فیاض کی بجائے فائر کرنے والے کے اپنے اس ساتھی کی تھی جو فیاض پر گرا اٹھا۔ کیونکہ اس کے اوپر گرتے ہی فیاض نے تیزی سے کمر ڈال دیا تھا اور اس طرح اوپر گرنے والے کا جسم گھوم کر اپنے ہی ساتھی کی گن کے سامنے آ گیا تھا۔ اور گولیوں کا برسٹ اس کی پشت پر پڑا تھا۔

ٹامی نیچے گرتے ہی تیزی سے اٹھا اور اس نے اپنے کندھے سے نکل کر نیچے گرنے والی مشین گن کی طرف چھلانگ لگائی تھی جو اس کے اچھل کر گرنے کی وجہ سے کندھے

سے نکل کر فرش پر جا گری تھی۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ مشین گن تک پہنچتا عمران — فرش پر لیٹے لیٹے مشین گن پر پکڑ چکا تھا۔ فیاض کی وجہ سے عمران کو ہاتھوں کو واضح طور پر حرکت کرنے کا موقع مل گیا تھا۔ اور چونکہ سب فیاض کی طرف متوجہ تھے۔ اس لئے عمران اس دوران بلیڈوں کی مدد سے کلائی کی رسیاں کاٹ لینے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ لیکن چونکہ پیروں میں بندھی ہوئی رسیوں کی وجہ سے وہ نہ اٹھ کر کھڑا ہو سکتا تھا اور نہ وہ بیٹھ سکتا تھا۔ کیونکہ اس طرح لازماً وہ اس کی طرف متوجہ ہو جاتے اور پھر عمران تو عمران باقی ساتھیوں کی — موت بھی یقینی ہو جاتی۔ لیکن عمران نے ٹامی کو جس طرح اچھالا تھا۔ اس وجہ سے مشین گن — فیاض کے کندھے سے نکل کر عمران سے ذرا فاصلے پر گر گئی تھی۔ اور جب فیاض نے ایک کو کمر ڈال کر گولیوں کا نشانہ بننے اور دوسرے کو اپنی طرف متوجہ کر لیا تھا تو عمران کو حرکت میں آنے کا موقع مل گیا۔ ٹامی نیچے گرتے ہی اچھل کر اپنی مشین گن کی طرف بڑھا تھا۔ لیکن عمران اس سے پہلے ہاتھ بڑھا کر مشین گن جھپیٹ چکا تھا۔ اور ابھی فیاض سے لیٹے ہوئے آدمی کی چیخیں کیبن میں گونج ہی رہی تھیں کہ عمران نے لیٹے لیٹے فائر کھول دیا۔ اور ٹامی اور دوسرا مشین گن بردار دونوں ہی ایک دوسرے کے پیچھے تھختے ہوئے نیچے گرے۔ اور فیاض نے بھی بجلی کی سی تیزی سے اپنی سائیڈ پر موجود آدمی کو

دھکیلا اور پھر تیزی سے اپنے والے آدمی کی مشین گن اٹھا کر اس نے ایک بار پھر فرش پر تر پتے ہوئے ٹامی اور دوسرے آدمی پر پورا برسٹ کھول دیا۔

"ان کو چھوڑ دو۔ باہر کا خیال کرو۔" — عمران نے چیخ کر فیاض سے کہا جو پاگلوں کے سے انداز میں ان دونوں پر مسلسل گولیاں برسائے چلا جا رہا تھا۔ اور فیاض عمران کی بات سن کر چونکا۔ اس نے فائرنگ بند کی اور تیزی سے لاشیں پھلانگتا ہوا دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ — عمران اس دوران اپنی ٹانگیں کھول کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"کمال ہے۔ یہ فیاض صاحب تو چھپے رستم بن گئے۔"

نواد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ آج پہلی بار رستم پر دے سے باہر آیا ہے۔ ورنہ آج تک تو میں اسے بند دل ہی سمجھتا رہا تھا۔" — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور کلثوم کی بندشیں کھولنے کے لئے اس پر جھکا ہی تھا کہ دروازہ کھلا اور عمران بجلی کی سی تیزی سے گھوما۔ لیکن دروازے میں فیاض تھا۔

"دو آدمی آرہے ہیں۔ ایک تو ٹیک وڈ ہے دوسرا کوئی اور ہے۔ وہ جیب میں آرہے ہیں تیزی سے۔" — فیاض نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اوہ۔ تم نے عقلمندی کی کہ باہر ہی ان پر فائر نہیں کھول دیا۔"

جلدی کر دو۔ یہ لاشیں سائیڈ پر کر دو۔" — عمران نے تیز لہجے میں کہا۔ اور پھر اس نے جھک کر دو آدمیوں کی ٹانگیں پکڑیں اور انہیں گھسیٹ کر سائیڈ کی دیوار سے لگا دیا۔ فیاض نے تیسرے کے ساتھ یہی عمل کیا۔ اُسی وقت دروازے کے باہر جیب رکنے کی آواز سنائی دی۔ — اور عمران اچھل کر دروازے کی سائیڈ میں دیوار سے پشت لگا کر کھڑا ہو گیا۔ فیاض دوسری طرف کھڑا ہو گیا۔ کلثوم اور نواد دونوں ابھی تک فرش پر بندھے ہوئے پڑے تھے۔ کیونکہ انہیں کھولنے کا اب وقت نہ رہا تھا۔

اُسی لمحے دروازہ ایک دھماکے سے کھلا۔ اور عمران اور فیاض اس کے دونوں پٹوں کے پیچھے چھپ گئے۔ دوسرے لمحے ایک آدمی اندر داخل ہوا۔ یہ نیا آدمی تھا۔ جب کہ اس کے پیچھے ٹیک وڈ اندر داخل ہوا۔

یہ دو آدمی ہیں۔ جب کہ..... " — پہلے نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ارے وہ باقی دو۔ اور وہ ساتھی۔" — ایک لخت ٹیک وڈ کی چیخنی ہوئی آواز سنائی دی۔

اُسی لمحے عمران نے لات مار کر اپنی طرف کا پٹ بند کر دیا۔ اور پٹ بند ہونے کی آواز سنتے ہی وہ دونوں بجلی کی سی تیزی سے گھومے اور عمران نے ٹریگر دبا دیا۔ دوسرے لمحے ٹیک وڈ جُرسی طرح چنچتا ہوا گولیوں کی باڑھ میں لٹو کی طرح گھوم کر نیچے گر ا۔

اس کے ہاتھ میں چونکہ ریو الور موجود تھا۔ اور عمران کو خطرہ تھا کہ وہ گھومتے ہی فائر نہ کھول دے۔ اس لئے عمران کو فوری ایکشن میں آنا پڑ گیا۔ جب کہ دوسرا خالی ہاتھ تھا۔ اس لئے عمران نے صرف ٹیک وڈ پر فائر کھولا تھا۔

"تت — تت — تم" دوسرا اس بُری طرح بوکھلایا کہ اس کے ہاتھ بے اختیار سر سے اڈپراٹھتے گئے۔
"فیاض باہر دیکھو کوئی اور تو نہیں ہے" — عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

اور فیاض جو اب پٹ کے پیچھے سے نکلی آیا تھا۔ سر ہلاتے ہوئے باہر نکل گیا۔ عمران بدستور مشین گن کی نالی کا رخ اس نئے آدمی کی طرف کئے بے حس و حرکت کھڑا تھا۔
"تم کون ہو۔ وہ ٹھوکتی کہاں ہے" — عمران نے عزتے ہوئے کہا۔

"وہ — وہ مر گیا ہے۔ میرا نام داکر ہے۔ میں اب انچارج ہوں۔ مگر تم — تم کیسے رہا ہو گئے" — داکر نے بُری طرح ہکلاتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر شدید خوف کے آثار نمایاں تھے۔ اور عمران اس کا چہرہ دیکھ کر ہی سمجھ گیا تھا۔ کہ یہ ٹیک وڈ کی طرح لڑائی بھڑائی والی فیلڈ کا آدمی نہیں ہے۔
"باہر کوئی نہیں ہے" — اُسی لمحے فیاض نے اندر آتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ کلثوم اور فواد کو کھول دو۔ اور پھر فواد سمیت باہر

جا کر نگرانی کرو۔ میں اس داکر کو موت کی طرف داک کر دوں" — عمران نے سخت لہجے میں کہا۔ اور فیاض تیزی سے کلثوم اور فواد کی طرف بڑھ گیا۔

"مم — مم — مجھے مت مارو۔ میں تمہیں یہاں سے باہر نکال دوں گا۔ مم — مم — میرا مطلب ہے۔ صحیح سلامت" — داکر نے گھگھیلاتے ہوئے کہا۔

"اچھا بڑی مہربانی۔ یہ تو تمہارا ہم پر بہت بڑا احسان ہوگا" — عمران نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ اس دوران فواد اور کلثوم رسیوں کی بندشوں سے آزاد ہو چکے تھے۔

"فواد۔ اس کے ہاتھ اس کی پشت پر باندھ دو" — عمران نے فواد سے کہا۔

اور فواد نے فرش پر پڑی ہوئی رسی اٹھائی اور پھر انتہائی مہارت سے وہ داکر پر چھپٹا۔ اور چند لمحوں بعد ہی داکر کے ہاتھ اس کی پشت پر بند ہو چکے تھے۔

"مسٹر داکر۔ اگر تم موت کی طرف داک نہیں کرنا چاہتے۔ تو مجھے مختصر لفظوں میں اتنا بتا دو کہ تمہاری یہاں کیا حیثیت ہے۔ اور ٹھوکتی کہاں ہے یا مر گیا ہے تو کیسے مر گیا ہے"

عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

"مم — مم — میں بتاتا ہوں۔ میں ٹھوکتی کا اسسٹنٹ تھا۔ ٹھوکتی پر دجیکٹ کا انچارج تھا۔ میں اور ٹھوکتی کنٹرول کیبن میں تھے۔ اور پھر ٹھوکتی نے سپیشل ایجنسی کے چیف باس سے

ٹرانسمیٹر پر بات کی اور پھر....." — داکر اس طرح تفصیل بتاتا گیا جیسے ٹیپ ریکارڈ آن ہو گیا ہو۔ اس نے چیف باس سے ہونے والی گفتگو اور پھر ٹوٹتی کی موت اور اپنے اچھا راج بننے سے لے کر یہاں تک پہنچنے کی پوری تفصیل بتا دی۔
 "یہ کنٹرول کیبن یہاں سے کتنی دور ہے" — عمران نے پوچھا۔

"زیادہ دور نہیں ہے۔ دائیں طرف گھومتے ہی مین پوائنٹ آجائے گا۔ اور پھر مین پوائنٹ سے آگے کنٹرول کیبن ہے۔" داکر نے کہا۔

"کتنے آدمی یہاں پر وجیکٹ پر کام کر رہے ہیں" — عمران نے پوچھا۔

"پروجیکٹ کے اندر سچیں آدمی ہیں اور باہر دس۔" داکر نے جواب دیا۔

"ان کی حفاظت کا کیا انتظام ہے" — عمران نے پوچھا۔
 اور جواب میں داکر نے پوری تفصیل بتا دی کہ ریڈ سیکشن کے آدمی اندر اور باہر موجود ہیں۔ تاکہ ہنگامی حالات سے نمٹا جاسکے۔ اس نے بتایا کہ ریڈ سیکشن کے پندرہ افراد مین پوائنٹ پر ڈیوٹی پر ہیں۔ پہلے ٹوٹتی کے کہنے پر ٹیک ڈٹنے انہیں پوائنٹ سے باہر چاروں طرف پکٹنگ کے لئے بھیجا تھا۔ لیکن تم لوگوں کے سامنے آجانے پر اس نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے انہیں واپس مین پوائنٹ پر آجانے کے لئے کہا تھا۔

"اوہ۔ یہ تو خاصے آدمی ہیں" — عمران نے ہونٹ چبلتے ہوئے کہا۔

"کنٹرول روم سے مین پوائنٹ پر موجود آدمیوں کو کال کیا جا سکتا ہے" — عمران نے کہا۔

"ہاں۔ وہاں سینٹرل ٹرانسمیٹر ہے۔ لیکن....." داکر نے کچھ کہنا چاہا۔ لیکن اس سے پہلے کہ اس کا فقرہ مکمل ہوتا عمران نے ٹریگر دبا دیا۔ اور داکر کبھی طرح چختا ہوا ایشٹ کے بل نیچے گر ا۔ اور ایک لمحہ توپنے کے بعد ساکت ہو گیا۔ مشین گن کی گولیوں نے اُس کا سینہ چھلنی کر دیا تھا۔ فواد اور فیاض جو باہر نگرانی کے لئے گئے تھے گولیوں کی آواز سننے ہی تیزی سے اندر داخل ہوئے۔

"سنو۔ یہاں ریڈ میزائل موجود ہیں۔ جو انتہائی خوف ناک اسلحہ ہے۔ اگر ان میں سے ایک بھی پھٹ گیا تو پھر پروجیکٹ اور یہ آدمی تو رہے ایک طرف۔ ہم میں سے بھی کوئی زندہ نہ بچ سکے گا۔ کیونکہ اس کی تباہی کی رینج کم از کم بیس کلومیٹر تک ہوتی ہے۔ اس لئے میں کوئی رسک لینا نہیں چاہتا۔ تم سب مشین گنیں لے کر اس کیبن سے باہر نکل کر سائینڈوں میں اس طرح چھپ جاؤ کہ اس طرف آنے والوں کو آسانی سے نشانہ بنا سکو۔ میں جیپ لے کر کنٹرول روم میں جاتا ہوں۔ میں وہاں جا کر کوشش کر دوں گا کہ مین پوائنٹ پر موجود تمام افراد کو باہر نکال کر اس کیبن کی طرف بھیج دوں۔ تاکہ مین

پوائنٹ خالی ہو سکے۔ لیکن ہو سکتا ہے کہ سب لوگ ادھر نہ آئیں۔ تو پھر میں کم از کم اس ریڈ سیکشن کے افراد کو ضرور ادھر بھیجوں گا۔ یہی لوگ زیادہ خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں۔ اس لئے تمہارا کام یہ ہے کہ ان میں سے ایک بھی زندہ واپس نہ جاسکے۔ باقی سائنسدان ٹائپ لوگ ہیں۔ ان پر آسانی سے قابو پایا جاسکتا ہے۔" — عمران نے انہیں یہ ایات دیتے ہوئے کہا۔ اور ان کے سر ہلانے پر عمران دردانے کی طرف بڑھا۔ اور چند لمحوں بعد وہ باہر کھڑی جیب کے سٹیئرنگ پر تھا۔ اس کے لئے سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ اُسے مین پوائنٹ کے سامنے سے گزر کر کنٹرول کیبن تک جانا تھا۔ اور یہاں میک اپ کا کوئی سامان نہ تھا۔ اس لئے مجبوراً اُسے اس شکل میں ہی رسک لینا پڑا تھا۔ چند لمحوں بعد جیب تیزی سے گھومی اور پھر مین پوائنٹ کی طرف دوڑتی گئی۔

چارلس جب کھڑے کھڑے تھک گیا تو وہ ٹہکتا ہوا کنٹرول کیبن کی طرف بڑھنے لگا۔ چارلس ریڈ سیکشن سے متعلق تھا۔ اور اس کی ڈیوٹی مین پوائنٹ کی بیرونی حفاظت پر لگائی گئی تھی۔ لیکن وہ جانتا تھا کہ یہاں کوئی غلط آدمی تو ایک طرف کبھی بھی داخل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اُسے معلوم تھا کہ دس کلو میٹر دور پر وجیکٹ کے چاروں طرف آر۔ سی تھری ڈیون بیرم سرکل قائم ہے۔ اس لئے بس وہ ڈیوٹی ہی پوری کر رہا تھا۔ لیکن چونکہ ڈیوٹی بہر حال ڈیوٹی تھی۔ اس لئے وہ ریڈ سیکشن کے مخصوص کیبن میں جا کر آرام تو نہ کر سکتا تھا۔ چنانچہ جب وہ کھڑے کھڑے تھک گیا تو ٹھٹھٹا ہوا کنٹرول کیبن کی طرف بڑھنے لگا۔ اس نے داکر اور ٹیک وڈ کو جیب پر بیٹھ کر ریڈ کیبن کی طرف جاتے دیکھا تھا۔ جب کہ اس سے پہلے ٹھٹھٹا اس

اسی جیپ پر بیٹھ کر اکیلا کنٹرول کیبن میں آیا تھا۔ اور اس کے بعد اس نے ریڈ سیکشن کے انچارج ٹیک وڈ کو پیدل چل کر کنٹرول کیبن کی طرف جانے دیکھا تھا۔ اور پھر داکر اور ٹیک وڈ کی واپسی پر وہ سمجھ گیا تھا کہ اب کنٹرول کیبن میں باس ٹوٹتی اکیلا ہو گا۔ ٹوٹتی کو اس سارے پراجیکٹ کا انچارج تھا۔ لیکن ایک مخصوص وجہ سے وہ چارلس کا بڑا لحاظ کرتا تھا۔ اور اس نے وعدہ بھی کیا تھا کہ اس پراجیکٹ کے مکمل ہونے کے بعد وہ چارلس کو اسرائیل کی اہم ترین دفاعی لیبارٹری میں جہاں ٹوٹتی کام کرتا تھا سیکورٹی میں اچھا عہدہ لے دے گا۔ اور وہ خاص وجہ یہ تھی کہ چارلس کی چھوٹی بہن ماریا کی ٹوٹتی سے منگنی ہو چکی تھی۔ اور اس پراجیکٹ کی تکمیل کے بعد واپسی پر ان کی شادی طے تھی۔ چارلس کو معلوم تھا کہ پراجیکٹ زیادہ سے زیادہ دو تین روز کے اندر مکمل ہو جائے گا۔ اس لئے اس نے سوچا کہ یہ موقع اچھا ہے۔ ٹوٹتی کنٹرول روم میں اکیلا ہے۔ وہ اُسے یاد دلادے کہ واپسی پر وہ سب سے پہلے اس کا کام کرے۔ چنانچہ وہ ٹہلتا ہوا کنٹرول کیبن کی طرف بڑھتا گیا۔ پھر جیسے ہی وہ کیبن کے قریب پہنچا اُسے ٹرانسمیٹر کی مخصوص ٹون ٹون کی آوازیں سنائی دیں۔ یہ آوازیں مسلسل سنائی دے رہی تھیں۔

"کمال ہے۔ ٹوٹتی کال اسٹنڈ کیوں نہیں کر رہا۔" چارلس نے حیرت بھرے انداز میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اور

اشعوری طور پر اس کے قدم تیز ہو گئے۔ کنٹرول کیبن کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اور ٹرانسمیٹر کی آواز مسلسل سنائی دے رہی تھی۔ وہ جیسے ہی کیبن میں داخل ہوا برقی طرح چومک پڑا۔ کیونکہ کیبن خالی تھا۔ ٹوٹتی دایاں موجود نہ تھا۔ اُسی لمحے اس کی نظریں میز کے سامنے فرش پر خون کے دھبوں پر پڑی۔ اور وہ چومک پڑا۔ اور پھر اس کی تیز نظریں دھبوں کے ساتھ ساتھ حرکت کرتی ہوئیں ایک سائڈ پر موجود بڑی سی الماری کی طرف گھوم گئیں۔ ٹرانسمیٹر کی آواز اب بند ہو گئی تھی۔ شاید دوسری طرف سے کال کرنے والا مایوس ہو گیا تھا۔ لیکن چارلس کا ذہن اب ٹرانسمیٹر سے زیادہ خون کے دھبوں اور ٹوٹتی کی گمشدگی میں الجھ گیا تھا وہ تیزی سے اس الماری کی طرف بڑھا۔ اور پھر اس کے حلق سے بے اختیار چیخ نکل گئی الماری کے پیچھے ٹوٹتی کی گولیوں سے چھلنی لاش پڑی تھی۔

"ادہ ادہ۔۔۔ یہ کیا ہوا۔ ادہ یہ کیا ہوا۔" چارلس حیرت اور خوف سے اچھل پڑا۔

"سازش۔۔۔ غداری۔ ادہ۔ داکر اور ٹیک وڈ دونوں نے غداری کی ہے۔ ادہ۔" چارلس کے دماغ میں ٹوٹتی کی لاش دیکھتے ہی فوراً یہ خیال آیا۔ اور دوسرے لمحے وہ بجلی کی سی تیزی سے مڑا اور پھر کیبن سے باہر نکل کر وہ بے تحاشا دوڑتا ہوا مین پوائنٹ کی طرف بڑھتا گیا۔ اُسے معلوم تھا کہ داکر اور ٹیک وڈ دونوں ریڈ کیبن کی طرف گئے ہیں۔ اور

چونکہ وہ یہ بات سوچ چکا تھا کہ واکہ اور ٹیک وڈ دونوں ہی غدار ہیں۔ اور انہوں نے ٹھوکتی کو ہلاک کیا ہے۔ اس لئے اس کے ذہن میں فوری خیال یہ آیا کہ اب یہ دونوں مل کر پراجیکٹ کو ختم کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس لئے وہ کنٹرول کیبن سے نکل کر بے تحاشا انداز میں دوڑتا ہوا مین پوائنٹ کی طرف بڑھتا گیا۔

"کیا بات ہے چارلس۔ کیوں اس طرح دوڑ رہے ہو" مین پوائنٹ کے سامنے کھڑے ٹیک وڈ کے نائب رابرٹ نے حیرت بھرے انداز میں پوچھا۔ ٹیک وڈ کے بعد ریڈ سیکشن کا انچارج وہی تھا۔

"غدار می۔۔۔ ٹھوکتی کو قتل کر دیا گیا ہے"۔ چارلس نے دوڑتے دوڑتے کہا۔

"کیا کہہ رہے ہو۔ کیا تم پاگل ہو گئے ہو"۔ رابرٹ اس کی بات سن کر بے اختیار چیخ پڑا۔

"میں ٹیک کہہ رہا ہوں۔ ٹھوکتی کی لاش کنٹرول روم میں ایک الماری کے پیچھے چھپائی گئی ہے۔ واکہ اور ٹیک وڈ دونوں غدار ہیں۔ وہ دونوں اسٹے ریڈ کیبن کی طرف گئے ہیں۔ اب وہ یقیناً مین پوائنٹ کو اڑانے کی کوشش کریں گے"۔ چارلس نے تیز لہجے میں کہا۔

"اوہ ویس می بیڈ۔ ویس می بیڈ۔ اوہ۔ ہمیں مین پوائنٹ کی حفاظت کے لئے مہنگی انتظامات کرنے ہوں گے۔ تم یہاں بکھڑے

بن اندر جیمز کو اطلاع دے دوں۔ تاکہ فوری طور پر مین پوائنٹ کے گمزدیر وکسن نظام قائم کر دے"۔ رابرٹ نے کہا۔ اور پھر تیزی سے دوڑتا ہوا ریت میں بنے ہوئے مصنوعی دروازے میں داخل ہو گیا۔ چارلس کا ذہن ابھی تک ہوشیال کی زد میں تھا۔ اُسے یقین نہ آ رہا تھا کہ واکہ اور ٹیک وڈ اس حد تک غدار می پر اترا آئیں گے۔ لیکن صورت حال اس کے سامنے تھی۔ اور پھر اچانک دور سے جیپ کی آواز سننے لگی وہ بڑی طرح چونک پڑا۔ جیپ کی آواز ریڈ کیبن کی طرف سے آرہی تھی۔ اور چارلس نے بے اختیار مشین گن کا ندھ سے آواز دیا کہ ہتھوں میں لے لی۔ دوسرے لمحے جیپ تیزی سے موڑ کاٹتی ہوئی نظر آئی۔ اور پھر وہ انتہائی رفتار سے دوڑتی ہوئی کنٹرول کیبن کی طرف بڑھتی گئی۔ چارلس خاموش کھڑا اُسے دیکھتا رہا۔ گو جیپ اس سے کافی فاصلے پر سے گزری تھی اور اس کی رفتار بھی بے حد تیز تھی۔ لیکن چارلس چونکہ اب پوری توجہ سے دیکھ رہا تھا۔ اس لئے اس نے ابھی طرح دیکھ لیا کہ سٹرنگ پر بیٹھا ہوا آدمی ایشیائی اور اجنبی تھا۔ جیپ کنٹرول کیبن کی سائیڈ میں جا کر غائب ہو گئی۔ اور چارلس بڑی طرح اچھل کر مین پوائنٹ کے دروازے کی طرف دوڑ پڑا۔ دروازے کے اندر گہرائی میں ایک بہت وسیع مصنوعی سڑنگ تیار کی گئی تھی۔ تاکہ پراجیکٹ مشینری مدفون مقبرے میں لے جانی جاسکے۔ اور مدفون مقبرے کے

قریب ہی ریت کے اندر ایک بڑا کمرہ بھی بنایا گیا تھا۔ جس میں اس پر اجیکٹ کا عملی طور پر کنٹرول آفس قائم کیا گیا تھا۔ اس کمرے میں مشینری کو مسلسل آپریٹ کرنے کے لئے بڑی اور جدید آپریٹنگ مشینری بھی نصب کی گئی تھی۔ اور اس مشینری کو ورک آرڈر میں رکھنے کے لئے بڑی بڑی ایٹمک بیٹریاں بھی نصب کی گئی تھیں۔ اس آپریشن روم کا اپنا راج جیمز تھا۔ چارلس سمرنگ میں دوڑتا ہوا جیسے ہی آپریشن روم میں پہنچا دباؤ موجود تھا اور رابرٹ دونوں چونک پڑے۔ وہ دونوں ایک مشین پر جھکے ہوئے اُسے آپریٹ کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔

"کیا ہوا چارلس"۔ دونوں نے بڑی طرح چونک کر پوچھا۔

"باس ٹھوکتی جن ایشیا یوں کو پکڑنے کے لئے گیا تھا۔ ان میں سے ایک جیب میں بیٹھ کر ریڈ کیبن سے کنٹرول کیبن کی طرف گیا ہے۔ وہ خود جیب چلا رہا تھا اور اکیلا تھا۔ میں نے ابھی طرح دیکھا ہے۔" چارلس نے ہانپتے ہوئے کہا۔

"اُدہ۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ واکر اور ٹیک وڈان لوگوں سے مل گئے ہیں یا پھر یہ ان لوگوں کے پہلے سے ساتھی ہیں۔ جیمز اور رابرٹ دونوں نے کہا۔

"تم زیر و سس آن کر دو۔ پہلے یہ کام کر دو تا کہ مین پوائنٹ بہ لحاظ سے محفوظ ہو سکے اس کے بعد جو ہو گا دیکھا جائے گا۔"

رابرٹ نے پچھتے ہوئے کہا اور جیمز سر ہلاتا ہوا دوبارہ مشین پر جھک گیا۔ اس کے ہاتھ پہلے سے زیادہ تیزی سے حرکت میں آگئے وہ بن آن کر نے کے ساتھ ساتھ مشینیں جس ایٹمک بیٹری سے منسلک تھی۔ اس کو بھی دوڑ کر ایڈجسٹ کرتا۔ اور پھر جیسے ہی مشین پر ایک سرخ رنگ کا بلب جلا جیمز کے چہرے پر اطمینان کے آثار نمایاں ہو گئے۔ اس نے جلدی سے مشین پر لگے ہوئے مختلف میٹر ز پر حرکت کرتی ہوئی لائنوں کو چیک کرنا شروع کر دیا۔

"اس کنٹرول کیبن کو زیر و سس سے باہر رکھنا۔ ورنہ سب کچھ بیکار ہو جائے گا۔" رابرٹ نے تیز لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ اب ایسا ہی کرنا ہے بلکہ ریڈ کیبن اور اس کے گرد کے علاقے کو بھی آف رکھنا ہے۔ بنی نے یہ لوگ کیا کھیل کھیل رہے ہیں۔" جیمز نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اور پھر اس نے جلدی سے دونوں ہاتھوں سے دو بڑے میٹر ز کے نیچے موجود نابالوں کو گھما نا شروع کر دیا۔ جب سوئیاں ایک جگہ پر اس کی نصب نشا ایڈجسٹ ہو گئیں تو اس نے نابالوں کو چھوڑ کر مشین کے نیچے موجود سرخ رنگ کے مینٹل کو ایک جھٹکے سے نیچے کیا اور دوسرے ٹکے سکرینوں پر سرخ رنگ کی ایک دیوار سی آسمان تک جاتی دکھائی دی۔ یہ دیوار مین پوائنٹ سے زیادہ سے زیادہ مین گز کے فاصلے پر نظر آ رہی تھی۔

"زیر و سس آن ہو گیا۔ اب مین پوائنٹ کے گرد چاروں

طرف میں میٹر کے فاصلے پر دیوار تلاء ہو گئی ہے جسے کسی صورت بھی عبور نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن یہ نظام زیادہ سے زیادہ پھتیس گھنٹے تک کام کر سکتا ہے۔ اس کے بعد نہیں"۔ — جمیز نے تکیچھٹتے ہوئے کہا۔

”لیکن اب ایک اور مسئلہ بھی تو بن گیا۔ ہم بھی تو زیر دسکس سے باہر نہیں نکل سکتے۔ پھر ان لوگوں کا خاتمہ کیسے ہو گا؟“

”ہمیں اسرائیل سے امداد مانگنی پڑے گی“۔ جین نے کہا۔

”لیکن وہ امداد کیسے آ سکتی ہے۔ میں کلومیٹر دو چاروں طرف آ رہی تھی دن بھر کم کام کر رہا ہے۔ جب تک وہ ختم نہ ہو تب تک اسرائیل سے بھی کوئی امداد اندر داخل نہیں ہو سکتی۔“ — رابرٹ نے جواب دیا۔

”اوہ - داقعی اس کا تو مجھے خیال نہیں رہا۔ پھر کیا کیا جائے“
جمیز نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

لیکن اس سے پہلے کہ کوئی اس کی بات کا جواب دیتا۔ ایک
سائڈ پیر موجود ٹرانسمیٹر ٹنڈیشین سے ٹوں ٹوں کی آوازیں نکلتی
گیں۔

"اوہ۔ کنٹرول کیبن سے کال کیا جا رہا ہے۔"۔۔۔ حمزہ نے
چونکتے ہوئے کہا۔

”یہ یقیناً وہی ایشیائی ہوگا۔ مجھے بات کرنے دی۔“ — رابرٹ

نے تیز لہجے میں کہا۔ اور اس ٹرانسمیٹر نمائشیں کی طرف دوڑ پڑا۔
جیمز اور چارلس بھی اس کے ساتھ بھاگا۔ جیمز نے جلدی ہے
اس کے مختلف بیٹن دبائے۔

"ہیلو ہیلو۔۔۔ بھونکی کا لنگ فرام کنٹرول آفس اوور"

یہ دبتے ہی مٹوٹھی کی آواز ٹرانسمیٹر سے برآمد ہوئی۔ اور ان تینوں کو یہ آواز سن کر یوں محسوس ہوا جیسے ان کے سروں پر بم پھٹ گئے ہوں۔ چارلس کہہ رہا ہے کہ مٹوٹھی ہلاک ہو چکا ہے۔ جب کہ مٹوٹھی کال کر رہا تھا۔ اس کا لہجہ اور آواز بالکل درست تھا۔ جمیز اور رابرٹ دونوں چونک کر چارلس کو دیکھنے لگے۔ اور چارلس کی آنکھیں حیرت سے پھلتی جا رہی تھیں۔

مؤقتی بار بار کال کر رہا تھا۔

"نہیں نہیں۔ یہ ٹھوکتی نہیں ہو سکتا۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے اس کی لاش دیکھی ہے۔ یہ وہی ایشیائی ہے۔ وہ ٹھوکتی کے بچے میں بات کر رہا ہے۔" — چارلس نے جبر ہی طرح پیچھے ہوتے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ ابھی معلوم ہو جاتا ہے۔“ — رابرٹ نے سر ملاتے ہوئے کہا۔ اور ڈائریکٹر کا بیٹن آن کر دیا۔

"نہیں۔ آپریشن روم میں پوائنٹنٹ۔ رابرٹ بول رہا ہوں ادد"۔
رابرٹ نے تیز لہجے میں کہا۔

”راہرٹ۔ یہ سکسین پر سرخ دیوار کیوں نظر آنے لگ گئی ہے
ادور۔“ — ٹھوکتی نے حیرت بھرے اچھے میں کہا۔

"یہ زیر دسکس ہے۔ آپ اپنی شناخت کرائیں۔ تب ہم آپ کو بتائیں گے کہ زیر دسکس کیوں آن کیا گیا ہے اور۔"

رابرٹ نے سخت ہلچے میں کہا۔

"کیا تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ جو مجھ سے شناخت مانگ رہے ہو۔ جلد ہی بتاؤ۔ یہ زیر دسکس کیوں آن کیا ہے۔ اسے فوراً ختم کر دو اور۔" ٹھوٹھی نے حلق کے بل چیختے ہوئے کہا۔

"سو ری باس۔ پہلے آپ اپنی شناخت کرائیں۔ پیشل کوڈ اور۔" رابرٹ نے سخت ہلچے میں کہا۔

"پیشل کوڈ۔ گو لڈن سینڈ پر اجیکٹ ٹھوٹھی اور۔" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"میں نے آپ کا پیشل کوڈ پوچھا ہے پر اجیکٹ کا نہیں اور۔" رابرٹ نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"آخر تمہیں ہو کیا گیا ہے۔ کچھ بہت بھی چلے اور۔" ٹھوٹھی نے بڑی طرح جھنجھلائے ہوئے ہلچے میں کہا۔

"آپ پیشل کوڈ بتائیں ورنہ ہم چارلس کی رپورٹ پر یقین کرنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ آپ اصل ٹھوٹھی نہیں ہیں بلکہ وہ ایشیائی ہیں جو ٹیک وڈ اور واکر کے ساتھ مل کر غدار رہے ہیں اور۔" رابرٹ نے جواب دیا۔

"تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا۔ احمق آدمی۔ زیر دسکس کو فوراً ختم کر دو۔ ورنہ سارے ریڈ میزائل بلاسٹ ہو جائیں گے۔ تم جانتے

ہو کہ زیر دسکس آن ہونے سے درجہ حرارت انتہائی حد تک بڑھ جاتا ہے اور ریڈ میزائل بلاسٹ ہو جانے کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور تم جانتے ہو کہ ایک بھی ریڈ میزائل بلاسٹ ہو گیا تو سارا صحرا ہی فضا میں اڑ جائے گا پر اجیکٹ سمیت اور۔" دوسری طرف سے ٹھوٹھی نے چیختے ہوئے کہا اور رابرٹ نے چونک کر جمیز کی طرف دیکھا۔

"میں جمیز بول رہا ہوں باس ٹھوٹھی۔ میں ساری بات واضح کر دوں۔ چارلس کنٹرول کیبن میں گیا۔ اس نے وہاں ٹھوٹھی کی لاش اپنی آنکھوں سے الماری کے پیچھے پڑی دیکھی جس کا جسم گولیوں سے چھلنی تھا۔ اس سے پہلے اس نے واکر اور ٹیک وڈ کو جیب میں بیٹھ کر ریڈ کیبن کی طرف جاتے دیکھا تھا۔ ٹھوٹھی کی لاش دیکھتے ہی وہ فوراً مین پوائنٹ پر آیا۔ اس نے رابرٹ سے بات کی اور رابرٹ میرے پاس آ گیا تاکہ مین پوائنٹ کی حفاظت کے لئے زیر دسکس آن کر دیا۔ اس دوران آپ کی یہ کال آئی۔ اب یا تو چارلس بھوٹ بول رہا ہے یا پھر آپ بھی ٹھوٹھی نہیں۔ ایسی صورت میں جب تک آپ اپنی پیشل شناخت نہ کرائیں گے ہم کیسے یقین کر سکتے ہیں کہ چارلس جھوٹا ہے۔ اور جہاں تک زیر دسکس آن ہونے سے ریڈ میزائل کے بلاسٹ ہونے کا خطرہ ہے میں اس خطرے کو سمجھتا ہوں۔ لیکن مجھے معلوم ہے کہ جو بیس گھنٹوں کے بعد یہ خطرہ لاحق ہو سکتا ہے اس سے پہلے نہیں اور۔" جمیز نے سپاٹ ہلچے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"چارلس بالکل احمق ہے۔ دن کو خواب دیکھتا ہے۔ کہاں ہے چارلس اس سے میری بات کراؤ اور"۔ دوسری طرف سے ٹھوٹھی نے بڑی طرح چیخے ہوئے کہا۔

"کیا بات ہے۔ میں چارلس بول رہا ہوں۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے ٹھوٹھی کی لاش دیکھی ہے۔ اور تمہیں جب چلا کر کنٹرول روم کی طرف جاتے دیکھا ہے اور"۔ چارلس نے پھاڑ کھانے والے لہجے میں کہا۔

"تم ایک نمبر احمق ہو چارلس۔ بالکل قطعی احمق۔ تم نے صرف شکل دیکھ کر سارے اندازے لگا لئے۔ جو لاش تم نے دیکھی ہے وہ اس ایشیائی کی ہے۔ میں نے اس پر اپنا میک اپ کر دیا تھا۔ اور خود اس کے میک اپ میں ریڈ کیبن میں گیا۔ تاکہ اس ایشیائی کے ساتھیوں سے اصل بات اگوائی جا سکے۔ وہ انتہائی خطرناک لوگ تھے۔ ان پر ہم نے تشدد کے سارے حربے استعمال کر دیئے لیکن انہوں نے زبان نہ کھولی۔ اس پر مجھے یہ چال چلنی پڑی۔ تب جبکہ میں ان سے خاص خاص باتیں اگوانے میں کامیاب ہوا۔ اور تم نے صرف شکل دیکھ کر بغیر تحقیق کے اتنا بڑا اقدام کر لیا اور"۔ ٹھوٹھی نے کمرخت لہجے میں جواب دیا اور اس کا اہجہ سن کر چارلس ایک بار پھر چونک پڑا۔ اس کی آنکھوں میں ایک لخت چمک اُٹھی۔ کیونکہ ٹھوٹھی کا اہجہ اس کے ساتھ بالکل افسردہ اور ماتحتوں جیسا تھا۔ حالانکہ ٹھوٹھی بہر حال اس کا بہنوئی بننے والا تھا۔ اور جب سے یہ منگنی ہوئی تھی۔ ٹھوٹھی

کا چارلس کے ساتھ پہلا اہجہ بالکل بدل چکا تھا۔ "اچھا۔ ٹھیک ہے۔ آپ مجھے بتائیں کہ آپ نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا۔ وہ کب پورا کر رہے ہیں اور"۔ چارلس نے چمک کر کہا۔

"احمق آدمی وہ بھی پورا ہو جائے گا۔ یہ وقت سے وعدہ یاد دلانے کا اور"۔ ٹھوٹھی نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

اور چارلس ہونٹ پھینچ کر خاموش ہو گیا۔ اب اُسے یقین ہو گیا تھا کہ ٹھوٹھی اصل ہے۔ کیونکہ اگر وہ نقلی ہوتا تو یقیناً ہی جواب دیتا کہ کیسا وعدہ۔ لیکن ٹھوٹھی نے جو جواب دیا تھا۔ اس سے ہی ظاہر ہوتا تھا۔ کہ ٹھوٹھی کو وعدے کے بارے میں علم ہے اور واقعی یہ وقت وعدے یاد دلانے کا نہ تھا۔

"ٹھیک ہے۔ آئی۔ ایم۔ سو ری اور"۔ چارلس نے اس بار مطمئن لہجے میں کہا۔ اور اُسے مطمئن دیکھ کر رابرٹ اور جیمز دونوں نے ہونٹ پھینچ لئے۔ ان کے چہروں پر بھی اب ایسے تاثرات ابھر آئے تھے جیسے ان سے بھی چارلس کی طرح جذباتی حاققت ہو گئی ہو۔

"باس ٹھوٹھی۔ آئی۔ ایم۔ سو ری۔ لیکن باس ٹیک وڈ کہاں ہے۔ ان سے میری بات کرائیں اور"۔ رابرٹ نے آگے بڑھ کر کہا۔

"ٹیک وڈ ریڈ کیبن میں ہے۔ اگر کہو تو میں اُسے وہاں سے

بلاؤں۔ تاکہ مہار اطمینان ہو جائے اور۔۔۔ ٹھوکتی نے پھاٹک کھانے والے ہجے میں کہا۔

"بالکل آپ ان سے میری بات کرائیں۔ بلکہ واکم سے بھی بات کرائیں۔ تب ہمارا مکمل اطمینان ہو جائے گا اور۔"

رابرٹ نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"اور۔ کے۔ ویٹ کم۔ د۔ میں فون پر انہیں کال کر کے بلاتا ہوں اور۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی ٹرانسمیٹر خاموش ہو گیا۔

"عجیب الجھن پیدا ہو گئی ہے۔۔۔ جینز نے کہا۔

"اگر باس ٹیک وڈ اور واکم بات کرتے ہیں تو پھر سب ٹیک ہے۔ باس ٹھوکتی بے حد عقلمند اور تیز طرار آدمی ہے۔ اس نے واقعی یہ حربہ اختیار کیا ہو گا کہ ان کے ساتھی کا ٹیک آپ کے ان سے راز انکوا لیا ہو گا۔" رابرٹ نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"ہیلو ہیلو۔ ٹھوکتی کا ٹنگ اور۔۔۔ ٹرانسمیٹر سے ایک بار پھر ٹھوکتی کی آواز سنائی دی۔

"یس رابرٹ ایڈنگ اور۔" رابرٹ نے کہا۔

"ٹیک وڈ اور واکم سے بات کم۔ وہ اہم کام میں اچھے ہوئے ہیں۔ اس لئے کنٹرول کیس تک فوراً نہیں آسکتے۔ فون کا ریسورس میں ٹرانسمیٹر کے ساتھ لگا دیتا ہوں۔ تاکہ تم بات چیت کے تسلی کر لو اور۔" ٹھوکتی نے کہا۔

"یس۔ بات کرائیں اور۔" رابرٹ نے جواب دیا "ہیلو۔ ٹیک وڈ سپیکنگ۔ کیا بات ہے رابرٹ۔ باس ٹھوکتی بتا رہے ہیں کہ تم ان کے ساتھ ساتھ ہم پر بھی ٹیک کر رہے ہو اور تم نے جینز کو کہہ کر زبردستی کس آن کر دیا ہے۔ کیا تم احمق ہو گئے ہو اور۔" ٹرانسمیٹر سے ہلکی آواز ابھری۔ یہ آواز بتا رہی تھی کہ بات کرنے والا فون پر بات کر رہا ہے۔

"باس بس غلط فہمی پیدا ہو گئی تھی۔ اب آپ کی آواز سن کر مجھے تسلی ہو گئی ہے اور۔" رابرٹ نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

کیونکہ وہ ٹیک وڈ کی آواز اور ہجے اچھی طرح سمجھتا تھا۔ ٹیک وڈ ہمیشہ اس طرح جذباتی اور جارحانہ انداز میں بات کرنے کا عادی تھا۔

"ٹانس۔ ایسی غلط فہمیاں بعض اوقات پورے پراجیکٹ کو لے ڈوبتی ہیں اور۔" دوسری طرف سے ٹیک وڈ نے غصے سے جواب دیا۔

"ہیلو۔ میں جینز بول رہا ہوں۔ واکم سے میری بات کرائیں۔ وہ میرا پیغام راج ہے۔ میری تسلی بھی ضروری ہے اور۔" اس بار جینز بول پڑا۔

"کیا مصیبت پیدا کر دی ہے تم لوگوں نے۔ ایک تو ہم دشمنوں سے منہ نہ رہے ہیں ایک تم لوگوں نے یہ کیا بکھڑا پیدا کر دیا ہے۔ بات کر واکم سے اور۔" ٹیک وڈ نے بڑی طرح جھنجھلاہٹے ہوئے ہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں معافی مانگ لوں گا۔ مگر میری بات ہونی ضروری ہے اودر"۔ جمیز نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"ہیلو جمیز"۔ میں داکر بول رہا ہوں۔ کیا تم سب کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ تمہیں کسی کی بات پر یقین نہیں آ رہا۔ جلتے ہو۔ باس ٹھوکتی چاہے تو تم تینوں کا کورٹ مارشل کر سکتا ہے اودر"۔ داکر کی آواز سنائی دی۔

"جناب سچ سن ہی ایسی بن گئی ہے۔ بہر حال ٹھیک ہے۔ اب میں زیر و سکس ختم کر دیتا ہوں اودر"۔ جمیز نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

داکر نے کورٹ مارشل کے الفاظ کہہ کر اس کی پوری تلی کہ اودی تھی۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ صرف داکر کو ہی علم ہے کہ اس پراجیکٹ میں سائنسدانوں کو پہلے سے مطلع کر دیا گیا تھا کہ ان کی طرف سے ہونے والی حاکت پرپیش ایجنسی ان کا کورٹ مارشل کر سکتی ہے۔ کیونکہ یہ سارا پراجیکٹ وزارت دفاع کے انڈر آتا ہے۔

"جلدی ختم کر دو"۔ میں نے باس ٹھوکتی سے کہہ دیا ہے کہ وہ تم لوگوں کے خلاف کوئی ایکشن نہ لے۔ اودر"۔ داکر نے جواب دیا۔

"یہیں سر۔ میں ختم کر رہا ہوں زیر و سکس نظام اودر"۔ جمیز نے کہا۔

"جلدی ختم کر دو۔ اور پھر مجھ سے بات کر دو۔ انتہائی سیریس مسئلہ ہے۔ جس کے لئے میں نے تمہیں کال کیا تھا اودر"۔ باس ٹھوکتی کی تیز اور واضح آواز سنائی دی۔ کیونکہ وہ فون کی بجائے براہ راست ٹرانسمیٹر سے بات کر رہا تھا۔

"یہیں سر اودر"۔ جمیز نے کہا اور پھر ٹھوکتی کی طرف سے اودر اینڈ آل کے الفاظ سنتے ہی اس نے ٹرانسمیٹر کا آف کر دیا۔ اور تیزی سے زیر و سکس آپریٹنگ مشین کی طرف بڑھ گیا۔

کے سامنے جس طرح مختلف ہلچے - اور اندازیں کبھی ٹرانسمیٹر سے ذرا پیچھے ہٹ کر اور کبھی آگے بڑھ کر باتیں کی تھیں - ان کے ذہن حیرت کی وجہ سے گھوم گئے تھے - کلتوم کے چہرے پر وہ واقعی ایسے آثار پیدا ہو گئے تھے جیسے اُسے کامل یقین ہو گیا ہو کہ عمران انسان ہی نہیں ہے بلکہ لازماً کوئی مافوق الفطرت ہستی ہے — کم از کم اس کے ذہن کے مطابق کوئی انسان اس طرح تیزی سے ہلچے اور آوازیں اور انداز نہیں بدل سکتا -

یہ فیاض کے چہرے پر بھی حیرت کے تاثرات موجود تھے - یہ تو جانتا تھا کہ عمران میں بے پناہ صلاحیتیں ہیں - لیکن کسی مشن میں عملی طور پر عمران کی کارکردگی اپنی آنکھوں سے دیکھنے کا اُسے ابی بار موقع ملا تھا — اور عمران نے جس طرح اس مشن میں اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا تھا اس نے واقعی عمران کی عزت کے دل میں اور زیادہ بڑھا دی تھی - جب کہ فواد کا واسطہ پہلی عمران سے پڑا تھا - وہ چونکہ طبری سیکرٹ سروس سے متعلق تھا — اس لئے وہ ایسے مشن پر کام کرنے کی تکنیک سمجھتا تھا - لیکن جن صلاحیتوں کا مظاہرہ عمران کر رہا تھا ایسی صلاحیتوں کو وہ خواب میں بھی نہ سوچ سکتا تھا - اس لئے اس کی نظروں میں عمران کے لئے بے پناہ عقیدت کے تاثرات ابھر آئے تھے -

"ان لوگوں سے نمٹنے کے لئے میرے گلے کی ساری گاریاں جی گھوم گھوم کر ٹوٹ گئی ہیں" — عمران نے سکین کو

عمران نے کی نظریں سکینوں پر جمی ہوئی تھیں جن پر سرخ رنگ کی دیوار سی چھائی ہوئی نظر آ رہی تھی اور اس سرخ رنگ کی دیوار کے علاوہ اور کچھ نظر نہ آتا تھا - کلتوم - فواد اور سوپر فیاض تینوں نے مین پوائنٹ کے گرد و سرخ رنگ کی دیوار پیدا ہوتے ہی خود اس کنٹرول کیبن کی طرف آگئے تھے - کیونکہ یہ سرخ رنگ کی دیوار جو زمین سے نکل کر آسمان تک بلند ہو گئی تھی نے انہیں حیران کر دیا تھا — اور انہیں دراصل خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ کہیں عمران کسی چکر میں نہ پھنس گیا ہو لیکن یہاں آکر جب انہوں نے عمران کو صحیح سلامت دیکھا تو انہیں تسلی ہو گئی - عمران نے انہیں اندر داخل ہوتے دیکھ کر ہونٹوں پر انگلی رکھ کر کہہ کر انہیں خاموش رہنے کے لئے کہا تھا - اس لئے وہ بالکل خاموش رہے — اور پھر عمران نے ان

دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"تم — تم آدمی نہیں ہو۔ انسان نہیں ہو" — کلثوم سب سے پہلے بول پڑی۔

"چلو ایک مسئلہ تو ختم ہوا۔ میں خواہ مخواہ انسانوں میں شادی کر کے کا سوچتا رہا۔ اب مجھے کوئی پری ڈھونڈھنی پڑے گی" — عمران نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔

اور فواد کے حلق سے بے اختیار تہمتہ نکل گیا۔ جب کہ کلثوم نے مسکرا کر منہ دوسری طرف کر لیا۔

"یہ زبردست کس ختم ہونے کے بعد کیا پروگرام ہے" فیاض نے کہا۔

"بتایا تو ہے۔ پری کی تلاش۔ بس اب تو یہی پروگرام رہ گیا ہے" — عمران نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔

عمران نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔

"پیریاں صحراؤں میں نہیں ہوتیں۔ پرستان میں ہوتی ہیں" کلثوم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جب پانی میں پری ہو سکتی ہے۔ تو صحرا میں کیوں نہیں ہو سکتی۔ واہ۔ کیا خوب صورت رنگ ہوں گے۔ ریت کی طرح سنہری اور پیلا رنگ" — عمران نے کہا۔ اور اس بار فواد بول پڑا۔

"پانی کی پری سے مطلب جل پری ہے تو وہ تو مچھلی ہوتی ہے" فواد نے کہا۔

"وہ مچھلی ہوتی ہے تو صحرا کی پری کسی ریت کے ٹیلے کی طرح

ہوتی ہوگی۔ بہر حال ہوگی تو پری۔ اب میں کیا کر سکتا ہوں۔ کلثوم جیسی پری تو ملنے سے رہی" — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور کلثوم ایک بار پھر شرما کر رہ گئی۔

اُسی لمحے مشین سے گونج سی پیدا ہوئی اور اس کے ساتھ ہی سکریں پر سے سرخ رنگ کی چادر ایک لحظہ غائب ہو گئی۔ اور اب میں پوائنٹ سکریں پر نظر آنے لگا۔ لیکن اب باہر موجود افراد میں سے کوئی نظر نہ آ رہا تھا۔ شاید وہ اندر چلے گئے تھے۔

"اب میری بات سن لو۔ ہم نے اب اس میں پوائنٹ پر قبضہ کرنا ہے۔ ریڈ میزائل باہر ہیں۔ اور یہ ابھی بات ہے کہ تمام لوگ اندر جا چکے ہیں۔ میں اکیلا اندر جاؤں گا۔ فواد اور فیاض تم دونوں نے ریڈ میزائل کی آرٹیں پوزیشنیں لے لینی ہیں تاکہ وہ لوگ ریڈ میزائل پر قبضہ نہ کر سکیں — ہو سکتا ہے وہ اچھوتی ریڈ میزائل ہی فائر کر دیں۔ اور کلثوم یہیں رہے گی" — عمران نے کہا۔

"نہیں۔ میں یہاں نہیں رہوں گی۔ میں تمہارے ساتھ جاؤں گی" — کلثوم نے فوراً ہی فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ عمران اس کی بات کا جواب دیتا۔ رائیسمیٹر بول پڑا۔ اور عمران نے انہیں خاموش رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے ٹرائیسمیٹر کا بٹن آن کر دیا۔

"ہیلو ہیلو — جیمز کا لنگ ادور" — جیمز کی آواز

سنائی دی۔

”یس ٹھوٹی اسٹریٹ فرام کنٹرول کیبن اور“۔ عمران نے ٹھوٹی کے لہجے میں کہا۔

”میں نے زیر و کس نظام ختم کر دیا ہے۔ کیا اب ہم سب دوبارہ اپنے کام شروع کر دیں جو ہم نے زیر و کس کی وجہ سے عارضی طور پر روک دیئے تھے اور“۔ دوسری طرف سے جیمز نے کہا۔

”ہاں۔ میں نے سکینوں پر چیک کر لیا ہے۔ لیکن کام بعد میں شروع ہوگا۔ پہلے ایک اہم مسئلہ سلجھانا ہے۔ جس کے لئے میں نے تمہیں پہلے بھی ٹرانسمیٹر پر کال کیا تھا اور“۔ عمران نے کہا۔

”جی فرمائیے اور“۔ جیمز نے جواب دیا۔

”ان ایشیائی اور مصری افراد سے ہمیں جو معلومات ملی ہیں۔ ان سے پتہ چلا ہے کہ اس مدفون مقبرے میں دراصل پاکیشٹانی حکومت بھی ایک خاص وجہ سے دلچسپی لے رہی ہے۔ اور اس مقصد کی خاطر یہ ایشیائی لوگ ڈاکٹر عمر ابدال کے پاس آئے تھے۔ اور پھر وہ لوگ ڈاکٹر عمر ابدال کی بیٹی اور ایک مقامی ماہر کو ساتھ لے کر اپنی جانوں پر کھیل کر یہاں تک پہنچ گئے۔ ان کا لیڈر عمران تو میرے ماتحتوں مارا جا چکا ہے۔ اور میں اس کے میک اپ میں ہوں۔ تاکہ ان لوگوں سے اصل بات اگلوائی جاسکے۔ جو کچھ اب تک معلوم ہوا ہے اس

سے پتہ چلتا ہے کہ اس مدفون مقبرے کے ارد گرد کے علاقے میں ڈسٹرٹم ایون ناٹ دھات کا بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ اس دھات کی موجودگی کا پتہ ایکرمیمیا کے ایک مخصوص سائنسی خلائی سیارے نے لگایا تھا۔ لیکن اس ریسوننگ سنٹر میں جہاں یہ معلومات سیارے سے بھیجی جاتی ہیں ایک پاکیشٹانی سائنسدان عارف بھی کام کرنا تھا۔ عارف نے وہ معلومات غائب کر لیں اور انہیں خفیہ طور پر پاکیشٹا بھجوا دیا۔ کیونکہ ڈسٹرٹم ایون ناٹ نامی دھات انتہائی نایاب دھات ہے۔ اور ایکرمیمیا۔ روسیہ اور ہمارے ملک اسرائیل سمیت شوکران بھی اس دھات کی تلاش میں پوری دنیا میں مگر کہاں ہیں۔ اس دھات کی معمولی سی مقدار سے ڈسٹرٹم ہم بنایا جاسکتا ہے۔ اور ایک ڈسٹرٹم ہم میں اتنی طاقت ہوگی۔ کہ ایک ڈسٹرٹم ہم کسی بھی ملک کو مکمل طور پر تباہ کر سکتا ہے۔ اور اگر اس دھات کا اتنا بڑا ذخیرہ مل جائے جتنا یہ لوگ بتا رہے ہیں تو پھر یوں سمجھو کہ اسرائیل پوری دنیا کی دفاعی طاقت سے بھی ہزاروں گنا زیادہ طاقتور بن سکتا ہے۔ اور اس کے بعد اسرائیل کا یہ خواب کہ یہودیوں کی عظیم ترین سلطنت پوری دنیا پر قائم کی جاسکے اور پوری دنیا کے مسلمانوں کا خاتمہ کر دیا جائے صحیح معنوں میں شرمندہ تعبیر ہو سکتا ہے۔ میں نے تمہیں کال کرنے سے پہلے ایس۔ ون سے بات کی تھی۔ ایس۔ ون نے فوراً اسرائیل کے اعلیٰ ترین

حکام سے بات کی اور فوری طور پر یہ طے کیا گیا ہے کہ گولڈن سینڈ پر اجیکٹ سے اس دھات کے ذخیرے کی تلاش کہیں زیادہ اہم ہے۔ چنانچہ مجھے حکم دیا گیا کہ میں سب سے پہلے ان لوگوں کی مدد سے اس ذخیرے تک پہنچوں اور پھر اس ذخیرے پر قبضہ کر لینے کے بعد ان کا خاتمہ کر دیا جائے۔ اس کے بعد اسرائیل سے خصوصی ماہرین اور سائنسدان بھیجے جائیں گے جو خفیہ طور پر اس ذخیرے کو اسرائیل منتقل کریں گے۔ اور جب تمام ذخیرہ منتقل ہو جائے گا تب گولڈن سینڈ پر اجیکٹ پر کام کیا جائے گا۔ چنانچہ اس حکم کے ملتے ہی میں نے ایک پلاننگ کی ہے۔ ان لوگوں سے جو کاغذات ملے ہیں ان پر ریڈیکس میں واکر اور ٹیک وڈ کام کر رہے ہیں تاکہ اس ذخیرے کا سراغ لگایا جاسکے لیکن یہ کاغذات کسی مخصوص کوڈ میں ہیں۔ چنانچہ میں نے ان کے لیڈ عمران کاروب دھارہ کہ انہیں یقین دلایا ہے کہ میں نے بطور عمران بہت بڑا لالچ دے کر ٹھوکتی کو گناٹھ لیا ہے۔ اور ٹھوکتی ان سے تعاون کرنے پر تیار ہے کیونکہ ان میں ایک شخص جس کا نام فیاض ہے اور جسے ایٹمی جنس کا سپرنٹنڈنٹ ظاہر کیا ہے۔ وہ اصل وہی سائنسدان عارف ہے۔ جس نے یہ معلومات ایکرمیمیا سے چرا کر پاکیشیا بھیجی تھیں اور دوسرے اس ان ایشیائیوں کو لے کر مین پوائنٹ میں جاؤں گا۔ اور آدمی فواد صحرائی علم کا بہت بڑا ماہر ہے۔ اس فواد کا آئیڈیا ہے کہ اس ذخیرے کا راستہ اس مدفون مقبرے سے ملے گا۔ اور اس نے گھما پھر کر ایک نئی کہانی گھڑ کر انہیں

سنادی۔ اُسے خود احساس تھا کہ اس کی اس کہانی میں بے پناہ جھول ہیں۔ لیکن وہ پہلے رابرٹ - چارلس اور جیمز کو ٹریٹ کر چکا تھا اس لئے اُسے ان کی ذہنی حیثیت کا علم ہو گیا تھا اُسے یقین تھا کہ یہ لوگ اس قدر ذہین نہیں ہیں کہ اس کہانی کی خامیوں کو فوری طور پر تلاش کر سکیں۔

"اوہ - لیکن باس ہو سکتا ہے یہ ایشیائی اندر جا کر پراجیکٹ کے خلاف کوئی ایکشن لے لیں اور"۔ جیمز نے کہا۔
 "اوہ - تم مجھے - ایس - ون ڈاکر اور ٹیک وڈ سب کو احمق سمجھتے ہو۔ اس لئے تو میں ان کے لیڈر کے روپ میں ان کے ساتھ جاؤں گا اور"۔ عمران نے پھاڑ کھانے والے لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔ ٹھیک ہے۔۔۔ بس مجھے ایسے ہی خیال آ گیا تھا۔ پھر سہم سب باہر آجائیں اور"۔ جیمز نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ تم سب ایک ایک کر کے مین پوائنٹ سے نکلو اور شمال سے گھوم کر ریڈ کیبن کی طرف چلے جاؤ۔ ٹیک وڈ اور ڈاکر دونوں دہاں موجود ہیں۔ بس یہ خیال رہے کہ اندر کوئی آدمی باقی نہ رہے۔ جب تم سب یہاں سے نکل کر شمال کی طرف گھوم جاؤ گے تو میں ان لوگوں کو ساتھ لے کر مین پوائنٹ میں داخل ہو جاؤں گا۔ میں اس دوران انہیں ریڈ کیبن سے ساتھ لے لوں گا۔ تم سب نے زیادہ سے زیادہ دس منٹ کے

اندر مین پوائنٹ چھوڑ دینا ہے۔ پہلے ہی بہت وقت ضائع ہو گیا ہے۔ اور رات پڑنے والی ہے۔ اگر رات بڑھ گئی تو پھر دسک بڑھ جائے گا۔ یہ لوگ کسی بھی وقت چوکنہ ہو سکتے ہیں اور"۔ عمران نے کہا۔

"یس۔ اور"۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔
 اور عمران نے اور اینڈ آف کہہ کر ٹرانسمیٹر آف کیا اور ایک طویل سانس لے کر پیشانی پر آیا ہوا پسینہ پونچھنے لگا۔ اس نے واقعی ایک خوف ناک مشن کو صرف اپنی ذہانت سے بغیر انگلی ہلانے کنٹرول کر لیا تھا۔۔۔ ورنہ اگر ان سے مقابلہ کرنا پڑ جاتا تو ریڈ میزائل اور انتہائی حساس مشینری کی وجہ سے بڑا مسئلہ پیدا ہو سکتا تھا۔۔۔ اس کے ساتھ عمران کے ذہن میں سب سے بڑا ایذا بلم اس ریت کی مصنوعی سرنگ کا تھا۔ معمولی سی گڑبڑ سے یہ سرنگ بیٹھ سکتی تھی۔ اور ظاہر ہے پھر وہ لوگ ٹنوں۔ ریت کے نیچے دب کر ختم ہو جاتے۔
 "کمال ہے۔۔۔ واقعی کمال ہے"۔ فیاض نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"خالی کمال ہے کمال ہے کہ نے سے کچھ نہیں ہوگا۔ تمہیں فوراً ریڈ کیبن سے ہو کر شمال کی طرف سے آنے والے راستے پر مورچہ بند ہونا پڑے گا۔ ریڈ کیبن میں بے پناہ جدید اسلحہ موجود ہے۔ تم یہ اسلحہ لے لینا اور اس کے بعد تمہارا

پر جھک گیا۔ اور اس نے اُسے باقاعدہ آپریٹ کرنا شروع کر دیا۔ کیونکہ وہ اب اچھی طرح اس کی تکنیک اور ماہیت کو سمجھ گیا تھا۔

ابھی وہ مشین کو آپریٹ کر ہی رہا تھا کہ باس بڑا ہوا ٹرانسمیٹر ایک لخت جاگ اٹھا اور عمران چونک پڑا۔ لیکن جب اس نے اس کا فریکوئنسی میٹر دیکھا تو وہ تبدیل ہو چکا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ کال جمیز یا اس کے ساتھیوں کی طرف سے نہیں ہے۔ عمران نے ہاتھ بڑھا کر ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

"ہیلو ہیلو۔۔۔ ایس۔ دن کا لنک ڈاکٹر فرام ایس۔ ایجنسی ہیڈ کوارٹر اور۔۔۔" ٹرانسمیٹر آن ہوتے ہی ایک بھاری اور کھٹ آواز سنائی دی۔

"ایس۔۔۔ ڈاکٹر اسٹیننگ اور۔۔۔" عمران نے فوراً ہی ڈاکٹر کی آواز اور ہلچے میں جواب دیا۔

"تم نے اتنی دیر کال کیوں نہیں کی۔ تمہیں معلوم ہے کہ مجھے کس قدر بے چینی اور پریشانی کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ میں نے خود کال کرنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن تمہاری طرف سے کال کا جواب نہیں دیا گیا جس سے میں زیادہ پریشان ہو گیا تھا۔ کیا رپورٹ ہے عمران اور اس کے ساتھیوں کی اور۔۔۔" ایس۔ دن نے پھاڑ کھانے والے ہلچے میں

کہا۔ اور عمران کے لبوں پر مسکراہٹ رہینگئی۔

"سر۔۔۔ وہ سب ختم ہو گئے ہیں۔ میں نے اور ٹیک ڈوڈ نے

کام ان سب کا مکمل خاتمہ ہے۔ مجھے اس کنٹرول روم میں رہنا ہوگا۔ کیونکہ ہو سکتا ہے ان میں سے کوئی شمال کی طرف جانے کی بجائے کنٹرول روم کی طرف آئے۔ جب یہ سب مین پوائنٹ سے نکل کر شمال کی طرف گھوم جائیں گے تو میں کلثوم یہاں سے نکل کر مین پوائنٹ کی طرف سے ہو کر ان کے عقب میں آجائیں گے۔ اور پھر ان سب کے خاتمے کے ساتھ ہی ہمارا مشن بھی مکمل ہو جائے گا۔ جلدی کرو۔ ان کے نکلنے سے پہلے جیپ لے کر مین پوائنٹ پر اس کر جاؤ۔ جلدی۔ اور سنو۔ ذرا سی طاقت نہ ہو۔ ان میں سے کوئی زندہ نہ بچ سکے۔ فواد۔ تم اس مشن کے اپنا راج ہو گے۔ جلدی جاؤ۔ بھاگو۔" عمران نے تیز ہلچے میں کہا۔

اور فواد اور فیاض سر ہلاتے ہوئے بیرونی دروازے کی طرف دوڑ پڑے۔ اور پھر جیپ سٹارٹ ہونے کی آواز سنائی دی اور دور ہوتی چلی گئی۔

ان دونوں کے جانے کے بعد عمران کلثوم سے مخاطب

ہوا۔

"تم کیبن سے باہر نکل کر اس کی سائیڈ میں ہو کر مین پوائنٹ کو چیک کر دو۔ اگر کوئی ادھر آتا دکھائی دے تو مجھے اطلاع دینا۔ میں یہاں مشین کے ذریعے یہ چیک کروں گا کہ کوئی آدمی اندر تو نہیں رہ جاتا۔" عمران نے کلثوم سے کہا۔ اور کلثوم سر ہلاتی ہوئی کیبن سے باہر چلی گئی جب کہ عمران مشین

ریڈ کیبن میں جا کر اپنے ہاتھوں سے ان کے بندھے ہوئے جسموں کو گولیوں سے چھلنی کر دیا ہے۔ خاص طور پر اس عمران کے جسم کا تو ایک انچ بھی ایسا نہیں چھوڑا جس میں گولی نہ ماری گئی ہو۔ جناب بس میں وہاں تھا سر۔ اس لئے کال اٹنڈ نہ کر سکا تھا اور۔۔۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

"لیکن تم نے مجھے رپورٹ کیوں نہیں دی اور۔"

ایس۔ون نے کہا۔
 "اور اصل جناب ٹھوٹھی کی موت نے نیا مسئلہ کھڑا کر دیا تھا۔ مین پوائنٹ پر موجود جمیز نے یہ سمجھا کہ میں اور ٹیک وڈ غدار ہو گئے ہیں اس لئے ہم نے مل کر ٹھوٹھی کو مار ڈالا ہے۔ اس نے زید و سکس مین پوائنٹ کے گرد قائم کر دیا۔ بڑی مشکل سے اُسے سادھی بات سمجھائی تب اس نے یہ سرکل ختم کیا۔ اس جگہ میں پھنسنے کی وجہ سے میں کال نہ کر سکا باس اور۔"

عمران نے جواب دیا۔

"اوہ۔ تو یہ بات ہے اس لئے دیر ہو گئی۔ عمران کی لاش تو موجود ہو گئی اور۔۔۔۔۔ ایس۔ون نے مطمئن ہوجے میں کہا۔"

"یہ سر موجود ہے۔ لیکن گولیوں سے مکمل طور پر چھلنی ہو چکی ہے اور۔۔۔۔۔ عمران نے منہ بنا تے ہوئے جواب دیا۔"

"کوئی بات نہیں۔ یہ چھلنی لاش اسرائیل کے لئے انتہائی اہم ہے۔ اس شخص نے اسرائیل کو اتنا نقصان پہنچایا ہے کہ

ناید ساری دنیا کے مسلمان مل کر بھی اتنا نقصان نہ پہنچا سکتے۔ اور پورے اسرائیلی حکومت کو یہ خطرہ لاحق تھا کہ کہیں یہ شخص اپنے ساتھیوں سمیت ایک بار پھر فلسطینیوں کی حمایت میں لبنان نہ پہنچ جائے۔ کیونکہ اسرائیلی حکومت نے لبنان و بیروت کا مسئلہ ہمیشہ کے لئے ختم کرنے کے لئے وہاں مستقل نوعیت کی پلاننگ شروع کی ہوئی ہے۔ جب یہ پلاننگ مکمل ہو جائے گی تو پھر اس سارے علاقے کو اسرائیل میں مستقل طور پر شامل کر لیا جائے گا۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ فیصلہ بھی اعلیٰ سطح پر ہو چکا ہے کہ۔۔۔۔۔ صحرائے سینا اور لبنان کے سارے علاقوں میں ایسا قتل عام کیا جائے کہ وہاں ایک بھی مسلمان باقی نہ رہ سکے۔ اس لئے تو یہاں گولڈن سینڈ پراجیکٹ قائم کیا جا رہا تھا۔ کہ اگر اس قتل عام کے خلاف مسلمانوں نے کوئی جوابی ایکشن لیا تو یہاں سے ریڈ میزائل فائر کر کے پورے عالم اسلام کو تباہ و برباد کر دیا جائے گا۔ اور خاص طور پر مسلمانوں کے سب سے اہم مقامات جو کہ خاصی تعداد میں ہیں کا یہاں سے آسانی سے ٹارگٹ لیا جاسکتا ہے۔ اس لئے اس پراجیکٹ کو بے پناہ اہمیت دی گئی ہے۔ لیکن اب عمران کے خاتمے کے بعد یہودیوں کے لئے بہت بڑا خطرہ ختم ہو گیا ہے۔ اسرائیلی اعلیٰ حکام اس عمران سے بے حد خوفزدہ ہیں۔ اس لئے اس کی موت کا یقین انہیں اُسی وقت

ہو سکتا ہے جب اس کی لاش ان کے سامنے رکھی جائے گی۔
چنانچہ تم اس لاش کو محفوظ کر کے پیک کر دو اور مدفون
مقبرے کے سامان کے ساتھ ہی اس لاش کو بھی بھجوا دینا۔
اسرائیل کے لئے یہ سب سے قیمتی خزانہ ہے اور۔
ایس۔ ون نے مسرت بھرے لہجے میں پورے تقریر کر ڈالی
لیکن عمران کی پیشانی پر تنکوں کا جال سا پھیلتا چلا گیا۔
"ایس۔ ون اور۔" عمران نے ہونٹ بھینچتے ہوئے
کہا۔

"اد۔ کے۔ اور تم فکر نہ کرو۔ عمران کے خاتمے کا کارنامہ
چونکہ تمہارے ہاتھوں میں زندہ ہوا ہے۔ اس لئے تمہیں اس
کا پورا پورا صلہ دیا جائے گا اور اینڈ آل۔" ایس۔ ون
نے کہا اور ٹرانسمیٹر خاموش ہو گیا۔

"تم فکر نہ کرو ایس۔ ون۔ عمران اس وقت تک نہیں مرے
گا جب تک وہ اسرائیل کو ہمیشہ کے لئے صفحہ ہستی سے نہ
نہم کر دے۔ اچھا ہوا تم نے ایک اہم ترین راز بتا دیا۔
اب میں دیکھوں گا کہ اسرائیل کیسے لبنان کو اپنے اندر شامل
کرتا ہے۔ میں تمہاری ساری پلاننگ کی اینٹ سے
اینٹ بجاکر رکھ دوں گا۔ میں تمہارا ابھی عبرت ناک حشر کر دوں گا۔
کہ تم صدیوں اپنے زخم چاٹتے رہو۔ تمہاری نظریں مجھے
اہم ترین مقامات پر لگی ہوئی ہیں۔ میں تمہاری آنکھیں
ہی پھوڑ دوں گا تاکہ تم اپنی غلط نظریں بھی ان مقامات پر نہ

ڈال سکو۔" عمران نے انتہائی جذباتی انداز میں بڑبڑاتے
ہوئے کہا۔

"کس سے باتیں کر رہے ہو۔" اچانک پیچھے سے
کلتھوم کی آواز سنائی دی۔

اور عمران تیزی سے گھوم گیا۔ اس پر واقعی ایسی جذباتی
کیفیت طاری ہو گئی تھی کہ اُسے کلتھوم کے اندر آنے کی
آہٹ تک محسوس نہ ہوئی تھی۔

"باتیں سننے والی تو کوئی ملتی ہی نہیں ہے۔ اس لئے اب
مجبوراً خود ہی بولتا ہوں اور خود ہی سنتا ہوں۔" عمران نے
فورا ہی اپنے آپ کو سنبھال کر مسکراتے ہوئے کہا۔
"اب مل جائے گی۔ یہاں سے تو واپس چلو۔ اور سنو۔
وہ سب افراد مین پوائنٹ سے باہر نکل کر اکٹھے ہوئے۔

اور پھر اکٹھے ہی شمال کی طرف جا رہے ہیں۔ ان کی تعداد ایکس
بائییس ہے۔" کلتھوم نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس
کا چہرہ البتہ تاراج تھا کہ وہ دل ہی دل میں کوئی بڑا فیصلہ کر
چکی ہے۔

"ادہ۔ اتنی بڑی بارہات۔ ارے میں تو غریب آدمی ہوں۔
اتنی بڑی بارہات کو تو کھانا بھی نہ کھلا سکوں گا۔ آؤ اسے کم کریں۔
خواہ مخواہ کے خرچے کا کیا فائدہ۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ فضول
خرچ شیطان کے دوست ہوتے ہیں۔" عمران نے
کہا۔ اور پھر ایک طرف پڑی مشین گن۔ اٹھا کہ وہ تیزی سے

بیرونی دروازے کی طرف لپک گیا۔



ٹرانسویٹر آف کہ کے جیمز نے رابرٹ اور چارلس کو پوری تفصیل بتائی۔ اور ان دونوں نے سر ہلا دیئے۔
 "ٹھیک ہے۔ اگر یہ ذخیرہ واقعی اسرائیل کو مل جاتا ہے تو اسرائیل دنیا کی سب سے بڑی طاقت بن جائے گا"
 چارلس اور رابرٹ نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔
 "ہاں۔ اور اسرائیل کے لئے تو ہماری جانیں وقف ہیں۔
 لیکن میں اس اہم ترین پراجیکٹ کو بالکل کھلا بھی نہیں چھوڑ سکتا۔
 یہ ٹھیک ہے کہ باس ٹھوکتی میٹک اپ میں ان کے ہمراہ ہو گا۔ لیکن غلطی باس ٹھوکتی سے بھی تو ہو سکتی ہے"
 جیمز نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد کہا۔
 "کیا مطلب۔ کیا تمہیں باس ٹھوکتی پر اعتماد نہیں

ہے۔" چارلس اور رابرٹ دونوں نے چونک کر پوچھا۔
 "بالکل ہے۔ قطعی ہے۔ لیکن یہ پراجیکٹ بھی اسرائیل کا
 اہم ترین پراجیکٹ ہے۔ اور اس کے مکمل آپریشن کا انچارج
 ہوں۔ باس ٹھوکتی جنرل انچارج ہے۔ اس لئے اس کی
 مکمل حفاظت بھی میرے ذمہ ہے۔ اس لئے تم سب
 ادا کو اکٹھا کرو۔ میں اس دوران اس پراجیکٹ کی حفاظت
 انتظام کروں۔ پھر ہم سب اکٹھے ریڈ کیبن کی طرف چل پڑیں
 گے۔" جیمز نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔" چارلس اور رابرٹ نے کہا۔ اور
 ہی سے آپریشن روم سے باہر نکل گئے۔
 ان کے باہر جاتے ہی جیمز ایک الماری کی طرف بڑھا۔
 اس نے الماری کا ایک خفیہ خانہ کھولا اور اس میں سے ایک
 چھوٹا سا ڈبہ نکالا۔ اس
 ڈبے کے اوپر چار چھوٹے چھوٹے میٹر نظر آ رہے تھے۔ ان
 میٹروں کے نیچے ناہین تھیں اور درمیان میں ایک سرخ رنگ کا
 بیٹن تھا۔ جیمز نے ایک سائیڈ پر موجود ایک بڑی سی بیٹری
 کے پچلے حصے میں ہاتھ ڈال کر اس کا ایک خانہ کھولا۔ اور پھر
 اس نے ڈبے پر لگے ہوئے میٹروں کو ناہین گھما کر ایڈجسٹ
 کرنا شروع کر دیں۔ جب چاروں میٹر ایڈجسٹ ہو گئے تو اس
 نے سرخ رنگ کا بیٹن دبایا تو ڈبے پر نظر آنے والے میٹروں
 پر سرخ اور نیلے رنگ کی سوئیاں ایک دوسرے کو کر اس

کرتی ہوئیں مخصوص ہندسوں پر رک گئیں۔ جیمز نے مسکراتے ہوئے ڈبہ ایٹمک بیٹری کے اس چھوٹے سے خانے میں بڑی احتیاط سے رکھا اور پھر اس ڈبے کے ساتھ منسلک بائیک سی تار جس کے سرے پر ایک باریک سا کپ تھا۔ اس خانے کے اندر موجود ایک ہب کے ساتھ کھپ کر دیا۔ اور خانہ بند کر کے وہ ایک طویل سانس لیتا ہوا میز پر رکھی مشین کے سامنے پہنچ گیا۔ اس نے اس کے مختلف بٹن دبائے شروع کر دیتے۔ چند لمحوں تک وہ اُس سے چپک کر تار رہا پھر اس نے مشین آف کر دی۔ اور بلے بلے قدم لیتا دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ اس نے اندر مدفون مقبرے کے ہال پر ایک نظر ڈالی اور ہونٹ بھیجتا ہوا دایس مرٹا اور پھر دایس سے گزرتا ہوا آگے بڑھتا گیا۔ مین گیٹ کے باہر اُسے مین پوائنٹ پر کام کرنے والے سب افراد اکٹھے کھڑے نظر آئے۔ وہ سب آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ اور ظاہر ہے یہ ہر بصرہ ہی بات تھی کہ انہیں کیوں اس طرح نکال کر بھیجا جا رہا ہے۔ ان کی تعداد بائیس تھی۔

”آؤ اب چلیں“ جیمز نے باہر نکلتے ہی کہا۔
 ”آپ نے اپنا کام مکمل کر لیا“ دایس نے پوچھا۔
 ”ہاں۔ اب گولڈن سینڈ پر ایکٹ مکمل طور پر محفوظ ہے“ جیمز نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

اور اس کی بات سن کر دایس اور چارلس کے ساتھ ساتھ

جیمز۔ دایس اور چارلس تینوں آپس میں باتیں کرتے ہوئے دایس طرف چل رہے تھے کہ شائیں کی تیز آواز سے جیمز بکھن پھلا اور دوسرے لمحے کسی جنگلی خوکوش کی طرح اسے پھلانگ کھائی۔ اور بالکل اس طرح ریت کے ایک گڑھے میں جا گرا۔ جیسے اس نے اس گڑھے میں گرنے کے لئے پہلے سے یہ ہرسل کر رکھی ہو۔ اس نے اوپر آسمان کی طرف دیکھنے کی کوشش ہی نہ کی تھی۔ جیسے ہی وہ گڑھے میں گرا۔ اس کے کانوں میں خوف ناک دھماکے کے ساتھ انسانی چیخوں کی سیلاب سا ٹکرایا۔ اور پھر اس کے اوپر ریت اس

طرح کرنے لگی جیسے وہ کسی ریت کی بے پناہ آبشار کے نیچے آگیا ہو۔ چند لمحوں میں اس کے حواس اس کا ساتھ چھوڑ گئے۔

پھر نجانے کس وقت تک وہ اس طرح ریت کے نیچے دبا ہوا پڑا رہا۔ کہ اچانک جیسے اس کے سینے میں دھماکہ سا ہوا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس کے منہ میں ریت بھر گئی۔ لیکن ریت بھرتے ہی اس کے سارے جسم میں درد کی تیز لہریں سی دوڑنے لگیں۔ اس نے ایک جھٹکے سے آنکھیں کھولیں لیکن آنکھیں کھولتے ہی اُسے محسوس ہوا جیسے اس کی آنکھوں میں کسی نے سرخ پسی ہوئی مریچیں ٹنوں کے حساب سے ڈال دی ہوں۔ اور اس کے ساتھ ہی اس کا ذہن پوری طرح بیدار ہو گیا۔ اس کے دماغ میں شائیں کی تیز آواز کے ساتھ ہی خوف ناک دھماکہ اور انسان پھیلنے کی بازگشت سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی اس کا جسم تیزی سے حرکت میں آگیا۔ اُس کے ذہن نے فوراً ہی یہ نتیجہ نکال لیا تھا کہ وہ ریت میں دب چکا ہے۔ اور چونکہ یہاں آنے سے پہلے انہیں ریت میں دھنسنے کی صورت میں نکلنے کے لئے باقاعدہ تربیت دی گئی تھی اس لئے وہ اپنے جسم کو مخصوص انداز میں حرکت دیتا ہوا چند لمحوں میں ہی سطح پر آگیا۔ لیکن لاشعوری کوشش کے بعد جب وہ کھلی ہوا میں پہنچا تو ایک بار پھر اس کے ذہن پر تاریک پردہ سا کھینٹا گیا۔ ایسا دراصل

سانس بند ہونے کے بعد پوری قوت سے باہر آکر اس نے سانس لیا تو اس کا ذہن وقتی طور پر تاریک ہو گیا۔ لیکن ایسا صرف چند لمحوں کے لئے ہوا۔ اس کے بعد اُسے دوبارہ ہوش آگیا۔ اور اب اس کا شعور پوری طرح بیدار ہو گیا۔ منہ اور ناک میں ریت بھری ہونے کی وجہ سے ہوش میں آتے ہی اُسے چھینکیں آنی شروع ہو گئیں اور وہ مسلسل چھینکتا رہا۔ اس کی آنکھوں سے بھی پانی کی دھاریں سی بہہ نکلی تھیں۔ جب مسلسل چھینکنے کے بعد اس کے منہ اور ناک سے کافی مقدار میں ریت نکل گئی تو اس نے ریت پر تھوکتا شروع کر دیا۔ اور پھر ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھا۔ دوسرے لمحے اس کی آنکھیں خوف سے پھلتی گئیں۔ کیونکہ اس کے سامنے ریت پر اس کے ساتھیوں کے کھٹے پھٹے اعضا اور لاشیں بکھری ہوئی تھیں۔ اور جہیز نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔ اور اب اُسے خیال آ رہا تھا کہ ٹیڈن راکٹ کی مخصوص آواز سے اگر اس کا ذہن پوری طرح واقف نہ ہوتا تو یقیناً وہ بھی اوپر دیکھنے میں وقت ضائع کرتا اور نتیجہ یہی نکلتا کہ اس وقت اس کی لاش بھی یہاں اسی حالت میں پڑی ہوئی نظر آتی۔ وہ چند لمحے ہونٹ بھینچ اپنے ساتھیوں کی لاشیں دیکھتا رہا۔ اور پھر ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے دل میں خوف ناک ابال سا آگیا تھا۔ انتقامی جذبے کا ابال۔ جیسے وہ اپنے ساتھیوں کا انتقام لینے کے لئے پورے

ہلٹا تو کھینٹ ٹھٹھک کر رک گیا۔ مین پوائنٹ کے سامنے باس ٹوکھی کا خصوصی ہیلی کاپٹر موجود تھا۔ اور اس کے پتکھے تیزی سے چل رہے تھے دوسرے لمحے وہ ہوا میں اٹھتا چلا گیا۔ جیمز ریت کے ٹیلے کی اوٹ میں ہو گیا۔ ہیلی کاپٹر کافی ہلندی پر پہنچا اور پھر تیزی سے اس طرف کو بڑھنے لگا جدھر آہی تھریٹ دن بیم سرکل کا آپریشن روم موجود تھا اور جیمز نے سر ہلا دیا چند لمحوں بعد جب ہیلی کاپٹر اس کی نظروں سے غائب ہو گیا تو وہ تیزی سے اٹھا اور بجائے مین پوائنٹ کی طرف بڑھنے کے کنٹرول کیبن کی طرف دوڑتا گیا۔ وہ اس وقت واقعی کسی تربیت یافتہ سیکرٹ ایجنٹ کی طرح دوڑ رہا تھا انتہائی چوکے اور محتاط انداز میں۔

بھٹوڑی دیر بعد وہ کنٹرول کیبن کی سائیڈ میں پہنچ کر رک گیا۔ اس نے اس کے کھلے دروازے میں سے اندر جھانکا۔ اندر

کوئی موجود نہ تھا۔ وہ اچھل کر کنٹرول کیبن میں داخل ہوا اور پھر اس نے بجلی کی سی تیزی سے میز پر رکھی ہوئی مشین آن کر فی شروع کر دی۔ مشین کی سکریں پر منظر ابھر آئے اور پھر ایک سکریں کو دیکھتے ہی وہ مسکرا دیا۔ یہ اس کا وہی آپریشن روم تھا۔

جس میں اٹیمک بیڑیاں موجود تھیں۔ یہاں ددمر دا اور ایک عورت کھڑے ہوئے تھے۔ اس نے جلدی سے مشین کے کچھ اور بٹن آپریٹ کئے تو مشین سے آوازیں بھی نکلنے لگیں۔

"بڑا مزہ آئے گا جب ڈیڈ می یہاں پہنچ کر یہ سب کچھ دیکھیں گے ان کے تو خواب و خیال میں بھی نہ ہو گا کہ یہاں ایسے خونخوار منصوبے پر کام ہو رہا ہے۔ لیکن ایک بات سمجھ میں نہیں آئی عمران کو خود

سرحد پر جانے کی کیا ضرورت تھی۔ وہ یہیں سے ڈیڈ می کو ٹرانسمیٹر پر کال کر لیتا۔" اس عورت کی آواز سنائی دی۔

"تم یہ باتیں نہیں سمجھ سکتیں کلثوم۔ ہو سکتا ہے یہاں کا ٹرانسمیٹر کہیں کچھ ہو رہا ہو۔ ادھر ہم کال کریں ادھر اسرائیل کو اطلاع مل جائے اور نتیجہ یہ ہو گا کہ مصر سے تو آدمی بعد میں پہنچیں گے۔ البتہ اسرائیل سے تباہی کا سامان پہلے پہنچ جائے گا۔ اور دوسری

بات یہ ہے کہ ٹرانسمیٹر فریکوئنسی ہی معلوم نہیں ہے۔ جس پر تمہارے ڈیڈ می کو کال کیا جائے۔ اس لئے عمران صاحب کو خود سرحد تک جانا پڑا ہے۔ وہ وہاں پہنچ کر وائریس فون کے ذریعے آسانی سے تمہارے ڈیڈ می سے رابطہ قائم کریں گے۔ اور پھر باقی انتظامات ڈاکٹر عمر ابدال آسانی سے کر لیں گے۔" فواد نے جواب دیا۔ اور کلثوم چمکتی ہوئی آنکھوں سے فواد کو دیکھنے لگی۔

"ادھ۔ تم بھی عمران سے کم ذہین نہیں ہو فواد۔ لیکن تم مصری ہو کہ مجھے پہلے کبھی نہیں ملے۔" کلثوم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ کی نوازش ہے مس کلثوم کہ آپ نے مجھے ذہین کہا۔ لیکن بہر حال عمران سے میرا کوئی مقابلہ نہیں ہے۔ عمران سپر مائیڈ ہے۔ اور جہاں تک ملاقات کا تعلق ہے بس اتفاق ہی ہے کہ مجھے آپ جیسی خاتون سے پہلے شرف ملاقات حاصل نہیں ہو سکا۔" فواد نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور کلثوم بھی منہس پڑی۔

"آپ خاموش ہیں فیاض صاحب۔ ویسے ایک بات تو بتائیے۔ آپ تو عمران کو ابھی طرح جانتے ہیں۔ کچھ اس کے متعلق مزید تفصیلات مجھے بتائیے۔" کلثوم نے اچانک کہا۔

"مس کلثوم آپ میری بہن کے برابر ہیں۔ اور میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ کی دلچسپی عمران میں بڑھتی جا رہی ہے۔ میں آپ کو بتا دوں کہ عمران سے کسی قسم کی کوئی توقع وابستہ نہ کریں۔ یہ انتہائی گھوڑ اور سنگ دل آدمی ہے۔ یہ صرف اپنے مطلب سے مطلب رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ اسے کسی کے جذبات و احساسات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔" فیاض نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

جیمز جو میز کے سامنے کھڑا یہ باتیں سن رہا تھا اس نے جلدی سے ہاتھ بڑھا کر آوازوں والے بٹن بند کر دیئے۔

"پہلے تم سے تو نیٹ لوں پھر اس عمران کو بھی دیکھ لوں گا۔" جیمز نے انتہائی غصیلے انداز میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اور اس نے ساتھ پڑے ہوئے ٹرانسمیٹر پر ایک مخصوص فریکوئنسی ایڈجسٹ کرنی شروع کر دی۔ جب فریکوئنسی ایڈجسٹ ہو گئی تو اس نے اُسے ایک بار غور سے دیکھ کر تسلی کر لی۔ اس کے بعد اس نے اس کا بٹن پریس کر دیا۔ دوسرے لمحے سبز رنگ کا بلب جل اٹھا۔

"ہیلو ہیلو۔۔۔ دشمنان اسرائیل ہو شیا رہو جاؤ۔ جیمز تمہاری موت بن کر پہنچ گیا ہے اور۔" جیمز نے چیخے۔

ہوئے کہا۔ اس کی نظریں البتہ مشین کی سکریں پر جمی ہوئی تھیں اور اس نے ان تینوں کو بڑی طرح اچھلتے ہوئے دیکھا۔ اور پھر ان میں سے وہ مصری جسے فواد کہا جا رہا تھا۔ سبکی کی سی تیزی سے ٹرانسمیٹر کی طرف بڑھا۔ اور اس نے ٹرانسمیٹر کا بٹن پریس

کر دیا۔ دوسرے لمحے وہ اچھل کر تیچھے ہٹا۔ اور ان دونوں سے کہلاتے ہوئے نیچے فرش پر گر گیا۔ وہ دونوں بھی نیچے گر گئے تھے اور ان کے جسم اس طرح بے حس و حرکت ہو گئے تھے جیسے ان پر فالج گر گیا ہو۔۔۔ جیمز چند لمحے انہیں سکریں پر غور سے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے جلدی سے ٹرانسمیٹر آف کیا اور تیزی سے واپس دروازے کی طرف دوڑ پڑا۔ کیبن سے نکل کر وہ بے تحاشا دوڑتا ہوا این پوائنٹ کے گیٹ کی طرف بڑھا۔ اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ گیٹ پر پہنچ کر رک گیا۔ چند لمحے وہاں کھڑا سانس برابر کرتا رہا۔ اور پھر دوبارہ دوڑتا ہوا اندر سمرنگ میں دوڑنے لگا۔ سمرنگ کے آخر میں آپریشن روم کا دروازہ کھلا۔ اس دروازے کے قریب پہنچ کر ایک لمحے کے لئے رکا۔ اور پھر اچھل کر آپریشن روم میں داخل ہو گیا۔ سامنے ہی ریت پر کلثوم۔ فیاض اور فواد بے حس و حرکت پڑے ہوئے تھے۔

"تم اسرائیل کے دشمن ہو۔ تم نے اسرائیل کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی ہے۔ اس لئے موت تمہارا مقدر بن گئی ہے۔" اندر داخل ہوتے ہی اس نے چیخ کر کہا۔ اور

اس کا رخ ان تینوں کی طرف کر دیا۔
 "تم سن سکتے ہو۔ دیکھ سکتے ہو۔ لیکن حرکت نہیں کر سکتے۔
 گو میں نے ایس۔ ون ریز کا سلسلہ ختم کر دیا ہے۔ لیکن مجھے
 معلوم ہے کہ ان ریز کا اثر ابھی مزید آدھا گھنٹہ اور رہے گا۔
 اور تم پر گولیاں برسوانے کے لئے یہ آدھا گھنٹہ بہت ہے۔
 تمہاری موت کے بعد میں اس عمران کے خاتمے کا سوچوں
 گا۔" جیمز نے اونچی آواز سے کہا۔ اور پھر اس کی انگلی
 ٹریگو پر حرکت کرنے ہی لگی تھی کہ اس کے ذہن میں یکلخت
 ایک خیال آگیا۔ کہ عمران آدھری تھری ڈن بیرم سرکل کر اس
 کر کے کیسے سرحد تک پہنچ سکتا ہے۔ اور اس
 خیال کے آتے ہی اس نے جلدی سے مشین گن واپس
 کاندھ سے لٹکائی اور اُسی الماری کی طرف بڑھ گیا جس
 سے اس نے ایس۔ ون ریز کا ڈبہ نکالا تھا۔ الماری کے
 ایک اور خانے سے اس نے ایک چھوٹی سی شیشی نکالی۔
 اور اس کا ڈھکن کھول کر شیشی اس نے کلثوم کی ناک سے
 لگا کر فوراً ہٹالی اور ڈھکن بند کر کے اُسے میز پر رکھ دیا۔
 "تم اب مجھے سب تفصیل بتاؤ گی۔ تم لڑکی ہو۔ اس لئے
 تم آسانی سے سب کچھ بتا دو گی۔" جیمز نے کہا۔ اور
 مشین گن دوبارہ کاندھ سے اتار کر اس نے اس کی نال
 فرش پر لیٹی ہوئی کلثوم کی گردن سے لگا دی۔ چند لمحوں بعد ہی
 کلثوم کے جسم میں حرکت سی پیدا ہوئی۔ جب کہ فیاض اور

پھر کاندھ سے مشین گن اتار کر اس کا رخ اس نے ان تینوں
 کی طرف کیا۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ ٹریگو دباتا اچانک اس
 کی نظریں اٹھک بیٹری پر لگے ہوئے بڑے سے میٹر پر
 پڑی۔ اور وہ ایک لحظہ اچھل کر اس کی طرف دوڑ پڑا۔ مشین
 گن بھی اس کے ہاتھوں سے نکل کر نیچے گر گئی تھی۔
 "ادہ ادہ۔۔۔ تباہی۔ خوف ناک تباہی۔" جیمز کے
 حلق سے مسلسل چیخ مٹا آوازیں نکل رہی تھیں اور پھر اس نے
 بیٹری کی سائیڈ میں لگا ہوا ایک ہینڈل ایک لحظہ نیچے کر دیا۔
 اور اس کے ساتھ ہی وہ اس طرح لمبے لمبے سانس لینے
 لگا تھا جیسے ایٹم بم کے سر پر پھٹتے پھٹتے ایک لحظہ کہیں اور
 نکل گیا ہو۔۔۔ میز پر موجود سرخ رنگ کی سوئی جو آخری ہندسے
 کے بالکل قریب پہنچی ہوئی تھی۔ تیزی سے واپس ہونے لگ
 گئی تھی۔ اور جب تک سوئی زیر دھماکہ نہ پہنچی تھی۔ اس کی
 نگاہیں اس میٹر سے اس طرح چپک گئی تھیں جیسے لوہا
 مقناطیس سے چپکتا ہے۔ جب سوئی زیر و پر پہنچی تو جیمز
 نے اطمینان کا ایک طویل سانس لیا اور واپس مڑا۔ وہ
 تینوں اُسی طرح فرش پر پڑے ہوئے تھے۔
 "شکر ہے میری نظریں میٹر پر پڑ گئیں۔ ورنہ اس قدر
 خوف ناک تباہی ہوتی کہ شاید پورا صحرا ہی بادل بن کر آسمان
 پر اڑ جاتا۔" جیمز نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر آگے
 بڑھ کر اس نے فرش پر پڑی ہوئی اپنی مشین گن اٹھائی اور

فواد دیسے ہی بے حس و حرکت پڑے ہوئے تھے۔

"خبردار اگر ذرا بھی غلط حرکت کی تو چھلنی کہ دوں گا۔ تباؤ تم لوگوں نے کس طرح آر۔ سی تھری ڈن بیرم سرکل کراس کیا تھا۔ اور یہاں تک پہنچے تھے۔ اور اب مہاراجا ساکتی عمران جو ہیلی کاپٹر پر گیا ہے۔ یہ سرکل کیسے کہ اس کو لے گا۔" جمیز نے غراتے ہوئے کہا۔

"یہ تو تمہیں عمران ہی بتا سکتا ہے۔ مجھے کیا معلوم"

کلتوم نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

"تباؤ کتیا کی بچی" جمیز نے غصے سے چیختے ہوئے ایک لخت پوری قوت سے اچھل کر کلتوم کی پسلیوں میں ٹھوکر مار دی اور کلتوم کے حلق سے بھیا تک چیخ نکلی گئی وہ بُری طرح تڑپنے لگی تھی۔

"تباؤ۔ در نہ ایک ایک بڑی توڑ دوں گا۔" جمیز نے اچھل کر دوسری ٹھوکر لگانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ لیکن اس سے پہلے کہ اس کی لات دوبارہ کلتوم کی پسلیوں پر پڑتی۔ کلتوم ایک لخت تڑپنی اور اس نے دونوں ہاتھ مشین گن کی نال پر رکھ کر پوری قوت سے اُسے پیچھے کی طرف دھکیل دیا۔ جمیز جو ٹھوکر مارنے کے لئے اچھل رہا تھا مشین گن کا دھکا کھا کر اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ اور بُری طرح چیخا ہوا پشت کے بل نیچے فرش پر جا گرا۔ اور جھٹکا لگنے سے مشین گن ادھر کلتوم کے ہاتھوں سے بھی پھسل

کر نکل گئی اور اس کا دستہ جمیز کے ہاتھوں سے بھی نکل گیا مشین گن اڑتی ہوئی دور جا گری۔ دوسرے لمحے کلتوم اور جمیز دونوں ہی اچھل کر کھڑے ہو گئے۔

"میں تمہاری بوٹیاں اڑا دوں گا کتیا"۔ جمیز نے پاگوں کے سے انداز میں کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے ایک لخت اچھل کر کلتوم کی سائیڈ پر پوری قوت سے ہاتھ مارا۔ کلتوم نے ایک لخت غوطہ لگایا۔ جو جمیز کا ہاتھ پوری قوت سے اس کی پسلیوں پر پڑا۔ لیکن غوطہ لگا کر وہ جمیز کے سینے میں ٹکر مارنے میں کامیاب ہو گئی اور ایک بار پھر ان دونوں کے حلق سے خوف ناک چیخیں نکلی گئیں۔ دونوں کو بیک وقت ضربات آئی تھیں۔ لیکن اس بار جمیز نے نیچے گرتے ہی ایک لخت قلابانہی کھائی۔ اور پھر جیسے وہ اڑتا ہوا اٹھتی ہوئی کلتوم کے سر کے اوپر سے ہو کر اس انیمیک بیٹری کے قریب جا کھڑا ہوا جس کا ہینڈل اس نے نیچے کیا تھا۔ کلتوم تیزی سے اٹھی۔ لیکن اس سے پہلے ہی جمیز نے ایک لخت ہینڈل دایس اوپر کو اٹھا دیا۔

"ہا۔۔۔ ہا۔۔۔ اب چند ہی لمحوں میں سب ریڈ میزائل فائر ہو جائیں گے اور پورا صحرا تباہ ہو جائے گا۔" جمیز نے وحشیانہ انداز میں قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ اس کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ واقعی ذہنی طور پر پاگل ہو چکا ہے۔

کلتوم نے اٹھتے ہی ایک لخت مشین گن کی طرف چھلانگ لگائی۔ لیکن اُسی لمحے جمیز کو بھی شاید خیال آ گیا۔ اس نے بھی اس کے پیچھے چھلانگ لگائی۔ اور وہ دونوں بیک وقت عین اس جگہ ایک دوسرے سے ٹکرا کر نیچے گمے جہاں مشین گن بڑی تھی۔ کلتوم نے بجلی کی سی تیزی سے کر وٹ بدلی اور جمیز کو ایک طرف الٹا دیا۔ لیکن جمیز کا جسم تیزی سے گھوما۔ اور اس کی دونوں ٹانگیں گھومتی ہوئیں کلتوم کے پیٹ پر پڑیں۔ اور کلتوم کے حلق سے اس طرح چیخ نکلی جیسے اس کی روح جسم سے نکل رہی ہو۔ اور جمیز اچھل کر اس کے اوپر آ گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے مشین جیسی تیزی کے ساتھ کلتوم کے چہرے پر ٹکریں مارنی شروع کر دیں۔ کلتوم کا جسم بڑی طرح تڑپنے لگا۔ اور اس کے حلق سے چیخیں نکل رہی تھیں۔

”میں تمہاری ہڈیاں توڑ دوں گا کیل دوں گا۔“ جمیز نے ٹکریں مارنے کے ساتھ ساتھ پختہ ہوئے کہا۔ لیکن اُسی لمحے کلتوم کا داؤ چل گیا۔ اور اس نے گھٹنے سمیٹ کر ایک لخت اوپر کو کئے اور جمیز اس کے جسم پر سے الٹ کر اس کے سر کے اوپر سے ہوتا ایک دھماکے سے پیچھے گیا۔ اس کی دونوں ٹانگیں پوری قوت سے اس مینہ سے ٹکرائیں جس پر وہ شیشی بڑی ہوئی تھی جس سے اس نے کلتوم کی بے حسی دور کی تھی۔ جھٹکا لگنے سے شیشی اچھل کر

نیچے گری۔ اور چونکہ اس پر موجود ڈھکن جمیز نے ڈھکن اچھی طرح نہ کیا تھا۔ اس لئے شیشی جیسے ہی اڑتی ہوئی نیچے گرنے لگی اس کا ڈھکن کھل گیا۔ شیشی فیاض اور نواد دونوں کے درمیان میں ریت پر گر گئی۔ اور اس سے نکلنے والی زگیں ان دونوں کے ناک میں گھس گئی۔ جمیز کو پیچھے الٹا کر کلتوم تیزی سے اٹھی اور اس نے اٹھ کر بیٹری کی طرف دوڑ گئی چاہی تاکہ وہ ہینڈل نیچے کرے۔ لیکن جمیز کی ٹانگ

ب لخت سانپ کی سی تیزی سے آگے کو ہوئی۔ اور کلتوم پچھتی ہوئی منہ کے بل نیچے گری اور پھر جمیز ایک لخت چل کر کھڑا ہوا اور اٹھتی ہوئی کلتوم کی پشت پر دونوں پیر جوڑ کر ضرب لگانے کے لئے اچھلا لیکن کلتوم ایک لخت کر وٹ ل گئی۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے الٹی قلابازی لھائی اور اس کے دونوں جڑے ہوئے پیر پوری قوت سے یز کی ٹھوڑی پر پڑے اور جمیز چھتا ہوا نیچے گیا۔

”ویل ڈن کلتوم ویل ڈن“ ایک لخت دروازے سے عمران کی آواز سنائی دی اور کلتوم کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے جسم میں کسی نے نئی روح پھونک دی ہو۔ وہ قلابازی کھا کر سیدھی کھڑی ہوئی اور پھر اُسی طرح قلابازی عاتق ہوئی پوری قوت سے پشت کے بل نیچے گمے جمیز کے اوپر ایک دھماکے سے گر گئی۔ اور جمیز کے حلق سے گھٹکی گھٹکی چیخ نکلی اور اس کا جسم اس بڑی طرح تڑپا۔

جیسے چمچی پانی سے باہر تڑپتی ہے۔ کلثوم اس کے جسم پر سے خون کی دھاریں بہہ رہی تھیں اور وہ ساکت پڑا تھا۔ اس گرتے ہی بجلی کی سی تیزی سے اچھلی اور پھر تیزی سے دوبارہ اٹھ کھڑی آنکھیں پڑھ گئی تھیں۔ جب کلثوم نے مختصر لفظوں میں جمیز اٹیمک بیٹری کی طرف دوڑی۔ لیکن دوسرے لمحے وہ ٹھٹھکی گئی۔ کیونکہ فواد ریگتا ہوا اس کے قریب پہنچ لی بات دہرائی تو عمران دڑتا ہوا اٹیمک بیٹری کی طرف کمر دکھائی۔ اور اس نے جلدی سے اس کا جائزہ لینا چکا تھا اور اس کا ہاتھ ہینڈل کے قریب تھا کلثوم کی آنکھیں خوف سے پھیلنے لگیں۔ کیونکہ سوئی آخری ہند سے پہنچنے ہی کے بعد دالی تھی۔ اور اب اس کے لئے بھی اتنا وقت نہ رہا تھا کہ وہ "یہ ایس۔ ون ریز کی بات کر رہا تھا"۔ کلثوم نے دڑ کر ہینڈل نیچے کرتی۔ کہ ایک لخت فواد کا ہاتھ اٹھا۔ اور نٹ چباتے ہوئے کہا۔

دوسرے لمحے ہینڈل ایک جھٹکے سے نیچے ہو گیا۔ اور عمران ایس۔ ون ریز کا سن کر چونک پڑا۔ دوسرے سوئی جو آخری ہند سے صرف بال برابر پیچھے تھی کھینچ کر اس نے جلدی سے ہاتھ بڑھا کر بیٹری کا دہی فائر کھولا۔ جھٹکے سے دوبارہ پیچھے ہٹنے لگی۔ اس کے ساتھ ہی اس کی آنکھیں پھیلنے لگیں۔ اس نے "اچھا فواد صاحب شاید کوئی آئس کریم بنانے میں مصروف ہوئے ہوئے ڈبے کی تار کا ہیں"۔ عمران نے دروازے سے اندر داخل ہونے پر عائدہ کیا۔ اور پھر ڈبہ باہر نکال لیا۔ اور جلدی سے اس کا درمیان میں سرخ بیٹن آف کر دیا۔

"ہم بچ گئے عمران۔ ورنہ ریڈ میزائل فائر ہو جاتے۔ فواد"۔ ادہ ادہ۔ انتہائی خوف ناک۔ اس نے ٹرانسمیٹر فریکوئنسی نے واقعی بہت سے کام لیا ہے۔ کلثوم نے مرکبے ایس۔ ون ریز کو اٹیمک بیٹری سے ایڈجسٹ کر دیا تھا۔ پیچھے ہوئے کہا۔ اور عمران کلثوم کی بات سن کر بڑی ہانپنے لگی۔ "عمران نے ڈبے سے دیکھتے ہوئے کہا۔ اب فیاض اور فواد بھی اٹھ کر پوچھا۔

"وہ کیسے کیا مطلب"۔ عمران نے حیران ہو کر بیٹھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ گیس کی شیشی چونکہ ان کے درمیان ریت پر گر گئی تھی۔ اس لئے اس کا ہلکا سا اثر نہ ہوا تھا۔ جس سے وہ پوری طرح صبح تو نہ ہوئے تھے۔ کلثوم نے مرکبہ جمیز کی طرف دیکھا تو جمیز کے منہ اور ناک پر ہوا تھا۔ باہر حال کچھ نہ کچھ حرکت کرنے کے قابل ہو گئے تھے۔

جاتا اور ریڈ میزائل جو باہر موجود ہیں اس خوف ناک دھماکے سے فائر ہو جاتے۔ اور اس کے بعد کیا ہوتا یہ تم بہتر سوچ سکتی ہو۔ مجھے اندازہ بھی نہ تھا کہ اس احمق نے یہاں ایس۔ ون رینز فٹ کر رکھی ہوں گی۔ اور یہ زندہ بھی بچ گیا اگر تم اس سے نہ لڑتیں یا فواد آخری لمحات میں مہمت نہ کرتا تو پھر خوف ناک تباہی واقعی ہمارا مقدر بن جاتی۔" عمران نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"ساری مہمت مس کلثوم نے کی ہے عمران صاحب۔ یہ جس جرات۔ بہادری اور حوصلے سے جیمز سے لڑی ہیں۔ کم از کم مجھے ایسی امید نہ تھی۔" فواد نے اب اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"مہمیں ابھی تجربہ نہیں ہے عورتوں کے لڑنے کا۔ بس شادی ہو جانے دو پھر ان کی لڑائیوں کا صحیح اندازہ ہو سکتا ہے۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور فواد قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔ "ہاں۔ سارا کام تو مس کلثوم اور فواد نے کیا ہے۔ میں تو بس فضول سا آدمی ہوں۔" اچانک فیاض نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ وہ بھی اب اٹھ کر کھڑا ہو چکا تھا۔ "ابے تم بھی بول پڑے۔ کمال ہے۔ تمہاری بہادری تو مستم ہے۔ آخر گزشتہ پندرہ سالوں سے تم سلمیٰ بھابھی کی لڑائیاں بھگت رہے ہو اور ابھی تک زندہ ہو۔"

عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور فواد اور کلثوم قہقہہ مار

"ہاں۔ فواد نے ٹرانسمیٹر کو ہاتھ لگایا تو وہ اچھل کر ہم دونوں سے ٹکرایا اور اس کے ساتھ ہی ہم تینوں بے حس ہو گئے پھر یہ جیمز اندر آیا۔ اس نے پہلے ہمیں مشین گن سے چھلنی کرنا چاہا۔ لیکن پھر اس کی نظریں ڈائل پر پڑیں تو یہ مشین گن پھینک کر دوڑا اور اس نے مینڈل بچے کر دیا۔....."

کلثوم نے اُسے اب شروع سے آخر تک ساری بات بتا شروع کر دی۔ "ادہ۔ واقعی اگر فواد ایک لمحہ اور مینڈل بچے نہ کرتا تو انتہائی خوف ناک تباہی اس پورے صحرانے شاید آدھ سے زیادہ مہر کا مقدر بن جاتی۔ ویل ڈن کلثوم اور ویل ڈن فواد واقعی تم دونوں نے محب وطن ہونے کا حق ادا کر دیا ہے۔ عمران نے انتہائی خلوص بھرے لہجے میں کہا۔

"یہ ایس۔ ون رینز کیا چیز ہیں۔" کلثوم نے پوچھا۔ "یہ احمق ہے جیمز۔ جو ایس۔ ون رینز اس نے اٹھیک بیٹری سے فٹ کر دیا۔ اس طرح اس پر وجیکٹ کی کسی بھی چیز کو اگر آپریٹ کیا جاتا تو آپریٹ کرنے والا فوراً بے حس ہو جاتا۔ لیکن اس نے ٹرانسمیٹر آن کر کے اس کی قوت کو ایک لمحت انتہائی تیز کر دیا۔ اور نتیجہ یہ کہ رینز نے اٹھیک بیٹری کو فل پاور بنا دیا۔ اور اٹھیک بیٹری اس انتہائی پاور کی وجہ سے پھٹنے کے قریب ہو گئی۔ اگر یہ اٹھیک بیٹری پھٹ جاتی تو یہ پورا پرا اچیک خوف ناک دھماکے سے

کہ منہس پڑے۔ اور فیاض نے منہ بنا لیا۔ جیسے وہ روئے گیا ہو۔

"فکر نہ کرو۔ میں نے ڈاکٹر عسراہدال سے کہا ہے کہ یہ سارا کارنامہ سوپر فیاض نے سرانجام دیا ہے۔ ویسے اگر تم ریڈ کیبن میں اداکاری کر کے ان مسلح افراد سے نہ ملکر آجاتے تو ہم سب کا خاتمہ بالآخر تو وہیں ہو چکا ہوتا۔" عمران نے کہا اور فیاض کا چہرہ یک لخت کھل اٹھا۔

"پھر دیکھا تم نے۔ میں نے کیسے چکر دیا تھا انہیں" فیاض نے چمکتے ہوئے کہا۔

"وہ بے چارے کس قطار میں ہیں۔ تم مجھے چکر دینے سے باز نہیں آتے۔ اور ایک چھوٹا سا چیک دے کہ اتنا بڑا کارنامہ اپنے کھاتے میں ڈال لیتے ہو۔" عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ اور فیاض تہقہہ مار کر منہس پڑا۔

"ارے ارے۔ تم فکر نہ کرو۔ تمہارا بلیٹک چیک کھرا" فیاض نے جلدی سے کہا۔ اُسے شاید خطرہ تھا کہ اتنے بڑے کارنامے کا کریڈٹ کہیں عمران پر نہ تبدیل کر دے۔

"اب مجھ سے بھی اداکاری کر دو گے۔ میں تو نقد سودے کا قائل ہوں۔ ابھی ڈاکٹر عسراہدال اعلیٰ حکام کے ساتھ یہاں پہنچ رہے ہیں اور پھر ہو سکتا ہے کہ....." عمران نے جان بوجھ کر فقرہ نامکمل چھوڑ دیا۔

"ادہ ادہ۔ تم باز نہیں آؤ گے۔ پورے بنیے ہو۔"

فیاض نے جلدی سے جیب سے بٹہ نکالا اور اس میں سے چیک بک کھینچی۔ اور پھر اس میں سے ایک چیک پھاڑ کر اس نے بٹے کی سائیڈ میں موجود پھولے سے بال پوائنٹ سے اس پر دستخط کئے اور جلدی سے اس پر کوئی رقم گھیٹ کر عمران کی طرف بڑھا دیا۔

"ارے تم تو بلیٹک چیک کی بات کر رہے تھے" عمران نے چیک یلتے ہوئے منہ بنا کر کہا۔ چیک دس لاکھ کا تھا۔

"بس اس سے زیادہ اس اکاؤنٹ میں رقم ہی نہیں ہے" فیاض نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔

"یہ لو کلثوم۔ میں نے ڈیڈی سے اتنی مالیت کا چیک لیا تھا۔ اپنی چھوٹی بہن ثریا کے لئے تحفہ خریدنے کے لئے۔ اور میرے لئے تم بھی ثریا کے برابر ہو۔ اس لئے ثریا اگر ڈیڈی کی رقم کا تحفہ خرید سکتی ہے تو کیا کلثوم اپنے بھائی کی رقم سے تحفہ نہیں خرید سکتی" عمران نے مسکراتے ہوئے چیک کلثوم کی طرف بڑھایا۔ اور کلثوم اس طرح پیچھے ہٹی جیسے چیک کی بجائے عمران اُسے زہریلا سانپ پیش کر رہا ہو۔ اس کا چہرہ تیزی سے متغیر ہوتا گیا۔

"لے لو چھوٹی بہنیں انکار نہیں کیا کرتیں اور وہ بھی ہونے والے بہنوئی کے سامنے" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"گگ۔ گگ۔ گگ۔ کیا مطلب" کلثوم نے

حیرت بھرے لہجے میں کہا۔
 "مطلب تو تمہیں فواد ہی بتائے گا۔ میں نے اس کی آنکھوں
 میں تمہارے لئے مخصوص چمک دیکھ لی ہے۔ ویسے فواد اچھا
 آدمی ہے۔" — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور کلثوم نے چونک کر فواد کی طرف دیکھا فواد کے چہرے
 پر واقعی مسکراہٹ تیر رہی تھی اور کلثوم نے بے اختیار منہ پھیر لیا۔
 اس کے چہرے پر شرم کے آثار پھیل گئے۔ اس کے ذہن
 میں فیاض کے الفاظ گونج اٹھے کہ عمران انتہائی کھٹور اور سنگدل
 آدمی ہے جو صرف اپنے مطلب سے مطلب رکھتا ہے۔

"ارے ارے۔ اب اتنی مالیت کا بھی یہ چیک نہیں ہے کہ
 تم ابھی سے شرمنا شروع کر دو۔ یہ فیاض بڑا کنجوس آدمی ہے۔ قسطوں
 میں جان دیتا ہے۔" — عمران نے ہتے ہوئے کہا۔ اور کلثوم
 بے اختیار ہنس پڑی اور اس نے چیک عمران کے ہاتھوں سے
 لے لیا۔

"نہیں فیاض صاحب اگر خود دیتے تو ٹھیک ہے ورنہ میں اس
 طرح یہ چیک نہیں لے سکتی۔" — کلثوم نے چیک فیاض کی
 طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"ارے ارے فواد سے تو پوچھ لو کیوں اس کا بھی نقصان
 کرانے پر تلی ہوئی ہو۔" — عمران نے کہا۔

"یہ بہن بھائیوں کا معاملہ ہے عمران صاحب۔ میں کیا کہہ سکتا
 ہوں۔" — فواد نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تم یہ تو کہہ سکتے ہو کہ میں نے قبول کیا یا یہ بھی نہیں کہہ سکتے۔"
 عمران نے کہا۔

"ایک بار نہیں بلکہ دس بار کہہ سکتا ہوں۔" — فواد نے
 بُری طرح ہتے ہوئے کہا۔

"ارے ارے۔ بس تین بار ہی کافی ہے یہی ساری عمر
 بھگتاتے رہو گے۔" — عمران نے کہا۔ اور فواد قہقہہ مار
 کر ہنس پڑا۔

کلثوم تیزی سے دروازے کی طرف بھاگ پڑی۔ چیک
 اس نے فیاض کے سامنے پھینک دیا تھا۔

"ارے ارے مس کلثوم۔ یہ رکھ لو۔ میں تمہیں دے رہا
 ہوں۔ تم میری بہن ہو۔" — فیاض نے جلدی سے چیک
 اٹھا کر اس کے پیچھے بھاگتے ہوئے کہا۔

"فواد کو دے دو۔" — کلثوم نے دروازے کے پاس
 رک کر انتہائی شرمیلے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ اور جلدی
 سے دوڑ کر باہر نکل گئی۔

"مبارک ہو فواد۔ بس ذرا لمبے پیر بچا کر رکھنا۔ کہیں دوبارہ
 تمہاری اور میری ملاقات کسی ہسپتال میں نہ ہو۔" — عمران
 نے کہا۔

اور فواد کے بلند قہقہے سے کمرہ گونج اٹھا۔ فواد کی آنکھوں
 میں واقعی ساروں جیسی چمک تھی۔ اس نے فیاض کے ہاتھ سے
 چیک لیا۔ اور پھر تیزی سے وہ بھی بیرونی دروازے کی طرف

بڑھ گیا۔

”وہ تمہارے پیچھے پاگل ہو رہی تھی۔ تم نے اُسے نواد کے سر منڈھ دیا۔“ فیاض نے منہ بناتے ہوئے کہا۔
 ”تم نے اُسے لٹاتے دیکھا تھا۔ بلیک بیلٹ ہے وہ۔
 لاجول دلا۔ میں نے پسلیاں تو نہیں تڑوا فیاض نے جیمز کی طرح“
 عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا اور فیاض نے اختیار نہیں پڑا۔

ختم شد

عمران سیریز میں ایک دلچسپ اور ہنگامہ خیز کہانی

مکمل ناول

سوانا

مصنف
مظہر کلیم ایم اے

سوانا — بااثر یہودیوں کی ایک بین الاقوامی مجرم تنظیم جس پر اسرائیلی حکام بھی ہاتھ ڈالنے سے ڈرتے تھے۔

سوانا — جس نے پاکیشیا کا فارمولا اسرائیل سے زبردستی حاصل کر لیا اور اسرائیل باوجود ریاستی طاقت کے اس کے خلاف کچھ بھی نہ کر سکا۔ کیوں —؟

سوانا — جس کے خلاف خود اسرائیلی حکام نے عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کو مخبری کی۔ کیوں —؟

سوانا — جس کے خلاف عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس حرکت میں آئی تو انہیں مسلسل غنڈوں اور بد معاشوں سے لڑنا پڑا۔ نتیجہ کیا نکلا —؟

وہ لمحہ — جب عمران اور اس کے ساتھی غنڈوں اور بد معاشوں کے ہاتھوں یقینی موت کے پھندے میں پھنس گئے۔ حیرت انگیز انجام —؟

کیا — عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس سوانا کے خلاف کامیاب ہو سکے۔ یا —؟

انتہائی دلچسپ اور حیرت انگیز واقعات

تیز جسمانی ایشن اور مسلسل سٹنس سے بھرپور ایک منفرد کہانی

یوسف برادرز پاک گیٹ ملتان

عمران سیریز میں ایک دلچسپ اور یادگار ناول

مکمل ناول

سپیشل سیریز

مصنف
مظہر کلیم ایم اے

ایک طالب علم پر قتل کا الزام ثابت تھا مگر عمران اس کی مدد کے لئے میدان میں کود پڑا۔ کیوں؟
کیا عمران کو مقتول کی بجائے قاتل سے ہمدردی تھی —؟

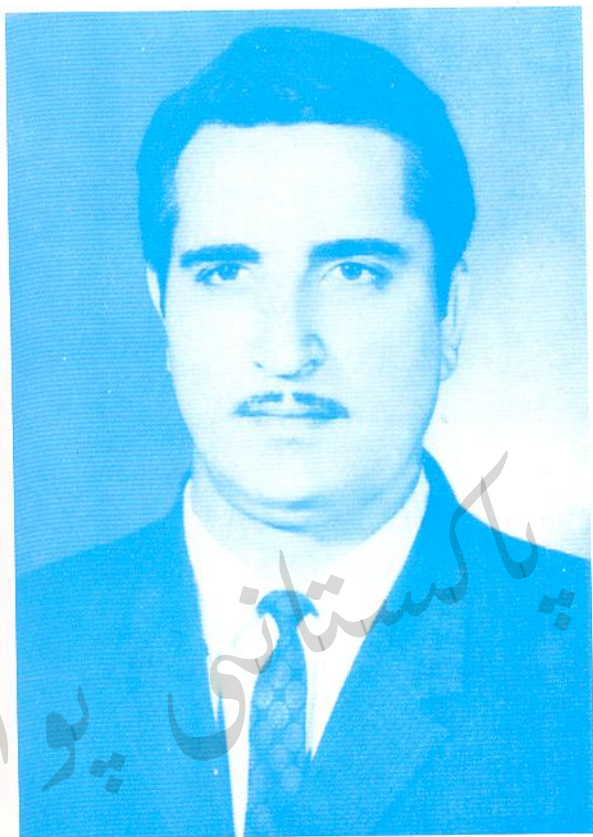
سربراہ جلال ایک جاگیردار نوجوان اور خوفناک اسمگلر۔ ایک دلچسپ اور انوکھا کردار۔
دلبرہ خان حکومت پاکستان کا اعلیٰ آفیسر جو انتہائی پراسرار سرگرمیوں میں ملوث تھا۔
سپیشل سیریز انتہائی کثیر تعداد میں جدید ترین اسلحے کی اسمگلنگ جو سرکاری سطح پر کی
جاری تھی۔

سپیشل سیریز جس میں عمران براہ راست ملوث ہو گیا۔ کیا عمران نے اسلحے کی اسمگلنگ
شروع کر دی —؟

سپیشل سیریز جسے عمران اسمگل کر کے مشکباز پہنچنا چاہتا تھا۔ کیوں —؟
کیا عمران اپنے مقصد میں کامیاب بھی ہو سکا یا نہیں —؟

لحہ لہو لہو حیرت انگیز واقعات و مشعل دلچسپ کہانی
آج ہی اپنے ترقی پزیر ملک سے طلب فرمائیں

یوسف برادرز پاک گیٹ ملتان



مظہر علی

یکے از مطبوعات

یوسف پبلشرز، بک سیلرز برادرز

پاک گیٹ ○ ملتان